بسم اللہ الرحمن الرحیم

طالب علموں کی خدمت میں ایک پرانا خادم ذکاء اللہ گزارش کرتا ہے کہ میں نے سنہ ۱۸۷۶ء میں
جناب سر ڈاکٹر سید احمد خان صاحب بہادر کے سی ایس آئی - ایل ایل ڈی کے ارشاد سے
محمدن اورینٹل کالج علی گڈھ کے طلبہ کے لئے تاریخ ہند تالیف کی تھی جسکے تین حصے تھے
اور ان حصوں کی تعداد سے اونکی جلدوں کی تعداد دوچند تھی جنکی تفصیل یہ ہے ایک جلد میں
حصہ اول جسمیں بہت کنڈ میں ہندوؤں کے راج کا بیان تھا - ایک جلد میں حصہ دوم جس میں
ہند میں مسلمانوں کی حکومت کا ذکر تھا چار جلدوں میں حصہ سوم جسمیں ہند میں انگریزی
سلطنت کا بیان تھا - ان حصوں کے صفحے تین ہزار دو سو تھے اور اونکی قیمت دس روپئے
کے قریب - حصہ اول دوبارہ چھپا حصہ دوم ایک دفعہ چھپا اور چھپتے ہی ہاتھوں ہاتھ
بک گیا - حصہ سوم ایک دفعہ طبع ہوا اوسکی جلدیں ابتک باقی ہیں +

میں نے حصہ دوم یعنی مسلمانوں کے عہد سلطنت کی تاریخ کو از سر نو تالیف کیا - اب میں بتاتا ہوں
کہ تالیف اول و تالیف ثانی میں کن کن باتوں میں فرق ہے اور میری خود حالت میں
ان تالیفات کے اوقات میں کیا کیا تفاوت ہوا جس سے تالیف و مولف کا حال معلوم ہوگا

اول - میں پرانا اورینٹل دہلی کالج کا طالب علم ہوں - ایام طالب علمی میں بہت سی صد ہا صفحہ
کی وہ تاریخیں پڑھیں حفظ کیں جنمیں امتحان دئے جو انگریزی زبان سے اردو زبان میں
ہوئی تھیں مگر ایک تاریخ بھی عربی فارسی زبان کی نہیں [illegible] مطالعہ کی اسلئے میرے

اگر کچھ مذاق تاریخی پیدا ہوا تو وہ انگریزی تھا جسمیں تاریخ ہند اول تالیف کرنے بیٹھا
تو ہندوستان کی تاریخیں انگریزی زبان کی جمع کیں اور ان ہی میں سے مضامین انتخاب
کئے اور ان ہی کی ترتیب کے موافق بیان کئے۔ ان مضامین کو فارسی تاریخوں میں دیکھا تو فقط
اس نظر سے کہ انکا اردو زبان میں لکھنا آسان ہو جائے۔ لیکن اب تالیف ثانی کی طرز تالیف
اول سے برعکس ہے۔ میں نے اول ہر خاندان اور ہر بادشاہ کے زمانہ کی ایک مخصوص تاریخ
وہ اپنی تالیف کے لئے منتخب کی جو کسی عہد نویس مورخ نے تصنیف کی تھی اور وہ اور
تاریخوں سے زیادہ معتبر و مستند سمجھی جاتی تھی اور بلکہ باقی تاریخوں کا ماخذ وہی تھی۔ اس
تاریخ کے سارے مضامین باستثناء ان مضامین کے جنکی تفصیل ذیل میں لکھی ہے اپنی تاریخ
میں لکھے اور پھر ان پر اور معاصر و مابعد کی معتمد و مستند تاریخوں سے مضامین انتخاب کرکے
بڑھائے۔ بعد ازاں انگریزی تاریخوں سے وہ مضامین جو اس زمانہ سے متعلق تھے اور انگریزوں
کے دماغ سے نکلے تھے اضافہ کئے۔ یہ اضافہ ہی میری تاریخ کو اور پہلی فارسی تاریخوں پر
مزیت دیتا ہے ورنہ جو اور فارسی تاریخوں میں مضامین ہیں وہی میری تاریخ میں ہیں۔ تفصیل
اُن مضامین کی جو ان تاریخوں میں سے چھوڑ دئے گئے ہیں +

(۱) وہ مضامین جنکا تاریخ میں لکھا جانا اُس زمانہ میں کہ تاریخ تالیف ہوئی ضرور تھا مگر
اب اُنکا لکھنا نہ لکھنا برابر ہے جیسے کہ عہدہ داروں اور ملازموں کا معمولی تغیر تبدل و ترقی
تنزل اسکا حال بعینہ ایسا ہی جیسا کہ اس زمانہ میں تم گورنمنٹ گزٹوں کو دیکھتے ہو کہ جنمیں ہر
ہفتہ میں مضامین مذکور کا چھپ کر شائع ہونا ضرور ہے مگر کوئی تاریخ میں انکی نقل کرے
تو اسمیں تاریخی لطف و دلچسپی کیا ہے +

(۲) مضامین مکرر اکثر مورخ اپنی عبارت آرائی اور سخن پیرائی کی استعداد و قابلیت کی نمود
کے لئے ایک ہی مضمون کو مختلف پیرایوں میں لکھتے ہیں اس طرز سے لکھنا علم انشا پردازی
کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ تاریخ دانی میں کچھ فائدہ نہیں دیتا مثلاً جشنوں کی تیاریاں
درباروں کے سامان تہواروں و شادیوں کے ہنگامے محفلیں مجلسیں و شہروں کی

آئین بندی شکاروں کی حکایتیں و داستانیں شاہزادوں و امرا کی خلعتوں و نذروں و
پیش کشوں کی تفصیل میں ہاتھی گھوڑوں و ہتیاروں کی تعداد نقد کی مقدار اجناس کی قیمتوں
کا تخمینہ مہمات و خدمات کے لئے امرا و شاہزادوں کے آئین رخصت - ان میں ایک طرح
مراسم کو بار بار نئے نئے پیرایوں میں ادا کرتے ہیں جنکی جگہ فقط یہ لکھنا کافی ہے کہ یہ مراسم
بدستور سابق ادا ہوئیں مثلاً جشن نوروزی جو موسم بہار میں ہوتا ہے - اب ہر سال
نوروز کے واسطے موسم بہار کی کیفیات میں جو صفحے کے صفحے سیاہ ہوتے ہیں وہ علم تاریخ
میں کچھ فائدہ نہیں دیتے ہاں علم انشا پردازی میں وہ مفید ہیں - ایسے ہی امرا و
سلاطین کے لمبے چوڑے گز گز بھر کے القاب و آداب جنکی جگہ تاریخ میں صرف نام کا

(۳) سلاطین اور امرا اور انکے نیک خواہوں کی ستایش شاعرانہ اور انکے مخالفوں
اور بدخواہوں کی نکوہش علم تاریخ سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے کسی بادشاہ کو فتح ہو
تو اسکی تعریف میں طومار طومار باندھنا اور اگر شکست ہو تو اسکے عذرات لاطائل میں
اور دشمنوں کے لئے بد دعاؤں کوسنوں سے دفتر سیاہ کرنے علم تاریخ میں معیوب ہیں
چاپلوسی و خوشامد کی رنگین عبارتوں سے تاریخ کو کچھ تعلق نہیں ہے - ان فضول سفیہانہ
ہیں گو بہت فضول گوئیاں ہوتی ہیں لیکن اکثر تاریخوں میں یہ بڑی خوبی ہے کہ تاریخی واقعات
کے بیان بے کم و کاست سلیس عبارات میں بیان ہوتے ہیں میں نے فضول مضامین
کو چھوڑ کے اصلی تاریخی مضامین اسطرح نکال لئے ہیں جیسے کہ بھوسہ اڑا کے دانے نکالتے ہیں

(۴) اولیا و فقرا کی کشف و کرامات و خرق و عادات کی حکایات جنکا وجود معتقدین
کے ذہن میں ضرور ہوتا ہے مگر یہ تحقیق نہیں کہ انکا وجود خارجی بھی ہوتا ہے یا نہیں
یہ مضمون اعتقادات سے تعلق رکھتا ہے تاریخ سے نہیں - وہ ایک باب ہی جداگانہ ہے
مگر جتنا وہ تاریخ سے تعلق رکھتا ہے وہ ضرور لکھا ہے مثلاً کسی بزرگ فقیر نے ایک
ہونہار امیر کو بشارت دی کہ تو بادشاہ ہوگا تو اسکو شاہ صاحب کے کہنے کا ایسا یقین ہوا کہ
وہ رات دن اپنی بادشاہی کی ادھیڑ بن میں لگا اور اپنی کوشش میں کامیاب ہوا

اس فقیر کے کہنے کا بڑا اثر امیر کی کوشش کرنے مین تھا۔ اگر وہ نہ ہوتا تو معلوم نہیں یاد تھا یا نہ ہوتا

(۵) شعرا کا حال اور اونکے قصائد و اشعار جو تاریخون مین تحریر ہوتے ہیں مین نے اونکے قصائد و اشعار نہیں لکھے مگر شعرا کے نام اور کچھہ اونکا حال ضروری لکھا ہے +

(۶) فسون افسانے جنکو عقل باور نہیں کرتی اور وہ قوانین قدرت کے خلاف ہیں مگر اون سے بعض حکایات اسلئے لکھی ہیں کہ جنسے معلوم ہو کہ اوس زمانہ مین کس قسم کی حکایات بزرگ منش بناکر نیک کامونکی طرف رہنموئی کرتے تہے +

دوم تالیف اول کے وقت مین میور سنٹرل کالج الہ آباد مین پروفیسر و ٹیچر اسسٹنٹ ایڈیٹر تہا دو کام مجھے کرنے پڑتے تہے ایک تعلیم کا دوسرا تالیف و تصنیف کا۔ اسلئے دوسرے کام کے لئے فراغت ایسی نصیب نہ تھی جیسی کہ اب ہے کہ پنشن خوار ہون رات دن پنشن کے مزے لیتا ہون اور برٹش گورنمنٹ کو دعا دیتا ہون اور سفید کاغذ کے روسیاہ کرنے کی فکر مین رہتا ہون اس کے سبب سے یہ تاریخ طول طویل معرض تحریر مین آئی کہ وہ معتمد و مستند تواریخ سلاطین ہند کے مضامین تاریخی پر حاوی ہے +

سوم تالیف اول کے وقت مین جوان تہا اب بوڑہا ہو گیا ہون۔ گو جوانی کی سی حافظہ و ذہن کین قوت نہیں رہی مگر مشق تالیف و تصنیف ایسی بڑھ گئی ہے کہ وہ اس ضعف ذہانت کی مکافات کرتی ہے تالیف اول نقش اول تھا اور تالیف ثانی نقش آخر ہے +

چہارم تالیف ثانی مین بہ نسبت تالیف اول کے مین نے زیادہ تر عمدہ الفاظ و محاورات و نادر تشبیہات و استعارات و کنایات و عاقلانہ مقولات برجستہ اشعار و محل ضرب المثل و نازک خیالات عمیق و دقیق مضامین جنسے کہ اعلیٰ درجہ کا مشرقی علم ادب بھرا پڑا ہے ایسے انتخاب کئے کہ جنکے بغیر طلبہ اپنے زبان کی انشا پردازی مین آراستگی سخن نہیں پیدا کر سکتے اس خیال سے کہ اونکو اپنی زبان مین قدرت اور اونکے علم ادب مین وسعت ہو ایک ایک بات کو بطرز غیر مکرر ادا کیا ہے مثلاً مرنا ہے تو اوسکو دو سو طرح سے غیر مکرر بیان کیا ہے اور علیٰ ہذا القیاس بہت ہی کم محاورے ایسے ہونگے جو اس تالیف ثانی مین نہیں آئے ہونگے۔

اب مجھے یہ بتلانا بھی ضرور ہے کہ تاریخ نویسی کے لیئے مین کہان تک لائق تہا اور مینے کیا کیا سو بتلاتا ہون ۔ نہ تالیف اول کے وقت مین مورخ تہا نہ تالیف ثانی کے وقت مورخ ہون اگر مورخ ہون تو اتنا کہ تاریخ کی کتابیں مطالعہ کیں اور تاریخ لکھنی ہو جبہا مین محقق بہی نہیں ہون اگر ہون تو صرف اسقدر کہ مشرقی زبانون کی تاریخون مین جن واقعات کو مع اسباب و نتائج دیکہا اونکو اپنی زبان مین کھول کر لکھ دیتا ہون کہ یہ اسباب ہیں اور اونسے یہ نتائج پیدا ہوئے ہیں اور جن واقعات کے اسباب دیکھے مگر اونکے نتائج نہ پائے یا نتائج دیکھے اسباب نہ پائے تو ان غائب اسباب و نتائج کے دریافت کرنے مین جو یورپ خاص کر انگلستان کے مورخون نے دقیقہ سنجی اور موشگافی کرکے اس تاریکی مین باریک نکتے نکالے ہین اونکو جستجو کرکے تحریر کرتا ہون میرا دماغ مورخانہ و فلسفیانہ نہیں کہ کسی فلسفی مورخ زمانہ حال نے جو تاریخ کی تعریف لکھی ہے اوسکے موافق اپنی قوم کے عہد سلطنت کو دورون مین تقسیم کرتا اور آئینے کی طرح دکھاتا کہ ایک دور کے واقعات اپنے دور سابق کے واقعات سے کیونکر پیدا ہوئے ہیں بعض محقق مورخ کہتے ہیں کہ تاریخ کی تعریف حدود بنا دینی تو آسان ہے مگر ایسی تاریخ تصنیف کرنی جسپر وہ تعریف صادق آئے نہایت مشکل ہے ۔ یورپ میں گو ہزارون تاریخیں لکھی جاتی ہیں مگر انیں شاید دو چار ہی ایسی تاریخیں ہونگی کہ جنپر تاریخ کی تعریف صادق آئے +

وونیٹر ایک عالم متبحر فرانس میں گذرا ہے جو اہل یورپ کا تاریخ نویسی میں معلم اول ہے وہ ارشاد کرتا ہے کہ کورٹ (دربار شاہی) اور کیمپ (لشکر آرائی) پر تاریخ کے مضامین مقصود نہ ہونے چاہئیں جو مورخ زمانہ ماضی کا مطالعہ کرتے ہیں ۔ اونپر یہ فرض ہے کہ وہ تحقیق کرین کہ جس زمانہ کی تاریخ وہ لکھ رہے ہیں ۔ اسمیں عام خلقت کی حالت و معاشرت کیا تھی مگر افسوس ہے کہ مشرقی زبانون میں جو تاریخیں ہمارے پاس موجود ہیں وہ اس زمانہ کی تصنیف ہیں کہ جسمین تاریخی مذاق بھی اس زمانہ حال تاریخی مذاق سے جدا گانہ تہا ۔ زمانہ حال مین مغربی محقق جن باتون کو تاریخ کی جان و روح سمجھتے ہین انہیں باتون کو مشرقی مورخ

مردہ جانکر انکے چھونے سے پرہیز کرتے تھے - آجکل مغربی مورخ عام معاشرت اور طرز زندگی کے اندازہ کرنے کی جستجو میں تگاپو کرتے ہیں مشرقی مورخ انکو حشو زدی اور عام معمولی باتیں سمجھکر انکو اپنی تصنیف کی کسر شان سمجھتے تھے - ایشیائی اور فرنگستانی طرز حکومت میں زمین آسمان کا فرق ہے - ایشیا میں بادشاہ مخدوم اور رعیت خادم اور فرنگستان میں بادشاہ خادم اور رعیت مخدوم ہوتے ہیں پس ایشیائی اور فرنگستانی اپنے اپنے مخدومون کا ذکر کرتے ہیں - ایک بادشاہون کے حالات بتفصیل سے لکھتے ہیں دوسرے رعایا کے حالات کو مسلمانون نے جو تاریخیں اپنے مشرقی مذاق کے موافق لکھی ہیں انکو مغربی مذاق سے جانچ کرکے پایۂ اعتبار سے ساقط کرنا ستم ہے - یہ کہنا کہ ان تاریخون پر یورپ میں جو تاریخ کی حدود وہیں اور دق نہیں آتے اسلیئے انکو پایہ تاریخی سے ساقط سمجھنا سمجھ کا خون اپنی گردن پر لینا ہے وہ تاریخیں نہایت تعریف کے قابل ہیں - انھوں نے زمانہ کو تاریخ نویسی سکھائی ہے - اسکا حال میں نے سب کا اول مقدمہ کے اندر خوب بیان کر دیا ہے - پہلی جلد میں یہ حصے مجلد کئے گئے ہیں - پہلا حصہ مقدمہ جسکا بیان نیچے لکھا جاتا ہے +

مقدمہ کا بیان

اس مقدمہ سے تاریخ و مورخ کی حقیقت حال معلوم ہوتی ہے وہ کتب مفصلۂ ذیل سے تالیف کیا گیا ہے +

(۱) بیہقی کی تاریخ سبکتگینی + (۲) ضیاء الدین برنی کی تاریخ فیروز شاہی +
(۳) محمد ابن خاوند شاہ ابن محمود کی روضۃ الصفا + (۴) تاریخ ابن خلدون کے ریویو محسن الملک مولوی مہدی علی (۵) تاریخ ابن خلدون -

انگریزی زبان کی کتابیں (۱) سرجان الیٹ کی تاریخ ہند
(۲) فلسفہ فلوسوفی اف ہسٹری (۳) بکل ہسٹری اف سولی لیزیشن
(۴) پروفیسر سیلی کی تصنیفات

فہرست مضامین

اس کے بعد میں نے دو بابوں میں عرب واہل عرب کا حال لکھا ہے باب اول میں زمانہ جاہلیت یعنی قبل از اسلام حال عرب کا ـ یہ باب میں نے تاریخ ابو الفدا اور

ڈکلین فال اف رومن ایمپائر سے لکھا ہے +

فہرست مضامین باب اول زمانہ جاہلیت کا حال عرب کا ۱ سے ۴۸

باب دوم میں یہ لکھا ہے کہ دنیا میں اہل عرب کی سلطنت کن کن ملکون میں قایم ہوئی - پھر یہ کل سلطنت کن کن حصون میں تقسیم ہوئی اور پھر ان حصون میں ہر ایک حصہ کتنے حصونمیں تقسیم ہوا - اور ہر حصہ میں کون کون دودمان خلفاء نے حکومت کی اور کہاں کہاں اس کے شعبے پھیلے اور کن کن خاندانون کے بادشاہ ہوئے - یہ باب (۱) تاریخ ابو الفداء (۲) تاریخ خلفاء (۳) بول محمدین ڈائی نیسٹی سے تالیف کیا - خاندان کے نام کے آگے اوسکی دار السلطنت کا نام لکھا ہے +

فہرست مضامین باب دوم ۴۸ سے ۶۷ تک

ملک سندہ پر اہل عرب کی حملہ آوری اور فتحیابی ۸ہ ۱۳ء ۱۵۱ تک

خاندان عباسیہ ۲۳۳-۲۱۶

ذکر سلطنت شہاب الدین وجمال الملة سلطان مسعود بن سلطان محمود غزنوی ۴۲۵ ۔ ۴۳۰ تک

ذکر سلطنت ابو الفتح قطب الملۃ شہاب الدولہ امیر مودود بن سلطان مسعود ۔ ۴۳۰ - ۴۴۰ تک

فصل سوم

خاندان غوری ۵۰۔۳۷۲

فصل چہارم

... بادشاہوں کی سلطنت ...

ذاہی تباہی حبرون لے جنکو محقق موصوف نے بطور مثال کے لکہا ہے ایک ...
نسبت تبابعہ بادشاہوں یمن اور جزیرہ عرب کے مورخین تسلیم کرتے چلے آئے ہیں کہ وہ
سے براہ مغرب افریقہ اور بربر تک اور مشرق کی طرف سے ترک و تبت تک کے شہروں پر حملہ
کرتے تہے اور افریقیس بن قیس اسکا بڑا اور پہلا بادشاہ تہا جسنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ
یا کچہہ دنوں ان سے پہلے افریقہ پر حملہ کیا اور اسی طرح چند اور بادشاہوں کا احوال اور ان
چڑہائیوں اور لڑائیوں کے حالات مسعودی وغیرہ نے لکہے ہیں ان سب کی نسبت محقق
بڑی ہنسی اڑائی ہے اور ان لکہنے والوں کو بڑا احمق بنایا ہے چنانچہ وہ لکہتا ہے کہ یہ سب
باتیں قصہ گویوں کی بنائی ہوئی کہانیوں کی طرح ہیں اور صحت و سچائی سے بہت بعید ہیں
مثلاً جو ذکر بادشاہوں تبابعہ کے حملوں کا اور ان کی چڑہائیوں کی راہوں کا بیان کیا گیا ہے
محض غلط ہے اسلئے کہ وہ لوگ عرب کے جزیرہ میں رہتے تہے اور دار القرار انکا صنعاء یمن

اور [illegible] ایک تحقیق مصدوقہ [illegible] متوجہ ہوتا ہے اور [illegible]

[illegible]

[illegible]

کہانیوں کا ذکر ہی کیا ہی جو بیان کرتا [illegible] ارم و دیوار [illegible]
اور صحرا سجلماسہ و مدینۃ النحاس کی کہانیوں کو لکھا ہے کہ قصہ گویوں نے بنالیا ہے او
اور طبایع عالم کے نہ جانتے سے عالموں نے ایسی لغو روایتوں کو قبول کر لیا ہے اور اسی قسم کی
وہ روایت ہی جو حبشیوں کے سیاہ رنگ ہونے کی نسبت بیان کی جاتی ہے کہ وہ حام بن نوح کی اولا
ہیں اور نوح کی بد دعا سے حام کی اولاد کا رنگ کالا ہو گیا۔ حالانکہ توریت میں اتنا ہی لکھا ہے
کہ قوم نے دعا کی کہ اوسکی اولاد اپنے بھائیوں کی غلام ہو لیکن پھر لوگوں نے رنگ کی سیاہی
بھی اسمیں بڑھا دی لیکن یہ محض طبایع کائنات کی ناواقفیت کا سبب ہے۔ اگر وہ ہوا کے
مزاج اور حرارت کی تاثیرات پر واقف ہوتے تو ایسا غلط خیال نہ کرتے +
محقق موصوف نے ایک فصل میں جہاں حکومت اور دولت کے ضعف و قوۃ کے اسباب بیان کیے
ہیں۔ وہاں بڑی بڑی عمارتوں اور دنیا کی عجیب چیزوں کو جو اسوقت موجود ہیں مثل شہر شال

و بزرگ و بزرگ زادے ہوتے ہیں اور اون کی نسل میں بزرگی و بزرگزادگی
کا شرف ہوتا ہے ان کو علم تاریخ کا جاننا ضرور ہے وہ علم تاریخ کے استماع
سے بےخبر بھی نہیں رہ سکتے۔ بزرگ و بزرگ زادوں اور عالی نسب زادوں کے
نزدیک مورخ جان سے زیادہ عزیز ہوتا ہے اور مورخون کی تحریر
و تقریر کے ذریعہ سے دین و دولت کے بزرگونکو حیات ابدی حاصل ہوتی ہے اسلیئے وہ انکی
خاک پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں۔ علم تاریخ کی نفاستیں بزرگان دین و دولت کے بہت
نفاستین ہیں۔ اول نفاست علم تاریخ میں یہ ہے کہ کتب سماوی کہ کلام اللہ ہے وہ زیادہ تر انبیا
کے آثار معاملات سے اور اخبار سلاطین سے اور اونکی جباری و قہاری سے کہ حاکم و آمر بنی آدم
ہوا ہے اور علم تاریخ اسی علم کا نام ہے کہ سرمایہ اعتبار اولو الابصار ہو۔ دوسری نفاست
علم تاریخ کی یہ ہے کہ علم حدیث کہ بالکل قال رسول اللہ و فعل رسول اللہ ہے اور علم تفسیر کے
بعد علم میں انفع و افضل ہے اور روایت کی تعریف و تنقید اور ورود احادیث کے ماجرا و
معاملات غزا اور جہاد حضرت مصطفےٰ اور احادیث کی ایام ناسخ و منسوخ کی تقدیم و تاخیر علم تاریخ
سے متعلق ہے اور یہ تعلق ایسا ہے کہ ائمہ حدیث کہتے ہیں کہ علم الحدیث و علم التاریخ توامان ہیں
اگر محدث مورخ نہ ہو تو وہ معاملات حضرت مصطفےٰ و معاملات صحابہ سے کہ اصل میں رواۃ
احادیث ہیں کچھ علم و خبر نہ رکھے گا مخلص صحابہ کی صحابہ کے ملتزموں کی کیفیت اخلاص و غیر مخلص
صحابہ و غیر ملتزمان صحابہ کا حال اوس پر روشن نہ ہوگا جب مورخ محدث نہیں ہونگے معاملات
مذکور معبر نہ ہونگی وہ کسی حدیث کی روایت نہیں کر سکیگا اور واقعات نبوۃ اور قرن صحابہ کے
احوال اور اخبار گذرے ہیں اور اونکی شرح و تفصیل
دلون کو تسکین دیتے ہیں یہ سب علم تاریخ سے سرر شتہ ہوتے ہیں
شعور کی زیادتی کا واسطہ اور درستی رائے

اسلئے رذائل سلف کا علم خلف کی صحت رائے کے لئے شاہد عدل ہوتا ہے چوتھی نفاست یہ
کہ علم تاریخ کے جاننے سے واقعات عینی وعلوم جدید سلاطین وملوک ووزرا ادراک
ہوں کو قرار وصبر ہوتا ہے اور اگر جہانداروں کو حوادث فلکی سے صعوبت سخت پیش
اوسکی کشاکش سے امید منقطع نہیں ہوتی - اور امراض ملکی کے دفع کے لئے جو دوا پہلے
کر گئے ہیں - ان سے حال کی امراض ملکی کی دوا معلوم ہوتی ہے حوادث باطنی و وقائع ذہن
پیدا ہوتے ہیں اونسے دل میں احتراز ہوتا ہے علم تاریخ کے جاننے سے حوادث کی ابتدا یا
وقوع روشن ہو جاتی ہیں یہ منفعت انفع المنافع اور انفس النفائس ہے پنجم نفاست اسکی
جو حوادث اور وقائع میں ہم نا صبر اختیار کیا اوسکے جاننے سے علم تاریخ کے جاننے والے کو
ہے اور جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیا پر جو آدم کے اولاد میں سب سے بہتر ہیں طرح طرح کی بلائیں
ہیں تو اسلام کے مومنوں کا دل حوادث اور مصائب کے وقوع سے نہیں گھبراتا ششم نفاست
یہ ہے کہ علم تاریخ سے عادلوں اور نیکوکاروں کی فضائل اور اونکے درجات دل نشین ہوتے
جباروں و قہاروں کا تمرد و گمراہی اور اونکی ہلاک و بلا خلفا و سلفا سلاطین اور
ملوک اسلام کو معلوم ہوتی ہیں امور جہانداری میں نیکوکاری کے ثواب اور بدکرداری
نتایج ظاہر ہوتے ہیں - ہفتم نفاست علم تاریخ کی بنا صدق پر رکھی ہے - علم تاریخ کی
انہیں اکابر و بزرگوں و بزرگزادوں سے مخصوص ہے جو عدالت و حریت و راستی و [illegible]
منسوب ہیں - علم تاریخ کیا ہے خیر و شر و عدل و ظلم و استحقاق و غیر استحقاق و محاسن
و مقابح و طاعات و معاصی و فضائل و رذائل سلف کا نقل کرنا ہے تاکہ پچھلے
[illegible] اور [illegible] شعار اور جہانبانی کی نیکوکاری و
[illegible] کا اتباع کریں اور بدکرداری

دنیا اور آخرت کے گناہ سے خوف کرنا اور قیامت کے دن جواب دینے سے ہراس کرنا ہی
غیبت ہے جو صرف زبان سے ہوتی ہے نیکون کو بد کہنا اور لکھنا زیادہ تر صعب ہے اور بدون
کو نیک کہنا اور لکھنا سب بدکاریوں کا سر ہے جب اخبار تواریخ بے سند ہوں اور وہ معاملات
سلاطین و اکابر کے اعلام کرتے ہوں تو مولف تاریخ اہل اعتبار سے چاہیئے کہ ہو اور صدق و
عدالت میں مشہور و مذکور کہ اوسکے بے سند لکھنے پر پڑھنے والوں کا اعتقاد راسخ ہو اور معتبر
ہیں اوس کا اعتبار رہو معتبروں کا اطمینان خاطر اُسی معتبر کی تحریر پر ہوتا ہی کہ جنکی امانت
و دیانت میں شبہ و شک ہو۔ تواریخ نویسی کے لئے یہ شرط لازمی ہے کہ جس بادشاہ یا
بزرگ کے فضائل و خیرات و عدل و احسان لکھے اوسکے مقابح و رذائل بھی مستور
نہ رکھے اور معارضت کے طریقہ کو تاریخ کے لکھنے میں معمول نہ کرے اگر مصلحت دیکھے تو صریح ورنہ
رمز و کنایہ و اشارہ میں زیرکون اور عاقلوں کو انسے آگاہ کرے - اور اگر کسی خوف و ہراس کے
سبب سے ہم عہد و ہم عصر کی برائیاں نہ لکھہ سکے تو اس میں وہ معذور ہے لیکن جو گذشتہ لوگ ہیں
اونکا حال سچ سچ لکھے - اگر مورخ کو کسی عصر و عہد میں کسی بادشاہ یا وزیر یا کسی بزرگ سے
انوقلگی پہنچی ہو یا اوسنے اوسپر نوازش کی ہو تو تاریخ کی تالیف کے وقت لطف و قہر و نوازش و
شفقت پر اوسکی نظر نہ ہو تاکہ اوس کا نتیجہ یہ نہ ہو کہ راستی کے برخلاف کسی فضیلت و رذیلت کو
جو حقیقت میں نہ ہو اور معاملہ اور ماجرا کو جو واقع نہ ہوا ہو اونکو لکھے بلکہ مورخ کو دنیا و اعتقاداً
... ا ... ت لکھنا منظور نظر ہو اور قیامت کے جواب کا خوف اُسکو ہو

... ہ ... ت ... م ... ت ... ت ... س ہو ... صحول
لطیف ہے لفتق ہوں عبارات سلیس و پاک قریب الفہم اختیار کرے کہ رکاکت کلمات اور منافرت الفا
لغات نازلہ و عبارات سافلہ سے خالی ہون تاکہ خواص و عام جنکی نقول و ابہام متفاوت
دتی ہیں حظ وافر سے محظوظ ہوں اور اوسکی تالیف لوگوں کی نظروں میں محمود و پسندیدہ ہو ان
اور کسی کو رد و عیب نمائی کی مجال نہ ہو۔ یہ شیوہ کچھہ فن تاریخ سے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ کتا
ہے جو لغات مختلفہ میں تالیف ہوتے ہیں +

عقاب میں مبتلا ہوگا تمام علموں میں علم تاریخ نفیس و نافع ہے۔ اور تاریخ کا تالیف کرنا بڑا کام
ہے اور اس علم کے منافع اس شخص کے حق میں بھی ساری ہوتے ہیں جس کے مآثر و محامد
صحائف روزگار پر باقی رہتے ہیں۔ اور مورخ کے بہت سے حق ان لوگوں کے ذمے پر ثابت
ہوتے ہیں جنکے اخبار و آثار کو لکھتا ہے اور اونکے مآثر کو زمانہ میں پھیلاتا ہے۔ اگر وہ زندہ ہیں
تو اونکے آثر کا نشر اونکی محبت و نیک گوئی و نیک خواہی کا سبب ہوتا ہے اور اونکی دوستی
آشنا و بیگانہ کے دل میں منقش ہوتی ہے اور اگر وہ مردہ ہیں تو اونکا ذکر آثر حیات ثانی ہوتی
ہے اور وہ مستحق علیہ الرحمتہ کے ہوتے ہیں او جو تاریخ سنتے و پڑھتے ہیں۔ اونپر مورخ کے حقوق ہوئے
اسلئے کہ اوسکی تحریر کے سبب سے پڑھنے والوں اور سننے والوں کو منافع حاصل ہوتے ہیں +

فائدہ اول بنی آدم کو معرفت اشیا عقل و حس کے ذریعہ سے میسر ہوتی ہے اور تمام محسوسات
میں بعض مشاہدات اور بعض مسموعات ہوتے ہیں عقلمندوں پر ظاہر ہے کہ عالم کا احوال کماینبغی
عقل کے طریق سے نہیں معلوم کر سکتے۔ اور یہ بھی محال ہے کہ افراد بشری میں سے شخص واحد
بقائے عالم کی مدت تک اہل عالم کے واقعات و حالات کو مشاہدہ کرے اور اونکے خیر و شر پر
معائنہ کے طریق سے واقف ہو پس عالم اور اہل عالم اور اونکے اوضاع و اطوار کا طریق پہچاننے کا
علم تاریخ میں تامل کرنا ہے اور اوسکی بنا مسموعات پر ہوتی ہے جسکا غالبًا کوئی اور علم متکفل نہیں ہے

فائدہ دوم علم تاریخ سے خوشی و بشاشت حاصل ہوتی ہے اور آئینۂ خاطر سے تاریخ و ملال کا
زنگ چھل جاتا ہے عقلا حکما نے کہا ہے کہ حواس انسانی میں سمع و بصر کا مرتبہ برابر ہے جیسی

ی اُمیہ کا خاندان تباہ ہوا تو شمالی افریقہ میں جا بسا۔ اسکے اباؤ اجداد ہوے یہیں صدر
کی تربیت و تعلیم نہایت شائستگی کے ساتھہ ہوئی۔ ایام طفلی سے علم کا شوق اوسکا دامن گیر تھا۔
نوجوانی میں اوسکو علوم مختلفہ کے درس دینے کی اسناد مل گئیں علم تفسیر و حدیث و فقہ و فلسفہ
صرف و نحو و منطق و اصول فقہ و زمانہ جاہلیت کے علم ادب میں اوسکو استعداد کامل ہوگئی۔ گر
زمانہ نے عالمانہ زیست بسر کرنے کے فرصت کم دی مگر اوسکے دل میں ہمیشہ علوم کے شوق اور علم
کی عشق کی آتش شعلہ افروز رہی بیس برس کی عمر میں وہ امور ملکی میں مصروف ہوا

بڑھتی اور وہ حفظ پر مبنی ہے پس جو شخص گذشتہ واقعات کی محافظت کرنے میں
مشغول ہوگا وہ اپنے آمال و امانی کے حاصل کرنے میں تتبع اوقات میں صرف
مقصود پر فائز ہوگا۔

اس فن میں تجربہ حاصل ہوگا اور اقوال مختلفہ پر اطلاع ہوگی
وہ نفع بخش باتوں کا مختار ہوگا اور اون کے مخالف باتوں کو مردود
بلکہ حق و باطل میں اختیار کرنے کا شرف حاصل ہوگا۔

قول یہ کہ فضائل انسانی میں تجربہ بھی ہے اور اہل عالم کی رائے
حاصل ہوتی ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ عقل کے مراتب ہیں اور سب مرتبہ
رکھتے ہیں اخیر ایک عقل تجاربی ہے اور حکیموں نے تجربے کے تین درجے

اسواسطے پہلے بزرگون کو جو وقایع پیش آئے ہیں اونہوں نے اپنے خاص مصالحہ کو مرو

اور اس موجود زمانہ کے اہل مشورت اپنے سے غیر کے منافع پر نظر نہیں رکھتے ہیں اور

حال پر زیادہ بہ نسبت دوسرے کے حال کے ہمت لگاتے ہیں اور اپنے امو

امور غیر کے حفظ کے زیادہ امین ہوتے ہیں پس اس سے ثابت ہے

حال سے زیادہ اولے و انفع ہے جب کسی پر کوئی واقعہ وقوع ہوتا ہے

اچھا کہ اس علم سے استکشاف کرتا ہے تو کل علما کی عقل کا نتیجہ اسکے سامنے ہو

اراج کرتے اور اسلاف کے عقول کے پانی۔

...

وہ اپنی مہمات کا سرانجا

موید یہ کلمہ ہے۔ السعید من وعظ لغیرہ۔ (سعید وہ ہے جو غیر کو وعظ کہتا ہے)

قصہ ا کما

داہیۂ عظمیٰ رونما ہو تو صبر و رضا کو اختیار کرے اس میں شک نہیں جو ان دو فضیلتوں کا التزام کرے وہ دارین کی سعادت سے مستفید ہوگا اور منکرین کی شقاوت سے محروم۔ فائدہ دہم فی الحقیقت اسکے معنی کئی فائدے ہیں مگر ارباب تاریخ نے ان سب فائدوں کے مجموع کا نام ایک فائدہ رکھا ہے وہ یہ ہے کہ یہ فن شریف غرائب انقلابات و عجائب تحویلات کا مخبر ہے جب ان پر سلاطین بادادود اور ارکان دولت اور اعیان مملکت کو علم ہوتا ہے تو وہ حضرت [illegible] کی قدرت قاہرہ پر زیادہ مطلع ہوتے ہیں۔ پہلے لوگوں کے تغیرات حالات [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ نعمت و نقمت و راحت و محنت کو چنداں بقا نہیں ہے اقبال سے مغرور اور ادبار سے ملول نہیں ہونا چاہئے اور جب علماء لوگوں کی سعادت و شرف درجات پر وہ اطلاع پاتے ہیں اور متمردوں کی پریشانی و گمراہی پر آگاہ ہوتے ہیں [illegible] ہیں نیکوکاری کی ثمرات اور بدکاری کے نتائج اصحاب قدرت پر ظاہر ہوتے ہیں تو جو بادشاہ جہانگیری کی ابتدا میں طریقۂ قہاری اور شیوہ جباری ظاہر کرتے ہیں تو وہ سیرت مذمومہ کہ اہل ضلالت کی خصلت ہوتی ہے اس سے عدول کرتے ہیں اور جہاں تک شرارت سے سعادت پاکر مسالک برار میں آتے ہیں جس سے اونکے لئے عقبے میں منزل اعلیٰ مہیا ہوتی ہے +

ارباب فرمان سے زیادہ کوئی طائفہ اس علم کا محتاج نہیں ہے اسکی وجہ اول یہ ہی کہ عالم کی مصالح کلیہ انہیں کی رائے درویہ پر مفوض ہیں اور خیر و شر جو واقع ہوتے ہیں وہ اونکے اجرا اور دفع پر مامور اور مکلف ہیں اونکو حوادث اور وقایع ملکی و مکائد حرب و تدبیر اصحاب سلف کی معرفت سے چارہ نہیں ہے یہ سب حالات اسی فن سے معلوم ہوتے ہیں دوسری وجہ یہ کہ جب وہ اس فن میں تامل فرمائینگے [illegible] اونکے [illegible] معلوم ہوجائیگا

ہوجائیں سوم وجہ یہ ہے کہ حکام و امرا ہمیشہ مصالح ملک کی حفظ میں مبتلا رہتے ہیں اور اوسکے
افکار مہمات میں استغراق سے ملول ہوتے ہیں تو اس طائفہ رفیع المکان کو حکایات و تواریخ کے
سے استراحت و آسائش ہوگی - اوقات شآمت و ملالت میں نشاط خاطر کے واسطے
لئے کوئی علم ملائم تر تاریخ سے زیادہ نہیں ہے - اگر اس فن کی شرافت اور فضیلت کے
اثبات پر کوئی جاہل یہ اعتراض کرے کہ اکثر تواریخ میں مفتریات اور موضوعات اور
تباہی بے سرو پا مضامین پہلے لوگ لکھ گئے ہیں وہ اعتماد کے لائق نہیں جہاں صدق و
کذب و صواب و خطا مخلوط ہوں اور ان میں تمیز کرنا دشوار ہے اوسکے کوئی فائدہ مرتب
نہیں ہوتا تو یہ شبہ اس طرح دفع ہوتا ہے کہ ائمہ سلف و اکابر خلف نے اس علم کی بنا راستی
وصدق پر رکھی ہے یہ محال ہے کہ فضلاء روزگار اور علماء اخیار افترا اور کذب کو
شعار بنائیں اور مفتریات و موضوعات کی نقل پر جرأت کریں جو کچھ انسے حد تواتر پر پہنچا
ہے البتہ وہ خلل و زلل سے محفوظ ہے اور اگر کسی کذاب مفتری نے نفس خبیث کے سبب
سے اکابر سلف کے معاملات ناموجہ اور نقلیں گھڑکر ورقوں کے صفحوں پر منقش کی ہیں اس
علموں کے نقادوں نے بے شک اس تالیف بے توصیف و ترکیب بے ترتیب کو لعن طعن کا نشانہ
بنایا ہے اور اونھوں نے مفتریوں اور کذابوں کے افترا اور بہتان کو خلقت پر ظاہر کر
دیا اور بتلادیا ہے کہ فلاں شخص کی تالیف سراسر حشو اور اوسکی تصنیف سراسر قابل
فسخ و محو ہے ارباب عقل پر ظاہر ہے کہ تالیف و تصنیف کرنا ایک امر خطیر و کار بزرگ
ہے کہ جمع کرنا و ترتیب دینا - اسلئے کہ اس فن کی کتابیں ذوی الاقتدار بادشاہوں
... واشراف و علماء و فضلاء اطراف کی نظر سے گذرتی

یقین - شرط اول تاریخ نویس کو چاہیے کہ سالم العقیدت و پاک مذہب ہو بعض بدمذہب
خوارج و روافض نے اصحاب و تابعین کے قصص ناپسندیدہ گھڑ لئے ہیں اور مشہور و مجہول
رد و دمقبول باتیں اپنی تالیف میں لکھی ہیں او
ہی کو اونکی اصل کید و خداع پر اطلاع نہیں ہ ن ....
دایات مشکات نبوت و مصباح رسالت سے تفتیش کی ہیں تو اس اعتقاد فاسد سے و
الت و گمراہی میں پڑے گا +
شرط دوم - مورخ جو کچھ لکھے وہ بیان واقعہ ہو کل حالات کو قید کتابت میں لائے یعنی
اکابر و اعیان کے فضائل و خیرات و عدل و انصاف تحریر کئے ہیں - ایسے ہی
رذائل اونکے ذکر کرے اور کسی بات کو چھپائے نہیں اگر مصلحت جانے تو قسم
تصریح کے ساتھ بیان کرے ورنہ رمز و کنایہ و ایما و اشارہ کے طریقہ کو اختیار کرے
خفیۃ الاشارۃ +
سوم - مدح و ذم میں افراط و تفریط سے احتراز واجب جانے اور خوشامد نہ کرے
نفذ ... ... مضمون کلمہ خیر الامور اوسطہا کو نہ

شرط پنجم مولف تاریخ امانت ودیانت میں معروف ہو صدق گفتار وحسن رفتار میں مشہور ہو اسلئے کہ اخبار تواریخ عموماً اور قضایا سلاطین خصوصاً اکثر سند نہیں رکھتے کہ جسکے سبب سے اعتماد کلی اسپر کیا جائے اور شرح وقایع میں جھوٹ سے امین ہو۔ جب مورخ متدین وامین ہوگا۔ اسکے کمالات وفضائل کے طالبوں کو اطمینان قلبی حاصل ہوگا کہ ایسا شخص دین کو دنیا کے غرض میں نہیں بیچیگا اور کذب بہتان بنانے سے وبال عاقبت وسوء خاتمت اوسکو اچھا نہیں معلوم ہوگا وہ روایات وحکایات دلپذیر کی تنقیح میں کمال اہتمام کریگا اور شوق کتب مطوّل صحیح التفاصیل کو نقل سے زیب وزینت دیگا اور تغیر وتبدل سے احتراز کریگا تاکہ اوسکے آثار آخر زمان تک رہیں۔

مسلمانوں میں ابن خلدون بڑا نامور مورخ گذرا ہے جسکا لوہا اس زمانہ میں اہل یورپ مانتے ہیں روبرٹ فلنٹ ایک نامور فاضل عالم مورخ اپنی فلوسوفی اوف ہسٹری کے صفحہ ۸۵ پر تحریر فرماتے ہیں سب سے اول جس شخص نے علم تاریخ کو سائنس یعنے علوم حکمیہ میں سے ایک علم بنایا وہ ابن خلدون تھا۔ گو اس بات میں کہ وہ علم تاریخ کو سائنس قرار دینے کا موجد تھا۔ ارباب الرائے کے آرا میں اختلاف ہو مگر انصاف دوست راستی منش اسکے مقدمہ کو مطالعہ کرکے یہی کہیگا کہ اس ایجاد کا سہرہ ابن خلدون کے سر بندھا ہے اور یہ اعزاز اسی کو دیگئی کہ سب سے پہلے

ابن خلدون کا حال اور اسکا [illegible]

اور طیونس کے سلطان ابن اسحاق دوم کی ملازمت میں اوس نے اعتبار اور اقتدار پیدا کیا ۔ دو برس
بعد وہ فیض کے سلطان ابو عنان کے پاس چلا گیا اور وہان اوسنے سلطان کے مزاج میں ایسا
دخل پیدا کیا کہ اوسکے اقران کو اس قدر حسد پیدا ہوا کہ اونہوں نے سازشیں کر کے اوس کو معزول
کرایا اور قیدخانہ میں ڈلوایا ۔ ۱۳۵۹ء میں جب ابو عنان کو اجل آئی تو ابو سلم نے اوس کو قید سے
نکالا اور اپنا مقرب بنایا ۔ مگر پھر اوسپر ارکان سلطنت کو حسد پیدا ہوا اور جب ابو سلم کا انتقال ہوا
اور اوسکے وزیر عمر سے جسکے ہاتھہ میں سلطنت کا اختیار بالکل تھا ابن خلدون کی نہ بنی تو وہ اوس سے
ناراض ہو کر سپین میں چلا آیا ۔ یہان اوسکا حد سے زیادہ احترام و اعزاز ہوا ۔ افریقہ میں وہ ابن الاحمر
کی خدمت نمایاں بجا لایا ۔ سال آئندہ میں وہ اوسکی طرف سے سفیر بن کر سویلی میں پیٹر دی کرویل
بادشاہ کیسل کی خدمت میں گیا جسنے اسکی بڑی آؤ بھگت کی ۔ ۱۳۶۵ء میں وہ افریقہ میں آیا ۔ یہان
اسکا ایک قدیمی دوست ابن عبداللہ تھا جسنے قسطنطنیہ کو فتح کر لیا تھا ۔ اوسکا وزیر اعظم وہ ہو گیا
مگر ابن عبداللہ قسطنطنیہ کے سلطان عبدالعباس سے لڑ کر ایک جنگ میں مارا گیا تو ان بادشاہوں کی
جنگ آزمائیوں میں ابن خلدون کے کئی برس زندگی کے بڑی تلخی میں کٹے ۔ اسکا گذارہ اسطرح سے
ہوتا تھا کہ آزاد و زبردست قوموں کے سرداروں کے ساتھہ سلوک کرتے تھے ۔ ۱۳۷۰ء سے ۱۳۷۴ء تک
وہ سلطان ہراکو کی خدمت میں رہا اور اوس کی طرف سے عرب کی اقوام کے ساتھہ صلح کے
عہد و پیمان کی گفتگو کرتا رہا ۔ دوبارہ پھر سپین میں آیا مگر یہاں وہ زبردستی مراجعت پر
مجبور کیا گیا ۔ اب وہ ملکی کاموں سے دست بردار ہوا اور چار برس تک خلوت گزین رہا اور
مطالعہ علمی کے سوا کچھہ اور کام نہیں کیا اور اس خلوت میں اپنی تاریخ کا مقدمہ تصنیف کیا
اور عرب و بربر کی تاریخ کی تحریر کا آغاز کیا ۔ اس تاریخ کی تصنیف کیواسطے اوسکو بڑے
بڑے کتب خانوں کی ضرورت پڑی اسلئے وہ ۱۳۷۸ء میں طیونس میں گیا ۔ سلطان
عبدالعباس نے اوس پر نہایت عنایت اور تعظیم و تکریم اوسکی کی اور اہل شہر اور طلبہ نے اوس کے
آنے کو ایک نعمت غیر مترقبہ جانا اور اوس سے اپنے جوش محبت کا اظہار نہایت شوق سے
کیا اور اوس کو جانے نہ دیا اور اپنی تعلیم و تدریس کے لئے اوسے روک لیا ۔ مگر مفتی عرفہ

اور اوسکے ساتھہ اور امرا اوس کی جان کے دشمن بنے اور ایسی عداوت اوسکے ساتھہ کی کہ اوسکو وہاں رہنا دشوار کر دیا۔ اوسنے بربر کی تاریخ ختم کر کے مکہ معظمہ کا قصد کیا۔ حج کی اجازت لیکر اکتوبر ۱۳۸۲ء کو جہاز میں سوار ہو کر مصر کی طرف چلا۔ نوامبر میں اسکندریہ میں اترا اور ایک مہینہ یہاں قیام کیا۔ پھر قاہرہ میں آیا۔ اب اوسکی ناموری اور شہرت ایسی ہو گئی تھی کہ اسکا نام یہاں اوس سے پہلے آگیا تھا۔ اس سال یہاں سے کوئی کاروان مکہ کو نہیں جاتا تھا اس لئے حج کو وہ نہ جا سکا اور سلطان برقوق کے کہنے سے اوسنے عہدہ مدرسی قبول کر لیا بعد ازاں عہدہ قضا پر اوسکی ترقی ہوئی۔ مگر اوسکی عدالت میں ایسا تشدد تھا اور شریعت کے خلاف کاموں کی ممانعت میں ایسا سخت گیر تھا کہ اوس کے سبب سے اوسکے دشمن بہت ہو گئے اسی زمانہ میں ایک حادثہ عظیم اسپر یہ نازل ہوا کہ مراکو سے مصر کو اسکا سارا کنبہ جہاز میں آتا تھا کہ جہاز تباہ ہوا اور اوسکے سب اہل و عیال بحر فنا میں غرق ہوئے جسپر اوس نے یہ کہا کہ ایک ہی صدمہ میں میری مسرت و دولت و اولاد برباد ہو گئی۔ اس رنج والم سے وہ ایسا شکستہ خاطر ہوا کہ سوا عبادت الٰہی کے اوس کے دل کو چین کسی اور کام میں نہیں ہوتا تھا۔ ۱۳۸۷ء میں مکہ معظمہ گیا۔ وہاں سے قاہرہ میں آیا۔ ایک مدت تک مطالعہ اور درس علمی میں مصروف رہا۔ اپنے حالات کے بیان میں ۱۳۹۴ء تک ایک کتاب لکھی۔ ۱۴۰۰ء میں وہ شام میں گیا۔ یہاں فرج سلطان مصر اور صاحب قران امیر تیمور کی لڑائی ٹھن رہی تھی۔ وہ بھی اس لڑائی میں شریک ہوا اور دمشق میں محصور ہوا۔ مگر پھر اپنے تئیں امیر تیمور کو حوالہ کیا۔ امیر نے اپنی شاہانہ عنایت اور سخاوت سے سرافراز کیا۔ ابن خلدون نے بھی امور ملکی میں امیر کو اپنی لیاقت کے کمال دکھانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ امیر اس کے علم کا ایسا قدر شناس ہوا کہ اوسکو اپنے ہمراہ لیجانے کا ارادہ کیا۔ یہ ترک بادشاہ اس مورخ کے لیجانے سے خوش تھا مگر اس عربی مدبر کی زبان اغوا آمیز اوسکے ارادہ کی مانع ہوئی۔ ابن خلدون قاہرہ کو پھر آیا اور یہاں قاضی القضات کا عہدہ پایا۔ چوہتر برس کی عمر میں ۱۴۰۶ء میں اوسکو موت نے نہ چھوڑا۔ اوسکی تصنیفات سے چھوٹی چھوٹی کتابیں بہت ہیں مگر وہ نایاب ہیں فقط اوسکی تصنیف سے تاریخ مشہور ہے

جسنے اوسکے نام کو حیات دوام دی ہے۔ ابن خلدون کا نہایت مختصر حال ہم نے اسلیئے لکھا کہ جسنے تم کو
معلوم ہو۔ کہ وہ بھی ایک عجیب غریب آدمی تہا اوسکی سوانح عمری سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیسی کیسی
حالتوں میں رہا کہیں سازشوں کے خارستان میں ایسا پہنسا کہ جب تک اپنے پہلوؤں کو زخمی
نہ کرے نکل ہی نہیں سکتا تہا۔ روز بروز اوسکے پہنسلانے کے لئے سازشیں ہوتی تہیں شخصی
حکومت کی بلائیں اوسکے سر آتی تہیں یہ اسی کا کام تہا کہ ادہر گرتا تہا ادہر سنبہل کر دیکھتا تہا
اوج و حضیض دونو کے تماشے دیکہتا تہا۔ ابتدا عمر سے آخر عمر تک اوسکو ایسے سوانح پیش آتے
جسنے اوسکو سیطرح کے انقلابات دنیا کے دکھائے کبھی وہ قیدخانہ میں گیا کبھی معزول ہوا
کبھی با اقتدار اور با اختیار ایسا ہوا کہ سب کے دل میں اسکا خوف پیدا ہوا کبھی تحسین و آفرین کا
آوازہ اوسکا بلند ہوا۔ وہ صاحب فطرت مدبر تھا اور کامل ندیم مستشار رسوم تمدن۔ مقرر فصیح و بلیغ
مختلف قسم کے کاموں کے لئے نہایت لائق کارکن دکار فرما۔ بڑا زمانہ ساز تہا اس زمانہ میں جو
مسلمانوں کے علوم و فنون تھے اونمیں سے ہر علم کا عالم اور ہر فن کا ماہر تہا۔ وہ علم میں اور ملکی امور
میں شہرت حاصل کرنے میں اولوالعزم تہا۔ سازشوں میں شریک ہونے سے بھی اوسکو انکار نہ تہا
مگر اسمیں کوئی بدعادت نہ تھی یہ نیک تہا۔ سچا مسلمان تھا۔ اوس زمانہ میں جو علوم فلسفیہ کا رواج تہا
اور وہ اپنی معراج پر تھے اونکو [illegible]

[illegible] اوسنے علم تاریخ کو ایسا شرف دیا [illegible]
[illegible] سکو جناب نواب محسن الملک محسن الدولہ منیر نواز جنگ
[illegible] ون کے دیباچہ میں ترجمہ کر کے لکھ ہیں خلاصہ

[illegible]

بیان کیا ہے جب [illegible]

بظاہر تو نہایت آسان ہے [illegible]
زمانہ کی باتیں اور گذشتہ واقعات [illegible]

نہایت غور اور فکر درکار ہے تاکہ ان واقعات کے اسباب دریافت ہوں مثلاً فلان واقعہ کیوں ہو
اور اوسکے شروع ہونے کے اسباب کیونکر ظاہر اور پیدا ہوگئے اور انجام اسکا کیا ہوا اور کیون ایسا
درحقیقت فن تاریخ کو ایک عمدہ فن فنون حکمت سمجھنا چاہئے۔ اگرچہ بڑے بڑے لایق مسلمان مورخون نے تاریخ اور
اخبار کو اچھی طرح جمع کیا مگر بعد اونکے جو مورخ پیدا ہوئے اونہون نے تاریخ لغو و باطل و وہمیات سے
خلط ملط کر دیا۔ اور بہت سی باتیں بیہودہ اسمیں ملا دیں اور اکثر ضعیف اور بنائی ہوئی روایتیں
داخل کر دیں اور بہت لوگون نے جو بعد اونکے ہوئے اونہوں نے نادانون کی پیروی کی اور انہیں
پوچ و لچر روایتوں اور واہی تباہی کہانیوں کو جیسا سنا تھا ہم تک پہنچا دیا۔ نہ واقعات کے اسباب
پر غور کیا اور نہ ان حالات کی تصدیق اور تنقیح پر توجہ کی نہ بیہودہ باتون کو سچے واقعات سے
جدا کیا اور نہ لغو روایتون سے تاریخ کو پاک۔ اسلئے تاریخ ایسا فن رہ گیا جسمیں تحقیق کم ہے اور
تنقیح تھوڑی۔ اور غلطیاں اور اوہام بہت۔ گو کہ تقلید انسان کے رگ و پے میں سمائی ہوئی ہے
اور ایک دوسرے کی پیروی کا عادی ہو رہا ہے اور جہالت آدمی کو گھیرے ہوئے ہے مگر حق
ہمیشہ حق ہے جس پر کوئی غالب نہیں ہو سکتا اور باطل ہمیشہ باطل ہے کہ ذرا سی غور و فکر سے اس
بطلان ظاہر ہو سکتا ہے اور ناقل فی نفسہ ناقل ہے جو بلا تمیز صحت و غلطی کے نقل کر سکتا ہے اور
اور غور و تامل اور سمجھہ بوجھہ وہ چیز ہے جو صحت غلط [illegible]
اور علم وہ شے ہے جس سے ہر بات کی اصلیت اور سر [illegible]
اس کے بعد ایک جداگانہ فصل ہے اس محقق [illegible]
لئے صحیح تاریخ لکھنے کے واسطے ضرور ہیں اور ان غلطیو[ں]
جنکو بڑے بڑے مورخون اور مفسرین نے اپنی کتابون
ہے۔ جو با[illegible]
دنیاوی با[illegible] ہو ناصر [illegible]
فن میں [illegible] صول ماخذ کا دریافت کرنا دوسرے اس
غور و تامل کرنا اور اوسکی تص[illegible] ثابت قدم رہنا یہی دو باتیں جو ہو

بچاتی ہیں اور لغزشوں اور غلطیوں سے انسان کو بچاتی ہیں اگر ایسا نہ کیا جائے اور فقط نقل روایات
پر اعتبار کرلیا جاوے اور عادت اور سیاست اور دنیا کی طبیعت (نیچر) اور انسان کی سوسائٹی
(تمدن) کے مستحکم اصول پیش نظر نہ رکھے جاویں اور غایب کو حاضر اور گذشتہ کو حال پر قیاس
نہ کیا جائے تو کچھ شک نہیں ہے کہ انسان لغزش سے کبھی نہیں بچے گا اور قدم اس کا راہ راست سے
ضرور ڈگمگا جائیگا اور اکثر مورخین اور مفسرین اور ائمہ نقل سے واقعات و روایات کے بیان
کرنے میں بھی غلطی ہوئی کہ انہوں نے محض نقل پر بھروسہ کرلیا اور اوس کے عیب و صواب پر
نظر نہ کی نہ ان کو اصول اور قواعد سے جانچا اور نظائر و شواہد پر قیاس کیا نہ حکمت و عقل
کی کسوٹی پر کسا نہ خود موجودات کے طبایع (نیچر) سے واقف ہوئے نہ غور و تامل اور سمجھ بوجھ کو ان
روایتوں کی تحقیق میں دخل دیا اسلئے وہ حق سے بھٹک گئے اور وہم و غلطی کے جنگل میں جا پڑے

[illegible] کہ ساٹھ ہزار اور [illegible] لشکر کے شمار [illegible] تو اوس [illegible]

تھا اور عرب کے جزیرہ کے تین طرف سمندر ہے جنوب کی طرف بحر ہند اور مشرق سے بصرہ تک
فارس اور مغرب کی طرف بحر سوئیس ہے یہ امر جغرافیہ کے نقشہ سے ہر شخص دیکھ سکتا ہے پس
جو کوئی یمن سے مغرب کو جائیگا وہ سوا سوئیس کے کوئی دوسری راہ نہیں پاسکتا اور فاصلہ
بحر سوئیس اور بحر شام کا دو روزہ راہ سے زیادہ نہیں ہے پس عادتاً غیر ممکن ہے کہ اُس راہ
سے کوئی بادشاہ اتنا بڑا لشکر لیکر نکلے اور سوئیس پر جو مصر کے علاقہ میں ہے قابض نہ ہو
اور یہ بات بھی معلوم ہے ان صوبوں پر عمالقہ اور شام پر کنعانی اور مصر میں قبطی بادشاہ
تھے اور پھر مصر کی حکومت عمالقہ کے ہاتھ میں اور شام کی بنی اسرائیل کے قبضہ میں آئی
اور کبھی ان بادشاہوں کی تاریخ سے پتا اس بات کا نہیں چلتا کہ تبابعہ انمیں سے کسی سے لڑے
یا ان کے کسی صوبہ پر قابض ہوئے ہوں ۔ بہرحال بہت سی اور معقول دلیلیں ہیں جن سے ان
واقعات کا جو مورخین نے بیان کیا ہے غلط ہونا ثابت ہوتا ہے ان پر انکی کہانیوا .. کہ غلطی

غرب و اہرام مصر کو بیان کر کے لکھا ہے کہ یہ بڑی بڑی عمارتیں صرف قوم کے دولتمند اور صاحب
...ہ ہونے سے بنیں مگر مورخوں نے طبایع عالم کی ناواقفیت سے ان عظیم الشان عمارتوں کے
...نے والوں کے جسم اور قد و قامت کو بھی ایسا ہی بڑا اور عجیب سمجھ کر اونکے لیے ایک روایت
...ڑلی اور عاد و ثمود اور عمالقہ و کنعانیوں کے جسموں کو ایسا بیان کیا جنکے سننے سے حیرت
...ولی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ عوج بن عنق ایک شخص قبیلہ عمالقہ سے تھا جس سے بنی اسرائیل
...ڑے تھے وہ ایسا طویل القامۃ تھا کہ سمندر کی تہ سے مچھلی پکڑ لاتا اور آفتاب پر رکھ کر بھون لیتا
...ن بزرگواروں نے اپنے اس جہل پر جو انسان کی حقیقت کی نسبت تھا اس جہل کو اور
...ستزاد کیا جو وہ کواکب کے حالات سے رکھتے تھے آفتاب کی گرمی کو اوسکے قرب و بعد پر منحصر
...ہاتا اور یہ نہ سمجھے کہ آفتاب فی نفسہ نہ سرد ہے نہ گرم اسکے خطوط شعاعی جب سیدھے پڑتے
...ہیں تو صرف اُس ہوا کو گرم کرتے ہیں جو سطح ارض سے ملی ہوئی ہے اور عقبا بعد زمین سے
...ہوتا جاتا ہے اتنی ہی گرمی کم ہوتی ہے +

اس مقام میں ابن خلدون نے اوروں کی غلطیاں بتلانے میں خود غلطی کی ہے
...آفتاب کو لکھا ہے کہ فی نفسہ نہ سرد ہے نہ گرم ہے۔ ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ محقق کیوں اس
...مغالطہ میں پڑا اور ثابت کرتے ہیں کہ آفتاب نہایت گرم ہے۔ جاڑے کے دن میں جس مکان
...میں انگیٹھی دہکتی ہی ہو ہم اوسکے اندر چلے جائیں تو طبیعت خوش ہو جاتی ہے اور جتنے ہم انگیٹھی
...کے قریب جائینگے اوتنے ہم زیادہ گرم ہو جائیں گے مکان کے کنارہ پر ایک لڑکا سردی کے مارے
...اکڑ جاتا ہے اور انگیٹھی کے قریب بیٹھنے والوں کو ذرا سردی نہیں معلوم ہوتی۔ اگر آفتاب سے
جس بعد پر اب ہم ہیں اسسے زیادہ قریب ہو جائیں تو وجہ حرارت اسقدر بڑھ جاویگا کہ ہم گرمی
کے مارے جھلس جاوینگے اور اگر اسسے زیادہ بعید ہو جائیں تو سردی کے مارے اکڑ کر رہ جائیں
غرض زمین جس فاصلہ پر آفتاب سے ہے اور جتنی حرارت آفتاب سے یہاں پہنچتی ہے وہ ہماری آسایش
کے لیے کافی و مناسب ہے +

آفتاب کی حرارت کا تماشا یوں دیکھ سکتے ہو کہ ایک آتشی شیشہ کو آفتاب کے سامنے رکھو تو

اوسکے فوکس یعنی نقطۂ آتشی پر کاغذ جلنے لگیگا اور بارود اڑ جائے گی اور دیا سلائی روشن ہو جائیگی
اگر ایک گز چوڑا آتشی شیشہ بناؤ اور اوسکو سورج کے سامنے رکھو تو ایسی تعجب خیز حرارت پیدا ہوگی
کہ آتشی شیشہ کے نقطۂ آتشی پر فولاد پگل جائیگا اور وہ چیزیں جنکو گرم سے گرم بھٹی نہیں پگلا سکتی
وہ اوسکو پگلا دے گا جسسے ثابت ہوتا ہے آفتاب کے درجہ حرارت کی برابر کسی طرح سے ہم زمین پر
درجہ حرارت نہیں پیدا کر سکتے۔ اب ہم نے جو اوپر بیان کیا ہے کہ ہم جتنے آفتاب کے قریب جائینگے
اوتنا ہی درجہ حرارت زیادہ ہوتا جائیگا اوسکو ہر ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ خلاف واقعہ ہے
اور ہمارا بیان بالکل غلط ہے جب ہم کسی پہاڑ پر چڑھتے ہیں تو ظاہر ہے کہ پائے کوہ کی نسبت
ہم آفتاب سے قریب ہو جاتے ہیں تو آپکے قاعدہ کے موافق چاہیے تھا کہ ہم سر کوہ
پر زیادہ گرم بہ نسبت پائے کوہ کے ہوتے۔ مگر اسکے برعکس ہم سر کوہ پر زیادہ سردی
بہ نسبت پائے کوہ کے پاتے ہیں۔ تم نہیں دیکھتے کہ پہاڑوں کی بلند چوٹیاں جو آفتاب سے
بہ نسبت زمین کے زیادہ قریب ہیں برف سے ڈھکی رہتی ہیں اور وہاں ایسی سردی ہوتی
ہے جسکے ہم متحمل نہیں ہو سکتے اسسے ثابت ہوا کہ ہمارا یہ بیان کہ ہم آفتاب کے جتنا قریب جاتے ہیں
اتنی ہی زیادہ گرمی پاتے ہیں غلط ثابت ہوا۔ وجہ یہ تھی [illegible]
آفتاب گرم ہے نہ سرد ہے مگر اسمیں معاً نظر آتا ہے پہاڑوں کی چوٹیوں کے ٹھنڈے ہونیکا ایک وجہ
ہے تم جانتے ہو کہ ہماری زندگی کا مدار ہوا کے دم لینے پر ہے خواہ ہم خشکی و تری میں کہیں جائیں
ہوا کو موجود پائینگے بیلون میں جو اوپر چڑھتے ہیں ہوا ہی اونکو اوپر لیجاتی ہے جس سے ثابت ہوتا
ہے کہ ہوا کئی میل تک ہمارے سر پر پھیلی ہوئی ہے گو وہ لطیف و رقیق بلندی کے موافق ہوتی جاتی ہے
یعنے جتنی بلندی زیادہ ہوتی ہے اتنی ہی اوسکی لطافت زیادہ ہوتی ہے +
ہوا فقط ہمارے دم لینے ہی کے کام نہیں آتی بلکہ وہ ایک طرح سے بھی ہماری خدمت گذار ہے۔ وہ زمین کا
غلاف یا لحاف ہے جو زمین کو گرم رکھتا ہے۔ ہوا کو یوں سمجھو کہ وہ ایک بنا ہوا لحافوں کا ہے جو اوپر تلے رکھے
ہوئے ہیں یہ ہوائی لحاف زمین سے اس حرارت کو جو اوسکو آفتاب سے حاصل ہوتی ہے واپس نہیں جانے دیتے
اس سبب سے یہ ہمارا کرہ آبادی کے قابل ہے۔ فقط آفتاب کی حرارت ہی سے

ے سبب سے ہماری آسایش نہیں ہے بلکہ ان ہوائی لحافون کے سبب سے بھی جو اس حرارت کے محافظ
ہیں جو اسکو آفتاب سے حاصل ہوتی ہے۔ اب اگر ان لحافون کو اوتار ڈالیں تو ہم بے چین ہو جاتے
و آفتاب ایسا ہی تابان رہے جیسا کہ پہلے تہا۔ اگر ان راحت رسان لحافون کو دور کر دیں تو
ہم کو ایسی ہی تکلیف پہونچے گی جیسی کہ آفتاب کی روشنی معدوم ہونے سے۔ اب اگر دوپہر کو کوئی
شخص پہاڑ کی بلندی پر جاتا ہے تو وہ آفتاب سے قریب ہوتا جاتا ہے اور آفتاب کی حرارت سے
مستفید ہوتا ہے مگر وہ اس قدر کم ہوتی ہے کہ محسوس نہیں ہوتی۔ اگر آدمی کوہ ہمالیہ کی اونچی سی
اونچی چوٹی پر بھی چڑھے تو ۱/۱۰ کروڑویں حصہ کی برابر بہ نسبت پہلے کے زیادہ وہ قریب ہوگا اور
اس قربت سے جو حرارت میں افزایش ہوگی وہ بالکل غیر محسوس ہوگی۔ برخلاف اس کے
پہاڑ پر چڑھنے سے وہ ہوا کے طبقات زیرین سے اوپر چلا گیا۔ ہان یہ سچ ہے کہ وہ سطح بالائی
ابھی نصف حد تک بھی نہیں پہنچا اور اپنے سر کے اوپر اس سے بہت دور جا سکتا ہے مگر کرہ ہوائی
کے طبقات بالا ایسے لطیف ہیں کہ اون کے لحاف کچھہ حقیقت نہیں رکھتے۔ پس پہاڑ پر چڑھ جانے سے
وہ لحاف جو ہم کو گرم رکھتے تھے وہ اوتر جاتے ہیں اس سبب سے ہم کو سردی محسوس ہونے لگتی
ہے آفتاب کی قربت ہم میں وہ حرارت نہیں پیدا کرتی جو ان لحافوں کے اوتر جانے سے
حرارت ہم سے چھن جاتی ہے یہ سبب ہے کہ بلندی پر چڑھنے سے سردی محسوس ہوتی ہے ورنہ آفتاب
کے گرم ہونے میں کچھہ شبہ نہیں اور اسکو یہ کہنا کہ وہ سرد ہے نہ گرم ہو بالکل غلطی ہو۔ از مؤلف

اب اس محقق نے اس طرح آگے بیان کیا ہے کہ عوج بن عنق کو ہم عہد بنی اسرائیل کا لکھا ہی
اور بنی اسرائیل کا جسم اور ان کا قد و قامت ایسا ہی تہا جیسا کہ ہمارا ہے اور بیت المقدس کے دروازے
اگرچہ وہ بعد خراب ہو جانے کے پھر بنے ہیں مگر ان کی شکل اور انکا طول و عرض قریب قریب
سابق کے ہے اُس زمانہ کے لوگون کے قد و قامت پر شاہد ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ کچھہ بہت تفاوت اور بڑا فرق ہم لوگوں کے قد و قامت سے نہ تہا تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک
شخص بنی اسرائیل کا ہم عہد ایسا طویل القامت ہو یہ بات طبیعت اور فطرت کے برخلاف ہو مگر سبب
اس غلطی کا یہ ہوا کہ جب مورخون نے ان عمارتوں کو بہت لمبا اور چوڑا پایا تو وہ اسکے اسباب دریافت کرنے

متوجہ ہوئے اور قومی دولت اور قوت پر خیال نہیں کیا بلکہ بنانے والون کے جسمون اور اونکے
قد و قامت کو ایسا بیان کیا جنسے ایسی عمارتوں کا بنانا ممکن ہوا اور مسعودی نے ایک ایسا [illegible] کی ہے
اور فلاسفہ کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ سواے متکلم کے کوئی اوسکا مستند نہیں ہے یعنی اونکے
قانون فطرت کے ان کے جسموں اور عمروں کا بڑا ہونا ثابت کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ اونکی قوت
آرزوے مقتضاے طبیعت کے کامل اور زیادہ تھی اسلیے عمر اور جسم بڑے ہوتے تھے جیسے جیسے زمانہ
بڑھتا گیا وہ قوت گھٹتی گئی اور زیادہ کم ہوتا گیا اور اسیطرح آیندہ روز بروز کمی ہوتی جاوے گی حالانکہ
یہ محض ایک غلط اور پوچ راے ہے کبھی کوئی فلسفی ایسی حماقت کی بات نہ کہے گا نہ اس پر کوئی دلیل
ہے نہ یہ مسئلہ قانون فطرت کا ہے بلکہ بالکل مشاہدہ کے برخلاف ہے کیونکہ ہم اگلون کے گھرون اور
اونکے دروازوں اور اونکی راہوں کو ان کی بنائی ہوئی عمارتوں میں جو اب تک یادگار اور
موجود ہیں دیکھتے ہیں اس کو قریب قریب اپنے زمانہ کے پاتے ہیں اور باوجودیکہ زمانہ بہت
گذرا ہمارے جسمون اور عمروں میں کچھ زیادہ کمی نہیں ہوئی جس سے ہم خیال کریں کہ زمانہ کے
گذرنے سے عمر اور جسم میں کمی ہوتی ہے بہر حال یہ سب غلط خیال اور بیہودہ اقوال علم فطرت
کی ناواقفیت کے نتیجے ہیں اس لیے ایسے اخبار کے جانچنے میں سب سے اول علم فطرت کے
موافقت اور مخالفت کے اصول کو پیش نظر رکھنا چاہیے +

اس قسم کی بہت سی باتیں لکھکر آخر محقق موصوف لکھتا ہے کہ کہاں تک میں اسے طول دوں
کیونکہ ایسی باتوں اور ایسی رایوں میں بڑے بڑے مورخین اور علماے مشہورین کے پاؤں
ڈگمگا گئے ہیں اور وہ بے تحقیق و تنقیح اس قسم کی باتوں کو مانتے چلے آئے ہیں اور سب لوگ
غور و فکر نہ کرنے اور عقل و قیاس کو دخل نہ دینے سے بے بحث و تکرار اونکو تسلیم کرتے رہے
ہیں چنانچہ اکثر کتابیں ایسی ہی باتوں سے بھری ہوئی ہیں یہانتک کہ اس خرابی نے فن تاریخ کو بالکل واہی اور
پوچ کر دیا اور غلط صحیح باتوں کی اس درجہ آمیزش ہوگئی کہ اسکا دیکھنے والا دلدل اور
کیچڑ میں پھنس جاتا ہے یعنی صحت اور غلطی کی تمیز نہیں کر سکتا اور اسواسطے اس علم
کی کچھ وقعت نہ رہی لیکن اب مورخ کو ضرورت اسکی ہے کہ وہ حکومت کے قاعدون اور موجودات

سلطنتوں اور قوموں اور ملکوں کی مختلف حالتوں اور اگلوں کے اخلاق اور عادتوں اور رسموں
مذہبوں اور ایسی ہی تمام باتوں کا اصلی علم حاصل کرے پھر اپنے زمانہ کی موجودہ حالتوں
ان سے ملا دے اور اسپر پچھلی باتوں کا قیاس کرے اور جو اختلاف اس میں پایا جاوے
اسکی وجوہ اور اسباب پر غور کرے اور سلطنتوں اور حکومتوں اور مذہبوں کے پیدا ہونے
اور انکی ترقی و قوت پانے کی علتوں کو بہ نظر تامل دیکھے اور اوسکے بانیوں اور پھیلانے والوں کے
حالات تحقیق کرے تاکہ ہر واقعہ اور ہر حادثہ کا اصلی سبب معلوم ہو جاوے مگر ہمیشہ اسکا
خیال رکھنا چاہیے کہ جو چیز سنے یا جس بات کا علم حاصل کرے اوسکے سنتے ہی سچ نہ جانے
قواعد اور اصول کا امتحان کرے اگر اون کے موافق پاوے قبول کرے ورنہ
اس پر خط رد کھینچے +

اسکے بعد محقق موصوف تاریخ کی حقیقت یہ بتاتا ہے کہ وہ خبر ہے اجتماع انسانی کی جسکے
آباد ہوتا ہے اور اس آبادی کی طبیعت کو وہ اسطرح بتاتی ہے کہ توحش و تانس و عصبیات
بشر کے بعض بشر پر تغلبات کی اصناف کو بیان کرتی ہے اور اس سے جو ملک و دول
اوسکے مراتب پیدا ہوتے ہیں اور بشر کے اعمال و مساعی جو وہ کسب معاش و علوم و صنائع
اور جو تمام چیزوں میں جو اس آبادی کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں کرتا ہے پھر وہ جھوٹھ اور
اسکے اسباب بتاتا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ ان سببوں میں سے ایک سبب یہ ہے اور مذہب
لیکن جب انسان کا نفس اعتدال کی حالت پر ہوتا ہے تو خبر کو تحقیق کرکے سچ کو جھوٹھ
سے جدا کر سکتا ہے لیکن اگر پہلے سے کسی رائے یا کسی مذہب کا معتقد اور اس طرف
مائل ہو تو مقتضا طبیعت یہی ہے کہ وہ ان چیزوں کے سنتے ہی قبول کر لیتا ہے جو اوس کی
رائے کے موافق مؤید ہوں پس وہ اعتقاد اور میلان اسکی بصیرت کی آنکھہ کا پردہ
ہو جاتا ہے اور تنقید سے باز رکھتا ہے اسلئے جھوٹی بات کے قبول کر لینے اور پھر اوسکی
اشاعت کا سبب ہوتا ہے دوسرا سبب راویوں کا اعتماد ہے یعنی نقل و روایت
کرنے والوں کو لائق تعظیم نہ سمجھنا اور تیسرا سبب

ومراد سے غفلت کرتا ہے چنانچہ اکثر نقل کرنے والے اور راوی ایسے ہیں کہ جو مقصود ومراد
پر غور نہیں کرتے بلکہ جو کچھ انہوں نے دیکھا یا سنا اور جیسا کہ وہ اپنے گمان میں غلط سلط سمجھے
اوسے نقل کر دیا اور مقصود پر خیال نہ رکھنے سے سچ کا جھوٹھ ہو گیا یعنے بات تو کچھ تھی اور راوی نے
کچھ سمجھے اور اپنی ہی سمجھ کے موافق روایت کرنے لگے اور چوتھا سبب خوش اعتقادی اور حسن ظن ہے
اور اوسکا اصلی باعث نقل و روایت کرنے والوں پر اعتماد اور بھروسہ کر لینا ہے اور پانچواں
سبب حقیقت اور اصلیت کی تحقیق نہ کرنی اور فریب و دغا اور نقل کی باتوں کو نادانی سے مان لینا
ہے چنانچہ اکثر نقل و روایت کرنے والوں نے جیسا دیکھا ویسا نقل کر دیا مگر اونہوں نے اصلیت پر نظر
نہ کی کہ وہ بات حقیقت میں ویسی نہ تھی بلکہ فی نفسہ اوسکی اصلیت اور کچھ تھی ۔ اور چھٹا سبب خوشامد
اور چاپلوسی ہے ان سب سببوں سے بڑھ کر تاریخی واقعات میں جھوٹھ کے رواج پانے کا بڑا سبب
طبائع موجودات یعنے نیچر کی ناواقفیت ہے کیونکہ دنیا میں جو چیز موجود ہے اور آیندہ ہوتی جاتی ہے
اسکی کوئی خاص طبیعت ضرور ہے جو اوسکی ذات اور اوسکی حالتوں سے مخصوص ہے جس میں کسی طرح
فرق نہیں ہو سکتا اس لیے کہ نیچر کا بدلنا یا قانون قدرت کے خلاف کچھ ہونا غیر ممکن ہے
سننے والا موجودات کی طبیعتوں اور ان کے خواص اور مقتضیات سے واقف ہوگا تو ضرور اخبار
و نتائج میں اوسکا لحاظ رکھے گا اور جب وہ کسی چیز کو مخالف اوسکے پاویگا فوراً غلط سمجھ لیگا کیونکہ جب
سننے والے کو ان باتوں کا علم ہی نہوگا وہ غیر ممکن اور محال چیزوں کو قبول کر لے گا ۔
اور ان چیزوں کی نقل و روایت میں اوسے کچھ پس و پیش نہ ہوگا جیسا کہ مسعودی نے سکندر کی
خبر لکھی ہے کہ جب دریا کے جانور اسکندریہ کے بنانے سے اوسکے مانع ہوئے تو اوس نے ایک لکڑی
کا تابوت بنایا اوسکے اندر شیشہ کا صندوق رکھا اور اوس میں خود بیٹھا اور سمندر کی تہ تک غوطہ
لگایا وہاں ان شیطانی جانوروں کی تصویریں بنائیں اور اونکی صورتیں تانبے سے
کے محاذی رکھدیں پس ان تصویروں کو دیکھکر دریائی جانور
بے معنی اور بیہودہ خرافات کہانی کو صرف اپنی
جو بادی النظر میں اس حکایت کے

جو ذی حیات صندوق میں بند ہوکر غوطہ لگائیگا اور دیر تک پانی مین نیچے رہے گا تو بے تنفس
طبعی اسکا جینا محال ہے تو کبھی اس حکایت کو نقل نہ کرتا اس حکایت کے بعد اور چند کہانیاں
مسعودی وغیرہ کی اس محقق کی نقل کرکے اوسپر افسوس کیا ہے اور کسی کو عقل کے برخلاف
اور کسی کو نیچر کے مخالف اور کسی کو واقعہ کے برعکس پاکر غلط اور باطل اور خرافات بنایا ہے اور
آخر پر اوسنے صاف یہ لکھا ہے کہ اگر موجودات اور مخلوقات اور دنیا کی آبادی وغیرہ باتوں کا
علم ان مورخوں کو ہوتا تو کبھی ایسی کہانیاں کتابوں میں لکھی نہ جاتیں +

ایک حکیمانہ اور محققانہ اصول اس نامور مورخ نے اخبارات کی تحقیق میں لکھا ہے کہ عالم کی
طبیعت یعنی نیچر کا جاننا اخبارات کی تنقیح کے لئے سب سے زیادہ ضرور ہے اور راویوں کی تعدیل
پر مقدم ہے پس ہم جس خبر کو سنیں پہلا کام ہمارا یہ ہے کہ ہم سوچیں کہ یہ خبر فی نفسہ ممکن ہے
یا ممتنع اگر معلوم ہو کہ اسکا ہونا محال ہے یعنے ہو ہی نہیں سکتی تو کچھہ فائدہ نہیں کہ ہم راویوں کی
تعدیل و تجریح کریں کیونکہ اہل دانش نے یہ اصول ٹھیرالیا ہے کہ وہ خبر ماننے ہی کے لائق نہیں
ہے جو فی نفسہ محال ہو نہ اس میں ایسی تاویل کرنی مناسب ہے جسے عقل قبول نہ کرے پس
راویوں کی جرح و تعدیل کی ضرورت کیا ہے۔ ہان راویوں کی تعدیل و تجریح کی شرعی خبروں
کی صحت کے لئے ضرورت ہے بلکہ شرعی خبریں شریعت کی وہ ہیں جو احکام اور عملیات سے متعلق
ہیں جسمیں اوامر و نواہی کا اور شارع کے احکام کا بیان ہے ایسی خبروں کی تصدیق کے
لئے ظن کافی ہے اور صحت ظن کے لئے راویوں کی عدالت اور ضبط بس ہے لیکن وہ
خبریں جو واقعات سے متعلق ہیں اونکی تصدیق کے لئے مطابقت بہت ضرور ہے اور
اس لئے ہم پر واجب ہے کہ اول سب سے یہ دیکھیں کہ اسکا واقع ہونا فی نفسہ ممکن ہے یا نہیں اور
یہ دیکھنا راویوں کی تعدیل سے زیادہ ضرور ہے اور مقدم ہے کیونکہ احکام کے لئے فقط ظن
کافی ہے اور واقعات کے لئے مطابقت واقع سے بھی ضرور ہے پس اخبار اور واقع جو شامل
جھوٹھہ سچ میں تمیز کرنے کا اصل اصول امکان اور استحالہ ہے پس اگر ہم انسان کے جس سے
دنیا کی آبادی اور موجودات کی طبیعت اور اوسکے عوارض ذاتی پر نظر کر

محال سمجھیں اُسے جھوٹا جانیں ورنہ اوسکی تصدیق کے لئے راویوں کے حالات دریافت کریں
اگر ہم اس اصل اصول پر جسکی صحت میں ذرا شک نہیں ہے خبروں کی جانچ کریں تو ضرور ہم غلط
خبروں کے قبول کرنے سے محفوظ رہینگے اور جو حکایتیں یا روایتیں مورخین لکھہ گئے ہیں انکی
صحت اور غلطی اس اصول پر لحاظ رکھنے سے سمجھہ سکینگے +

جو کیفیت اخبار کی اس محقق نے بیان کی اور جو اصول اوسکی تنقید کے قرار دئے کون ہے
کہ اس سے انکار کرے گا۔ اگرچہ ہر زمانہ میں محققین اہل اسلام نے اس طرف توجہ کی ہے
اور اخبار اور تاریخ کی درستی میں کوشش اور اب تک ان کی نیک کوششوں کے آثار بھی باقی
ہیں مگر ایسا زمانہ اسلام کی تاریخ میں نہیں ملتا جس میں پوری کامیابی ہوئی ہو اور عموماً صحیح
تاریخ نے رواج پایا ہو بلکہ بدنصیبی سے اور علوم حکمیہ کی ترقی نہ پانے سے محققین کی کوشش
کا پورا اثر نہ ہوا اور متقشفین فقہانے جہانتک ہوسکا اونکی کتابوں اور اور تحریروں کو شایع
نہ ہونے دیا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فقہ اور سیر کی صدہا کتابیں مسلمانوں کے پاس موجود
ہیں مگر محققین اہل اسلام کی عمدہ اور مفید تحقیقات کا کچھہ نشان نہیں اور بغیر یورپ کے محققین
کی اعانت کے ہم اونکی کتابوں اور تحریروں سے واقف نہیں ہوسکتے لیکن یہ بات تعجب کی
نہیں ہے کیونکہ اگر گرفتاران زنجیر تقلید ایسی محققانہ تحریروں کو آزادی شایع و مشتہر
ہونے دیتے تو اونکا عنکبوتی کارخانہ قائم نہ رہتا اور تقلید کی غلامی سے مسلمان کبھی کے
آزاد ہوجاتے مگر جو زمانہ گذر گیا اوس میں اخبار اور تاریخ کی غلطی یا غیر معتبر ہونے نے
بہت نقصان اسلام کو نہیں پہنچایا سواء اسکے کہ اور قوموں کے نامور مورخین کی طرح
اونھوں نے قدیم زمانہ کی تاریخ لکھنے اور واقعات تاریخی کی تنقیح مین نام نہیں پایا
دین و مذہب پر اثر اسکا نہیں پہنچا اسلئے کہ اسوقت عموماً مذہبی خیال اور علم اور
سلسلہ ایک تھا اور ایک ہی طریقہ سے مذہب کی حمایت اور اسلام کی اشاعت
تھی پس ہر ایک غلط اور غیر صحیح خبر جسمیں کوئی حیرت اور اعجوبگی پائی جاتی یا جس سے
عزت اور شان کی پیدا ہوتی بے عذر مان لی جاتی اور عوام الناس تو اوسے
خوب آدی

معجزہ یا کرامت یا خرق عادت سمجھ کر فوراً ایمان لے آتے گو وہ خبر ازروے اصول عقل
ور فطرہ کے کیسی ہی محال اور غیر ممکن ہوتی لیکن اسکی تنقیح اور تنقید نہ کی جاتی کیونکہ
یا اہل فقیہوں کے پاس ہر محال اور غیر ممکن الوقوع واقعہ کے انکار کے لئے انکے غلط خیال
ہی خدا کا کلام موجود تھا جو بات عقل مین نہ آتی سادگی سے ایمان لے آتے اور کہدیتے
۔ ان اللہ علی کل شیء قدیر یا الیس ذلک من اللہ ببعید مگر یہ زمانہ جو چل رہا ہے
اسمیں اخبار اور تاریخ سے غفلت کرنا اور بے تحقیق و تنقیح کے انکا مان لینا مسلمانون کے
لئے مضر ہے بلکہ اسکا اثر مذہب اسلام پر پہنچتا ہے کیونکہ اس وقت مختلف مذہب اور
مختلف خیال اور مختلف مذاق والون سے اسکا مقابلہ ہے اور ہر مذہب اور ہر خیال
اس سے نازک زمانہ
ہے مخالف ہون اپنے
[illegible]
ذہب کی حمایت اور دوسرے کا مقابلہ کریں تو ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔
یہان نقل ریویو کی ختم ہوئی +
ابن خلدون نے جو تاریخ کے بابت اصول تنقیح و تنقید و اغلاط سے [illegible]
مانے جاتے کے بیان کیے ہیں اونکی اہل یورپ بھی تعریف کرتے ہیں مگر اوس کی
تاریخ مین یہ عیب بتلاتے ہیں کہ وہ مشرقی زبانون کے سوا اہل یورپ کی زبان کوئی نہین جانتا
اسلئے وہ انکی تاریخ سے ناواقف تہا جو حالات اوسنے انکے لکھے ہین انمین غلطیان ہیں۔ دوزی ادیب
اور امری اسکی تاریخ کو ایک تاریخی کتاب تسلیم کرتے ہیں مگر یہ عیوب اسمیں بتاتے ہیں۔
تاریخ کی طرز صاف نہیں تاریک ہی۔ بے پروائی سے لکھی ہے۔ وقت کے اعتبار سے
تاریخی بیانات خلط ملط ہیں اور وہ اپنی رفتار میں فضول استدلال سے رک جاتے ہیں
تقسیم مضامین ایسی ہے جس مین بیانات مکرر آتے ہیں جن استناد اور استشہاد و سوا واقعات
کو بیان کیا ہے انکو صحیح صحیح نہین بیان کیا ہے۔
ان اعتراضات کی وقعت اس شخص کے دل مین ذرا بھی نہیں پیدا ہوتی ہے جس سے

ان مردے کی جو تاملہ

مسلمانوں کی تاریخ میں ... اہل یورپ ... [illegible]

اصل کتاب کو پڑھا ہو۔ یورپ کے مصنف محقق مورخ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ابن خلدون علم تاریخ کے اصول ایجاد کرنے میں سب پر سبقت لے گیا مگر اپنے ہی اصول کے موافق وہ اپنی تاریخ تالیف نہ کر سکا۔ جناب سر ہنری الیٹ صاحب جنکا نام نامی یہان ہندوستان مین مشہور ہے کہ اونہون نے ان تاریخون کے جمع کرنے مین بڑا اہتمام کیا جنمین ہندوستان کی سلطنت اسلامیہ کا بیان تھا پھر ان تاریخون میں سے بعض تاریخون کا اول سے آخر تک اور اکثر مین سے بعض حصون کا خود ترجمہ کیا یا اور اپنے دوستوں اور منشیون سے انگریزی زبان مین ترجمہ کرایا اور بہت سے نوٹ اور ضمیمے بڑی تحقیق و تدقیق سے خود لکھے گو اونکی زندگی میں یہ مسودات مرتب ہو کر مطبوع نہیں ہوئے۔ مگر بعد اونکی وفات کے پروفیسر جان ڈوسن صاحب نے وہ ... ت کی آٹھ جلدون میں جسکے پانچ ہزار صفحے ہیں ... بان مین ہے اوسکا ترجمہ یہ ہے کہ ہندوستانی ... مسلمانون نے عہد سلطنت اپنی جو ہندوستان کے خود مورخون نے بیان کی ہے جسکو سر ایچ ایم ایلیٹ کے سی بی کے مسودات سے پروفیسر جان ڈوسن ایم آر ایس نے مرتب کی صاحب موصوف دیباچہ میں اپنی رائے تاریخون اور مورخون کے باب مین یہ تحریر فرماتے ہیں جو اونکی قومی رائے کا آئینہ ہے۔

وہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے ان تاریخون کی ذاتی خوبی کے سبب سے اونکی فہرست کو مرتب نہیں کیا میرے نزدیک تو فی الحقیقت ان تاریخوں کا نام تاریخ رکھنا ہی غلط ہے۔ انمین خالی سرگذشتون کے بیان کے سوا کچھہ اور نہیں ہے خشک نامہ نگاری انمیں ہے مگر ان واقعات کے بیان میں سنہ و تاریخ کی قید کا ترتیب کے ساتھہ ضرور خیال رکھا گیا ہے۔ ان میں فلسفیانہ طریق پر واقعات کے باہمی تعلقات کی سلسلہ بندی نہیں اسباب و نتائج پر غور نہیں کیگئی ... مشہور نہیں بیان ہوئے ہیں جو ذلیل حقیر طفلانہ نہون علی العموم ایشیا کی ... تھی بس ہر گزشتیں سرکشیان فتنہ پردازی قتل و برادر کشی مسلسل چلی جاتی ہیں ہندوستان ... سے عزت اور ... تبلا تہا ... نہ تہا اونکی نسبت کوئی رائے ایسی انمیں نہیں بیان ہوئی کہ جو باد ...

اس کتاب کا نام ہندوستان کی تاریخ ... سے ...

کچھہ دیر کے لئے اِن بلاؤں کو روکتی - یہ بُری صورتیں کچھہ دیر کے لئے قدیم شاہان مغلیہ کے
ات میں نظر سے چھپ جاتی ہیں تو اونکی جگہہ کچھہ دلچسپ شکلیں پیدا ہوتی ہیں شاہان سلف کے
شاہانہ شان و شوکت و سطوت و ہیبت دربار کے آئین و آداب امراء و ارکین سلطنت کو
لاموں کا عطا ہونا خلعت میں جواہر و تلوارین طبل ذیشان - ہاتھی گھوڑونکا ملنا - سب
اگر ڈائی اونی سی اس کی یہ مصنوعی تعریف مان لی جائے کہ تاریخ وہ فلسفہ ہے جو مثالو
یم کرتا ہے تو کوئی ہندوستانی مورخ مورخ نہیں ہے - چند ہی ایسے مورخ ہونگے جو اعلیٰ پایہ
ہونچے ہوں - مثالوں اور بری مثالوں کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہے - مگر انھیں ہی اصلی راستی کو
[illegible] اور اپنی پہلی رائے کے اعتقاد و منصب و خاندان کے اثر نے تاریکی میں
[illegible] ہیں جس سے ایسے نتیجے مرتب ہوں جو
[illegible] تموی بخشنے [illegible] اور ملکی معاملات کے پیدا ہونے
ہم کو زمانہ قدیم کے تجربوں سے [illegible]
ہے اور اونکے نتائج سے آیندہ کے لئے ہمکو عمدہ صلاح تبلائیں ایسی حکمت کی تلاش انھیں
بست ہے - ہندوستانی وقایع نگاروں کی تحریر میں خانگی تاریخ کا پتا تک نہیں یہی حال ان
لدون کے سوا تمام مسلمان مورخوں کا ہے - ان مورخون نے سوسائٹی پر - قومی رسوم
روزمرہ پر - اونکے تسلیم شدہ اختیارات پر - سوسائٹی کے ضروری اجزاء پر و باہمی تعلقات پر
وسکے مقررہ فرقوں پر - اونکے عام قانون و اصولوں پر - اوسکے خانگی امور پر اون کے
میل جول کی عادتوں پر کبھی غور نہیں کیا - تجارت - زراعت - اندرونی پولیس و مقامی
عدالتوں کے بیان میں بھی کوتاہی کی ہے امراء و وزرا و سلاطین و شاہانہ اختیارات
کے بیان میں یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ کوئی امر واقعی لطیفہ - تقریر - رائے ایسی مندرج کرتے کہ
جسے عوام الناس اور ادنی درجہ کے آدمیوں کے حالات معلوم ہوتے +
ان وجوہ سے اِن تصانیف کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ تاریخ کے
انہیں ہیں وہ ناقص ہیں ڈاکٹر ارنولڈ کا قول ہے کہ تاریخ کا مقصد اعظم
انسان کی اندرونی زندگی کو بہت قریب سے مس کرے - اندرونی زندگی

بان مدے کی خوشامد
ہوتی ہے جس سے

پولیٹیکل اور مذہبی اصول و قوانین کی تبدیلیاں ہیں تاریخی تحقیقات کا مقصود یہی ہے لیکن
تاریخوں میں بہت ہی کم وہ شے پائی جاتی ہے جو چمکتی سطح سے گذر کر ہم کو تہ پر لے جائے اور
ایک خود مختار سلطنت کے عمل کو اسکے سخت اور خونیں قوانین کو اور ان نتیجوں کو دکھلاوے جو
قوم کے جسم عظیم پر ان سخت آثار اور ذریعے سے پیدا ہوتے ہیں +

اب بھی اگر ہم ہندوستان کے مسلمانوں کی ریاستوں کی طرف توجہ کریں اور اونکے
فرماں رواؤں کی روش اور طریق کا امتحان کریں اور اون کی رعایا کے حالات دریافت
کریں جو اونکے زیر حکومت ہے - تقریبًا متشابہ تعلقات و حالات میں گذشتہ و حال کی زمانوں
میں ایک مساوات دیکھہ سکتے ہیں - ہم دیکھتے ہیں کہ بادشاہ اور [illegible] بادشاہ کہ جنکو ہم نے
[illegible] ہوتے ہیں کہ [illegible] یہ ظالموں
کے عہد میں اگر چشمہ عدالت [illegible]
ہوتا ہے جب - یہ حال ہے کہ جبر و تعدی بغیر زر مالگذاری وصول نہیں ہوتا - دیہات جلائے جاتے
ہیں - دہقانوں کے ہاتھہ پاؤں کاٹے جاتے ہیں یا وہ فروخت کئے جاتے ہیں عمال
[illegible] اور لٹیرے بچاتے ہیں نہ اوسکو امن میں رکھتے ہیں نہ اوسکی
حفاظت کرتے ہیں اوباش اور بدمعاش [illegible]
مزے اوڑاتے ہیں اور غریبوں کو ظالموں کے ہاتھہ سے بچنے کا کوئی چارہ نہیں - معزز
اونکی تذلیل و تحقیر میں کوئی بات اوٹھا نہیں رکھتے - وہ بیچارے کوئی اسکا چارہ نہیں
جانتے - جب ہم اپنی آنکھوں سے یہ صورتیں وہاں دیکھہ رہے ہیں جہاں برٹش گورنمنٹ
کی حکومت کا ہاتھہ اونچا ہو اور وہ اوسکے نمونہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہوں اوسکی عدالت
کا خوف ایسا لگا ہوا ہو جو اونکی بدعہدی کی ترقی کو روک سکتا ہو تو ایسے زمانہ میں اس
وقت کہ [illegible] ہو تو ان ہندوستانی والیان ملک نے اور بھی اپنی رعایا کی بہبودی
[illegible] پس [illegible] کی طرف کم توجہ کی ہوگی - اگر ان مصنفین نے جنکی تصانیف سے اصول
[illegible] عزت اور اپنے بادشاہوں کا حال صحیح صحیح لکھا ہوتا اور اونکے ساتھہ ہمدردی کرکے
جو بادشاہ

نوشامد نہ کی ہوتی تو بالفعل ہم کو ایسے گواہوں کی شہادت راستی کے لئے زبردستی
لینی پڑتی جو گواہی دینے سے نا خوش ہوتے ہیں باوجود ان باتوں کے یہ بھی دریافت
ہوتا ہے کہ عوام الناس ذلت وخواری میں تحت الثرےٰ میں پڑے ہوئے تھے۔ اس خلاصہ
میں جو مختصر عبارتیں نقل ہوئی ہیں ان میں چند ایسی جھلکیں بھی نظر آتی ہیں کہ مسلمانوں سے
ڈ کرتے ہیں ہندو قتل کئے جاتے تھے اونکو بازاروں میں براتوں کے جلوس نکالنے کی
بات اشنان کرنے کی ممانعت عام تھی اور اور مذہبی تعصبات یہ تھے بتوں کا توڑنا۔
روں کا مسمار کرنا۔ زبردستی مسلمان کرنا۔ اور جبراً بیاہ کرنا قتل کے لئے انعام مقرر
ل و جائداد کا قرق کرنا۔ قتل ہونا قتل عام ہونا۔ تھریانوں کا دائم الخمر و عیاش ہونا
ری کرنی غرض یہ سب چیزیں وہ ہیں کہ جنسے ہمارے اوپر کی تصویر میں کچھ
ہیں ہوتی۔ یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ معمولی روزمرہ کے واقعات کے
کی تحریریں موجود ہیں نہ جنکو بدی سے نفرت نہ نیکی سے رغبت تھی ان میں سے
اخذ کرنا پڑتا ہے اور قوموں نے بھی ظلم برپا کئے ہیں مگر اون کے ظلموں کی
وئی ایسا شخص ہوا ہے جسنے غصہ اور نفرت سے ان ظلموں کو بیان کیا ہے
ں انڈکس دفہرست ہیں کسی تصنیف کو عمدہ یا قابل تحسین۔ یا بشن ہال لکھا ہے تو
یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ ستائش کے بجائے فقط بیان واقعات کی نسبت بالاضافت لکھی
عیوب جو اوپر بیان ہوئے ہیں وہ عقلاً اس بات کی امید دلاتے ہیں کہ ان تعریف کے
کا زور ادنسے گھٹ جاتا ہے اسوقت یہ عیوب اور بھی قابل افسوس ہوتے ہیں جب تاریخ کا
مصنف کوئی ہندو ہوتا ہے۔ ہندو سے یہ توقع ہو سکتی تھی کہ ہم دلی رنج و راحت کے اثروں
دل آزردیوں و اعتقادوں۔ خوفوں۔ خواہشوں کو دریافت کر لیتے جو ایک محکوم قوم کو اس
زمانہ میں ہوتیں۔ لیکن شامت سے وہ دوسرے کے منشا و حکم کے مطابق لکھتا ہے اور ہر جملہ کو
محنت کے ساتھہ غلامانہ اس طرح تحریر کرتا ہے کہ جس سے ایک ظالم مسلمان مربے کی خوشامد
کی جائے۔ ہندو واقعہ نگار کی طرز تحریر میں بھونڈا پن اور بناوٹ ہوتی ہے جس سے

ظاہر ہوتا ہے کہ غیروں کا لباس وسپر ٹھیک نہیں آیا۔ کوئی بات ایسی نہیں لکھتا
اوسکا مذہب یا قوم دریافت ہوسکے۔ ہندو اوسکے نزدیک کافر ہوتا ہے اور مسلمان دیر
پیرو۔ پیروں اور دلیوں کی نسبت اس طرح کی خوشامد لکھتا ہے کہ جس سے وہ بڑا ک
مسلمان معلوم ہو۔ ہندو کے مرنے پر وہ فی النار و السقر لکھتا ہے اور مسلمان کی و
اوسکو جام شہادت پلاتا ہے۔ اپنے فاتحین کی زبان کے رنگین فقرے کے
اور عبارتیں کی عبارتیں اوسکو ازبر ہوتی ہیں وہ لکھتا ہے کہ اسلام کی روشنی
اپنا نور پھیلا رہی ہے۔ حرم الحرام کو پاک اور قرآن کو صحیفہ نورانی لکھتا ہے
تصنیف کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کرتا ہے! اوسکے بعد
او منقبت آل رسول تحریر کرتا ہے۔ اور یہ مسلمانوں کے مذ
ایک ہندو مورخ ... ہیں بیان ہے لکھتا ہے کہ و
... حالانکہ وہ خوب جانتا ہوگا ک
... بھی ... لب گنگ ہوگا جہاں جلا کر ا
پھینک دینگے۔ اسکے بعد کے زمانہ میں بھی جب خوشامد کی ضرورت
کے عمل میں سے ایک بھی ایسا نہیں ملتا جو اپنے ملک کی تاریخ کو دل ل
اپنے ان فیلنگ جذبات اور مسرتوں کو ہمارے سامنے پیش کرتا جو ایک
قوم اپنے پہلے آقاؤں کے ظلم سے نجات پا کر ظاہر کرسکتی ہے۔ ان غلاموں میں
ایک بھی ایسا نہیں جو دل کی قدرتی زبان سے بغیر قید اور چاپلوسی کے ان باتوں کو
گو ان تصانیف کی اصلی قیمت بہت کم ہو تو بھی اونسے وہ باتیں دریافت ہوتی ہیں
جو ایسے شخص کے لئے قابل غور ہیں جو تجسس کے ہاتھ سے اونکا امتحان کرتا ہے۔ ان سے
جہالت کی تاریکیاں دور ہوجائینگی جو ہندوستان کے علم پر چھائی ہوئی ہیں اور ثابت ہوگا
کہ مسلمانوں کے عہد کی تاریخ کی احتیاج کہ وہ لکھی جائے ہنوز باقی ہے۔ ان تاریخوں سے
ہماری ہندوستانی رعایا پر وہ فوائد زیادہ منکشف ہونگے جو ہماری سلطنت کی عدالت او

تحقیق نے پیدا کی ہیں اگر ان سے اُنہوں نے ہدایت پائی تو ان بے باک باتون سے ہمکو نجات ملیگی
جو ہندوستان کی سلطنت اسلامیہ کی نسبت وہ لوگ اکثر کہتے ہیں جو ایک طرح پر جاہل نہیں
ہیں۔ وہ بڑے لوگ جو اس وقت اپنے کارنامون کی نشان و شوکت مین شہرہ آفاق ہیں
جنکو بعض مسلسل فتوحات میں ناموری حاصل ہے جب اونکے حالات پر سے خوشامد کا پردہ
[illegible] یا جائیگا اور بلاغت کا لباس اوتار کر اونکو برہنہ کر دیا جائے گا تو وہ سچی صورت میں
ہونگے اور اونچے کر کے دکھلائے جائینگے تو غالباً دنیا اونپر لعنت بھیجگی بہران یا وہ گوئیوں
[illegible] سے جو ہماری گورنمنٹ میں بڑے سے بڑے درجہ کی آزادی اور اسکے بہت زیادہ
پولیٹکل اختیارات رکھتے ہیں جو کبھی پہلے کسی محکوم قوم کو دیئے گئے ہوں قومی ہمدردی اور
موجودہ زمانہ کی خراب حالت کی نسبت لغو بیانیان نہ سنی جائینگی۔ اگر یہ بابوان تاریخوں
میں سے ایک جلد بھی دیکھینگے۔ جو یہاں بیان ہوئی ہیں تو ان قومی ہمدردون اور
حامیون اور مربیوں کو معلوم ہو جائیگا کہ اوس تاریک زمانہ میں جسکے لئے وہ آہیں بھر رہے ہیں اگر
اونکے خیالات کا ایک ذرہ بھی زبان سے نکلتا تو بجائے سکوت اور تحقیر کے جلتے سیسہ اور
سولی کی سزا سے اوسکے ساتھ سلوک کیا جاتا فقط

جے ٹالبوائس ویلر صاحب جنہوں نے ہندوستان کی تاریخوں کے لکھنے میں بڑی تحقیق
و تدقیق کی وہ اپنی من موجی رائیں مسلمانوں کی تاریخوں کی نسبت لکھتے ہیں +
مسلمانون کے عہد میں مورخوں نے جو واقعی تاریخیں لکھی ہیں اونمیں زیادہ تر راستی
اور درستی اور سچائی پائی جاتی ہے بعض دفعہ وہ ان بدکار بادشاہون کی بھی تعریف کرتے
ہیں جو پکے مسلمان نہیں تھے سوا اسکے یہ مورخ معتمد و متدین بھی تھے علما اونکو اپنی حد سے باہر
نکلنے نہیں دیتے تھے۔ دار السلطنت میں علما فضلا مفتیوں فقیہوں قاضیوں کا ایک مجمع
رہتا تھا شریعت [illegible]
تھا جو اپنی آزادانہ اواز نکال سکتا تھا [illegible]
کی بجائے چاپلوسی اور خوشامد کرتے تھے تو یہ گروہ اونکی تحقیر و تذلیل کے درپے ہو جاتا

جسے وہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہوجاتے ہیں پھر ہندوستانیوں پبلک اوپنین میں یعنے عام راے
معدوم ہوگئی خوشامد و دروغ کا نام تاریخ ہوگیا۔ سب سے بڑھکر ابو الفضل اور خافی خان جیسے
خوشامدی مورخ پیدا ہوگئے ۔

دنیا میں ہر چیز دو نگاہوں سے دیکھنے والے دیکھتے ہیں ایک کریٹکل آئی یعنے نکتہ چینی اور
عیب بینی کی نگاہ سے دوم فیورابل آئی سے یعنے مشفقانہ نگاہ سے انسان کو اپنا نفس ایسا
عزیز ہے کہ جو باتیں اوسکی اپنے نفس سے متعلق ہوتی ہیں اوسکو مشفقانہ نگاہ سے دیکھتا ہے
اور غیروںکی باتوں کو بدبینی کی نگاہ سے ۔ ایک ہی چیز دونو نگاہوں کے دیکھنے سے بد و نیک نظر
آتی ہیں ۔ کریٹکل آئی سے دیکھنا نہایت فائدہ مند اور نیک کام ہے ۔ ایک بڑے بزرگ
مسلمان کا قول ہے کہ علم میں اول قدم شبہ ہے یعنے کریٹی سزم ۔ مگر اسطرح دیکھنے کی شرائط ایسی
سخت ہیں کہ وہ شاذ و نادر ہی کسی میں پائی جاتی ہیں جب انسان کا نفس تعدیل کی حالت
میں ہوتا ہے تو وہ خبر کو تحقیق کرکے سچ کو جھوٹ سے جدا کرسکتا ہے مگر خود رائی تعصب ہی
رقابت خود پسندی ۔ خود نمائی کے اثر نفس میں تعدیل نہیں پیدا ہونے دیتے ۔ یورپ میں
مورخوں کا دائرہ فراخ ہے جس تحقیق و تدقیق سے وہ تاریخوں کو لکھتے ہیں اوسکو میں آگے بیان
کرونگا ۔ اونہوں نے اس علم کو معراج پر پہنچا دیا ۔ تاریخ میں وہ دقایق علمیہ داخل کیے ہیں جنکا دنیا میں
پہلے سان گمان بھی نہ تھا ۔ ان مورخوں میں متعصب ۔ نیک نہاد ۔ پاک دل ۔ ظاہر شناس ۔
دقیق النظر درست عزیمت و نیک نیت ہوتے ہیں اور اونکے درجے متفاوت اعلی متوسط ادنے
ہوتے ہیں مگر بعض اسباب ایسے جمع ہوگئے ہیں کہ سارے طائفے ہندوستان میں مسلمانوں کی عملداری کے
باب میں یہ ایک ہی سما باندھتے ہیں کہ اسمیں خیر اتفاقی اور شر مدامی و معمولی تھا ۔ اور اس کو وہ
اپنی بڑی راست بیانی جانتے ہیں جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا انگریزی مورخ مسلمانوں کی تاریخوں
اور مورخوں کو بے وقعت گنتے ہیں وہ سلطنت مغلیہ کی تاریخ کا استناد و استشہاد ان نوشتوں سے کرتے
ہیں جو فرنگستان کی مختلف قوموں کے سیاحوں نے یہاں آنکر یہاں کے حالات میں لکھے ہیں ان کے
بیانوں میں ایسی مطابقت و موافقت وہ دیکھتے ہیں کہ انمیں جھوٹ کا احتمال کس طرح نہیں کرتے

اہل یورپ خاص کر ہندوستان کی سلطنت اسلامیہ کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں

فرنگستانی مورخوں کا استناد و اعتماد

ان سیاحوں کی تفصیل یہ ہے (۱) ولیم ہاکنس ہے جو ایک انگریزی بحری کپتان تہا وہ آگرہ میں دو
تین برس ۱۶۰۸ء سے ۱۶۱۱ء تک رہا وہ جہانگیر کے عہد میں آیا تھا - اگرچہ وہ کوئی بڑا لیاقت مند
انگریز نہیں تہا مگر اوسنے لیونٹ ہین کی زبان سیکھی تھی - اسلئے وہ جہانگیر سے جو اپنی چغتائی
زبان بول سکتا تہا ہم کلام ہوتا تہا اسلئے وہ بادشاہ کو عزیز تہا (۲) سر طامس رو وہ ایک عالی خاندان
انگریز تہا اس زمانہ کے انگلستان کے مدبروں میں شمار ہوتا تہا جیمس اول نے اوسکو نائٹ کا خطاب دیا
اور اپنا ایلچی بنا کے جہانگیر کے پاس بہیجا وہ ۱۶۱۶ء سے ۱۶۱۸ء تک یہان ہندوستان میں رہا اس کا
سفرنامہ لکہا ہوا ہے جس سے بہت سے حالات انگریزی تاریخوں میں بڑے اعتبار سے نقل کئے جاتے ہیں
(۳) سر طامس ہربرٹ ایک اشراف انگریز تہا جسنے ۱۶۲۶ء سے ۱۶۲۹ء کے قریب ہندوستان میں
سیاحت کی (۴) جان البرٹ دی مینڈلس لو ایک نوجوان اشراف تہا جسنے ڈیوک ہولسٹین کے
دربار میں ترتیب پائی تھی - اوسنے ہندوستان میں ۱۶۳۸ء و ۱۶۳۹ء میں سیاحت کی (۵) فرین
سر برنیر ایک فرانسیسی طبیب تہا جو ہندوستان میں ۱۶۵۶ء سے ۱۶۶۸ء تک سکونت پذیر ہوا
وہ دہلی میں بادشاہ کے دربار میں رہتا تہا - اور ہندوستان میں کشمیر سے گلکنڈہ تک سیر کی
اسکا سفرنامہ انگریزی اور اردو دونوں میں چھپا ہے (۶) جان بپٹسٹ ٹیورنیر اورنگزیب
اور شاہجہاں کے ایام سلطنت میں دو تین دفعہ ہندوستان میں آیا وہ ایک ہوشیار جوہری تہا
(۷) مونشیر یہی دی توت اوسنے اورنگزیب کی ابتدا سلطنت میں ہندوستان میں
سفر کیا وہ ایک فرانسیسی اشراف تہا (۸) منوچی یہ ایک وینیشیا کا طبیب تہا ۱۶۴۹ء کے
قریب ہندوستان میں آیا اور یہان ۴۸ برس کے قریب وہ رہا جب یورپ میں اوسنے
مراجعت کی تو وہ اپنے ساتھ ایک کتاب پرتگیزی زبان میں اپنی تصنیف لایا جس میں ہندوستان
کے حالات اپنے مشاہدات سے کچھ فارسی کتابوں سے اخذ کر کے لکہے تہے اور اس کتاب کو اسنے ہندوستان کے
سلاطین و امرا کی تصاویر سے آرایش دی تھی بادشاہی مصوروں کو بہت اجرت دیکر
رنگین کرایا تہا - یہ کتاب معلوم نہیں کسطرح سے فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی کے کسی ملازم کے ہاتہ آئی اوسنے
فادر کیٹرو ایک جیسوئٹ پریسٹ کو دکھائی اوسنے اپنے کیتھولک مذہب کی سعی و کوشش

کامیابی دیکھہ کر اپنے مطلب کا سمجھہ کر اوسکو فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا اور اسمیں اپنی طرف سے دخل در معقولات دیا اور اسکا ترجمہ انگریزی میں ۱۸۳۶ء میں ہوا اور لندن میں چھپا شاہجہان کی سلطنت کے بیان کے کوئی اور تاریخ اسسے زیادہ معتمد اور مستند نہیں سمجھی جاتی غرض اہل یورپ کا خیال یہ ہے کہ ہندوستان کی سلطنت مغلیہ کی تاریخ کی تصویر انہیں فرنگیوں کی تحریرمیں صحیح کھچی ہوئی ہے اور باقی خیر ہے۔ سفرنامہ بھی اگرچہ تاریخی سلسلہ کا ایک دلچسپ حصہ ہوتا ہے لیکن جتنا دلچسپ ہے اوتنا ہی غلطیوں کے احتمالات سے بہرا ہوا ہوتا ہے۔ اس تہذیب اور شائستگی کے زمانہ میں جو ہندوستان میں یورپ خاص کر انگلستان کے سیاح آتے ہیں ریلوں میں سفر کرکے اور اپنے دوست انگریزوں کے گہر اتر کر اور ہندوستانیوں سے ملکر یہاں کے حالات کے مسودے کو پرٹ منٹوں میں رکہہ کر انگلستان لے جاتے ہیں اور وہاں جاکر اونکو جو اخباروں اور رسالوں میں چہپواتے ہیں تو وہ اکثر باتیں یہاں کے اینگلو انڈین کے خلاف رائے شایع کرتے ہیں تو اونپر انگریزی اخبارات اعتراضات کی بوچہاڑ مارتے ہیں اور اونکی غلطیاں بتلاتے ہیں اور اونکو کم علم کہہ دیتے ہیں سفرنامہ لکھنے والوں کو بڑی غلطی جزئیات سے کلیات قائم کرنے میں پڑتی ہے سفر میں انسان کو جن اشخاص سے سابقہ پڑتا ہے وہ اونکے اخلاق۔ عادات۔ خیالات سے تمام قوم کی نسبت عام رائے قائم کرلیتا ہے حالانکہ ممکن ہے کہ وہ امور انہی چند اشخاص کے ساتہہ مخصوص ہوں مثلاً ایک ممبر پارلیمنٹ کا انگلنڈ سے ہند میں آیا اور اوسکی کونگریس کے کسی لایق ممبر سے ملاقات ہوئی تو وہ برٹش گورنمنٹ کے عیوب کو اوسکے ذہن نشین کردے گا پس یہ اس ایک ممبر کی رائے سنکر یہ قاعدہ کلیہ بنائیگا کہ سارے ہندوستانی برٹش گورنمنٹ کی نسبت یہی رائے رکھتے ہیں۔ انسان بالطبع عام نتیجہ نکالنے کا شوق رکھتا ہے مگر یہ صبر کہاں کہ بہت سے جزئیات کو دیکھہ کر استقرا سے قاعدہ کلیہ بناوے غرض نہ وہ واقعہ کے اسباب کی جستجو کرتا ہے نہ اسمیں اپنا وقت صرف کرتا ہے نہ اوسکو اس سفر میں اسقدر فرصت مل سکتی ہے ایک اور بڑا سبب غلطی کا یہ بہی ہوتا ہے کہ جب مسافر کسی ملک کا سفر کرتا ہے اوسکی نسبت

پہلے سے خیالات مخالف یا موافق ذہن میں جمے ہوئے ہوتے ہیں پس جو باتیں اوسکے خیالات کے موافق ہوتی ہیں انکو جلد قبول کر لیتا ہے اوسکو اجمالی کیفیت ایسی ہی حاصل ہوتی کہ وہ استنباط و نتائج کے لئے کافی ہے وہ بے صبری سے نتائج کو قائم کرتا ہے اور سرواقعہ کے ساتھہ قیاسات قائم کرتا ہے۔ اور جو اوسکے دل میں پرورش یعنے دل میں جو حسن ظن یا سوء ظن موجود ہوتا ہے وہ اپنا اثر اوسکے دل میں چپکے چپکے کرتا ہے کہ اوسکو خبر نہیں ہوتی دل میں جو پہلے سے حسن ظن یا سوء ظن ہوتا ہے اوسکے کئی سبب ہوتے ہیں اول تعصب مذہبی ہے۔ خواہ آدمی کیسا ہی وسیع المشرب فیاض دل ہو لیکن بچپن سے جس قسم کے خیالات میں پرورش پائی ہے اور جو حالات ابتدا ہی سے اوسکو گھیرے ہوئے ہیں اور اوسکی تعلیم نے جو مجربن معلومات اوسکے ذہن میں جمع کیا ہے۔ کانوں میں ہر طرف سے جو آوازیں اوسکے کان میں آتی ہیں اور بہت سی اور چیزیں ہیں سب کا مقابلہ تعصبی تنہا نہیں کر سکتی گو اسوقت یورپ میں تعصب مذہبی ضعیف ہو گیا ہے اور یہ طریقہ مردود سمجہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف خیالات مذہبی رنگ کے تعصب میں صاف صاف دکھائے جائیں مگر اب ایک دانشمندانہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ اسلامی حکومتوں و اسلامی قوموں۔ اسلامی معاشرت کے عیوب تاریخی پیرایہ میں ظاہر کئے جاتے ہیں اور علم ادب کی تصنیفات میں انکو ایسا جذب کر دیا ہے کہ تحلیل کیمیاوی بھی انکو جدا نہیں کر سکتی۔ اگرچہ یہ طریقہ کل اسلامی سلطنتوں کے ساتھ برتا جاتا ہے مگر خاص کر زیادہ تر مسلمانوں کی ہندوستان کی سلطنت کے ساتھ اس سے بہت اغراض بھی شامل ہوتے۔ وہ مسلمانوں کے نیک کاموں کو بھی ایسے پیرایہ سے بیان کرتے ہیں جو وہ خود غرضی پر محمول ہوتے ہیں اہل یورپ نے جیسا کہ اور علوم میں کمال پہنچایا ہے اس بات میں بھی کمال حاصل کیا ہے کہ وہ اور قوموں کی تاریخ کے اپنے سواء ایسی نیم رخی تصویر کھینچنے میں قلم کا زور دکھاتے ہیں جس میں کوئی حسن نظر نہ آئے اپنی سلطنت کی خوبیوں کے بتلانے کے لئے یہ ایک لازمی امر ہو گیا ہے کہ مسلمانوں کی سلطنت کے عیب بتلائے جائیں۔ اس اپنے بیان کی توضیح کے لئے میں چند صفحے سرجان الپ کے

دیباچہ کا ترجمہ کرتا ہون ۔ اگر ہمارے زمانہ کا کوئی مورخ جو عالم ہو یہ خواہش رکھتا ہے کہ شاہان مغلیہ
کی عالی شان عمارتوں کا حال بیان کرے تو وہ اپنے کام میں افسردہ خاطر ہو جائیگا سبب وہ
دیکھے گا کہ سواء محلات مساجد و مقبروں کے کوئی چیز ایسی نہیں جسکی تحسین سزای ہو ۔ اوسکو
معلوم ہوگا کہ اگر شہنشاہان دہلی کی فہرست میں سے تین نام نکال دئے جائیں تو ایک بادشاہ
بھی ایسا نہ ہوگا جسنے اپنی رعایا کی خوشی و آرام کی فکر کبھی کی ہو سواے چند سراؤں اور پلوں
کے جو صرف ایسی سڑکوں پر تھے جہان سے شاہی لشکروں کا گذر ہوتا تھا کوئی اونکے نشان
سے ایسی نہ پائیگا جسمیں خود غرضی کے اصول نہ شامل ہون ۔ شاہان مغلیہ کی بہت سی تعمیرات
کی حاجت و زیبایش سے انکار نہیں لیکن ذاتی عظمت نمائی اور خود بینی اونکی تعمیر کا سبب ہوئی
اور سواء ان چند عمارات کے جو اوپر بیان ہوئین کوئی تعمیر ایسی نہین کہ جو رفاہ عام کا کام دیتی
ہو ۔ اس عالم کے دل میں لالہ رخ کی فرضی حکایت سے شاعرانہ خیالات پیدا ہوے ہون اور ذہن
مین جہانگیر کی شاہ راہ کی تصویر پیش نظر آئی ہو جو ایک دار الخلافہ سے دوسری دار الخلافہ تک
جاتی تھی اور جسپر ابتدا سے انتہا تک شاندار درختوں کا سایہ تھا اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر
سرائے اور تالاب تھے ۔ لیکن شاہ جہانگیر کی فیاضی کا درجہ اوسکی نظرون میں کم ہو جائے گا جب
دریافت ہوگا کہ شیر شاہ نے جہانگیر سے پہلے ایسا ہی کیا تھا اور شیر شاہ سے پہلے کسی اور بادشاہ
نے بھی ایسا شاہ راہ بنایا تھا اور یہ خیال بھی خلاف عقل نہ ہوگا کہ اس بڑے شاہ راہ کا اب کوئی
نشان سوائے اسکے کہ کہیں کوئی فرسنگ کا منارہ ٹوٹا پھوٹا کھڑا ہوا باقی نہیں اور اس سرسبز
سرزمین کو جو فی الحقیقت کوئی بڑا کام نہ تھا تین بڑے بادشاہوں کی دولت اور قدرت بھی
اس قابل نہ ہوئی کہ اوسکو دائمی یادگار بنا سکتی جب یہ شخص پڑھتا ہے کہ فیروز شاہ و علی مردان خان
کی نہرون نے ملک کو قطع کر رکھا تھا تو اوسکے ساتھ ہی اوسکو دریافت ہوگا کہ اگر یہ نہرین
کبھی جاری بھی ہوئیں تو صرف شاہی محلون اور شکارگاہون میں آب رسانی کے لئے ہوئیں
تھیں اور جب یہ نقل کرے گا کہ تیمور کے مورخون میں سے کسی نے بھی ان نہرون کا ذکر
نہیں کیا جو مقامی حالات کو ہمیشہ مفصل لکھا کرتے تھے اور یہ کہ بابر بادشاہ نے اپنی تزک میں

لکھا ہے کہ ہندوستان کے جمہوری عہد کی [illegible] ان دونو شخصین کو اگر ان نہر میں
میں پانی ہوگا تو وہ پیدا کرتا [illegible] تو ایسی صورت میں [illegible] شبہ ہوگا کہ آیا یہ نہر کبھی جاری
بھی ہوئی تھیں یا نہیں [illegible] اس امر کی بہت سے
کہ نہر بنائی [illegible] علی مردان خاں کی نہر بھی
عوام الناس کے فائدہ کے لیے تیار نہیں ہوئی تھی [illegible] علی مردان خاں نے
جو دولت خیانت سے جمع کی تھی اوسکو فضول خرچ کر کے اپنی شان اوسنے دکھائی کہ جس
بادشاہ کی امانت میں خیانت کی تھی اسے وہ روپیہ چھین سکے جب وہ پڑھتا ہے کہ ان بادشاہوں
میں سے بعض کے عہد میں جان و مال کی اسقدر سلامتی تھی کہ ہر مسافر کو اختیار تھا جہان
چاہے چلا جائے اور یہ کہ سونے کی تھیلیاں سڑکوں پر ڈال دی جائیں تو کوئی اونکو ہاتھ
تک نہ لگائے تو اوس کو اس بات کے یقین کرنے میں شبہ پیدا ہوگا - اوسکے ساتھ یہ بھی تحقیق
ہوتا ہے کہ اس عہد حکومت میں جو سب سے زیادہ پر امن رہا اور ملک کی اندرونی سلامتی ایسی
تھی کہ جسکی نظیر پہلے نہ تھی - ایک قافلہ متھرا میں چند ہفتے تک اسلئے ٹھیرا رہا کہ اتنے آدمی جمع نہ ہوئے
تھے کہ مضبوط ہوکر دہلی تک جا سکیں - آگرہ کی فصیل ایسی بودی تھی کہ شہر کے باہر کے لٹیروں سے
پناہ نہ تھی جو رات دن لوٹ مار کیا کرتے تھے - قنوج شیر کے شکار کھیلنے کی جگہ تھی - کڑہ اوسکا بھی
میں ہاتھی کثرت سے موجود تھے - شہروں اور قصبوں کا اجڑنا جسکو بعض مصنفین نے ہماری پولیسی
کا نتیجہ قرار دیا ہے - ہماری حکومت سے پہلے ہی شروع ہوگیا تھا - ہم نے بقول سنیئر کے اس ملک کو
ایسا پایا کہ ملک برباد تھا شہر جلے پڑے تھے جب کہ غیروں کی اولاد فصیلیں بنانے اور
اونکے بادشاہ حکم دینے آئے -

اگر ہم دوسری نسبت عام طور پر غور کریں اور فرنگستانی اور ایشیائی سلطنتوں کے
اوصاف کا مقابلہ کریں تو دریافت ہوگا کہ ان ہندوستانی تاریخون کے پڑھنے سے بہت سے
مفید سبق حاصل ہوتے ہیں جو ہمارے دلوں میں اپنے ملک یعنی انگلستان اور اوسکی واجب التعظیم
اصولوں و قوانین کی محبت اور قدر پیدا کرتے ہیں +

جب ہم ایک خود مختار ظالم سلطنت کے برباد کرنے والے اثر اور ایک مطلق العنان بادشاہ کے اندھے پن کو دیکھتے ہیں تو ہم میں ایک باقاعدہ حکومت کی قیمت کے جانچنے کی پوری قدرت پیدا ہوتی ہے جب ان مصیبتوں کو دیکھتے ہیں جو موجودہ اور آئندہ نسلوں کو تخت کی منازعات میں پیش آتی ہیں تو ہمکو اس اصول وراثت کی قیمت معلوم ہوتی ہے جسکے قواعد منضبط ہوتے ہیں اور جسمیں کبھی کوئی جھگڑا یا تبدیلی پیدا نہیں ہوسکتی۔ ہندوستان میں جس قدر مصائب ہیں کسی ملک میں نہیں۔ کسی ملک میں وراثت کے اسقدر جھگڑے اور تخت کے مدعی اتنے نہیں پیدا ہوتے ہیں اکبر کی موت سے لیکر انگریزوں کی فتح دہلی تک جو زمانہ دوسو برس کا ہے صرف ایک تخت نشینی ایسی ہوئی کہ جسپر جھگڑا نہ ہوا ہو اور اس مستثنے مثال کی وجہ بھی یہ تھی کہ وہ تخت ہی کسی قابل نہ رہا تہا کہ تخت نشینی کا فساد اوٹھتا۔ کیونکہ اسکا زمانہ وہ ہر وقت تہا جب نادرشاہ کی تباہیاں لوگوں کو یاد تھیں اور ابدالی دشمنی میں سب کو گمان تہا کہ کوئی اور حملہ ہونے والا ہے آج تجربہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ برائے نام بھی تخت شاہی بغیر ورثاء کے جھگڑوں کے نہیں رہتا اسکا فیصلہ ہی نہیں ہو۔ اگر دربار انگلستان کی مرضی اور برٹش گورمنٹ کی خوشی تنازع پیدا ہونے سے پہلے کسی ایک شخص کے حق میں فیصلہ نہ کردے اور باقی ورثاء کے دل میں وہ امیدیں نہ پیدا ہونے دے جسکی وجہ سے ہمیشہ شاہی خاندان کے لوگوں کی جانیں اس جب جاہ و منصب کی قربان گاہ میں خون ہوتی ہیں۔

یہ تخت کی وراثت کا قاعدہ مقررہ نہ ہونے کا سبب تہا کہ سلطنت میں ہمیشہ شور شغب رہا اور ترقی کے رستے مسدود ہوگئے۔ یہ نہ ہوتا تہا کہ زندہ بادشاہ کی رائے کا کوئی شخص اسکا وارث وجانشین ہوگا ——— خود مختار سلطنتوں میں اگرچہ مطلق العنان بادشاہ کی فرضی قانون کا حکم رکھتی تہی لیکن مرنے کے بعد وہ مرضی اور حکم کسی بہادر سازشی رقیب کی دشمنی ہو دوستی شمشیر کی چمک کے ساتھ کچھ نہیں چلنے دیتی بڑے بیٹے کے جانشین ہونے کے اصول کی مقبولیت کی بہت وجہ موجود ہیں اسی اصول اور

قانون سے جانشینی کے جھگڑون میں اور زیادہ ترقی ہوتی ہے کیونکہ بادشاہ ہونا اس قاعدہ
پر مبنی نہیں ہے خاص کر ایسے ملک میں جہان کثرت سے بیویان کرنے کی رسم موجود ہو۔ بڑا بیٹا وہ
ہوتا ہے جو سب سے زیادہ دربار سے غیر حاضر رہتا ہے جسکے ساتھ گھر والون کو پہلے ہی ہمدردی
جا چکتی ہے ۔ اس کا کسی صوبہ کی گورنمنٹ پر حاکم ہونے کا اثر ایسا ہوتا ہے کہ موجودہ
بادشاہ کے دل میں بہت سے وہم اور خطرے پیدا کرتا ہے تو ایسے بیٹے کے حقوق کسی جوان
ملکہ کے خوش کرنے کے لئے فوراً تلف کئے جاتے ہیں جو چاہتی ہے کہ اپنے بیٹے کو
صاحب تاج و تخت دیکھے جب سوسائٹی کی یہ حالت ہوتی ہے تو شہزادے جانشینی
کی رقابت میں پرورش پاتے ہیں یا آوارہ گردوں و قزاقوں کی طرح اٹھائے جاتے
ہیں ملک کے سردار ایک ایک شہزادہ کے طرفدار ہو جاتے ہیں اور یہ کسی اصول یا حق کو
برقرار رکھنے کی غرض سے نہیں بلکہ اسلئے کہ سب سے پہلے اپنے شہزادہ کی تخت نشینی سے
نفع اٹھائینگے اور بادشاہ کے ہاں اپنا ذاتی رسوخ پہلے ہوگا اور پھر بڑھتے بڑھتے خود
تخت پر بیٹھنے کی کوشش کرینگے ۔ رعایا اس طرح سے بے پروا ہوتی ہے کہ کون تخت
حاصل کرے البتہ نتیجہ کو اضطراب سے دیکھتی رہتی ہے تا کہ جب تخت نشینی کا فیصلہ ہو جائے
تو تھوڑے دن امن اور محنت کی زندگی بسر ہو کر پھر نئے جھگڑوں سے آپس میں خلل
پڑے ۔ مختصر یہ کہ تمام جہان میں فوائد ملکی انسٹیٹیوشن کم یا زیادہ عام استحکام اور استقامت
نہ ہونے سے اثر پذیر نہیں ہوتے ہیں جو مسلسل فسادات جوشوں کے لازمی نتیجے ہیں ان
صورتوں کے غور کرتے ہیں اور بہت سی کیفیتوں پر فکر کرنے میں ان کتابوں کے مستعد پڑھنے
والے کو خود نظر آتی جائینگی ۔ وہ جھگڑا رد ہو کے جو اکثر شاہان گذشتہ کی نسبت دل میں
رہتے تھے رفع ہو جائینگے اور پڑھنے والے پر ظاہر ہوگا کہ باوجود ہماری سول پولیسی
اور خراب موسم کے جو ہمکو اس ملک میں ہمیشہ رہنے کے لئے گھر بنانے نہیں دیتا اور
باوجود اسکے کہ ہمکو ذاتی نفع اس ملک کی ترقی سے نہیں باوجود اس امر کے کہ بہت سے
عیوب بیرونی حکومت کرنے میں باقی ہونگے جہان زبان ۔ رنگ مذہب رسوم قوانین

سب ایسے ہیں جو رعایا اور بادشاہ کو باہم وردی سے محروم رکھتے ہیں باوجود ان تمام حالتون کے ہم نے نصف صدی میں رعایا کو وہ عمدہ اور حقیقی نفع پہنچایا ہے کہ ہم سے پہلے بادشاہوں نے اس کے دس گنے وقت میں بھی اپنی رعایا کو ایسے ملک میں نہیں پہنچایا جسکو اونہوں نے خود اپنا دشمن قرار دے لیا تھا زمانہ ماضی سے پیشین گوئی کرکے آئندہ کے لئے پڑھنے والوں کو امید ہو سکتی ہے کہ اس کامیابی کے جوش میں جو اسوقت تک ہم کو ہماری کوششوں میں ہوئی ہے ہم آئندہ بھی متواتر کوششوں کا خیال حاصل کرکے اپنے مقدر کو جس میں ہندوستان کی حکومت لکھی تھی پورا کرینگے۔

سائنس اور فلوسوفی کی اصطلاحی تعریف +

ہم آگے لکھینگے کہ علم تاریخ سائنس یا فلوسوفی ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اس فقرے میں دو انگریزی لفظ سائنس اور فلوسوفی کے موجود ہیں جنکے ہم معانی الفاظ مجھے اپنی زبان میں نہیں معلوم اسلئے میں انہیں کو استعمال کرونگا اسلئے اونکے اصطلاحی معانی جو ذرا دقیق ہیں بیان کرتا ہوں سائنس کے معنی یہ ہیں کہ حقائق محققہ کا علم جو دلائل عقلیہ پر مبنی ہو وہ علم عرفی یا ادنیٰ علم کو بدلائل بتلا کے اعلیٰ درجہ کا علم بتاتا ہے وہ علل کے عمل کو مفصل بتاتا ہے اور یہ دکھلاتا ہے کہ واقعات کو کس طرح قوانین یا قواعد بناتے ہیں سائنس بہت سے شئے مظہرات فطرت و منظرات قدرت کے نظم و ترتیب قاعدوں کو بیان کرتا ہے اور موجودات عالم کے اسرار کو نہایت تحقیق و تدقیق سے منکشف کرتا ہے۔ سائنس اور فلوسوفی ہم معنی ہیں مگر آسانی کے لئے انہیں یہ تمیز کرلی ہے کہ سائنس کو مادیات سے متعلق کردیا ہے اور فلوسوفی کو عقلیات سے تاریخ کی فلوسوفی کے معنی یہ ہیں کہ واقعات اور اونکے اسباب و نتائج کے درمیان تعلقات کو بتلائیں۔ سائنس یا فلوسوفی کے لئے بکارآمد ہونا بھی ضرور ہے۔ اس سائنس میں انسان ترقی کرتا ہے کہ جسے اوسکا کام نکلتا ہے اوسکو منفعت ہوتی ہے۔ اس منفعت ہی کا خیال طبیعت کو اسکا شوق اور اوسکی طرف توجہ دلاتا ہے اور اوسکی تحصیل کیطرف ہمت بلند ہوتا ہے جہاں سائنس یا فلوسوفی سے انسان کی مطلب برآری موقوف ہوئی اوسنے اوسسے ہاتھ اوٹھایا +

سائنس کے ساتھہ ایک لفظ آرٹ کا بھی بولا جاتا ہے یہ دونوں فن کی تحقیق کرتے ہیں سائنس
کی تحقیقات علمیہ ہوتی ہے اور آرٹ کی تحقیقات عملیہ کسی چیز کی پیدائش کے واسطے
سائنس حقایق کا اجتماع کرتا ہے اور آرٹ عمل کی ہدایت کرتا ہے اور اوسکے قواعد کا مجموعہ
بناتا ہے سائنس میں یہ بحث ہوتی ہے کہ یہ ہے اور یہ نہیں ہے یہ واقع ہوتا ہے یہ نہیں واقع ہوتا
آرٹ میں یہ بحث ہوتی ہے کہ یہ کر اور اسے بچ۔ سائنس مظہرات عالم کے قوانین کو منکشف
کرتا ہے اور آرٹ ایک اثر کے پیدا کرنے کے لئے اسباب جمع کرتا ہے اور اوس کی
علت غائی بتاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سائنس معارف یقینیہ و علوم تحقیقیہ کا نام ہے اور
آرٹ اعمال یقینیہ و تحقیقیہ کا نام ہے۔ آرٹ کے معانی ہم نے اسلئے بیان کئے ہیں کہ
کہیں ہم اوسکو بھی اپنی تاریخ میں کام میں لائینگے +

دنیا میں سیف قاطع ہمیشہ بڑے بڑے کام کرتی ہے پہلے زمانہ میں صرف پرائی
دولت کو اپنا بنانے کا ذریعہ صرف تلوار ہی تھی۔ مگر زمانہ حال میں تلوار کی جگہہ اور بہت
سی چیزیں تہذیب نے ایسی ایسی ایجاد کرلی ہیں کہ وہ پرائی دولت کو اپنا بنا لیتی ہیں
اور تلوار کی جگہہ کام دیتی ہیں مگر پہلے زمانہ میں شمشیر و شمشیرزنوں ہی کا درجہ سب سے زیادہ
اعلی سمجھا جاتا تھا اسلئے قدیم مورخوں نے انہی کے حالات پر تاریخ کا خاتمہ کیا تاریخ کے
ہزاروں صفحے لڑائیوں کے بیان میں اور اوسکے متعلقات کے ذکروں سے بھرے ہوئے
جن مورخوں نے ایسی تاریخوں کو لکھا اونہوں نے اپنے زمانہ میں کامیابی حاصل کی اور اوس
زمانہ میں جو تاریخ کا اصلی مقصد تھا وہ حاصل ہوا لیکن زمانہ میں ہمیشہ انقلاب ہوتا رہتا ہے
کوئی بات اوس میں اپنی اصلی ہیئت نہیں رکھتی وہی باتیں جو اور زمانہ میں سرمایہ فخر و ناز
گنی جاتی تہیں وہی دوسرے زمانہ میں ہنسی کے قابل ہوگئیں۔ اس زمانہ میں جیسے پہلے
تاریخوں کے عیب چھانٹے جاتے ہیں کہ انمیں یہ نہیں وہ نہیں جسے وہ کیا خاک ہیں
کون کہہ سکتا ہے کہ آیندہ ایسا زمانہ ترقی کا آئیگا کہ اس زمانہ کی تاریخوں کی خاک اس طرح
اوڑائی جائیگی جیسی کہ ہم قدیم تاریخوں کی اوڑا رہے ہیں میرے نزدیک قدیم مورخوں کی

کوشش وسعی وعرق ریزی ودقیقہ سنجی پر نکتہ چینی عیب بینی مناسب نہیں - ہر چیز کو اوسکے
زمانہ کے موافق دیکہنا چاہتی ہے کہ اسمیں کونسی چیزیں قدر وقیمت رکہتی تہیں - زمانہ حال
میں تاریخ کے واسطے سامان عظیم الشان تیار ہوگیا ہے - فرنگستان اور بڑے بڑے ملکوں
کے حالات اور واقعات نہایت احتیاط سے جمع کئے گئے ہیں جن ثبوت پر وہ مبنی ہیں اونکی
بہی بخوبی تحقیقات ہوئی مذہب کی تاریخ پر بہی بخوبی توجہ ہوئی ہے علوم وفنون اور علم ادب اور
مفید ایجادوں اور آخر کار انسان کی آسایش اور آرام کے طریقوں پر بہت کچھہ محنت ہوئی ہے
زمانہ قدیم کے حالات دریافت کیے ہیں پرانی باتوں کی تحقیقات کی - قدیم شہروں کی جگہہ کو کہود کر
دریافت کیا قدیمی سکے نکالے ہیں اور اونکو پڑہا ہے - پرانے کتبے ڈہونڈ ڈہونڈ کر نکالے ہیں اونکے
حروف ہجی پڑہ کر درست کئے ہیں - جو زبانیں کہ حرفوں میں نہیں تحریر ہوتی تہیں بلکہ چیزوں کی
شکلوں میں لکہی جاتی تہیں اونکے معنوں کو دریافت کیا اور اونکے مطلب کو نکالا جو زبانیں کہ
مدت سے فراموش ہوگئی تہیں اونکو بہی نئے سر سے یاد کیا - انسان کی بول چال کے استعمال کے
قواعد اور اصول دریافت کئے - اور اوسکے ذریعہ سے انسان کی ابتدائی نقل مکانی کے
ایسے زمانہ دریافت کئے جو بالکل نامعلوم تہے علم انتظام مدن مدون ہوا جسکی بدولت دولت
کی کمی وبیشی کے اسباب دریافت کئے ملکوں کے اور وہاں کے رہنے والوں کے حالات
بڑی بڑی محنتوں سے جمع کئے - اونکے نقشے بنائے انسان کے دنیوی کاموں اور اخلاقی
باتوں کا بہت کچھہ حال دریافت کیا مثلاً مختلف قسم کے جرموں کی تعداد اور ایک کی نسبت
بمقابل دوسرے کے اوران پر جو اثر کہ زمانہ اور تعلیم کا عورت مرد ہونے کے سبب سے ہوا
اوسکا اندازہ اور اور جو باتیں اوسکے متعلق ہیں وہ سب دریافت کی گئیں اسی کے ساتھہ جغرافیہ
طبعی بہی قدم بقدم چلتا آیا ہوا کے حالات کے نقشے تیار ہوئے پہاڑوں کی پیمایش ہوئی
دریا ناپے گئے اور اونکے مخرج دریافت ہوئے سب قسم کی قدرتی پیداواریاں اور اونکی
مخفی تاثیریں معلوم کیں ہر قسم کی خوراک کی جو انسان کی زندگی کو ضروری ہیں علم کیمیا کے ذریعہ سے
تفتیش کی اوسکے اجزا شمار ہوئے اور تولے گئے اور جو نسبت دونوں میں اور انسان کے جسم میں ہے

زمانہ حال میں تاریخ کا سامان +

اسکی بخوبی تحقیقات کی گئی علی ہذا القیاس - انسان کے متعلق جو باتیں ہیں اُنکی ہر قسم کی تحقیقات
ہوئی یہان تک کہ مہذب و شایستہ قوموں میں مرنے اور شادی کرنے پیدا ہونے اور پیشہ کرنے
اور کاموں میں مشغول رہنے کا اور اجرت کی کمی و بیشی کا جو اشیا کہ زندگی کے لیے ضروری
ہیں اونکی قیمت کا اندازہ کیا گیا یہ سب واقعات اور اس قسم کے اور بہت سے حالات جمع
کئے گئے ہیں اونکو درستی سے مرتب کیا گیا ہے اور اب وہ سب کام میں لانے کے لایق ہیں
اونکے ساتھہ اور بھی مفید باتین شامل ہیں کیونکہ صرف بڑی بڑی قوموں ہی کے افعال اور
خاصیتیں لکھی نہیں گئیں بلکہ سیاحوں نے تمام دنیا میں جو اب تک معلوم ہوئی ہے سفر کیا ہے
اوسکے تمام حصوں کی سیر کی ہے اور مختلف قوموں کو دیکھا ہے - اوسکے حالات دریافت کیے
ہیں اب ہم اونکے ذریعہ سے تہذیب و شایستگی کے ہر درجہ کا اور ہر جگہ کا مقابلہ کر سکتے ہیں
جبکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اپنے ہمجنسوں کے حالات دریافت کرنے کا شوق کبھی کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ
ہوتا جاتا ہے تو ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس شوق کے پورا کرنے کے وسیلے روز بروز اوسکے
ساتھہ زیادہ ہوتے جاتے ہیں جو باتین دریافت ہوئی ہیں وہ سب موجود اور محفوظ ہیں جب
ہم ان سب باتوں کو یکجا کرتے ہیں تب ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ جن چیزوں سے ہم واقف
ہو گئے ہیں وہ کس قدر مفید ہیں اور ان کی مدد سے انسان کی کسقدر ترقی کا حال معلوم
ہوتا ہے مگر جب یہ بات بیان کرنی چاہیں کہ ان سب باتوں سے کیا کام لیا گیا تو ساری
یہ صورت بدل جاتی ہے - انسان کی تاریخ میں بہت بڑا نقص یہ ہے کہ گو تاریخ کے علیحدہ
علیحدہ جزون کی نہایت قابلیت سے تحقیقات ہوئی ہے لیکن کسی نے ان سب اجزا کو
ملا کر ان سے ایک عام نتیجہ نکالنے کی کوشش نہیں کی اور نہ اس طریقہ کو دریافت کیا جس کے
ذریعہ سے ان تمام چیزوں کی آپس کی نسبت معلوم ہو - یہ بات سب کے نزدیک مسلم ہے
کہ بڑی بڑی باتوں کی تحقیقات کے لئے جزئیات کا استقرا کرکے کلیہ نکالتے ہیں اور
خاص خاص باتوں سے عام قاعدہ نکالتے میں بڑی بڑی کوششیں کی جاتی ہیں
تاکہ وہ قاعدے سے دریافت ہو [illegible] ے وہ خاص خاص باتیں وقوع میں آتی ہیں

مگر مورخوں میں یہ طریقہ عام نہیں ہے ان کے دل پر ایک عجیب خیال ہے کہ وہ اپنا کام صرف
اسیقدر سمجھتے ہیں کہ واقعات کو اور گذرے ہوئے حالات کو بیان کر دیں اور کہیں کہیں اخلاق
اور انتظام مدن کی کچھہ کچھہ باتیں جنسے کچھہ فائدہ مقصود ہو لکھہ دین ایسے مضمون کا جو خیال
کی سستی سے یا قدرتی نا قابلیت سے اعلی درجہ کی تصنیف کی قابلیت نہیں رکھتے یہ طریقہ ہے
کہ چند سال تھوڑی سی کتابیں پڑہ لین اور تاریخ لکھنے کی قابلیت بہم پہنچائی پھر بڑی بڑی
قوموں کی تاریخیں لکھنے لگے اور ان کی تاریخیں ان مضمونوں کے لئے سند ہو گئیں ۔

اس محدود اور تنگ طریقہ کے سبب ایسے نتیجے پیدا ہوے جن سے ہمارے علم کی ترقی کو
بہت نقصان پہنچا اس طریقہ کے سبب سے مورخوں نے ایسی وسیع ابتدائی تعلیم کو ضروری
نہیں سمجھا جسکے ذریعہ سے اس علم کی تمام قدرتی باتیں بالکل ان کی گرفت میں آجاوین اور اس
طریقہ کے سبب سے یہ نتیجہ ہوا کہ ایک مورخ تو علم انتظام مدن اور علم معاشرت سے ناواقف ہے
دوسرا آئین وقانون کچھہ نہیں جانتا کوئی مذہبی معاملات اور تبدل رای کے حالات سے
محض ناواقف ہے کوئی فلسفہ مدنی کو نہیں جانتا ۔ کوئی علم طبعی سے آگاہ نہیں حالانکہ
یہ سب علوم نہایت ضروری ہیں اسلئے کہ وہ خاص باتیں جنسے انسان کے مزاج اور اوسکے
اطوار پر اثر ہوتا ہے انہیں علوم سے پیدا ہوتی ہیں اگرچہ ان علوموں میں سے ایک شخص کسی علم کو
سیکھتا ہے اور دوسرا کسی علم کو مگر بعوض اسکے کہ وہ سب علوم ایک شخص میں ملائے جائیں متفرق ہو جاتے
ہیں اور جو مدد کہ مشابہت اور مماثلت کی ایک شخص میں ان سب علوم کے جمع ہونے سے
حاصل ہو سکتی تھی وہ ضایع ہو جاتی ہے اور اسی سبب سے کسی شخص نے ان سب علوم کو
تاریخ مین ملانے کی کوشش نہیں کی حالانکہ وہ سب تاریخ کے اجزا ہیں +

ہان البتہ اٹھارہوین صدی کے شروع سے چند عاقل پیدا ہوئے جنہوں نے
تاریخ کے اس نقص پر افسوس کیا اور حتی الوسع اسکی اصلاح کی کوشش کی مگر یہہ مثالیں
نہایت کم ہیں یہانتک کہ یورپ کے تمام علم ادب میں اصل کتابیں تین چار سے زیادہ نہیں
ہیں جن میں انسان کی تاریخ کی تحقیقات ان عمدہ اور عام طریقون پر کی گئی ہو جن سے

سائنس کی اور شاخوں میں کامیابی ہوئی ہے سولہویں صدی کے بعد سے اور خصوصاً
آخر صدی سے مورخوں میں خیال کی وسعت کے نشان اور اپنی تصنیفات میں ایسے مضمونوں کے
شامل کرنے کا شوق پایا جاتا ہے جنکو اسنے پہلے وہ چھوتے بھی نہ تھے۔ اس سے ایک عمدہ
بات پیدا ہوتی ہے اور ایک قسم کی واقعات جمع ہونے سے قاعدہ کلیہ نکالنے کا خیال
پیدا ہوا جسکا نشان یورپ کے قدیم علم ادب میں نہیں پایا جاتا اس بات سے بہت بڑا فائدہ
ہوا۔ کیونکہ مورخوں کے خیال نے وسعت پائی اور غور کرنے کی عادت پڑی جو اصلی
واقفیت کے لئے ضرور ہے کیونکہ بغیر اسکے کوئی سائنس نہیں بن سکتا۔

اس زمانہ میں اگرچہ بہ نسبت زمانہ سابق کے تاریخ کے آثار زیادہ طمانیت کے لائق موجود ہیں
مگر سوائے چند مثالوں کے وہ سب اب تک آثار سے آثار ہیں آجتک ان اصولوں کے دریافت
کرنے میں جنکا اثر قوموں کی قسمت اور انکی چال چلن پر ہوتا ہے بہت کم کوشش ہوئی
ہے اور کچھ شبہ نہیں کہ انسان کے اعلی خیالات کے لئے اب بھی تاریخ بہت ہی ناکامل ہے
اور وہ ایسی ہی بے ترتیب سی رہتی ہے جیسے کہ اس مضمون کی صورت ہوتی جسکے قاعدے
معلوم نہیں ہوئے اور جسکی خبر قائم نہیں ہوئی۔ ہمارے پاس تاریخ کا اسقدر سامان موجود ہے
کہ اگر اسپر زیادہ کوشش کی جائے تو جسطرح کہ علوم طبیعی کے مختلف شاخیں تحریر ہوئیں اسطرح
انسان کی تاریخ بھی تحریر ہو سکتی ہے۔ نیچر کے اکثر باتیں جو ظاہرا بالکل بے قاعدہ معلوم
ہوتی ہیں اور کبھی یکسان نہیں رہتی سمجھ میں آگئی ہیں اور یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ وہ
بھی عام قواعد معین کے بموجب ہوتی ہیں۔ قابل لوگون نے نہایت تامل و غور سے طبیعی واقعات
پر اس غرض سے توجہ کی ہے کہ ان کے قاعدے معلوم ہون اور اسی غور و تامل کا یہ نتیجہ
حاصل ہوا ہے پس اگر انسان کے واقعات کو اسی طور پر دیکھیں تو بے شک ویسے ہی نتیجے حاصل
ہونگے اور یہ بات کہدینی کہ تاریخ کے واقعات سے کلیہ قاعدہ نہیں نکل سکتا ایک امر بے تحقیقات کے
بلا تحقیقات کے تسلیم کر لینا ہے اس قسم کے لوگ صرف ایسی ہی بات کو تسلیم نہیں کرتے جسکو وہ ثابت
نہیں کر سکتے بلکہ ایسی باتوں کو بھی مان لیتے ہیں جو علم کی موجودہ حالت میں نہایت غیر ممکن ہیں

جو کوئی شخص آخیر دو صدی کے حالات سے واقف ہوگا وہ ضرور جانتا ہوگا کہ ہر ایک پشت میں کسی نہ کسی ایسے واقعہ کا باقاعدہ ہونا ثابت ہوتا جاتا ہے اور اوسکی نسبت پیشین گوئی ہو سکتی ہے جسکو پہلے پشت کے لوگ محض بے قاعدہ اور ناقابل پیشین گوئی سمجھتے تھے پس تہذیب و شائستگی سے جو ترقی پائی جاتی ہے ہمارا الیقین مضبوط ہوتا جاتا ہے کہ سب باتیں باقاعدہ اور ترتیب وار ہوتی ہیں پس ان باتوں سے یہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی قسم کے واقعات کا قاعدہ دریافت نہیں ہوا ہے تو ہمکو یہ نہ کہنا چاہئے کہ یہ بے قاعدہ ہیں بلکہ پہلے کے تجربے کو لحاظ کر کے یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ جو بات اسوقت سمجھ میں نہیں آتی ممکن ہے کہ آئیندہ زمانہ میں سمجھ میں آجاوے بے ترتیبی میں سے ترتیب نکالنے کی امید اس درجہ تک ہوتی ہے کہ اکثر نامور عالموں کو بعوض امید کے یقین ہوتا ہے اور اگر یہی امید مورخوں میں نہ پائی جاوے تو اسکا سبب یہی سمجھنا چاہیے کہ وہ لوگ نیچر کے محققوں کی بہ نسبت کمتر لیاقت رکھتے ہیں اور کسی قدر یہ بھی سبب ہو سکتا ہے کہ معاشرت کی باتیں جو تاریخ سے علاقہ رکھتی ہیں زیادہ پیچیدہ ہوتی ہیں +

یہی اسباب ہیں جنہوں نے اب تک علم تاریخ کو ایک علم ہونے نہیں دیا نہایت مشہور اور نامور مورخ علم طبیعی جاننے والے کے مقابلہ میں کچھ بھی درجہ نہیں رکھتا ہے کسی ایسے شخص نے تاریخ کی طرف توجہ نہیں کی جو ذہن و عقل میں مثل کپلر و نیوٹن کے وحید عصر ہوئے اگرچہ موجودات کے حالات بھی نہایت پیچیدہ ہیں مگر جو مورخ فلسفہ کے طور تاریخ لکھتا ہے اوسکو نیچر کی تحقیقات کرنے والے کی نسبت زیادہ مشکلات پیش آتی ہیں کیونکہ اوسکے تجربہ میں وہ غلطیاں ہو سکتی ہیں جو تعصب و رجوش سے پیدا ہوتی ہوں اور سامان تجربہ کا جو نیچر میں ہے کہ اوسکے ذریعے ہم دنیا میں نہایت پیچیدہ مسئلوں کو حل کر لیتے ہیں وہ سب سامان مورخ کے کام میں نہیں آسکتے +

پس اس بات کا کچھ تعجب نہیں کہ انسان کے افعال کا علم بہ نسبت نیچر کے علم کے پیچھے کی حالت

بے شک ان دونوں علموں کی ترقی میں اتنا بڑا فرق ہے کہ علم طبیعی کی ایسی باتوں کو جو اب تک
ثابت بھی نہیں ہوئیں لوگ تسلیم کر لیتے ہیں کہ ضرور با قاعدہ ہونگے اور انکی نسبت پیشین گوئی
بھی کرتے ہیں مگر تاریخی واقعات کا با قاعدہ ہونا کوئی تسلیم نہیں کرتا بلکہ اس سے انکار کرتے
ہیں اس سبب سے جو شخص کہ علم تاریخ کو مثل دیگر علوم کے ترقی دینا چاہتا ہے اوسکو ابتدا ہی
میں ایک بڑی مشکل پیش آتی ہے کہ اس سے کہا جاتا ہے کہ انسان کے معاملات میں کچھ اسرار
ہیں اور وہ اسرار خدا ساز ہیں کہ ہماری عقل اور ہماری تحقیقات ان تک نہیں پہونچ سکتی
اور انسان کے آیندہ کے حالات ہمیشہ پوشیدہ رہینگے۔ اس کے جواب میں صرف اسقدر
کہنا کافی ہے کہ ایسا کہنا صرف تحکمًا تسلیم کرنا ہے کیونکہ اسکا ثبوت کچھ نہیں ہے اور اس
مشہور حقیقت کے مخالف ہے کہ جہاں علم بڑھتا جاتا ہے وہاں قاعدہ اور سلسلہ میں بھی زیادہ
یقین ہوتا جاتا ہے اور اس قاعدہ کے بموجب یکسان حالت میں ایک سے نتیجے پیدا
ہوتے ہیں بہتر ہے کہ ہم اس عقیدہ کے حل کرنے میں زیادہ غور کریں اور اس بات کو دیکھیں
کہ لوگونکی جو یہ عام رائے ہے کہ تاریخ کبھی سائنس یا فلوسوفی کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتا
اوسکو سائنس کہنا ایسا ہے جیسے کہ یہ کہنا کہ آواز میں رنگ ہے اور اربعہ متناسبہ کا طول
و عرض ہے اوسکی بنیاد درست ہے یا نہیں جب ہم اسکا خیال کرتے ہیں تو ہمارے دل میں
ایک بہت بڑا سوال پیدا ہوتا ہے جو اسکی جڑ ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ آیا انسان کے
افعال اور انسان کی باہمی معاشرت کے کام کسی قانون معین کے تابع ہیں یا اتفاقیہ ہیں
اور ایسی باتوں کے نتیجے ہیں جو انسان کی سمجھ میں نہیں آتے ہیں ان امور کی بحث میں
چند مفید خیال پیدا ہوتے ہیں کیونکہ جو سوال کیا گیا ہے اوسکے متعلق دو مسئلے ہیں جنکے
ذریعے سے تہذیب کے مختلف درجے ظاہر ہوتے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ تمام امور اتفاقیہ
واقع ہوتے ہیں اس سند کے بموجب گویا ہر ایک واقعہ علیحدہ اور تنہا واقع ہوتا ہے اور کسی
امر اتفاقیہ کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے ایسا خیال بالکل ایک جاہل اور وحشی شخص کو ہوتا ہے
اور پھر جوں جوں تجربہ بڑھتا ہے اوسے معلوم ہوتا ہے کہ سب باتیں با قاعدہ ایک قسم

کے بعد ہوتی ہیں تو یہ خیال مضمحل ہو جاتا ہے مثلاً وحشی قومیں جن میں تہذیب کا اثر کچھ بھی
نہیں معلوم ہوتا اور جو صرف شکار پر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں ان کو بلا شک خیال
ہو سکتا ہے کہ ہماری ضروری خوراک کا ملنا صرف کسی امر اتفاقی کا نتیجہ ہے جو بیان
نہیں ہو سکتا چنانچہ شکار کبھی ملتا ہے اور کبھی نہیں ملتا کبھی افراط سے ملتا ہے
اور کبھی نہایت کم اور اسی سبب سے انکو کبھی شبہ بھی اس بات کا نہیں ہوتا کہ نیچر کے
انتظام میں ترتیب کبھی ہے اور نہ ان کے دل میں ان تمام اصولوں کا وجود سما سکتا
جسکی رو سے تمام واقعات وقوع میں آتے ہیں اور جن اصولوں کے علم سے ہم انہیں
باتوں کی آئندہ حالت کی نسبت پیشین گوئی کر سکتے ہیں مگر جب یہی قومیں کچھ ترقی
کر کے کسانوں کی حالت میں آ جاتی ہیں تو وہ پہلے پہل ایسی خوراکیں کھاتی ہیں جنکا ملنا
بلکہ اسکا پیدا کرنا بھی وہ اپنے ہی فعل کا نتیجہ دیکھتی ہیں یعنے جو کچھ بوتے ہیں وہی کاٹ
ہیں ان کی ضرورتوں کے ضروری سامان زیادہ تر اونکے اختیار میں ہو جاتے ہیں اور
انہیں کی محنت کے نتیجے پیدا ہوتے ہیں جبکہ وہ بیج زمین میں بوتے ہیں اس سے درخت پیدا ہوتے ہیں وہ پھولتا
پھلتا ہے بالیں نکلتی ہیں جب وہ پختہ ہو جاتی ہیں تو ان سے وہی غلہ نکلتا ہے جو بویا
تھا اور اوس کو اس بیج سے بھی جو بویا تھا کچھ مناسبت ہوتی ہے ان باتوں سے اونکو
صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اسمیں کوئی تدبیر اور حکمت ہے یہ نتیجہ ہمیشہ یکسان ہوتا ہے
اب اونکو آئندہ کے لئے گو یقین نہ ہو مگر ایک قسم کا اعتبار اور بھروسہ بڑھ جاتا ہے اور یہ
اعتبار اس سے کہیں زیادہ ہوتا ہے جو ان کو اسی پہلی اور غیر معین حالت میں تھا اسی
اونکو ایک دھندلا سا خیال اس بات کا پیدا ہوتا ہے کہ واقعات میں کچھ تسلسل اور استحکام
ہے اور کچھ وہ باتیں سمجھ میں آنے لگتی ہیں جنکو آخر کار نیچر کا قانون کہتے ہیں اس پہلی
ترقی کے بعد ہر ایک قدم پر اسکا خیال صاف ہوتا جاتا ہے جسقدر اونکی تحقیقات بڑھتی ہے
اور تجربہ زیادہ وسیع ہوتا جاتا ہے اوسیقدر اونکو قاعدہ وسلسلہ اور واقعات میں باہم
موافقت ملتی جاتی ہے جسکے وجود کا اونکو پہلے شبہ بھی نہ تھا اوسکے ظاہر ہونے سے وہ مسئلہ

واقعات کے اتفاقیہ ہونے کا جو شروع میں اونکے دل میں بیٹھا ہوا تھا بودا ہوتا جاتا ہے
تھوڑی سی اور ترقی کے بعد استدلال کا شوق دل میں پیدا ہوتا ہے اور اونمیں سے بعض لوگ
اپنی تحقیقات سے کلیہ نکالتے ہیں اور اگلی رائے سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور
یہ تقریر کرتے ہین کہ ہر ایک پچھلا واقعہ اپنے پہلے واقعہ سے تعلق رکھتا ہے اور پہلے کا واقعہ
اپنے سے پہلے واقعہ سے اسی طرح ساری دنیا ایک زنجیر ہے اور ہر ایک آدمی ایک سلسلہ
میں اپنا کام کرتا ہے پر وہ اس بات کا تعین نہیں کہہ سکتے کہ وہ کام کیا ہو گا غرض
غرض ڈیڑھ سو برس سے اس باب میں کوشش ہو رہی ہے کہ تاریخ کو کسی طرح سے سائنس
بنائیں اور اس میں یہ بتائیں کہ انسانیت کا پردے کار آنا اور انسان کے خیالات اور
تصورات میں ترقیوں کا ہونا موجب قوانین کے کس طرح ہوا پہلے مورخ فقط
واقعات بیرونی کے ہوتے تھے اب مورخ اندرونی خیالات کے ہوتے ہیں اور تاریخ
مین یہ بتاتے ہیں کہ بیرونی واقعات اندرونی خیالات پر اور اندرونی خیالات
بیرونی واقعات پر اپنا اثر کیا دکھاتے ہیں تاریخ کا سامان ایسا جمع کر لیا ہے کہ جیسے کسی اور
سائنس میں جزئیات سے استقرا کرکے کلیات کا حکم لگاتے ہیں اسی طرح سے [illegible]
استنباط کرتے ہیں اور اسکو کوئی سائنس بتاتا ہے کوئی فلسفہ گو ابھی
مگر آخر کو کامیابی کی شکل نظر آتی ہے پروفیسر سیلی ایک بے نظیر مورخ انگلستان میں ہیں میں اس پر
چند صفحوں ترجمہ کرتا ہوں جو اونہوں نے انگریزی تاریخ کے میلان پر دیا ہے لکچر سے یہ باتیں معلوم ہونگی اول تاریخ
کو اس طرح پڑھنا چاہیے کہ کوئی عملی فائدہ ہو دوم تاریخ میں وہ باتیں بیان ہونی چاہئیں
جو سٹیٹ پر عمل کریں باقی تہذیب (سویلیزیشن) کی داستانیں جن کا بیان استعارات
اور تشبیہات میں زبان کی فصاحت کو چمکاتا ہے تاریخ میں کوئی درجہ عظیم نہیں رکھتا
سوم تواریخ جو قدیم مورخوں نے لکھی ہیں وہ مقتضائے زمانہ لکھی ہیں +

پروفیسر سیلی انگریزی تاریخ کا میلان

یہ میرا عزیز اصول ہے کہ جب تاریخ اپنی اسلوب مین سائنٹفک ہو تو اسکا مقصود کوئی

عملی بات ہونی چاہئے یعنی تاریخ کا صرف یہی کام نہ ہو کہ پڑہنے والے کو جو زمانہ ماضی کے
علم کا شوق ہے وہ پورا ہو جاوے بلکہ اوسکو یہ چاہئے کہ جو خیال زمانہ حال کی نسبت اور
جو اندازہ زمانہ آیندہ کا وہ کر سکتا ہے انکی اصلاح کرے - اگر یہ اصول درست ہے تو تاریخ
انگلستان کو ایسی چیز پر ختم ہونا چاہئے جس سے کوئی اخلاقی نتیجہ پیدا ہوتا ہو
کوئی معتد بہ نتیجہ تاریخ میں پیدا ہونا چاہئے - تاریخ کو چاہئے کہ انگریزی معاملات کے
عام رجحان کو اسطرح پر دکھلائے کہ ہم مستقبل کے خیال میں مصروف ہو جائیں اور ان باتوں کو
بجا لائیں جو تقدیر میں ہمارے لئے مخصوص ہیں خاصکر اس وجہ سے کہ اس وقت دنیا میں جو کام ہمارا
ملک کر رہا ہے - وہ کام جسقدر تاریخ ترقی کرتی جاتی ہے کم ممتاز نہیں ہوتا جاتا بعض
ممالک جیسے ہولنڈ اور سویڈن ہیں وہ اپنی تاریخ کو ایک طرح پر کہہ سکتے ہیں کہ وہ ختم
کر چکے ہیں کسی زمانہ میں یہ ممالک بڑے محتشم تھے لیکن جو صورتیں انکی بزرگی کی تہیں وہ
گذر گئیں اور اب انکی حیثیت دوسرے درجہ کی ہے - اگر انکو اپنے عہد ماضی میں کچھ دلچسپی ہے
تو وہ یا تو فقط خیالی ہے یا محض سائنٹفک ہی - عملی سبق جو انکی تاریخ سے ملتا ہے وہ توکل یعنی
ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھنے کا سبق ہے لیکن انگلستان برابر ترقی کئے گیا ہے - اگرچہ ہمیشہ یہ ترقی بالنسبت نہیں
تو بذاتہ اوسکو ترقی ہوئی ہے - انگلستان اسوقت اٹھارہویں صدی سے زیادہ ہے اور
اٹھارہویں صدی میں سترہویں صدی سے بدرجہا زیادہ تہا اور سترہویں میں سولہویں صدی سے
زیادہ تہا - جو عظیم الشان بزرگی اسکو حاصل ہوئی ہے اسنے اس سوال کو کہ آئندہ اوسکی
کیا صورت ہوگی بہت غور اور تشویش کے قابل کر دیا ہے کیونکہ یہ امر مسلم ہے کہ ہماری
سلطنت کو ممالک مقبوضہ کی وسعت نے بہت سے ایسے نئے خطرات میں ڈالدیا ہے جن سے
ہمارا ملک پہلے جبکہ اوسکو علیحدگی حاصل تھی اور شہرت نہ تھی آزاد تھا -

اس لئے انگلش ہسٹری میں دلچسپی جوں جوں وہ اختتام کے قریب پہونچے زیادہ
ہونی چاہئے اور چونکہ مستقبل ماضی سے پیدا ہوتا ہے اسلئے انگلستان کی قدیمی تاریخ کو
اپنے ملک کی آیندہ حالت کی نسبت پیشین گوئی کرنی چاہئے لیکن عام مورخین کو

مشکل سے بھی یہ خیال نہیں پیدا ہوتا کیا حکیم ارسطو نے یہ نہیں کہا کہ ڈراما کو تو ختم ہونا چاہیے لیکن
رزمیہ نظم ناتمام رہتی ہے جو انگریزی تاریخ عام مذاق میں لکھی جاتی ہے۔ اسمیں صرف یہی نہیں ہوتا
کہ کوئی اسکا انجام نہ ہو بلکہ وہ رفتہ رفتہ اس طرح سے تمام ہوتی ہے کہ مضامین ختم کے قریب
ضعیف اور بے لطف ایسے ہو جاتے ہیں کہ بجائے اس خیال کے کہ انگلستان نے مسلسل قوت میں
ترقی کی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک یا دو صدی سے وہ محض پیرانہ سالی کی وجہ سے دم
توڑ رہا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے۔ کیا چشمہ کو اس طرح سے بہنے دینا چاہیے کہ بلا بان
ریگ میں اسکا پانی بیکار بنکر اڑ جاوے۔ اس سوال میں شاعر ورڈزورتھ کے اشعار
یاد آتے ہیں شاعر کہتا ہے +

کہ یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ برٹش آزادی کے سیلاب کو جو ظلماتی قدامت سے بہتا ہوا دنیا
کی تعریف کے کھلے سمندر میں بڑے زور شور سے شامل ہوتا رہا ہے جس نے اکثر یہ صورت
اختیار کی کہ تعریف اور مدح کے جو بندہ سدراہ ہوئے اون کو حقیر جانا تو کیا ایسے مشہور چشمہ
کو کیچڑ اور ریت میں غارت ہونے دینا چاہیے کہ برائی اور بھلائی دونوں پر اس کا عدم وجود
ایک ہو جاوے +

یہ افسوس ناک انجام جسکا خیال ترک کرنا چاہیے بالکل وہی ہے جو برٹش آزادی
کے چشمہ کا نہیں ہے تو اس چشمہ کے عکس کا تو ضرور ہے جو ہماری عام کتب تواریخ میں
دکھلایا جاتا ہے +

اب اگر ہم فرض کریں کہ ہمکو اس نقص کا تدارک کرنا ہے تو ایسی صورت میں ہمکو
کیا کرنا چاہیے۔ جو طلبا تاریخ پڑھتے ہیں اونکے لیے شروع سال میں جبکہ شاید اون کو تاریخ کا
کورس شروع کرنا ہو یہ سوال چھوٹا سوال نہیں۔ تم سے پوچھا جاتا ہے کہ تم سوال انگلستان پر
غور کرو اور دیکھو کہ اوسکے کچھ معنی یا کوئی مسلسل اسلوب تمہاری سمجھ میں آتا
[illegible] سکتے ہو یا نہیں۔ ابھی تک تو تم نے
[illegible]
تمام [illegible]

وقت آیا ہے کہ جب تم اپنے دل مین سوال کروگے کہ آخر یہ سب کس لئے ہے۔ اسکا مقصود کیا ہے۔ وہ کونسا عمل مقصد ہے جسکے لئے یہ واقعات جمع کرکے برزبان کئے گئے ہیں اگر یہ واقعات ایسے بڑے حقائق کی طرف رجوع نہیں کرتے جن میں سائینٹفک بیست عمومی بھی ہو اور بڑے عملی نتیجے پیدا ہون تو علم تاریخ مشکل سے ان علوم میں ممتاز رہ سکتا ہے جنکی تحصیل کی عام کشمکش ہے +

تاریخ کو مدت تک مطالعہ کرنے کے بعد کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جسکے تصور میں گریس (ترقی) اور ڈیولپمنٹ (بروے کار) کا خیال آسیب بنکر ہر گھڑی نہ موجود رہا ہو ہم سب حرکت میں ہین۔ ہم مین سے ہر ایک اور ہم سب ملکر آگے بڑھ رہے ہیں انگلستان اس وقت وہ نہین ہے جو سلاطین سٹیورٹ اور ٹیوڈر کے زمانہ میں تہا۔ اور ان آخر کی صدیون میں اس خیال کی معاون بہت سی باتیں ہیں کہ ہماری حرکت ترقی کی حرکت ہے یعنی بہت چیزوں کی طرف ہم بڑھتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ اس حرکت کی ہم تعریف کیونکر کریں اور اسکی مقدار کا اندازہ کرنے کی کیا ترکیب نکالیں اگر ہم تاریخ کو اس تحقیق اور عقل کے جوش میں ایک عمرا د مقصد کو حاصل کرنے کی غرض سے جیسا کہ مین نے آپ کو بھی بتایا ہے مطالعہ کرنا چاہیں تو ہم کو مذکورۂ بالا سوال پر اپنی طبیعت کو جماکر اس کو کسی طرح حل کرنا فرض ہوگا ہم کو ان غیر واقع رنگین بیانوں پر مطمئن نہ ہونا چاہیئے جو پرانے زمانہ کے مورخین تاریخ ختم کرنے کے وقت محض پابندی رسم کی وجہ سے بیان کرتے تھے اور جو میرے خیال میں اپنے تئیں قصہ نویسی میں گم کردیتے ہیں — یہ مہمل رنگین بیانیان ترقی تہذیب کے ذکر مین عموماً صرف کی جاتی تہین تہذیب یا سیویلیزیشن کی کوئی تعریف یا حد بیان نہیں کی جاتی تھی۔ اسکو استعارہ کی زبان مین بیان کیا جاتا تہا کہ وہ روشنی ہے۔ دن ہے جسکا نور صبح کاذب اور صادق کی روشنی سے بڑھتے بڑھتے نصف النہار کی ضیاء تک پہونچ جاتا تہا۔ زمانہ تہذیب کا مقابلہ اس بعید اور ناقص المجد زمانہ سے کیا جاتا تہا جسکو عہد ظلمت لکہا جاتا ہے۔ یہ نہیں معلوم کہ تہذیب

جسکو دن سے تشبیہ دی جاتی تھی اوس کی روشنی ہمیشہ تیز ہوتی جائیگی یا حقیقی دن کی طرح دوپہر کی چمک سے کم ہوکر شام کی تاریکی میں غائب بھی ہوسکیگی یا اس کا خاتمہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ دفعتاً کوئی گہن اسکو گہنا لے گا۔ جیساکہ قدیم دنیا میں تہذیب کی روشنی کا ظاہر احال ہوچکا ہے (غالباً مصنف کی مراد یونان اور روم کی تہذیب سے ہے جو غیر مہذب لشکر کشوں نے غارت کی) ان سب باتوں کو ایسی تاریکی میں رکھا گیا جو ایک غیر سنجیدہ مسئلہ کی شان کے لئے زیبا تھی اور اس مسئلہ کا وجود ہی اس غرض سے تھا کہ بیان کو زیور بلاغت سے مرصع کیا جاوے +

یہ مسئلہ تہذیب ناقص استدلال کا ایک نہایت عمدہ نمونہ ہے۔ اوسمیں حادثات و مظہرات کا ایک انبار ہوتا ہے جنکی ایسی صورت میں حل کرنا پڑتا ہے جبکہ اتنا بھی نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کل مظہرات ہم جنس بھی ہیں یا نہیں لیکن چونکہ وہ شامل ہوکر ایکدفعہ بھی خیال میں آتے ہیں اسلئے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم ایک لفظ اونکے لئے کہدیتے ہو۔ اور وہ لفظ کیا ہوتا ہے گویا جال ہوتا ہے جس میں کل چیزیں پھنسکر اکٹھی ہوجاتی ہیں ۔ تمہاری بڑی احتیاط یہ ہوتی ہے کہ لفظ تہذیب کی تعریف سے بچے جاؤ لیکن جب اس لفظ پر گفتگو کرلیے ہو تو اوسکو استعاروں میں بیان کرتے ہو جنکا مطلب اسطرح سمجھا جاتا ہے کہ تہذیب یا سیویلیزیشن کوئی زندہ قوت لامعلوم اور غیر محدود خواص کی ہے جنکی طرف محض حوالہ دینا اس بات کے لئے کافی ہے کہ نہایت عجیب اور غیر متشابہ نتایج کو حل کردیا۔ لفظ تہذیب یا سیویلیزیشن بہت سے حادثات کو حل کرنے میں استعمال کیا جاتا تھا جن میں ظاہرا باہمی تعلق بھی سوائے اسکے کچھ نہ ہوتا تھا کہ تاریخ میں وہ اکثر پاس پاس بیان ہوئے تھے۔ ان حادثات میں بعض دفعہ تو آداب اخلاق کی صلاحیت شامل ہوتی تھی۔ بعض دفعہ جر ثقیل کی ایجادیں۔ بعض دفعہ شاعروں اور صناعوں کا دنیا میں ظاہر ہونا بعض دفعہ سائنٹفک تحقیقات بعض دفعہ ملکی آزادی۔ یہ فرض کیا جاتا تھا اگرچہ کبھی ثابت نہ ہوسکا کہ یہ سب چیزیں ایکدوسرے سے متعلق اور وابستہ ہیں اور ان چیزوں کا اس طرح سے ہونا

سیویلیزیشن کی روح کا کام ہے +

ہم یہی سیویلیزیشن کے مسئلہ کو لیتے ہیں اور اسکو زیادہ مربوط اور مسلسل صورت میں دکھاتے ہیں ہم فقط آزادی خیال کے اصول سے چلتے ہیں اور کل وہ نتائج اس سے پیدا کرینگے جو اس سے لازم آتے ہیں۔ سائنٹفک تحقیقات اور جرثقیل کی ایجادیں اسی سے پیدا ہوسکتی ہیں اگر چند اور شرائط بھی موجود ہوں۔ یہ تحقیقات اور ایجادیں جب عام استعمال میں آئینگی تو انسانی زندگی کی صورت کو تبدیل کردیں گی اور اسکی زندگی کو موجودہ پیچیدہ صورت میں دکھلائینگی اس تبدیلی کو ہم سیویلیزیشن کی ترقی کہینگے۔ لیکن پولٹیکل آزادی کو ان چیزوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

ایتھنز میں افلاطون اور ارسطو سے پہلے آزادی تھی لیکن بعد کو وہ جاتی رہی روم میں اسوقت کہ خیال میں بھدا پن اور جہالت تھی آزادی موجود تھی۔ مگر جب محکومیت آئی تو خیال روشن ہوگیا۔ شاعرانہ کمال کو خیال کی آزادی سے کچھ علاقہ نہیں کیونکہ ایتھنز میں فلسفہ کی ترقی کے ساتھ شاعری کا تنزل ہوگیا شاعر ڈانٹی ملک اٹلی کے زمانہ رینا سانس (یعنی نیا جنم) سے پہلے پیدا ہوا اور رینا سانس کے بعد کوئی ڈانٹی نہ پیدا ہوا +

اگر ہم اس غیر واضح مجموعہ کے اجزاء کو جسے سیویلیزیشن کہتے ہیں تحلیل کریں تو اس مجموعہ کا بڑا حصہ تو وہ ہوگا جو لفظ سیویلیزیشن سے پیدا ہوگا یعنی نتیجہ اس انسانی اتحاد کا جو سول جماعتوں اور سٹیٹ میں ہو۔ دوسرا حصہ جو ہوگا اوسکا تعلق پہلے حصہ سے بعید کا ہے اور قریب کے واسطہ میں جن اسباب سے یہ دوسرا حصہ پیدا ہوتا ہے وہ جداگانہ ہیں مثلاً سائنس کی ترقی کی نسبت سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ سیویلیزیشن کا خاص جزو ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے ابھی ظاہر کیا ہے۔ سائنس کی ترقی سول سلامتی کے ساتھ ساتھ ہمیشہ نہیں چلتی البتہ اسکے لئے سول سلامتی کی ایک قلیل مقدار موجود ہونی ضرور ہے۔ انسان کی قسمت کا وہ حصہ جسکو قوانین یا

سلاطین پیدا کرتے ہیں اور اونمیں اصلاح کر سکتے ہیں وہ حصہ بہت محدود ہے۔
تاریخ کو اختیار ہے کہ وہ اپنے احاطہ عمل کو وسیع رکھے یا تنگ۔ خواہ انسانی سلامتی
کے کل اسباب کو یکساں تحقیق و دریافت کرے خواہ صرف سول کمیونٹی سے علاقہ
اور انسان کی سلامتی اور بہبودی سے جسکا انحصار سول کمیونٹی پر ہوتا ہے واسطہ
رکھے۔ لیکن مدت سے یہ آخیر طریقہ عموماً اختیار کیا جاتا ہے مشہور تاریخیں جو لکھی
گئی ہیں اون کو پڑہو گے تو معلوم ہوگا کہ سٹیٹ۔ گورنمنٹ۔ اور اونکی اندرونی
ترقی اور باہمی تعلقات اور معاملات ان تاریخوں کے مصنفین نے جانکر یا انجانی سے
ہمیشہ مدنظر رکھے ہیں۔ یہ سچ ہو سکتا ہے کہ اسطرح کے معاملات انسانی معاملات میں
ہمیشہ بڑے اور قابل قدر نہیں ہوتے۔ یونان کا مورخ تھیوسی ڈائیڈیز حسن زمانہ
کا حال لکھتا ہے اس زمانہ میں جو واقعات سب سے زیادہ شان رکھنے والے ہیں وہ حکیم
سقراط کی حکمت اور فیداس صاحب صنعت کی ہنرمندیوں کے حالات ہو سکتے تہے
لیکن مورخ نے انکا ذکر تک نہ کیا البتہ لڑائیوں اور سازشوں کے حالات کو جو اب حقیقت
معلوم ہوتے ہیں بہت وسعت دی ہے۔ اسکی وجہ مورخ کی تنگ خیالی نہ تہی۔ اونسنے
ایتھنز دار الخلافۂ یونان کا حال لکھا اور اپنے شہر کی شوکت پر آگاہ تہا لیکن جس حد
پولٹیکل اسباب سے اس دار الخلافہ کو بزرگی حاصل تہی اسپر بحث کی (باقی حالات
کے بیان سے پرہیز کیا) شہر کے ذکر کو ارادۃً اور خاص غرض سے محدود رکھا۔ حق
بات یہ ہے کہ تحقیق اس وقت ترقی کرتی ہے جبکہ کسی چیز کی تقسیم اور تقسیم کی تقسیم کیجاوے
اگر تم ہر ایک چیز پر غور اگبحث شروع کروگے تو بیشک تمکو یہ فائدہ تو ہوگا کہ طرح طرح
کے متعدد مضامین تمہارے لئے موجود ہونگے لیکن تحقیق میں ہرگز ترقی نہ کر سکوگے
اگر تم ترقی چاہتے ہو تو ایک وقت میں حادثات کے ایک حصہ پر فقط اپنے خیال کو جماؤ
یہ مجھکو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہسٹری کو اوسکے قدیم طریقہ پر رکھنا چاہئے اور اون
چیزوں کو جو اس طریقہ سے باہر رہ جاتی تہیں علحدہ بیان کر دینا چاہئے۔ اس لئے میں

سمجھتا ہوں کہ تاریخ کو سٹیٹ سے واسطہ ہے یعنی تاریخ تحقیق کرتی ہے پیدا ہونا او
تبدیلیاں ایک مخصوص کارپوریٹ سوسائٹی کی جو کام کرتی ہے خاص عاملوں اور
خاص کارکن جماعتوں کے ذریعہ سے نفس سٹیٹ سے لازم آتا ہے کہ ہر شخص جو
ایک سٹیر پبوٹری میں رہتا ہے وہ اسکی سٹیٹ کا ممبر ہے لیکن تاریخ کو افراد سے سوائے
اس حیثیت کے کہ وہ سٹیٹ کے ممبر ہوتے ہیں اور کوئی بحث یا علاقہ نہیں ہوتا۔ اگر
انگلستان میں کوئی شخص ایک سائنٹفک تحقیق کرے یا کوئی تصویر بنائے تو اسکا
ایسا کرنا تاریخ انگلستان کا کوئی واقعہ نہ ہوگا۔ تاریخ میں افراد اپنی ذاتی خوبیوں
کی کوئی قیمت نہیں رکھتے بلکہ اونکی قیمت اس نسبت سے ہوتی ہے جو نسبت اسٹیٹ سے
علاقہ رکھتے ہیں اونکو حاصل ہوتی ہے۔ کلیون جو جمہور یونان کا مدبر اور سپہ سالار تھا
حکیم سقراط اس سے بہت بڑا آدمی تھا لیکن یونان کے مورخ نے کلیون کو اپنی کتاب
میں بہت جگہ دی ہے۔ رپورٹ ہارلی سے جو کوئین این ملکہ انگلستان کا وزیر
ہوا تھا حکیم نیوٹن کہیں بڑا آدمی تھا لیکن کوئین این کے عہد کے مورخین نے ہارلی
پر بہ نسبت نیوٹن کے زیادہ توجہ صرف کی۔

ان مطالب کو بیان کرنے کے بعد تم اس سوال کو معلوم کروگے جو میں نے پیدا
کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ انگلش ہسٹری کا بہاؤ کس طرف سے وہ کونسی سمت اور
راستہ ہے جسطرف انگلش ہسٹری جارہی ہے یا جسطرف اوسکو جاتا ہے۔ یہ سوال
بادی النظر میں معترہ اور محدود نہ معلوم ہو لیکن فی الحقیقت اسکی حدود بخوبی قایم ہیں
میرے ذہن میں اس عام ترقی کا خیال ہرگز نہیں ہے جو نوع انسان ہر جگہ
یکسان اور اسلئے انگلستان میں بھی کررہی ہے اور نہ کسی ایسی ترقی کا خیال
ہے جو انگلستان کے ساتھ مخصوص ہو۔ انگلستان سے میری مراد صرف سٹیٹ یا
وہ پولیٹکل کمیونٹی ہے جسکی مجلس ملک انگلستان میں ہے۔ جب مذکورہ بالا
سوال پر اس طرح کی قیدیں لگائی گئی ہیں تو تم کو وہ زیادہ دلچسپ معلوم ہوگا

لیکن کچھ ہو یہ بات یقینی ہے کہ ایسی صورت میں وہ سوال ہماری قدرت اور قابو میں آنے کے قابل بخوبی ہو جاتا ہے +

مورخ کی کیا اغراض ہونی چاہیئں

کارل لیل کا قول ہے کہ تمام تاریخ ایک بے زبان انجیل ہے غیر واضح اور پیچیدہ طریقوں سے وہ الہی صدر توں کو اس دنیا پر منکشف کرتی ہے۔ کسی قوم کی سوانح عمری یا تاریخ تو یکطرف ایک شخص مفرد تک کے حالات زندگی میں خدا کا ایک پیغام پوشیدہ ہوتا ہے جو نہ دیکھنے اور نہ سننے والے کانوں کے لئے نازل ہوتا ہے۔ پس حقیقی مقصد مورخ کا یہ ہونا چاہیئے کہ اس پیغام کو ہر انسان کی تہذیب اور ہر قوم کے تحفظ کے لئے صاف صاف بیان کر دے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کام کرے کہ اوس پردہ کو اٹھا دے جسکے پیچھے دنیا کے بڑے لوگوں کی شخصیت پوشیدہ ہے اسلیے سچا مورخ نوع انسان کے حق میں سب سے بہت نفع پہنچانے والا ہے۔ تاریخ کو محض واقعہ نگاری سے جو بقید وقت و زمانہ ہو کسی قدر زیادہ ہونا چاہیئے۔ مورخ کو فقط واقعہ نویس نہ ہونا چاہیئے۔ حقیقی مورخ کا یہ کام اور مقصد ہونا چاہیئے کہ وہ ایک قوم کی پوری تاریخ کو جو ایک حصہ وقت میں گذری ہو امتحان کرے۔ اس تاریخ میں کثرت سے واقعات ملینگے جن میں سے بہت سے غیر متعلق ہونگے اور اونکو مورخ کے مقاصد سے کوئی واسطہ نہ ہوگا بجز ایسی حالت کے جبکہ صرف اتفاقی ذرایع عارضی تطابق سے وہ واقعات متعلقہ نظر آویں گے۔ اس امتحان واقعات کے بعد اسکو ایسے واقعات کو منتخب کرنا چاہیئے جو کسی قوم کی زندگی کو اچھی طرح سمجھنے میں ضروری ہوں اور مورخ ان واقعات کو نظر انداز کریگا جو اوسکے مضمون سے کوئی منطقی تعلق نہ رکھتے ہونگے۔ مورخ صرف صاحب فکر، فلسفی اور انشا پرداز ہی نہ ہونا چاہیئے بلکہ اوسکو تمیز اور تفریق دکھلانے والا مورخ اور آیندہ کا حال بتلانے والا بھی ہونا لازم ہے سچے طور پر کسی قوم کی تاریخ لکھنے میں مورخ کے ذہن میں اس قوم کے زمانہ ماضی کی صحیح تصویر اور اوس سرزمین کا نقشہ ہونا چاہیئے جس

اس قوم کے بڑے لوگ اور سوسائٹی کے حالات ظاہر ہوئے ہیں علم جغرافیہ اور السان
کی مختلف نسلوں کا علم اور مذاہب مختلفہ میں مشترکہ اعتقادات کا علم اور واقعات کو علمی
طریق پر مشاہدہ کرنیکی مشق میں مورخ کو ماہر ہونا چاہیئے اوس کو فقط اسباب کا مطالعہ
کرنا ہی لازم نہیں ہے کہ لشکر کہاں کہاں پہونچے۔ پارلیمنٹ اور عدالتون نے کیا کیا
بڑے بڑے قومی سرداروں نے قوم کے معاملات میں کہانتک دخل دیا۔ بلکہ مورخ کو
اُن خاموش اور مخفی اسباب کا دیکھنا اور سمجھنا بھی ہے جو عوام الناس کے کثیرالنوع
کی زندگی میں عمل کر رہے ہیں۔ یہ اسباب وہ ہیں جو بسا اوقات زیادہ وقعت اور زیادہ
دور پہونچنے والے نتائج رکھتے ہیں بنسبت اون باتون کے جو اپنی چمک دمک اور شان
میں تصور اور نظر پر جلد اثر کرتی ہیں ہم کو شوق ہے کہ لوگون کو اونکے بے تکلف
لباس میں دیکھیں۔ اونکے دلی خیالات اور اونکی روزمرہ کی زندگی کے واقعات
کو معلوم کریں کیونکہ کوئی مورخ پبلک کے مذاق پر پوری قدرت نہیں رکھہ سکتا جبتک
کہ وہ اس عام مذاق کو پورا نہ کرے اسلئے یہ بھی ایک مقصد مورخ ہونا چاہیے مورخ
کو چاہیے کہ سطح کے نیچے دیکھے اور ان اصولوں کو ڈھونڈ کر نکالے جن پر انسان
کی ملکی زندگی اوسکے کام قایم ہیں اور اشیاء کے اسباب دریافت کرے خاصکر
اُن اخلاقی اصولوں کو معلوم کرے جو انتظام معاملات ملکی میں شامل ہیں اور تمیز کرے
ایسی باتون میں جو فضول ہیں اور حقیقی تعلق و ترقی واقعات سے رکھتی ہیں۔ مورخ
کو چاہیے کہ فوراً کسی قوم یا شخص یا زمانہ محدود کی خصوصیت اور خصلت کو پہچان لے
اور اس قابل ہو کہ صحت کے ساتھہ جھوٹی اور اصلی بزرگی کو جو قوم کے رہنماؤن میں
ہون تمیز کرے۔ اور فرق سمجھ لے اُن باتون اور قدرتی قوتوں میں جو کسی قوم میں
پیدا ہیں اور جو زمانہ کے موجودہ بڑے لوگوں میں ظاہر ہوئی ہیں اور اس ظاہرا
بزرگی میں جو کسی شخص پر اتفاق سے ڈال دی جاتی ہے جیسا کہ شاعر نے
سچ کہا ہے + بعض پیدا ہوتے ہیں بڑے بعض بڑائی حاصل کرتے ہیں بعض پر بڑائی ڈالدیجاتی ہے ہمت

قافلے کے قافلے غائب [illegible] فوجیں کی فوجیں دب کر دفن ہوجاتی

[illegible] جب ملجاتا ہے تو اُسکے پینے پلانے اور فائدہ اٹھانے

[illegible] ہے۔ پانی کے ساتھ آگ کی بھی قلت ہے۔ لکڑی کا کال رہتا ہے

دیر تک قائم رکھنا بڑے ہنر اور سلیقہ کا کام گنا جاتا ہے۔ عرب کی سرزمین [illegible] وہاں خالی ہے

کہ نہیں جہاز رانی ہوسکے اور وہ زمین کو سرسبز و شاداب کریں اور قرب و جوار کے ملکوں کے اندر
ملک کی پیداوار کو لیجانے کے لیے وہ راہیں بنائی جائیں زمین وہاں کی ہمیشہ تپتی رہتی ہے۔ اسلیے
ایسی پیاسی رہتی ہے کہ جو پہاڑوں سے سیل ورودیں پانی کی بہہ کر آتی ہیں انکو نوشجان کر کے ایسے
ہضم کر جاتی ہے کہ ڈکار بھی نہیں لیتی۔ کھجور کے جھنڈ اور ببولوں کے درخت نہایت سخت پہاڑوں کی
چٹانوں میں اپنی جڑیں جماتے ہیں رات کی اوس انکو پال پوس کر بڑا کرتی ہے مینھ گاہے گاہے برستا ہے
تو مینھ کا پانی حوضوں و نالیوں میں بھر لیا جاتا ہے۔ ریگستان میں کنوؤں اور چشموں کا پانا گویا جنگل میں ایک
مخفی گنج دولت کا پانا سمجھا جاتا تھا حاجی جو مکہ کو حج کرنے جاتے تھے انکو بڑی کڑی منزلیں خشک و گرم میدانوں
میں طے کرنی پڑتی تھیں جب انکو شور زمین کا آب و دانہ تلخ و بے مزہ ملتا/دینا پڑتا تھا تو اُن کی طبیعت کو نہایت
ناگوار ہوتا تھا۔ قاہرہ سے مکہ تک پندرہ منزلیں ہوتی تھیں جنمیں گیارہ منزلوں میں پانی نہیں ملتا تھا۔
غرض ملک عرب کے اکثر حصوں کی آب و ہوا کا یہ حال تھا گو بعض مقامات ان میں مستثنے بھی تھے +

قاعدہ ہے کہ جہاں محنت مشقت تکلیف مصیبت کی کثرت ہوتی ہے وہاں تھوڑے سے آرام کی بھی نہایت
قدر ہوتی ہے اور جہاں کچھ بھی آرام ملتا ہے وہ بہت آرام سمجھا جاتا ہے جب ملک عرب کا یہ حال تھا کہ
اسکی آب و ہوا روح پرور کمتر اور صرصر کا طوفان سر پر اکثر اُدھر ہوا آتش فشاں ہوتی تھی اِدھر پانی اپنا پتا
نہ بتاتا تھا۔ لکڑیاں جلانے کے لیے سوکھا جاتی تھیں آتش آب رنگ (سراب) جان لینے کے لیے بلاتے تھے
سناٹے و ٹیلے چلنے کو سد راہ ہوتے تھے۔ سبز کھیتی اور سایہ دار درخت شاذ و نادر ہوتے تھے۔ جہاں ایسی تکلیفوں پر
تکلیفیں ہوں وہاں کے باشندے ایسے مقامات کی قدر حد سے زیادہ کیوں نہ کریں اور وہاں سکونت کیوں نہ اختیار
کریں جہاں سایہ دار درختوں کے جھنڈ ہوں چراگاہ و سبزہ موجود ہوں برسات کا پانی یا کوئی چشمہ
وہاں رواں ہو۔ پس اہل عرب ایسی مقامات کی تلاش میں رہتے تھے جہاں وہ ان کو مل گئے وہاں انکے

ہے دُنبے بکریوں کے گلّے اور اونٹوں اور گھوڑوں کو ساتھ لے آتے
دم و توانا کرتے تھے اور جو ما اور انگور کی زراعت سے اپنی محنت کا ثمرہ پاتے تھے
ں جو سرزمین مرتفع بحر ہند کے ساحل پر واقع ہے وہ سارے ملک میں ممتاز و سرفراز اس بات میں
ں نہ وہاں پانی اور لکڑی کی افراط تھی۔ ہوا میں اعتدال رہتا تھا میوے بڑے بامزہ ہوتے تھے
حیوانوں اور انسانوں کی وہاں کثرت تھی۔ زمین کی شادابی اور زرخیزی کاشتکار کو پکار پکار کے
بلاتی تھی کہ یہاں آؤ اور مجھ میں زراعت کر کے اپنی ریاضت کا ثمرہ پاؤ اور اوس کا مزہ اُٹھاؤ۔ یہاں
زراعت کا سامان یہ تھا تجارت کی صورت یہ تھی کہ قہوہ نافعہ اور لوبان معطرہ ساری دنیا کے
تاجروں کو ہر زمانہ میں اپنی طرف رغبت دلاتا رہا ہے۔ تاجر ہمیشہ اس کی طرف بطیب خاطر التفات کرتے
رہے ہیں ساری عبادت گاہوں کو لوبان معطر کرتا تھا پھر ایسی عمدہ چیز پر کیوں نہ تاجر دوڑتے
آئیں۔ یہاں کے مصالحوں کا خوشبودار ہونا ضرب المثل کے طور پر دور دور مشہور تھا۔ کتب مقدسہ
میں ان کا ذکر بہت آتا ہے شعروں میں ان کی تشبیہات موجود ہے چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے کہ
ان خوشبوؤں سے سمندر مسرور ہو کر اپنی موجوں کو کوسوں تک تبسم کرتے ہیں۔ ملک عرب میں یہ خطہ
اسکے تمام اور حصوں سے ایسا جدا ہے کہ اگر ہم اسکو فردوس عرب کہیں تو بجا ہے۔ شاعروں نے تو
اپنے خیالات اور تصورات کی رنگ آمیزی سے اس کو فردوس بنا کر کہہ دیا کہ + اگر فردوس بر روے
زمین است + ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست + اس خطہ کو خدا تعالیٰ نے عجب عجب نعمتیں
اور اپنے ید قدرت سے عجب عجب صنعت کے کام اسمیں کیے ہیں عیش و عشرت و عصمت ایسے
راگ ہیں کہ جنکے سُر کبھی نہیں ملتے مگر یہاں انکو ملا دیا ہے۔ زمین کا پیٹ زر و جواہر سے بھرا
بحر و بر کی ہوا سے معطر یہاں سے ایسی اُٹھائی کہ قوت شامہ کو عطر آگیں کرتی تھی ؎

یونانیوں اور رومیوں کو خوب معلوم تھا کہ ملک عرب کا ایک حصہ سنگلاخ و کو [illegible]
دوسرا بیابان و ریگستان تیسرا حصہ سرسبز و شاداب۔ انھوں نے اسی طرح ملک [illegible] تقسیم
تین حصوں میں کر دی بطلیموس نے اپنے جغرافیہ میں عرب کے یہ تین حصے کیے عرب [illegible] وادی
عرب المعمور۔ مگر اس تقسیم کو اہل عرب نہیں مانتے وہ صحیح بھی نہیں ہے۔ اہل عرب [illegible]

یہ تقسیم و تحدید خود نہیں کی تعجب ہے کہ جس ملک کے باشندوں کی زبان ایک ہو اور وہ خود بھی ایک ہوں وہ اپنی سرزمین کی تقسیم قدیم کی نشانیاں و رملامتیں فراہمی نہ سفر کریں عربی جغرافیوں میں ملک عرب کی تقسیم ان پانچ حصوں میں لکھی ہے۔ تہامہ۔ حجاز۔ نجد۔ عروض یمن۔ یمن کا نام یوروپ کے ملکوں میں فیلکس رکھا گیا ہے +

کیخسرو کے زمانہ میں عرب کی ماند و بود کی یہ کیفیت تھی کہ خلیج فارس اور بحر ہند اور بحر قلزم کے کناروں پر وہ مچھلی کا شکار کرکے اپنے پیٹ کو پالتے تھے مچھلیوں کے آسرے پر جیتے تھے۔ ساحل بحر پر اس شکار کی تلاش میں خوار پھرتے تھے شکار کا ہاتھ آنا کچھ شکاری کے اختیار میں تو ہوتا نہیں کبھی اتنا ہاتھ آگیا کہ پیٹ بھر گیا اور بچ رہا کبھی اتنا بھی نہ ہاتھ آتا کہ پورا پڑتا۔ یہ ابتدائی ماہی خوری کی حالت ایسی ذلیل و خوار تھی کہ اس کو تمدن انسانی کہنا ننگ نوع بشر ہے ان وحشی انسانوں میں گو مردم خوری نہ تھی مگر نہ انکو کوئی فن آتا تھا نہ کوئی قانون و آئین جاری تھا۔ عقل و زبان کے پیرایے سے بھی معرا تھے۔ انکی اور بہائم کی حالت ایسی یکساں تھی کہ انہیں سمر کرنا بھی دشوار تھا معلوم نہیں کہ ان مچھلیوں کے صید نے انکو سال بحر تنگ قیدخانے میں کبتک قید رکھا۔ اور انکو ایسا اپنے میں دبا رکھا کہ نہ ابھرنے کی اجازت دی نہ آگے چلنے کی اتنی قرن انکے اس بہائم صفتی میں گذر گئے جسکو زمانہ یاد نہیں رکھتا۔ بیابان بھی ان وحشیوں کے پاس ایسے نہ تھے کہ ان کے شکار سے مدت تک گذارہ ہوسکتا۔ اسلئے کہ قاعدہ ہے کہ بیابان میں جب ہی تک شکاریوں کا گذارہ ہوسکتا ہے کہ پیٹ بھر کر شکار انہیں ملے پس جب ان بیابانوں میں بھی ان کا گزارہ مشکل ہوا تو بہت زمانہ اس پر گزر چکا ہے کہ انھوں نے اپنے تئیں اس پستی سے ابھارا انھوں نے چرانے چرانے کا پیشہ اختیار کیا۔ یہ پیشہ بڑا میمون اور مانوس ہے۔ سارے ریگستانی بیابانوں کے اقوام خانہ بدوش اسی پیشہ سے اپنی بسر اوقات کرتی تھیں زمانہ حال میں بدوؤں کی صورت و بشرہ ان بزرگوں کے پیشہ شبانی کی شہادت دیتا ہے۔ وہ حضرت موسیٰ و آنحضرت علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک ہی طرح رہتے تھے۔ وہی انکے چمڑے کے خیمے بدوؤں کے خرگاہیں رہنے کے لیے بھیڑ دنبوں اور بکریوں کے گلے اور اونٹ گھوڑے اپنے قبیلے کے ساتھ لیے پھرتے تھے جہاں پانی کا چشمہ اور جانوروں کا چارہ اور اپنا گزارہ دیکھا وہیں ڈیرے ڈالدیے۔ تنبو تان لیے۔ آسمان کے

تلے بسر اپنے لگے +

قاعدہ ہے کہ جب درند اور بکار آمد جانور انسان کے قابو و بس میں آ جاتے ہیں تو انسان کی محنت کرنے اور دولت بڑہانے میں وہ بڑے مدد و معاون ہوتے ہیں پس ان عرب کے چرواہوں کو گھوڑا جو ایک وفادار دوست کا کام دیتا تھا اور اونٹ جو جفاکش غلام کی سی خدمت کرتا تھا ایسے بس میں آ گئے کہ انکی باگ و نکیل کو ہاتھ میں لیکر جہاں چاہیں ان کو لئے پھریں اور جو خدمت چاہیں ان سے لیں علم حیوانات کے جو عالم ہیں ان کی یہ رائے ہے کہ گھوڑے نے سب سے پہلے ملک عرب میں جنم لیا ہے اس شریف نجیب جانور کے لئے قدرت نے یہیں کی آب و ہوا کو پیدا کیا تھا گو اس کے قد و قامت کو وہ چنداں بلند نہیں کرتی مگر تیزی و چستی و چالاکی شتابی وہ پیدا کرتی ہے کہ جس کا جواب دنیا میں نہیں +

اسپانیہ انگلستان کے گھوڑوں کی نسل میں جو خوبیاں پیدا ہوئی ہیں وہ ان عربی گھوڑوں ہی کے تو اسل کا طفیل ہے شریف و نجیب گھوڑوں کی نسل کا باقی رکھنا بدوؤں کا ایمان ہے اور جیسے انسان اپنی شرافت کو ایسا یاد نہیں رکھتا جیسا کہ بدو ان گھوڑوں کی نسل کی نجابت کو یاد رکھتا ہے وہ نر کو فروخت کر ڈالتا ہے مگر مادہ کو جان کے برابر رکھتا ہے مشکل سے اُسے جُدا کرتا ہے جب کوئی نجیب گھوڑی بچھیرا دیتی ہے تو انکی خوشی کی مبارک سلامت آپس میں شادی کی سی ہوتی ہے۔ بدو اپنے خیموں میں گھوڑوں کی تعلیم و تربیت اپنی اولاد کی طرح کرتے ہیں + اور ان سے محبت بھی اپنی اولاد سے کم نہیں کرتے اسی سبب سے گھوڑوں کو بھی اُنسے موانست کی عادت ہو جاتی ہے۔ وہ رہوار اور سرپٹ دوڑنے کے مشتاق ہوتے ہیں سوار پھیر اور تازیانہ کی متواتر مارنے سے اُن کے حواس کو کند نہیں کرتا بلکہ ان دو چیزوں کو اس وقت کے لئے اُٹھا رکھتا ہے کہ اس کو خود بھاگنا ہوتا ہے یا کسی کے تعاقب میں جانا ہوتا ہے ایسے وقتوں میں جب تازیانہ کا ہاتھ لگاتا اور ایڑ مارتا ہے تو گھوڑے کو باد رفتار بنا دیتا ہے اگر کہیں اُسکا سوار پیٹھ سے جدا ہو کر گر جاتا ہے تو وہ اس اپنے دوست کے انتظار میں کھڑا ہو جاتا ہے جب وہ اپنے ہوش حواس ٹھیک کر کے پھر سوار ہوتا ہے تو وہ آگے قدم اُٹھاتا ہے +

عرب اور افریقہ کو خدا نے یہ بڑا شرف دیا ہے کہ اس میں اونٹ کو پیدا کیا ہے۔ یہ جانور کیا ہے ایک

حلیم ہے کیسی گرمی کی شدت تشنگی گرسنگی کا متحمل ہوتا ہے کئی کئی روز تک بغیر دانہ و چارہ کے کڑی کڑی
منزلیں طے کرتا جاتا ہے ع بیچارہ خارمے خورد و بارمے کشد۔ اس کے پانچویں اوجھہ میں ایک بڑا
کیسہ ہوتا ہے وہ تازہ پانی سے بھر رکھتا ہے۔ اونٹ کی جسم کی ساخت ایسی بنی ہے کہ گویا سپر
یہ عبارت کندہ ہے کہ اے انسان اپنا خدمت گذار بنا لے وہ اطاعت کے لئے سب طرح حاضر ہے۔
اونچی نسل کا اونٹ ساڑھے بارہ من بوجھہ پیٹھہ پر لاد کر لیجاتا ہے۔ اور سانڈنی سبک اندام اور چالاک
دوڑ۔ کے تیز گھوڑوں سے آگے نکل جاتی ہے۔ اونٹ اگر ان ملکوں میں نہ ہوتا تو وہاں کے باشندوں
کا رشتہ معیشت ہی ٹوٹ جاتا۔ کاروانوں کا سلسلہ ہی منقطع ہو جاتا۔ دودھ اس کا بکثرت ہوتا ہے
اور مقوی بھی ہوتا۔ دہی ۲۱ عرب کی سب سے زیادہ عمدہ غذا تھی۔ اسکے بچے کا ملائم گوشت گائے کے
بچھڑے کے گوشت [illegible] لذیذ ہوتا ہے۔ پیشاب اس کا بیش بہا نمک کی کان ہوتا ہے مینگنیاں اسکی
جلانے کے کام میں آتی [illegible] بھی پشم اسکی ہر سال گرتی ہے اور از سر نو جمتی ہے اسکو عورتیں تو ہم کر اور
کات کر اور بنکر لباس [illegible] اور اسباب گھر کے بناتی ہیں۔ غرض اس پشم کو عربوں کے خانمان آباد
کرنے میں بڑا دخل ہے۔ اگر مینہ کے برسنے سے کہیں جنگل میں نباتات کا نمو ہو جاتا تھا تو ان کو
بدو کھاتے تھے موسم گرما کی شدت حرارت اور [illegible] کی قلت حرارت میں ساحل بحر یا یمین کے
پہاڑوں میں یا دریائے فرات کے قرب و جوار میں وہ اپنے خیموں کو لیجاتے تھے۔ اکثر وہ رود نیل کے
کنارہ پر اور شام اور فلسطین کے مواضع میں بڑے بڑے خطرے اٹھا کر وہاں رہنے کی اجازت بالجبر
حاصل کرتے تھے۔ ایک خانہ بدوش بدو کو بعض اوقات غارتگری یا تجارت سے اپنی محنت کا ثمرہ ملجاتا تھا
مگر پھر بھی اس طرح زندگی بسر کرنا سخت جفاکشی کا خطرناک کام تھا۔ بدوؤں کا وہ امیر جو دس ہزار
سوار میدان جنگ میں لیجا سکتا تھا وہ عیش و آرام نہیں پاتا تھا جو ادنی امیر فرنگستان کا پاتا ہے +
عرب کے قبائل کیا تو خانہ بدوش پڑے پھرتے تھے یا بہت سے مجتمع ہو کر قصبات اور دیہات آباد
کرتے تھے اور تجارت و فلاحت کے کاموں کو کرتے تھے مویشی کی پرورش میں سخت محنت اٹھاتے
تھے اور اپنے وقت کا ایک حصہ اسمیں صرف کرتے تھے صلح و جنگ کے وقت وہ اپنے ریگستانی بھائیوں
کے ساتھ شریک ہو جاتے تھے یوں بدوؤں میں آپس میں آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا بیخ بیوپار

لین دین ہمسایہ کے قوموں کے ساتھ ہوتا تھا۔ اِن سے بعض حاجتیں بھی روا ہو جاتی تھیں۔ علوم و فنون کی الف بے تے کا بھی کوئی سبق پڑھ لیتے تھے۔ ابوالفدا نے عرب میں بیالیس شہر شمار کئے تھے۔ اِن میں نہایت قدیمی اور آباد ملک یمن اندرون یمن میں واقع تھے +

شہر صنعا کے بروج عالی شان اور مآرب کے حوض تعجب خیز اور حیرت افزا حمیر کے بادشاہوں نے بنائے تھے۔ جو صنائع معماری سے آراستہ تھی مکہ معظمہ و مدینہ منورہ نے ان دونو شہروں کے زیب و زینت کے آفتاب کو کسوف لگا دیا۔ یہ کیوں نہ ہوتا وہ بادشاہوں کے بنائے ہوئے یہ نبیوں کے بنائے ہوئے تھے۔ کہاں بادشاہ کہاں نبی۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک + مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں (۲۷۰) میل کا فاصلہ ہے اور دونو شہر بحر قلزم کے نزدیک ہیں۔ اِن مقدس شہروں میں سے یونانیوں نے مکہ کا نام الیسار رکھا تھا جس کے معنی اس شہر کی عظمت و شوکت کو ظاہر کرتے تھے۔ یہ شہر اپنے معراج کے زمانہ میں بھی ہارسلینز پر فائق نہیں تھا۔ یہ شہر ایسی جگہ آباد ہے جہاں کوئی توقع سود اور بہبود کی نہیں ہو سکتی۔ بانیان شہر نے کوئی مبارک شگون سوچ کر اور اپنی مصلحت سمجھ کر اس کی بنیاد رکھی ہوگی اس میں مٹی اور پتھر کے مکانات دو میل طویل اور ایک میل چوڑی جگہ میں بنے ہوئے تھے۔ یہ جگہ ایسی دامن کوہ میں واقع تھی کہ جس پر نباتات نے اُگنے کی قسم کھائی تھی۔ زمین پتھریلی۔ پانی کھاری یہاں تک کہ آب متبرکہ چاہ زمزم بھی شیرینی سے خالی تھا۔ سبز چراگاہ شہر سے دور فاصلہ پر۔ طائف یہاں سے ستر میل کے فاصلہ پر تھا جہاں کے انگور یہاں بکنے آتے تھے۔ اس شہر کی حکمران قوم قریش تھی جو اور قوموں میں ممتاز اور نامور تھی۔ کل عرب میں اسکی شجاعت کی دھوم تھی۔ قوم قریش کے پاس یہاں کی زمین ایسی بے فیض تھی کہ خواہ اس کے بونے جوتنے میں کوئی جان ہی کیوں نہ کھپا دے لیکن وہ ایک دانہ بھی اُسکو نہ دیوے مگر یہاں کے بنے اقامت گزینوں کو تجارت سے فائدہ پہنچاتی تھی +

جدہ کا بندرگاہ اس سے چالیس میل پر تھا اس کے توسط سے ملک حبش کے ساتھ سلسلہ آمد و رفت بآسانی جاری تھا۔ افریقہ کا مال عرب میں ہو کر حیرہ کیتف جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ کیتف کو ضلع بحرین میں خالدیہ کے جلائے وطنوں نے نمک کی کنکل سے بنایا تھا۔ پھر یہاں سے قریش خلیج فارس کے موتیوں کو لیکر بیڑیوں میں سفر کرکے دریائے فراط کے دہانہ تک لیجاتے کہ یمن اور

شام کے وسط میں واقع تھا۔ ہر ایک سے ایک مہینہ کے سفر کا فاصلہ رکھتا تھا۔ ملک یمن اس کے جانب یمین میں
اور ملک شام اس کے جانب یسار میں واقع تھا۔ اس کے کاروان گرمیوں میں ملک یمن میں اور جاڑوں
میں ملک شام میں قیام کرتے تھے۔ ان موسموں میں عین وقت پر کاروانوں کے پہنچنے سے ہندوستان
کے جہازات کو طول طویل اور خطرناک سفر بحر قلزم کا طے کرنا پڑتا تھا۔ صنعا اور مارب کے بازاروں
میں اور عدن اور عمان کے بندرگاہوں میں قیمتی اور خوشبودار مصالحے کی کھیپیں قریش لا دکر
لاتے تھے اور بصرہ اور دمشق کے میلوں میں سے اناج اور صنعت کاری کی چیزیں خرید لیجاتے تھے

غرض اس مفید تجارت کی بدولت مکہ کے کوچہ و بازار مال و متاع سے معمور رہتے تھے۔
وہاں کے امرا اور شرفا کو جیسے کہ سپہ گری کے پیشہ سے موانست تھی ایسے ہی تجارت سے بھی الفت تھی

یہ اور بھی منجملہ عجائبات روزگار ہے کہ اہل عرب ہمیشہ آزاد رہے۔ کوئی غیر قوم ان پر فرمانروا
نہیں ہوئی۔ اس بات پر ان کو خود بھی بڑا ناز اور افتخار تھا۔ اور غیر قومیں ان کی اس بات
کی مدح خواں ہیں +

اب اس آزاد رہنے کے سبب ارباب الرائے مختلف بتاتے ہیں بعض عیسائی عالم اس کو کتاب
پیدائش کے ۱۶ باب کے ۱۱ و ۱۲ آیت کی پیشین گوئی سے منسوب کرتے ہیں اور اس سے اپنے مذہب کی صداقت
دکھلاتے ہیں آیتیں یہ ہیں کہ (خداوند کے فرشتے نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور ایک بیٹا جنے گی
اس کا نام اسمٰعیل رکھنا کہ خداوند کریم نے تیرا دکھ سن لیا وہ وحشی آدمی ہوگا۔ اس کا ہاتھ سب کے اور
سب کے ہاتھ اسکے برخلاف ہونگے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بود و باش کریگا) اول تو
اس آیت کے معنی بہت سے ہو سکتے ہیں دوسرے وہ آزادی عرب کی مصداق اس سبب سے بھی نہیں
ہو سکتی کہ سلطنت یمن پیہم اہل حبش اور اہل فارس اور سلاطین مصر کے حملوں کی لگدکوب رہی ہے
مکہ و مدینہ کے متبرک شہروں نے جبابرہ سدیہ (تاتاری ظالم) کی اطاعت میں سر جھکایا مدتوں رومیوں
کی سلطنت کا تو عرب ایک صوبہ تھا جس میں وہ خاص ویرانہ شامل تھا جس میں کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام
اور ان کی نسل نے اپنے بھائیوں کو دفن کیا ہے + غرض یہ طریقہ استدلال جیسا
نامعقول ہے ویسا ہی فضول تم اس کو خوب یاد رکھو کہ یہ اور یہ جو مستثنے صورتیں بیان ہوئی ہیں وہ

چند روزہ عارضی تھیں یا کسی خاص مقام سے مخصوص تھیں ورنہ عرب کی [illegible] ہونے بڑے بڑے صاحب جلال و رشان و شکوہ بادشاہوں کے غاشیۂ اطاعت کو اپنے کندھے پر کبھی اوپر نہیں رکھا نہ کندھا کسی کے جوئے کے نیچے دھرا ہزاروں برس آزاد ہے فراعنہ مصر اور شاہان شام کی سعی اس کی فتح میں بے حاصل ہی کیخسرو ایرانی اور اسکندر یونانی سے بچا رہا روم کی سلطنت کا علم ساری دنیا میں بلند ہوا مگر یہ سرزمین محفوظ رہی طارس پومپی۔ ٹریجن وغیرہ کی فوجیں بیٹھ کے بیٹھ رہیں مگر ملک عرب کو زیر نہ کر سکیں گو حال میں سلطان روم ان پر حکومت برائے نام رکھتا ہے اپنے انتظام کا سایہ وہاں ڈالتا ہے مگر ان کو چھیڑنے سے ڈرتا ہے۔ ان پر حملہ آوری بے سود جانتا ہے۔ مگر انسے دوستی کی التجا کرتے ہوئے بھی اس کی شان میں جفت آتا ہے خدا نے یہ ملک ہی ایسا بنایا ہے اور اس کے باشندوں کے خصائل و طرز روش کو ایسا رکھا ہے کہ وہ ان کی آزادی کی بڑی معاون ہیں آنحضرت صلعم کے عہد سے قرنوں پہلے ان کی بیباکانہ جرأت ہمت اور شجاعت کو ہمسایہ کی قوموں نے خوب آزمالیا تھا کبھی وہ ان پر چڑھ کر آئے کبھی یہ انپر چڑھ کر گئے۔ دونوں نے لڑائیوں میں اپنی قوتوں اور زوروں کو تول لیا تھا۔ انکا پیشہ چرواہے ہونے کا ایسا تھا کہ اس میں خود بخود ناد انستہ سپاہیانہ چستی و چالاکی سختی کی برداشت کرنی جفاکشی عادت میں داخل ہوجاتی تھیں بھیڑوں کے گلوں کی اور اونٹوں کے قطاروں کی نگہبانی اپنی عورتوں کے سپرد کرتے تھے۔ اور جو مردان کار ہوتے تھے وہ اپنے کسی امیر کے علم کے نیچے گھوڑوں پر سوار ہو کر میدان کارزار میں تیر چلانے کو برچھی اور تلوار مارنے کو تیار رہتے تھے۔ انکو اپنی قدیمی آزادی ایسی دل پسند تھی کہ وہ اسکا وظیفہ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اور اپنی اولاد کو یاد کرایا کرتے تھے۔ یہ دونو باتیں اُن کی آزادی مدام کی کفیل تھیں اُن کی اولاد خوب سمجھے ہوئی تھی کہ ہماری اصالت اور نجابت کا ثبوت یہی ہے کہ ہم آزادی کو جو باپ دادا سے ارث میں پہونچی ہی قائم و ثابت رکھیں وہ اس لیے اپنی آزادی کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے جب کبھی غیر دشمن ان پر حملہ آور ہوتا تھا تو وہ اپنے سارے باہمی جھگڑے و فساد ٹھنڈے کر کے رکھ چھوڑتے تھے اور سب متفق ہو کر دشمن کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑتے تھے +

جب اِن کی ترکوں سے آخر معرکہ آرائیاں ہوئی ہیں تو اس میں مکّہ کے ایک کاروان کو انہی اقوام ترک نے حملہ کر کے غارت و تباہ کیا تھا جب اہلِ عرب دشمنوں سے جنگ کے لیے آگے قدم بڑھاتے تھے تو فتح و ظفر اُن کے آگے اور پیچھے بھی دست بستہ کھڑی ہوئی تھی جب دشمنوں کے آگے سے پیچھے ہٹتے تھے تو اُس کے ہاتھ سے سلامت جانے کا یقین ساتھ ہوتا تھا۔ اِن کے تعاقب میں ظفرمند دشمن کی سعی کچھ کام نہ کرتی تھی۔ اِن کی رانوں تلے وہ خوش عنان تیز رفتار گھوڑے اور اونٹ ہوتے تھے کہ آٹھ دس روز میں چار پانچ سو میل اُن کو ایسا اُڑا کر لے جاتے تھے اور ان کو ریگ سوزاں کے گوشوں میں اُتار دیتے تھے کہ دشمن ان کی گرد کو بھی نہ پہنچتا تھا اگر وہ اِن کے پیچھے جاتا تو اِدھر اِن کے پتا لگانے میں حیران رہتا اُدھر پانی کی تلاش میں پیاسا مرتا کھانے کو خاک نہ ملتا۔ یہ بھوک و پیاس پھر اس پر سفر کی درماندگی اُس کو موت کا لقمہ بنا تی اور انکو آزاد کا آزاد رہنے دیتی۔ یہ بدوں کے ہتیار اور ان کے ریگستان صرف انھیں کی آزادی کے پشت و پناہ نہ تھے بلکہ عرب شاداب یعنی ملک یمن کے دشمنوں کے لیے بھی سدراہ تھے جہاں کے باشندے زمین کی رطوبت اور آب و ہوا کے باعث سے کمزور ہو جاتے تھے اور جنگ و پیکار سے بر کنار رہتے تھے۔ اِغسطوس قیصر روم نے جب یمن پر حملہ کیا تو اس کی فوج بڑی بیماری اور درماندگی سے تباہ ہو گئی۔ صرف فوج بحری کی امداد سے اُسے فتح کیا جب آنحضرتؐ کا علم متبرک یہاں قائم ہوا تو ملک یمن سلطنت فارس کا ایک صوبہ تھا مگر پھر بھی حمیر کے خاندان کے سات شخص پہاڑوں میں حکمرانی کرتے تھے کسریٰ نے جو حاکم اپنی طرف سے یہاں خسرو کو کر کے بھیجا تھا وہ اپنے ملک بعید کو اور بد نصیب آقا کو بھول گیا تھا +

جسٹی نی ان بادشاہ روم کے عہد کے مورخوں نے ان خود مختار آزاد عربوں کے حال کو بخوبی مفصل بیان کیا ہے کہ وہ مشرقی معرکہ آرائیوں میں کہ نہایت عرصۂ دراز تک قائم رہیں کسی اپنی مصلحت سے یا خود غرضی سے یا میلانِ طبع سے کسی فریق ہو کر لڑنے والوں کے ساتھ شریک و رفیق ہو گئے تھے۔ بنی غسان کو اجازت ہو گئی تھی کہ وہ ملک شام میں خیمہ زن ہوں حیرہ کے شاہزادوں کو حکم تھا کہ وہ بابل کے ویران شدہ کھنڈروں سے جنوبی جانب میں

چالیس میل پر ایک شہر بسا لیں یہ عرب میدان جنگ میں نہایت تیزی و چالاکی و دلیری و دلاوری سے کام دیتے تھے۔ مگر اپنی دوستی نیلام کرتے تھے جس نے زیادہ قیمت دی اسی کے یار و مددگار ہوگئے ان کی وفاداری کا کچھ سر پاؤں نہ تھا۔ عداوت میں تلون تھا۔ ان خانہ بدوش قوموں کو چھیڑ کر بھڑکا دینا بہت آسان تھا۔ مگر ان سے ہتیار لینا بہت دشوار تھا۔ روزمرہ کی لڑائیوں سے وہ فارسیوں اور رومیوں کو کمزور جانتے اور حقیر و ذلیل سمجھتے تھے۔

سارسین کا خطاب

یونانی اور رومی ان اقوام عرب کو جو مکہ سے دریاے فرات تک آباد ہیں خلط ملط کر کے سارسین کا خطاب دیتے تھے۔ یہ وہ مسلمانوں کا نام ہے کہ کسی زمانہ میں عیسائیوں کے منہ سے نکلتا تھا کہ ان کے دل میں ہول نہ اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ اور عداوت و نفرت طبیعت میں نہ پیدا ہوتی تھی +

اب اس نام کی وجہ محققین نے مختلف طور پر بیان کی ہے۔ کوئی تو تمسخر کی راہ سے یہ بتاتا تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ سارہ سے مشتق ہے۔ بعض اس کو سارقیہ سے جو ایک گاؤں کا نام ہے مشتق بتلاتے ہیں بعض سارق سے مشتق کہتے ہیں بعض شرق سے اس آخر اشتقاق میں خوبی اوروں کی نسبت کچھ ہے۔ ان سب کی تردید یوں ہوتی ہے۔ کہ یہ خطاب جو اہل عرب کو دیا ہے وہ غیر قوموں نے دیا ہے جو عربی زبان سے محض نا آشنا تھیں پھر وجہ تسمیہ میں عربیت کو کیسے دخل ہو سکتا ہے۔ کوئی غیر قوم جو خطاب دیگی تو اپنی زبان میں نہ اپنے سے غیر زبان میں +

اہل عرب کی [illegible] آزادی [illegible] عادات

اگر ایک قوم کسی غیر قوم کی محکوم نہ ہو اور خود فرمانروا ہو مگر اس کو اپنے بھائیوں اور قوم کے ہاتھ سے جور و ستم اٹھانے پڑیں اور اپنے ہی بادشاہوں اور افسروں کے جور و جفا سہنے پڑیں تو اس کو اپنی آزادی پر ناز کرنا نازیبا و نامناسب ہے۔ وہ حقیقت میں آزاد نہیں ہے مگر اہل عرب اس قسم کے آزاد نہ تھے۔ بلکہ ہر فرد انکے خود سر و آزاد تھی ہر عرب تمدن و اجتماع کے فائدوں سے کسی قدر بہرہ مند ہوتا تھا۔ اور جو طبیعت بشر میں قدرتی استحقاق آزادی کے رکھے گئے ہیں۔ انکو وہ کبھی اپنے ہاتھ سے نہ دیتا تھا جو خاندان اپنی قوم پر احسان کرتا یا دولتمند ہو جاتا۔ یا دین و مذہب کا حامی ہو جاتا۔ وہ اپنے ہمسروں میں ممتاز و سرافراز ہوتا تھا۔ ایسے برگزیدہ خاندان سے امیر یا شیخ نسلاً بعد نسل منتخب ہو کر مقرر کیا جاتا۔ اہل عرب کے ہاں امارت کے عہدہ عظیم الشان ہیں قدیم

پیچیدگیاں نہیں سیدھے سادے کام اسمیں ہوتے تھے۔ اگرچہ امیر و شیخ ہونے کا قاعدہ غیر منضبط اور اوروں کی مرضی پر منحصر تھا اور اسکا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ مگر یہ ضرور تھا کہ امیر کے رشتہ دار و نسل سے کوئی نہایت لائق متین متحمل عمر رسیدہ سنجیدہ شخص ایسا منتخب ہوتا تھا کہ اُس میں یہ قابلیت ہوتی تھی کہ وہ اپنے صوابدید و رائے سے معاملات نزاع کو رفع کر دیتا تھا اور خود اپنی ذات سے وہ چال چلن رکھتا تھا کہ اوروں کو شجاعت و دلاوری کے کام کا نمونہ ہمت دہ ہوتا تھا مردانگی کی راہ میں رہنما ہوتا تھا۔ یہانتک اس قاعدہ کی پابندی تھی کہ اگر کوئی عورت جری اور عقیلہ ہوتی تھی تو وہ عہدۂ امارت پر متقدر ہوتی تھی۔ چنانچہ زنوبیہ کے باشندوں پر ایک عورت صاحب فراست اور شجاعت حکمران تھی جب کئی قبیلے عرب کے تھوڑے عرصہ کے لئے متفق ہوتے تھے تو انکا اجتماع سپاہ کی صورت دکھاتا تھا۔ اگر اس اجتماع کا زیادہ جماؤ ہوتا تو وہ ایک قوم معلوم ہوتی تھی جس امیر الامرا کے علم کے نیچے وہ جمع ہوتی تھی قوم کی نظروں میں وہ بادشاہ دکھائی دیتا تھا۔ عزت شاہانہ کا وہ مستحق سمجھا جاتا تھا۔

اہل عرب ہمیشہ امیروں اور شیخوں کی حلیمانہ و مربیانہ حکومت کے عادی تھے۔ اگر کوئی ان میں سے اپنے اختیار اور اقتدار کی حد سے بڑے قدم رکھتا تھا۔ تو اس کو تنہا بے پناہ چھوڑ کر سب بھاگ جاتے تھے۔ پھر کبھی اسکے پاس بھی نہیں پھٹکتے تھے۔ یہی سزا امیر کو اپنی حد سے باہر قدم نکالنے کی ہوجاتی تھی۔ یہاں کے لوگ آزاد منش تھی۔ کوئی احاطہ ایسا بنا ہوا نہ تھا کہ انکو گھیرے رکھتا۔ کوئی ایسی بھاری بیڑی اُن کے پاؤں میں نہ تھی کہ اُن کو بھاگنے نہ دیتی۔ صحرا کے فراخ میدان کے میدان اُن کی جولانیوں اور دوڑ کے لئے خالی پڑے تھے۔ جدھر دل میں آئی مُنہ اٹھایا چلے گئے + ملک خدا تنگ نیست پائے مرا لنگ نیست۔ ہاں جو زنجیران وارستہ مزاجوں کو پابستہ کرتی تھی۔ وہ آپس کا اخلاص باوفا و بے ریا تھا۔ ان کی آپس کی رضا و رغبت قبیلوں کو یکجا جمع کرتی تھی ورنہ کوئی اور بندش اِن کو ایک جگہ باندھ کر نہیں رکھ سکتی تھی۔

یمن کے نرم دل باشندوں نے بادشاہ کی شان و شوکت کو تسلیم کر کے غاشیہ اطاعت دوش پہ رکھا۔ اور بادشاہ کی شان کے حامی دل و جان سے ہوگئے۔ اگر بادشاہ کا ایسا حال

ہوجاتا تھا کہ محل سے باہر نکلنے میں اُس کو جان کا خوف و خطر ہوتا تھا تو سلطنت کے تمام مہمات عظیم وامورات واحکامات اہم کا اختیار وزرا و امرا و ارکین سلطنت کے ہاتھ میں آجاتا تھا۔ ایشیا میں سلطنت جمہوری نے اپنا رنگ مکہ و مدینہ میں جو ناف ایشیا میں ہیں دکھایا۔ آں حضرت کے جدِّ امجد اور اُن کے خاندان کے اکابر اپنے ملک کے کاروبار اور غیر ملکوں کے معاملات میں گو بادشاہانہ اختیار رکھتے تھے اور بادشاہ معلوم ہوتے تھے مگر اُنکی حکومت دیانت و دانائی کے زور سے تھی انکے اختیارات ذوی القُربیٰ میں وراثتاً تقسیم ہوتے تھے چنانچہ عصائے شاہی بڑوں سے چھوٹوں میں قوم قریش میں منتقل ہوگیا تھا۔

قاعدہ ہے کہ انسان اطاعت یا تو مجبوری سے اختیار کرتا ہے یا فہمایش سے جو ایسی فصاحت و بلاغت سے کی جائے کہ وہ دل وجان سے اُسکو برغبت قبول کرے۔ اہل عرب نے اُس زمانہ میں فصاحت و بلاغت میں وہ غضب کی قدرت و شہرت حاصل کی تھی کہ اُن کا ایک فصیح بیان اپنی قدرت تقریر سے ہزاروں کے دل تسخیر کرلیتا تھا۔ اور وہ اکیلا ایک جماعت کثیر سے جو کام چاہتا تھا کرالیتا تھا۔ ان کے کلام کی تاثیر عوام کی آزادی پر شہادت دیتی ہے کہ ان کے دلوں پر اثر اطاعت کا نہ ہوتا تھا بلکہ کلام کا حسن سے وہ کسی ارادہ کرنے سے رُک جاتے تھے یا اُسپر جھک جاتے تھے۔ عرب کی آزادی اور یونان اور روم کی آزادی میں بڑا فرق یہ ہے کہ عرب کی سلطنت جمہوری سیدھی سادی تھی اور یونان و روم کی سلطنت جمہوری پیچ در پیچ تھی تصنّع و تکلّف سے وہ بھری ہوئی تھی ان میں ہر رکن اختیارات ملکی و مالی کلیۃً رکھتا تھا۔ یہاں اپنی سیدھی سادی حالت میں ساری قوم عرب آزاد تھی۔ ہر شخص انہیں سے کسی آقا کی کمینہ اطاعت سے نفرت دلی رکھتا تھا۔ اِس کا سینہ شجاعت و صبر و حلم و استقلال و ہمت و جراءت کا مخزن تھا آزادی کا شوق اس کو خود بخود سکھاتا تھا کہ وہ اپنے نفس کو اپنے بس میں رکھے اور اپنے اختیار کو سنبھالے رہے۔

عرب کے نزدیک عزت کے لئے مرجانا کوئی بات نہ تھی۔ اپنے ننگ و ناموس کے لئے جان کھونے کو وہ تیار تھا۔ اور آزادی رہنے کے لئے ساری تکالیف و مصائب اُٹھانے کو گوارا کرتا تھا یہاں تک کہ مرنے کا بھی خوف ایسے موقعوں پر نہیں کرتا تھا اسکے بشرہ سے نہایت سنجیدگی علو ہمتی ٹپکتی تھی

اسکی گفتار اختصار کے ساتھ متانت و فصاحت سے آہستہ آہستہ ہوتی تھی۔ وہ کبھی اتفاق سے کسی بات پر خندہ کرتا تھا۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ وہ اپنی ڈاڑھی پر ایک ادا و انداز کے ساتھ ہاتھ پھیرتا تھا ڈاڑھی انسان کی جوانی اور مردمی کی نشانی ہے۔ ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرنے میں یہ رمز تھی کہ وہ اپنی جوانی و بزرگی کو ڈاڑھی سے بتلاتا ہے۔ اس ریش ہی کے لحاظ سے وہ اپنے ہمسروں کے ساتھ طفلانہ سفلوں کی سی بات نہیں کرتا تھا۔ وہ اپنے بزرگوں سے باتیں کرنے میں کبھی نہیں جھجکتا تھا۔ اُن کے رعب میں نہیں آتا تھا۔ زمانۂ جاہلیت کی آزادی کا اثر اسلام کی ابتدا میں قائم رہا خلفائے اولیں نے اپنی رعایا کو بیباکانہ گفتگو سے نہیں روکا۔ ان کے ساتھ وہ اس طرح باتیں کرتے تھے جیسے کہ آپس میں متعارف دوست بے تکلف باتیں کیا کرتے ہیں وہ دینی امور کی ہدایت کرتے تھے۔ کوئی غرور و شان شاہانہ اپنی رعایا کو نہیں دکھاتے تھے ہاں جب اسلام کا دار السلطنت دریائے دجلہ کے کنارہ پر بغداد میں مستقل ہوا تو خلفائے عباسیہ نے ایران اور روم کے بادشاہوں کی تقلید کرکے اپنے دربار کی شان و شوکت کو ایسا بنایا کہ جس سے بادشاہ کی نخوت عیاں ہو ورنہ پہلے خلفائے کو ان باتوں کی طرف ذرا بھی خیال نہ تھا +

اقوام اور انسانوں کے حالات پر غور و خوض کرنے سے ہمکو وہ وجوہ اور اسباب معلوم ہو سکتے ہیں جن سے کہ ان میں نفاق و وفاق پیدا ہوتا ہے اور موانست انسانی میں کمی و بیشی ہوتی ہے اور معاشرت بدلتی رہتی ہے۔ اہل عرب اور انسانوں سے الگ تھلگ رہتے تھے غیروں کے ساتھ نہ پیوند رکھتے تھے نہ رشتہ اس سبب سے یہ امر اُن کی عادت میں داخل ہوگیا کہ وہ دشمن اور اجنبی آدمی میں تمیز نہیں کرتے تھے۔ ان دونوں کے دیکھنے سے ان کے دل میں تصور ایسے پیدا ہوتے تھے جو آپس میں ملتبس ہوتے تھے انھوں نے اپنی لوٹ مار اور غارتگری کے مباح ہونے کے لئے ایک مسئلہ مذہبی بنا رکھا تھا جس پر عمل اور عقیدہ ان کا چلا جاتا تھا کہ وہ حضرت اسماعیل کے گھر سے اپنی ماں ہاجرہ سمیت اپنی سوتیلی ماں حضرت سارہ کے رشک و حسد کے سبب سے نکالے گئے تو ان کو خدا تعالیٰ نے یہ ملک عرب کہ ایک وادی غیر ذی زرع ہے عنایت کیا اور اجازت دی کہ جو کچھ اس سے حاصل ہو سکے حاصل کرو پس اپنے تئیں اس کم پیداوار کی زمین ملنے کو اور اولاد حضرت اسحاقؑ اور اپنے نوع انسان کو

زیادہ پیداوار کی زمین ملنے کو یہ سمجھتے تھے کہ ہم ناحق اپنی ارث سے محروم کئے گئے ہیں اس لئے ہم جو
اولاد اسحاق یا اور غیروں کو لوٹتے ہیں تو اپنی وراثت کا حصہ لیتے ہیں کچھ دغا بازی اور سینہ زوری
نہیں کرتے ہیں اسی وجہ سے وہ اپنی چوری کا نام چوری نہیں رکھتے تھے بلکہ اس کو تحصیل ملکی کہتے
تھے جب کوئی عرب کسی آدمی کو لوٹتا تھا تو یہ نہیں کہتا تھا کہ میں نے آج یہ لوٹا بلکہ یہ کہے گا کہ میں نے
یہ نفع کمایا۔ یہی سبب ہے کہ وہ غیروں کے لوٹنے میں دست درازی کرتے تھے۔ مگر انکے خود سارے
خیمے اور گھر کھلے پڑے رہتے تھے وہ کبھی آپس میں ایک دوسرے کی چیز نہیں چرلتے تھے +

اہل عرب کو جیسے تجارت کی عادت تھی ایسے ہی چوری و غارتگری کی طرف رغبت تھی۔
ریگستان میں جو کارواں جاتے تھے جب تک وہ فدیہ نہ دیتے تھے بدوؤں کے ہاتھ سے بچتے نہ تھے
وہ اُن کو لوٹ لیتے تھے حضرت ایوبؑ کے زمانہ سے اہل عرب کے ہمسایہ ہمیشہ اُن کی غارتگری کے شکار
رہے۔ اگر بدو دور سے دیکھتا تھا کہ مسافر اکیلا چلا آتا ہے تو وہ اُس پر لپک کر جھپٹتا تھا اور اُس کو
ڈانٹ کر کہتا تھا کہ کپڑے اُتار کر رکھدے کہ تیری چچی (یعنی اُس کی زوجہ) ننگی بیٹھی ہے۔ اگر مسافر نے
چپ چاپ کان دبا کر کپڑے اتار کر رکھ دیئے تو خیر گذری پھر اُس شفقت و مہربانی کی نظر سے اُدیکھا
اگر مسافر نے اُس کے کہنے کو نہ سُنا کہ کیا کہتا ہے بلکہ برسر مقابلہ ہوا تو پھر یہاں کیا تھا سینہ میں شعلۂ
غضب نے آگ لگادی اور اپنی حفاظت نفس کے لئے مشروع طور پر اپنے خون کا کفارہ اس بیچارہ
مسافر کی خونریزی کو سمجھنے لگا ایک چور یا دو چار ملکر چوری کریں تو وہ چوروں کے نام سے بدنام
ہوتے تھے لیکن اگر گروہوں کا مجمع چوری کرے تو وہ جائز سمجھا جاتا تھا اور اس کا نام معزز و مشروع
محاربہ رکھا جاتا تھا۔ پس جن آدمیوں کے طبایع یوں نوع بشر کی مخالفت پر کمربستہ ہوں ان میں چند و
اشتعال اس سے پیدا ہوجاتی ہے کہ انتقام و قتل و غارتگری کی اجازت انکی اپنی قوم کی طرف سے تھی۔ فرنگستان کے
نظم و نسق میں صلح و جنگ کا استحقاق صرف چند معزز فرمانروایوں پر محصور ہوتا ہے اور اس استحقاق کے
موافق عمل کرنیکا اختیار نفس الامر میں وہ بھی کمتر فرمانرواؤں پر محصور ہوتا ہے۔ مگر ملک عرب میں ہر عرب فرمانروا تھا
جسکی خطا کی کوئی پرسش نہ تھی اپنے ہموطن کو چاہے جلا کر مار ڈالے اور اپنے تئیں اس کام میں بے گناہ
اور نیک نام اور جانے اتفاق قومی ان میں فقط زبان اور اطوار میں ایک پریشان طور پر تھا۔ ہر فرقہ میں

ایک رئیس برائے نام حکومت رکھتا تھا۔ اس کو بہت اختیار اور اقتدار نہیں حاصل ہوتا تھا۔ جب
معاملات ملکی میں نفاق پیدا ہوجاتا تھا۔ تو آپس میں سخت عداوت ہوجاتی تھی۔ جو جھگڑے و فساد
جنگ کر مٹ بھی جاتے تھے انکا نظم و نثر میں پڑھا جانا متخاصمین کی اولاد کے مابین کینہ و انتقام
کی بجھی ہوئی آگ کو سلگا دیتا تھا۔ ہر شخص اپنے امورات خانگی میں اور ہر ایک خاندان اپنے معاملات
کے فیصلہ کرنے میں منصف یا مستقل ہوتا تھا۔ ہر فرد کو اپنے ننگ و ناموس کا ایسا نازک خیال ہوتا
تھا کہ وہ اپنے ہتک کو گوارا نہ کرسکتا تھا کہ اپنے بھاری نقصان کو اسکا پاسنگ بھی نہیں سمجھتا
تھا۔ عرب کے فسادوں میں یہ عزت کا خیال ایسا زہر اگلا کرتا تھا۔ ان کے عیش کو تلخ بنا دیتا
تھا۔ اگر ان کی عورتوں یا ڈاڑھی کی نسبت کوئی گستاخی کا کلمہ کسی کی زبان سے ذرا سا بھی
نکل گیا تو وہ بہت چڑ جاتے تھے۔ اگر ایک نے دوسرے کی نسبت تحقیر کا لفظ کہدیا یا اور کوئی
حرکت بیہودہ اسکے ساتھ کر بیٹھا تو اس کا عوض و انتقام تلوار سے ہی لیا جاتا تھا۔ وہ اپنے
انتقام لینے میں استقلال اس صبر کے ساتھ کرتے تھے کہ مہینوں اور برسوں کمین لگائے انتظار
میں بیٹھے رہتے تھے کہ کب موقع ہاتھ آئے کہ انتقام لیکر اپنے دل کو ٹھنڈا کریں۔ ہر زمانہ میں
وحشیوں میں یہ قاعدہ رہا ہے کہ قتل کے بدلے میں خونبہا تاوان لے لیتے تھے۔ عرب میں یہ
دستور تھا کہ مقتول کے وارث یا دیت لیں یا اپنے ہاتھ سے قاتل سے قصاص لیں اس کے سوا
ایک عجیب صفائی ان کے کینہ میں تھی کہ وہ قاتل کے سر لینے سے انکار کرتے تھے اور اس کے عوض میں
یہ چاہتے تھے کہ قاتل جس قبیلہ کا ہو اس کے سب سے بڑے سردار کا سر اڑائیں تو ہماری ناموری ہے
کہ اپنے ادنیٰ آدمی کے عوض ہر دشمن کے اعلیٰ افسر کا سر اڑایا غرض وہ مجرم کے عوض ایک گروہ
کا خون سر پر لیتے تھے [illegible]

[illegible] کے درپے ہوا۔ اس طرح دو آدمیوں [illegible] کسی
شخص کا خون ہوجانا ایک ایسا قرض تھا کہ جسکی اصل و سود ہمیشہ جمع ہی ہوا کرتے تھے اور کبھی ادا
نہ ہوتے تھے۔ طرفین کے دلوں میں روز بروز کینہ و پرخاش بڑھتا جاتا تھا۔ دونوں کی زندگی خوف
و خطر میں بسر ہوتی تھی بعض اوقات نصف صدی گزر جاتی تھی کہ اس انتقام کا حساب کتاب

بیباق نہ ہوتا تھا +

بعض مسائل اور قوانین عزت کے باب میں اُنکے ہان ایسے تھے کہ ایسے خونخوار نیتوں میں بھی جو رحم و عفو سے معرا تھیں اعتدال پیدا کر دیتے تھے اِن مسائل کا منشا جو شائستہ تھا یہ ہوتا تھا کہ ہر خانہ جنگی میں طرفین عمر میں قوت میں تعداد میں ہتیاروں میں درجہ مساوات رکھیں اِس لیئے ہر سال میں دو یا چار مہینے ایسے مقرر رکھے تھے کہ اُنکے اندر قتل ممنوع تھا کہ نہ آپس میں لڑنے کے لیئے نہ غیروں سے جنگ کرنے کے واسطے تلواریں میان سے باہر کرنی چاہیئیں پس تھوڑے دنوں تک جنگ و پیکار سے باز رہنا اُن کی جنگ و جدل کی عادتوں اور ملک کی بدنظمیوں کو خوب عیاں کرتا ہے +

کوئی روایت کرتا ہے کہ اس زمانہ میں سترہ سو لڑائیاں ہوئیں کوئی بارہ سو بتلاتا ہے۔ ان بے باک اور بے قید عربوں کی معرکہ آرائیاں و خونریزیاں بڑی مشہور ہیں۔ اِن میں سے دو ہم نقل کرتے ہیں۔ ایک حرب بسوس دوسری حرب داحس۔ حرب بسوس بنی بکر اور بنی تغلب کے درمیان ہوئی اسکا سبب یہ تھا کہ کلیب ایک بڑا مشہور امیر عرب تھا۔ اُسنے حکم دے رکھا تھا کہ میرے چراگاہ میں کوئی اونٹ نہ چرنے پائے۔ ایک شخص قوم جرم کا حساس کی پھوپھی بسوس نامی کے پاس اُترا تھا اسکے ناقہ کا نام سراب تھا وہ چرتے ہوئے کلیب کی چراگاہ میں چلی گئے کلیب نے اُس پر تیر چلائے اور پھر اس کے تھن کاٹ لیے۔ یہ اونٹنی لہو لہان اپنے مالک کے پاس بڑبڑاتی ہوئی آئی بسوس نے اس کو لہو میں لتھڑا ہوا دیکھا وہ اُسکو پیار کرنے لگی اور کہنے لگی کہ ہائے افسوس کیا میرے مہمان کو تکلیف ہوئی۔ حساس نے جو اپنی پھوپھی کو غمگین پایا تو تمام قوم کو جمع کرکے کلیب کو جا گھیرا وہ اپنے احاطہ میں پھر رہا تھا کہ حساس نے اِس کے ایک نیزہ ایسا مارا کہ وہ مر گیا بس اتنی بات پر آتش جنگ برسوں تک مشتعل رہی جس کے شراروں میں ستر ہزار جانیں خاکستر ہو گئیں جالی

وہ بکر و تغلب کی باہم لڑائی	صدی جسمیں آدھی اُنہوں نے گنوائی	
قبیلوں کی کردی تھی جسنے صفائی	تھی اک آگ ہر سوں عرب میں لگائی	
نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ	کرشمہ اِک اُنکی جہالت کا تھا وہ	

جنگ داحس کا حال یہ ہے کہ عرب کا امیر قیس تھا اِس کے پاس دو گھوڑے داحس و غبرا نامی تھے

عرب کی جنگ و جدل کی عادات

زمانہ جاہلیت کی لڑائیاں

حذیفہ بن بدر کے گھوڑوں کے ساتھ دوڑ ہوئی دو دو سو چھوہروں کی شرط بدی گئی حذیفہ نے پہلے سے ایک آدمی اِن گھوڑوں کی راہ میں بٹھا دیا تھا اور اس سے کہدیا تھا کہ اگر قیس کا گھوڑا داحس کے آگے نکل جائے تو اس کو روک دینا۔ اس نے روکا مگر وہ نہ رُکا تو اس نے ایک ضرب شدید اس کی تھوتھنی میں لگائی جس سے وہ رُک گیا۔ مگر دوسرا گھوڑا غبرا نہ رُکا اور حذیفہ کے گھوڑوں سے آگے نکل گیا۔ قیس بازی جیت گیا مگر حذیفہ اس پر حجت کرنے لگا اور کہنے لگا کہ دوبارہ پھر گھوڑوں کو دوڑاؤ۔ اس بات پر بنی قیس بنی بدر میں کینہ پیدا ہوا۔ چالیس برس تک خونریزی کا ہنگامہ برپا رہا۔ قبیلے کے قبیلے کٹ گئے۔ ہزارہا تن بے سر ہو گئے یہ جنگ ضرب المثل ہے غرض ایسے ہی لڑائیاں ہوا کرتی تھیں + مسدس حالی

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا	کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا	
لبِ جو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا	کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا	
یونہیں روز ہوتی تھی تکرار اُنمیں	یونہیں چلتی رہتی تھی تلوار اُنمیں	

گو اہلِ عرب لوٹ مار میں نہایت سخت۔ اور آپس میں انتقام لینے میں درشت تھے مگر تجارت اور علم ادب کی ملائم تاثیروں نے ان کی درشتی اور سختی میں اعتدال پیدا کر دیا تھا۔ ملک عرب ایک جزیرہ نما ہے۔ اسکے گرد قدیم زمانہ کی نہایت مہذب قومیں آباد تھیں تاجر انسان کا خیرخواہ ہمیشہ سے چلا آتا ہے چنانچہ اِن مہذب قوموں کے کارواں ہر سال وہاں جاتے تھے۔ اور علم اور اخلاق کے بیج عرب کے شہروں میں کیا بلکہ بیابان کے خیموں میں بوئے جاتے تھے اہل عرب کا نسب خواہ کچھ ہی ہو مگر ان کی ابتدائی زبان کا درخت عبرانی۔ شامی۔ خالدیہ کے زبانوں کی گٹھلی سے پیدا ہوا ہے اگرچہ عرب کی طبیعت کی آزادی اور خودسری نے ایک ہی زبان کے قواعد کا پابند نہیں رکھا۔ ان کے قبیلوں کی زبانوں میں کچھ نہ کچھ فرق رہا۔ مگر ہر ایک قوم اپنی گفتار خاص کے بعد مکہ کے خالص اور فصیح زبان کو ترجیح دیتی تھی عرب میں اور نیز یونان میں فصاحت زبان کا کمال بہ نسبت اطوار کی تہذیب و شائستگی کے بہت بڑھا ہوا تھا۔ ایک ذی علم قوم کے فقط حافظہ میں وہ بڑی کتاب لغت کی ودیعت تھی جسکے اندر شہد کے اسی مختلف نام۔ سانپ کے دو سو۔ شیر کے پانسو۔ تلوار کے ہزار نام تھے

اہل عرب کی زبان نہایت شستہ اور فصیح تھی

یمن میں حمیر کا خاندان سلطنت کرتا تھا۔ اُنکی عمارتوں میں کتابی خط سند میں کندہ ہوئے ہیں مگر یہ خط ایسا متروک الاستعمال ہوگیا ہی کہ اب اس کو کوئی نہیں پڑہ سکتا۔ مگر خط کوفی جس سے خط نسخ نکلا ہے دریائے فرات کے کنارہ پر ایجاد ہوا تھا اور اِس نو ایجاد خط کی تعلیم ایک شخص نے اہلِ مکہ کو کی تھی اہلِ عرب کو فصاحت کلام کی استعداد خدادا د تھی۔ وہ صرف و نحو عروض قوافی۔ بدیع بیان معانی کے علوم سے محض ناآشنا تھے۔ فصاحت اِن کا جوہر ذاتی تھا کہ اشراف خاندانوں کے بچے لطیف زبان طوطی ہزار داستان کی طرح اپنے ساتھ لیکر پیدا ہوتے تھے۔ فکر سخن میں طبیعت انکی نہایت رسا اور صائب خیالات میں وسعت فہم مستحکم۔ ذہن نکتہ سنج۔ اِن کے کلام میں وہ تاثیر تھی کہ جب وہ اپنی رجز خوانی پر آتے تو ہزاروں سامعین کے دلوں کو اپنے بس میں کر لیتے تھے۔ جدہر چاہتے تھے پھیر لیتے تھے۔ وہ اپنی فصاحت سے شجاعت کو جوش و خروش میں لاتے کہ مخالفوں کے جی چھوٹ جاتے جب اپنے کُشتوں کی لاش پر نوحہ کرتے تو سُننے والوں کے آنسو نکل پڑتے۔ وہ علم الانساب علم الانوار علم التواریخ علم تعبیر رویا سیکھتے تھے +

جب کوئی شاعر ہونہار اپنی قابلیت کو دکھاتا تو اِس کی خود قوم اور اقوام ستائش میں اسکی سرگرم ہوتیں کہ دور دور اُس کی شہرت ہو جاتی۔ اُسکی دعوت کا سامان کیا جاتا تھا جسمیں عورتیں ڈہولک بجاتیں اور بڑی دہوم دہام مچاتیں اور اپنے آوازوں کے سُروں کو ملا کر اپنے بیٹوں اور خاوندوں کے سامنے یہ گاتیں کہ ہماری قوم کیا خوش اقبال ہی کہ اِس میں یہ ایک نوجوان بہادر پیدا ہوا ہی جو ہمارے تمام حقوق کی حمایت کریگا اور ہمارا نقیب ہی کہ اپنی آواز سے ہماری نیک نامی کا آوازہ بلند کریگا اور ہمارے نام کو شہرت عام اور بقاء دوام بخشیگا۔ عکاظ جبل عرفات کے پیچھے مکہ کے پاس ایک مقام تھا جسمیں میلا ہر سال ہوا کرتا تھا جسمیں دُور دُور کے لوگ اس میں آتے تھے۔ اور اُن اقوام کے آدمی بھی آتے تھے جو آپس میں دشمنی رکھتے تھے۔ یہ میلا گویا ایک اجتماع قومی تھا جس سے اِن وحشی قوموں میں موافقت پیدا ہوتی تھی اور تہذیب پھیلتی تھی۔ وحشی صحرائیوں میں اس میل جُول سے انسانیت آتی تھی تیس روز تک یہ میلا رہتا تھا۔ اِس میں فقط ہزاروں کا لین دین اور گھوڑوں ہی کا مبادلہ نہیں ہوتا تھا بلکہ زیادہ تر فصاحت و شاعری کا بازار گرم ہوتا تھا

اس بازار میں تمام اسبابوں میں جوہر سخن کے برابر کوئی چیز قیمت نہیں رکھتی تھی۔ صرافان جوہر سخن آکر جمع ہوتے تھے۔ سخن کے کھوٹے کھرے کو پرکھتے تھے۔ ایک میدان میں سب جمع ہو کر خوش اسلوبی کے ساتھ بیٹھ جاتے تھے۔ ایک شاعر کھڑا ہوتا تھا اور اپنے شعر زبر پڑھتا تھا۔ شاعر اپنی طبع آزمائیاں کرتے تھے۔ ایک دوسرے پر سبقت لیجانے میں سعی کرتے تھے اپنی برتری کی دلیلیں پیش کرتے تھے اسپر جھگڑا کرنے کو بھی تیار ہوتے تھے۔ پس جو کوئی اس میدان میں سبقت لیجاتا اس کی تحسین و آفریں کا آوازہ بلند ہوجاتا۔ اس کے قصائد یا عبارت نثر صاحب امارت اور شاہزادے امیرزادے تبرک کی طرح لے جاتے تھے۔ اونٹوں و بکریوں کی جھلیوں پہ ابریشمی کپڑوں پر سنہری حرفوں میں لکھکر کعبہ کی دیواروں پر آویزاں کرتے تھے ان کو مذہبہ یا معلقہ کہتے تھے۔ چنانچہ سبعہ معلقہ ان میں سے ابتک موجود ہیں۔ افسوس ہے کہ سوائے ان سات قصیدے کے کوئی اور معلقہ باقی نہیں رہا۔ ان اشعار میں شجاعت۔ دل کی امنگیں۔ خونریزی۔ شرافت نسب۔ رفاقت یا وفا۔ سخاوت۔ فرحت مقام دریاؤں کی روانی۔ جنگلوں کی ویرانی۔ پہاڑوں کی وحشتناکی جنگلوں کی سرسبزی حیوانات کی خوبی۔ اونٹ گھوڑوں کی تعریف۔ عشق معشوق کی تعریف۔ ہجر کی اداسی۔ وصل کی مسرت اور اس قسم کے مضامین ہوا کرتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ شاعر اخلاق کے معلم اور اپنے زمانہ کے مورخ تھے وہ عرب کی خوبیوں اور نیکیوں کا اعزاز دلوں میں دلنشین کرتے تھے۔

سخاوت و شجاعت میں ایسا پیوند ہے کہ وہ ٹوٹ نہیں سکتا۔ اس [illegible] اشعار کا مدار تھا۔ سب سے زیادہ یہی مضمون دل پسند تھا۔ سخا[illegible] [illegible]ی۔ بہادری شجاعت سے ان کا اشعار [illegible] [illegible]ین سے معرا ہی۔ جب وہ کسی مبتذل قوم کی ہجو کرتے [illegible] بھی کہتے تھے کہ مردوں کو دیا اور عورتوں کو [illegible] ان نوال[illegible] کے خیموں میں نظر آتا تھا [illegible] ہوتا اگر[illegible]ت اس کی بات پر [illegible] ساتھ اس کی تعظیم و [illegible] وہ بقدر اسکی حاجت کے

اپنے گھر میں رکھتا تھا پھر اس کا شکریہ ادا کرتا تھا دعائیں دیکر رخصت کرتا تھا کبھی اس کے ساتھ کوئی عطیہ بھی کر دیتا تھا سخاوت ان میں ایسی تھی کہ محتاج بھائیوں اور دوستوں کے ساتھ وہ دست و دل کشادہ رکھتے تھے +

شجاعت کا حال یہ تھا کہ اس کے ساتھ کوئی شرط حزم و احتیاط و تجربہ کی نہیں لگاتے تھے کہ جس سے اس کا احاطہ تنگ ہو جائے۔ ان کے بہادرانہ کام مدح و ستائش عام کے قابل جب ہی شمار ہوتے تھے کہ وہ اس تنگ احاطہ سے باہر ہوتے تھے۔ اہل عرب کی ساری خوبیوں کا حال اگر کوئی دیکھنا چاہے تو وہ حاتم طائی کے فضائل میں دیکھ لے۔ اس سخی کا نام ایسا ہے کہ اسکو جاہل سے لیکر عالم تک ہندوستان کے سب جانتے ہیں وہ قبیلہ بنی طے کا سردار تھا۔ وہ اہل عرب کی تمام نیکیوں کا آئینہ تھا جوانمرد بہادر۔ فیاض دریا دل۔ شاعر فصیح بیان۔ جنگ و پیکار میں کامگار و کامران مہمان نواز ایسا کہ چالیس اونٹ جسکے ہاں دعوت میں قربان ہوتے تھے۔ ایک دفعہ اس نے اپنے جانی دشمن کی منت سماجت کرنے پر تمام مال و متاع و قیدی و غلام اس کے واپس کر دئیے۔ سنہ ھ میں اس نے وفات پائی عرب کی آزادی کا اقتضا قوانین عدالت کی پابندی سے ان کو نفرت دلاتا تھا۔ ان میں سخاوت۔ شجاعت۔ رحم۔ تھا۔ اس سے وہ مستفید ہوتے تھے اسی کو وہ اپنا فخر سمجھتے تھے۔ قوانین و آئین کی پابندی سے جو خوبیاں پیدا ہوتی ہیں وہ ان کے

[illegible] بدوں کے [illegible] لغت فصیح [illegible] نسب صحیح حسب شریف۔ انکی زبان سے کلام ایسا روان نکلتا [illegible] اور آب شیریں سے زیادہ لطف [illegible] [illegible] معشوق کے لئے مرتے [illegible] اپنا تابع بنائے [illegible] تکلیف نہیں سمجھے [illegible] شریفوں کو ذلیل [illegible]

عرب کی قدیمی بت پرستی

اہل عرب جو اجرام فلکی یعنی چاند سورج ستاروں کی پرستش کرتے تھے وہ صابئین کہلاتے تھے۔ عبرانی زبان میں صابئ کے معنی ستارے کے ہیں یہ اجرام فلکی کی پرستش انسان کے توہمی مذہب کا اختراع اول ہے۔ یہ مذہب اور مذاہب باطلہ میں زیادہ خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ ان اجرام فلکی کا نور جو سارے زمین اور آسمان پر چمکتا ہے۔ وہ ذات الٰہی کے نور کی تصویر آنکھوں کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ انکی تعداد اور ابعاد سلیم و جاہل دونو کی نظر میں انکی وسعت غیر متناہی کا تصور باندھ دیتی ہیں۔ ان نورانی مجسم کروں میں کبھی زوال و تنزل کے آثار نمایاں نہیں ہوتے اس لیے ان کا ازلی و ابدی ہونا ان کی ذات ہی سے خود عیاں ہوتا ہے۔ اُن کی حرکتیں ایسے انضباط و قواعد کے ساتھ ہوتی ہیں کہ ان میں حرکت آزادی اور عقل [illegible] انی و حیوانی کے موجود ہونے کا خیال دل میں پیدا ہوتا ہے۔ تاثیرات کواکب خواہ وہ خیالی ہوں یا اصلی ہوں اعتقاد باطل کی تقویت اس امر میں کرتی ہیں کہ وہ زمین کے باشندوں کی خبر گیری اور اُن کے کاموں کا انتظام و انصرام کرتی ہیں۔ علم ہیئات کی بنا بابل میں پڑی۔ مگر اہل عرب کی اُستادی اس علم میں ان کے صفائی مطلع آسمانی اور بیابانوں کی لق و دق سنسانی کی پیدا کی۔ ان کے راتوں کے سفروں میں یہ ستارے ہی رہنمائی کرتے تھے۔ بدوؤں کو ان کے نام اور ترتیب اور منازل معلوم تھے اور اُن کا تفحص و تجسس ان کی عادت میں داخل تھا۔ انھوں نے اپنے تجربہ و مشاہدہ سے دور قمر کو اٹھائیس منازل میں تقسیم کیا تھا اور ان ستاروں کے اقترانوں کو نہایت سعد سمجھتے تھے کہ جن میں بارش ہوتی تھی اور ان کی خشک لب زمین کی پیاس بجھتی تھی۔ یہ تاثیرات اجرام فلکی تو جسمانی تھیں وہ صرف مادیات میں محسوس ہوتی تھیں۔ یہ ستارہ پرست انواء منازل اور ستاروں اور منجمین کا بہت اعتقاد رکھتے تھے سب کام انکے انواء پر مقرر تھے وہ کوئی حرکت و جنبش ہی نہ کرتے جب تک وہ موافق نوء کے نہ ہوتی اور کہا کرتے تھے کہ ابکی دفعہ فلانی نوء کے سبب سے ہمارے ملک میں مینہ برسا +

اگر مذہب میں [illegible] انی مسائل کی بھی ضرورت تھی سو وہ تناسخ ارواح اور حشرات اجسام کے قائل تھے مردہ کی قبر [illegible] مردے کے لیے باندھ دیتے تھے کہ وہ دوسرے جنم میں اس کی خدمت کرے مردوں [illegible] کی حاضرات لی جاتی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بقائے روح کے مرنے کے بعد قائل تھے

اور یہ سمجھتے تھے کہ اسکو علم ہوتا ہے اور وہ قدرت رکھتی ہے +

بالتفصیل یہ بتلانا نہایت مشکل کام ہے کہ ان کے دیوتا کون کونسے تھے اور کن کن مقاموں سے مختص تھے کون کونسے کواکب کی وہ پرستش کرتے تھے۔ عناصر کی عبادت کیونکر کرتے تھے ان کی تذکیر و تانیث کو کیونکر مانتے تھے یعنی کیونکر دیوتا اور دیبی مقرر کرتے تھے۔ ان کے کیا خطاب و القاب تھے۔ کیا کیا انکے صفات بیان کئے جاتے تھے +

ان میں سے چند مشہور باتیں لکھتے ہیں کہ اہل عرب میں ہر فرقہ و قبیلہ اور خود مختار جنگ باز اپنی رسوم عبادت اور من مانے معبود کو جب چاہتا بدل ڈالتا تھا۔ مگر ہاں کل قوم کا اس میں اتفاق تھا کہ مکہ تیرتھ کی جگہ مانے اسکو کبھی نہیں بدلا۔ اس کے بتوں کے آگے ہمیشہ سر جھکایا۔ اور وہاں کی زبان کی عظمت کا اعتقاد رکھا۔ ملل و نحل میں شہرستانی لکھتا ہے کہ زمانہ جاہلیہ میں اہل عرب کے کئی فرقے تھے ایک فریق خدا تعالیٰ کا بالکل منکر تھا اسکا یہ مقولہ تھا کہ ہر ایک شی اپنی طبیعت سے زندہ ہو جاتی ہے اور پھر زمانہ اسکو مار ڈالتا ہے اور پھر وہ زندہ نہیں ہوتی۔ دوسرا فریق خالق کا اقرار کرتا تھا مگر مر کر پھر زندہ ہونے سے انکار کرتا تھا۔ ایک فریق بتوں کو پوجتا تھا اور ہر قبیلہ کے ساتھ ایک بت مخصوص تھا۔ اور وہ ایک جگہ قائم تھا۔ ہبل سب بتوں میں معزز و معظم بت تھا وہ کعبہ میں تھا۔ اور آساف و نائلہ صفا و المروہ میں لات قبیلہ ثقیف کا طائف میں قریش کا اور بنی کنانہ کا بت عزیٰ تھا۔ اوس اور خزرج کا منات۔ بعض فرشتوں کو سجدہ کرتے تھے اور بعض جنوں کو پوجتے تھے۔

کعبہ کی قدامت میں کسیکو کلام نہیں اسکا ذکر حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ سے پیشتر کی تاریخوں میں موجود ہے۔ ایک بڑا قدیم یونانی مورخ بحر احمر کے ساحل کے ذکر میں لکھتا ہے کہ ثمود و صابئین کے درمیان ایک مشہور معبد ہے جسکو سب اہل عرب مقدس سمجھتے ہیں اول ہی اول حمیر کے ایک دیندار بادشاہ نے جو سات برس پہلے آنحضرتؐ سے تھا کتان یا ریشم کا پردہ کعبہ پر چڑھایا تھا جس کی نقل اب تک سلطان روم کرتا ہے کہ خانہ کعبہ کے پردہ کو ہر سال بدلتا رہتا ہے۔ وحشیوں کی پرستش کے لئے تو ایک خیمہ یا غار کو وہ کافی تھا۔ مگر کعبہ انکے واسطے پتھر اور چکنی مٹی کی عمارت بنگئی تھی اس عمارت کی اصلی سادگی اب تک موجود ہے۔ اس میں مشرقی بادشاہوں نے اپنے اقتدار ا

ہنر مندی کو زیادہ بنا لیا - کعبہ کے چاروں کونوں پر ایک ایوان تہا - اس میں خانہ کعبہ مربع ۴۴ ہاتھ لمبا - اور ۳۳ ہاتھ چوڑا - اور ۲۷ ہاتھ بلند تھا - ایک دروازہ اور ایک کھڑکی روشنی کے واسطے تھی - دوہری چھت تین ستونوں پر قائم تھی - اسمیں ایک پرنالہ مینہہ کے واسطے پانی کے نکالنے کے لئے تھا چاہ زمزم پر ایک برج بنا ہوا تھا کہ اس میں کوئی ناپاک چیز اوپر سے نہ آن پڑے قریش کا قبیلہ قدیم سے مکہ میں رہتا تھا - اور معزز شمار ہوتا تھا - اس کے لوگ مکہ کی آبادی بہبودی میں کوشش کرتے تھے - تجارت کا انتظام کرتے تھے - بنی ہاشم کا خاندان بڑا نامی اور بزرگ تھا وہ کعبہ کا متولی تھا - ہر سال کے آخر مہینہ میں وہاں لوگ حج (حج کے معنی قصد کے ہیں اور سال کے بھی ہیں اسواسطے خواہ اس خیال سے کہ وہاں آنے سے قصد عبادت کا ہوتا تھا یا سال بسال وہاں مجمع ہوتا تھا اس سفر کا نام حج ہو گیا تھا) کو آتے تھے - مناسک و مراسم حج جو اس زمانہ جاہلیت میں تھی وہ اسلام کے زمانہ تک بھی قائم رہے - ہر ایک قبیلے نے اپنا اپنا بت جدا خانہ کعبہ میں رکھا تھا اسلئے خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے جسمیں بعض آدمیوں کے بعض ہما کے بعض شیر کے اور بعض ہرن وغیرہ شکل کے تھے ان سب میں ہبل ممتاز تھا سرخ پتھر کا وہ بنا ہوا تھا وہ اہل شام کی صنعت کی یادگار تھی وحشیانہ زمانہ میں اہل عرب ایک کھڑا پتھر عبادت کے واسطے رکھ لیتے تھے یا کسی چٹان میں بتوں اور قربان گاہ کو بنا لیتے تھے +

دنیا میں جاپان سے لیکر پیرو تک قربانیوں کا عام رواج ہے - قربانی کرنیوالے اپنے دیوتاؤں کی پرستش اور بندگی اس میں سمجھتے ہیں کہ جو چیز ہم کو سب سے زیادہ عزیز ہو اس کو ذبح کر کے قربان کر ڈالیں سب سے زیادہ عزیز انسان کو اپنی جان ہے وہ بھی ان پر قربان کرنی بڑی ہی عبادت سمجھی جاتی ہے بعض بتخانے ایسے ہیں کہ ان پر انسانوں کی قربانیاں ہوتی ہیں - یہ رسم عرب میں بھی بہت مدت تک جاری رہی کہ ایک لڑکے کی قربانی کعبہ میں بتوں پر چڑہائی جاتی تھی - باپ اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لئے ہاتھ پکڑ کر بتخانہ میں لیجاتا عجب نہیں جوش اور دیوانگی کی مثال ہے یہ کام وہی کرتے تھے کہ بڑے بہادر اور جری و مقدس و متبرک ہوتے تھے چنانچہ آنحضرت صلعم کے دادا نے بھی یہ نیت مانی تھی کہ میں اپنے بیٹے کو قربان کرونگا - مگر جب آنحضرت صلعم کے والد پیدا ہوئے تو

انھوں نے اس قربانی کے عوض کفارہ میں اونٹ دئے۔ زمانہ جاہلیت میں اہلِ عرب کو بھی مثل یہود
سور کے گوشت کھانے سے پرہیز تھا۔ اولاد کا ختنہ بھی وہ کراتے تھے۔ ماں بیٹی سے نکاح
نہیں کرتے تھے اور سگی بہنوں سے بیاہ کرنے کو برا جانتے تھے۔ جو شخص اپنے باپ کی بیوی سے نکاح
کر لیتا تھا اسکو بہت ہی برا جانتے تھے۔ افلاس کے سبب سے رسم دختر کشی رائج تھی۔

عرب میں صابئین

عرب آزاد ملک تھا ہمسایہ کی سلطنتوں میں فتوحات اور ظلم کے سبب سے ہل چل پڑتی تھی تو
ستم رسیدہ اور جفا دیدہ لوگ یہاں چلے آتے تھے جہاں جانتے تھے کہ جو ہم چاہیں گے اپنے خیالات
رکھیں گے اور جو اپنا پیشہ ہے وہ کرینگے۔ صابئین۔ یہودیوں۔ عیسائیوں۔ مجوسیوں کا مذہب
بالکل خلیج فارس سے بحر احمر تک خارج ہو چکا تھا۔ بہت قدیم زمانہ میں صابئین کا مذہب خلدیہ والوں
کے نجومیوں کے علم سے اور عصریہ والوں کی تلوار سے ایشیا میں پھیلا تھا۔ وہ ہزار برس کے عرصہ
میں اپنے مشاہدات اور تجربوں سے بابل کے نجومیوں اور پیرو مرشدوں نے انتظام و تدبیرات
الٰہی اور فطرت کے قوانین ابدیہ دریافت کئے وہ سات دیوتاؤں فرشتوں کی عبادت
کرتے تھے۔ ان دیوتاؤں کو کہتے تھے کہ وہ سبعہ سیاروں کو اپنے مدار میں چلاتے ہیں وہ اپنا اثر زمین
ایسا کرتے ہیں کہ جسکا مقابلہ کسی سے نہیں ہو سکتا۔ سبعہ سیارہ کی صفات کو اور بارہ برجوں اور
چھتیس اشکال شمالی و جنوبی کو تصاویر سے تعبیر کر کے ان کا نام طلسمات اور ہیاکل رکھا تھا صابئین
دن میں تین دفعہ نماز پڑھتے تھے حیرہ میں ایک ہیکل قمر تھی وہاں حج کو جاتے تھے ان کا
مذہب ایسا لچکدار تھا کہ کچھ آپ سیکھتا تھا اور کچھ اوروں کو سکھاتا تھا آفرینش عالم طوفان
نوحؑ کے ماننے میں وہ ابتدائی قدیمی یہودیوں کا سا مذہب رکھتے تھے حضرت آدمؑ اور حضرت شیثؑ
اور حضرت یونسؑ کے مصحف کو مانتے تھے جنکو وہ مخفی رکھتے تھے بصرہ کے عیسائیوں کے عقائد کی
بھی چاشنی اپنے دہریہ پن میں ملائی تھی۔ بابل کی قربانگاہیں مجوسیوں نے تہ و بالا کر دی تھیں
صابئین کو جو نقصان ان کے ہاتھ سے پہونچے تھے اس کا عوض سکندر اعظم نے خوب لیا تھا
ایران پانچسو برس تک غیر قوموں کی حکومت کے جوئے کو اٹھاتا رہا اور واویلا کرتا رہا سخت بھی
زردشت کے مذہب والے بت پرستی کی وبا سے بچ کر آزادانہ زیست بسر کرنے کیلئے عرب میں چلے گئے تھے

آن حضرتؐ کی وفات سے سات سو برس پہلے یہودیوں نے عرب میں سکونت اختیار کی تھی طیطوس اور ہیڈرین کی لڑائیوں کے سبب سے ارض مقدس سے بہت سے یہودی ملک عرب میں جا بسے تھے - یہ جلاوطن جفاکش آزادی اور قدرت کو چاہتے تھے - انھوں نے اپنے معابد و شہر و قلعے جنگلوں میں بنا لئے تھے - اور غیر قومیں جو یہودی ہوگئیں تھیں وہ بنی اسرائیل سے ساتھ خلط ملط ہوگئیں ان میں ظاہری نشانی ختنہ کی ایک ہی تھی +

عیسائی مشنری اپنے کام میں مستعد اور نہایت کامیاب تھی - کیتھولک مذہب کی حکمرانی تھی - جن عیسائی گروہوں کو انھوں نے دبایا تھا وہ رومیوں کی سلطنت کی حد سے پرے نکل گئے تھے ان کی انجیل اور عقائد رومن کیتھولک گرجے سے نہ تھی - انھوں نے یمن میں اپنے کلیسا قایم کئے اور آزاد ہوگئے - غرض یوں عرب جو اپنے مذہب میں آزاد تھا اس کے ساتھ یہ یہودی - عیسائی مجوسی اور صابئین بھی شریک ہوگئے - یہ جو اجنبی قومیں یہاں آکر آباد ہوئیں ان سب کے فاضلوں کا اس مسئلہ پر اتفاق تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے - [illegible] آسمان سب اسکے محکوم ہیں اس نے انسانوں میں اپنا الہام بذریعۂ فرشتوں اور پیغمبر [illegible] ہے - اور اس نے اپنے فضل و کرم اور عدل سے معجزات کے خرق عادات فطرت کیا ہر مذہب خاص لوگ خدا کو ایک مانتے تھی - مگر اس کی عبادت میں بڑی غفلت کرتے تھے - بتوں کی عبادت کی عادت ان کو تھی گو اسکا اعتقاد نہ بھی ہو - اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے عہد عتیق و عہد جدید عربی زبان میں ترجمہ ہوگئے تھے +

انجیل طفولیت جو آج کل عیسائیوں کے مذہب سے خارج سمجھی جاتی ہے اسکا رواج تھا - یہودیوں کو اہل عرب اپنی قوم کا اب (باپ) سمجھتے تھے + وہ حضرت اسمٰعیلؑ کی ولادت اور انکے وعدوں کی تعریف کرتے تھے حضرت ابراہیمؑ کے مذہب کا ادب و تعظیم کرتے تھے اپنے تئیں اور یہودیوں کو ایک باپ کی اولاد جانتے تھی - راہب اور کاہنوں سے اعتقاد رکھتے تھے - معلوم نہیں کس زمانہ سے سارا جزیرہ عرب بلکہ سچی روحانی کیفیات سے محض ناآشنا تھا - یہودیت و نصرانیت و فلسفہ کا اثر ملک عرب پر ایسا اوپری اوپری خفیف ناپائدار تھا جیسے کہ کسی آب

ایستادہ پر لہروں کا اثر ہوتا ہے کہ وہ اسکی سطح بالا کو تو متحرک کرتی ہیں مگر تہ میں انکا کچھ اثر نہیں ہوتا وہ بے حس حرکت رہتی ہے۔ کل عرب توہمات باطلہ میں پھنسا۔ بدکاری میں ڈوبا ہوا۔ خدا۔ کا نشانہ یا ایمان نہیں رکھتا تھا غیر مرئی ارواح کے توہمات باطلہ پر ایمان۔ انھیں کی رضا و مرضی پر دل و جان سے فدا۔ انکی ناخوشی سے ہراساں۔ نہ قیامت کا نہ اعمال کی سزا و جزا کا قائل۔ غرض جب یہ حالت ملکِ عرب کی تھی + مسدس حالی +

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت ۔ بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت

ادا خاک بطحانے کی وہ ودیعت ۔ چلے آتے تھے جسکی دیتے شہادت

ہوئی پہلوے آمنہ سے ہویدا ۔ دعائے خلیل و نوید مسیحا

باب دوم

دنیا میں اہلِ عرب کی سلطنت کن کن ملکوں میں قائم ہوئی پھر یہ کل سلطنت کن کن حصوں میں منقسم ہوئی اور پھر ان حصوں میں ہر ایک کتنے حصوں میں تقسیم اور ہر حصہ میں کون کون سے دودمان خلفاء نے حکومت کی اور کہاں کہاں انکے شعبے پھیلے اور کن کن خاندانوں کے پادشاہ ہوئے +

خلفاء

(۱) خلفاء راشدین (۲) خلفاء بنی اُمیہ (۳) خلفاء عباسیہ

فصل اول خلفاء راشدین و بنی اُمیہ و عباسیہ

آنحضرت صلعم کی وفات ۱۱ھ ۶۳۲ء میں ہوئی اور حضرت ابوبکر رضی خلیفہ ہوئے۔ بعد انکے جانشین بالترتیب حضرت عمر رض و حضرت عثمان رض و حضرت علی رض ہوئے۔ ان خلفاء راشدین میں سے کسی کی اولاد میں سلسلہ خلافت نہیں چلا حضرت علی رض کے بعد جناب امام حسن چھ مہینہ تک اسے نام خلیفہ رہے پھر خلافت انھوں نے خود امیر معاویہ کو سپرد کر دی ۴۱ھ ۶۶۱ء میں امیر معاویہ خلیفہ ہوا۔ وہ آنحضرت صلعم کی قوم قریش میں سے امیہ کے خاندان میں سے تھا اسلیئے اس خاندان کا نام بنی امیہ یا امویہ ہے اُس خاندان میں سلسلہ خلافت قائم ہوا اور اسمیں چودہ خلیفہ متواتر رہے انکا دار الخلافہ دمشق تھا ۱۳۲ھ ۷۵۰ء میں سوا اسپین کے کہیں اور اس خاندان کی خلافت نہیں قائم رہی۔ آنحضرت صلعم کے چچا حضرت عباس کے

خاندان نے اس بنی امیہ کے خاندان کو معزول کیا اور اپنے خاندان میں سلسلہ خلافت کو جاری کیا
اور بغداد کی ۱۴۵ھ ۷۶۲ء میں بنیاد ڈالی اور اُس کو اپنا دار الخلافہ بنایا۔ اِس خاندان کو ۶۵۶ھ ۱۲۵۸ء میں
ہلاگو خاں (ہلاکو خاں) نے معزول کیا۔ مصر میں قاہرہ کے اندر یہ خاندان عباسیہ برائے نام خلیفہ کا لقب
رکھتا تھا اور اُسکی روحانی برکت و عظمت مانی جاتی تھی۔ مگر عثمانی سلطان سلیم اول نے یہ لقب
ان سے سلاطین قسطنطنیہ کے لیے چھین لیا۔ اب سلطان روم مسند خلافت عظمیٰ پر جلوہ افروز ہوتا ہے
جس وقت حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے تھے تو اہل عرب کی سلطنت نے اپنا قدم ملک عرب سے باہر نہیں نکالا تھا
خلفاء راشدین کے عہد خلافت میں ملک پر ملک فتح ہوتے گئے عرصہ قلیل میں سلطنت عرب کو وہ
وسعت حاصل ہوگئی جسکی نظیر دنیا کی تاریخ میں کمتر ملے گی۔ متواتر فتوح سے ۱۲ھ ۶۳۳ء میں عراق عرب پر
قبضہ ہوا اور شہر حیرہ پر تسلط ہوا ۱۳ھ ۶۳۴ء میں یرموک کی لڑائی سے شام میں سلطنت اسلامیہ کو راہ
ملی ۱۴ھ ۶۳۵ء میں دمشق فتح ہوا ۱۵ھ ۶۳۶ء میں ایمیسا۔ انٹی اوک اور اورشلیم تسخیر ہوا اور ۱۷ھ ۶۳۸ء میں
فتح قیصریہ سے شام بالکل مطیع ہوا اسی اثناء میں ۱۴ھ ۶۳۵ء میں جنگ قادسیہ اور فتح مدائن سے ۱۶ھ ۶۳۷ء میں
عراق عرب و عجم پر بالکل تسلط ہوا اور بصرہ و کوفہ کی بنیاد قائم ہوئی سنہ ۱۸ھ ۶۳۸ء میں سلطنت پر خوزستان
و تستر کا اور اضافہ ہوا ۲۱ھ ۶۴۲ء میں نہاوند کی لڑائی نے ایران کے خاندان ساسانیہ کو بالکل ستیاناس
ملا کے خاک میں ملا دیا اور سارا ایران مسلمان ہوگیا ۲۲ھ ۶۴۲ء میں ہرات پر اسلام کا ڈنکہ بجا اور وہاں سے
پھر سارے افغانستان میں سندھ تک اسلام کی اعلام ظفر قائم ہوئی اور سندھ میں انکی سلطنت کی بنیاد
پڑی ۵۴ھ ۶۷۴ء میں بخارا پر اور دو برس بعد سمرقند پر تصرف ہوا۔ ماوراء النہر کئی دفعہ کی تاخت و تاراج
کے بعد ۹۳ھ ۷۱۲ء میں بالکل مطیع ہوگیا غرض عرب سے باہر جب ملکوں کے فتح کرنے کے لئے اہل اسلام نے قدم
رکھا چالیس برس کے عرصہ میں اپنی کشور کشائی کو مشرق میں حد غایت کو پہنچا دیا۔ مگر مغرب میں ملک گیری
میں کچھ توقف ہوا ۲۰ھ ۶۴۱ء میں مصر تسخیر کیا ۲۷ھ ۶۴۷ء میں بربر پر تاخت تاراج کو رومیوں کے کارتھیج تک
پہنچایا۔ بربر کے جفاکش وحشی باشندوں کو زیر کرنا ایسا آسان کام نہ تھا جیسا کہ ایران و یونان و شام
و مصر کے عیش دوست باشندوں کو محکوم بنانا ۵۰ھ ۶۷۰ء میں قیروان کی بنیاد قائم ہوئی اور وہ افریقہ کا
دار السلطنت مقرر ہوا ۶۹۸ء میں کارتھیج تسخیر ہوا۔ عرب کی لشکر کشی بحر اٹلانٹک تک پہونچی تسخیر سے

۷۱۱ء میں اندلس (سپین) میں داخل ہوئے ۷۱۲ء میں تولی دو کی لڑائی سے یہ گوتھک کی سلطنت سپین اہل عرب کے ہاتھ آئی ۷۳۲ء میں وہ طورس پر فتح حاصل کر کے جنوبی فرانس پر قابض ہوئے اور اور برگنڈی اور ڈافنی کو تاخت و تاراج کیا۔ غرض خلفاء عرب نے ایک صدی میں مغرب کی طرف وسعت عظیم میں اپنی سلطنت کو قائم کر لیا۔ شمال میں یونانیوں کے پاس صرف ان ٹولیا تو باقی رہا وہ خلفا کے قبضہ میں کبھی نہیں آیا مگر مسلمانوں نے آرمینیا کو فتح کیا ۶۴۸ء ارض روم پر پہونچے ۶۴۹ء جزیرہ قبرس (سائی پرس) کو فتح کیا ۶۷۰ء سے قسطنطنیہ کو محاصرہ کئی دفعہ کیا +

پس اس طرح خلفاء عرب کی سلطنت کو یہ وسعت حاصل ہوئی کہ بحر اطلانٹک سے سندھ تک اور بحر کیسپین (خزر) سے رود نیل کے آبشاروں تک پھیل گئی جب سلطنت کو یہ وسعت عظیم حاصل ہو تو ایک بادشاہ کا یہ کام نہ تھا کہ وہ سب کو یکجا جمع کر کے بادشاہی کرنا ضرور تھا کہ وہ حصوں میں جدا جدا منقسم ہو سب سے اول اندلس (سپین) نے عرب کی خلافت سے کنارہ کشی کی عبدالرحمن جو معزول خاندان بنی امیہ کا ایک رکن تھا وہ ۷۵۵ء میں بالکل اندلس کا خود مختار اور آزاد سلطان تسلیم کیا گیا اور اُسنے خاندان عباسیہ سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھا۔ تمین برس بعد ادریس جو حضرت علیؓ کی اولاد میں سے تھا اور اسلیئے وہ خاندان بنی امیہ اور خاندان عباسیہ دونو کا مخالف تھا۔ مراکش (مراکو) میں خاندان علویہ کی آزادانہ سلطنت قائم کی اور ۷۸۸ء میں مدعا کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ باقی شمالی افریقہ کا ایک حصہ بھی خلافت سے نکل گیا اس میں خاندان اغلبیہ کو غلبہ ہوا اور ۸۰۰ء میں قیروان کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ آئندہ صدی میں مصر اور شام دونو خلافت کی فرمانبری سے نکل کر خود مختار فرماں روا ہو گئے ۸۶۸ء میں طولون آزاد بادشاہ ہوا یہ سچ ہے کہ خاندان طولون کی حکومت کے بعد ۳۰ برس تک خاندان عباسیہ کی طرف سے پھر یہاں حاکم مقرر ہونے لگے تھے مگر ۹۳۴ء میں اخشیدیہ خاندان نے اپنی سلطنت جدا جمائی بعد اسکے دیار فرات کے مغرب میں کسی ملک نے معاملات ملکی میں خلفاء بغداد کی اطاعت نہیں کی۔ مگر دینی اطاعت کو نہیں چھوڑا خطبوں میں اور سکوں اُنھیں خلفاء بغداد کا نام ہوتا تھا۔ مگر سپین اور مراکش میں نہ سکہ پر انکا نام تھا نہ خطبہ میں انکا نام پڑھا جاتا تھا +

مشرق میں بھی خاندان عباسیہ کی حکومت سے ملک آزاد ہو جاتے تھے ۸۰۰ء میں خلیفہ ہارون رشید کا نام ہو

سپہ سالار رہا ہر ذوالیمینین جب مشرق میں نائب خلیفہ مقرر ہوا تو اُسنے خلیفہ سے سرتابی کی اور
خود مختار ہو گیا۔ اسکے بعد اور خاندان صفاریہ۔ سامانیہ۔ وغزنویہ پیدا ہوئے اور جُدا جُدا اپنی سلطنت
کرنے لگے۔ خلفاء کی دینی بزرگی کو یہ سارے خاندان تسلیم کرتے تھے۔ مگر مشرقی اضلاع ایران اور ماوراءالنہر
کی ساری دولت اور حکومت کو اپنے قبضہ اقتدار میں رکھتے تھے۔ تیسری صدی کے وسط سے دولت
عباسیہ میں ترکی سپاہ کا بڑا غلبہ ہوتا جاتا تھا۔ باقی ملک بھی خاندان بنی بویہ کے قبضہ میں آ گئے
۳۳۴ھ میں بغداد بھی انھیں کے پاس تھا۔ اس سے خلفاء عرب کی سلطنت کسی ملک میں باقی نہ ہی
مگر انکا شاہانہ دربار موقوف ہوا تھا اور ۶۵۶ھ میں مغلوں نے اس خاندان کا خاتمہ کر دیا۔ یہ ایک امر
اتفاقی تھا کہ خلیفہ ناصر نے اپنے محل کی دیواروں کے باہر بھی حکومت کی اور عراق عربی (کالڈیا)
پر حکمرانی کی۔ دولت عباسیہ کے بعد سلاطین وخلفاء کے خاندانوں کا حال جدا جدا لکھتے ہیں۔

فصل دوم سپین

۴ خلفاء بنی امیہ (قرطبہ) چھوٹے خاندان ۵۔ حمودیہ۔ مالقا ۶ حمودیہ (الجی سی رس)

۷۔ عبادیہ (اشبیلیہ) ۸ زاریہ (غرناطہ) ۹ جواہریہ (قرطبہ)

۱۰۔ ذوالنونیہ (طلیطلہ) تو لود ۱۱۔ عامریہ (بلنسیہ) ۱۲۔ توجیبیہ در ہدیہ (زارگوزہ)

۱۳۔ شاہان دینیہ (المرابطین)۔ الموحد (۱۴) نصریہ (غرناطہ)

خلفاء

مسلمانوں نے سپین کو ۹۱-۹۳ھ ۷۱۰-۷۱۲ء میں فتح کیا تھا اور ۱۳۸ھ ۷۵۶ء تک اور ملکوں کی طرح اس میں بھی
بنی امیہ اپنی طرف سے حاکم مقرر کرتے رہے۔ خاندان بنی امیہ کے چند ارکان جو خاندان عباسیہ کے
قتل عام سے بھاگ کر بچ رہے تھے۔ ایمن عبدالرحمن بنی امیہ کے دسویں خلیفہ ہشام کا پوتا بھی تھا
چند روز تک وہ پریشان پڑا پھرا۔ پھر اس نے اندلس (سپین) میں دیکھا کہ قوم بربر اور عرب کے قبائل
حسد وبغض کے سبب سے آپس میں بادشاہی کے لئے مخالفت کر رہے ہیں اس کو یہ موقع اچھا ہاتھ آیا۔ الامکہ
کہ اُسنے اپنے تئیں سپین کا بادشاہ بنا لیا ۱۳۸ھ میں سپین کے بڑے بڑے مسلمانوں نے اس کی
اطاعت کر لی اور لشکر عباسیہ نے جو اُس پر حملہ کیا اُسکو شکست اُنھوں نے دیدی۔ اس فتح سے اس کے
خاندان میں سپین کی فرمانروائی جم گئی اور اُسکے جانشینوں نے قرطبہ کو دار اپنا

دارالسلطنت بنایا اور شمال کے عیسائیوں کو اور بہت سی اپنی رعایا کی دنگہ وفساد وبغاوت وسرکشی کو
دبایا ڈہائی سو برس تک بڑی کروفر سے سلطنت کی۔ اول اول انھوں نے امیر وسلطان کے لقب پر
قناعت کی لیکن عبدالرحمن ثالث کے عہد میں ۳۱۷ھ / ۹۲۹ میں خلیفہ کا خطاب اپنا رکھا۔ اس خاندان میں سے
بڑا زبردست سلطان عبدالرحمن سوم ہوا ہے اسنے فقط اپنی ہی رعایا پر زبردست حکومت نہیں کی
بلکہ عیسائی بادشاہوں کو اسنے روکا اور افریقہ کے حملوں سے اپنے ملک کو محفوظ رکھا بحر مڈسی ٹرینین پر
بحر شام پر اسکی بحری قوت بڑی شان وشوکت کی تھی۔ جہازوں کے بڑے بڑے جنگی بیڑے اس بحر میں اسکے رہتے
تھے اسکی موت کے بعد خلیفہ بنی امیہ نے کوئی بڑا کام نہیں کیا مگر اسکے وزیر المنصور نے سلطنت میں اتحاد رکھا
پانچویں صدی میں سپین میں مسلمانوں کے جھگڑے ایسے شروع ہوئے کہ طوائف الملوکی ہو گئی چھوٹی چھوٹی
ریاستیں خودمختار ہو گئیں۔ سپین میں خاندان بنی امیہ نے ۱۳۸-۴۲۳ھ / ۷۵۶-۱۰۳۱ تک سلطنت کی قرطبہ انکا دارالسلطنت
تہا پہر طوائف الملوکی میں خاندان حمود نے ۴۲۰-۴۵۰ھ / ۱۰۲۹-۱۰۵۸ الجی سی رس میں سلطنت کی خاندان عبادیہ نے اشبیلیہ
(سی ول لی) میں ۴۱۴-۴۸۴ھ / ۱۰۲۳-۱۰۹۱ تک سلطنت کی اور خاندان زیریہ نے قرطبہ میں ۴۰۳-۴۸۳ھ / ۱۰۱۲-۱۰۹۰ تک فرمانروائی
کی اور غرناطہ میں ۴۲۲-۴۶۱ھ / ۱۰۳۱-۱۰۶۸ تک خاندان جوہریہ نے بادشاہی کی تولیدو میں ۴۲۷-۴۷۸ھ تک خاندان
ذوالنونیہ نے سلطنت کی بلنیشیہ (ویلین شیا) میں ۴۱۲-۴۷۸ھ / ۱۰۲۱-۱۰۸۵ تک خاندان عبادیہ نے حکومت کی ۴۷۹ھ / ۱۰۸۶
میں خاندان عبادیہ نے ایک دفعہ الفنسو لیون سے لڑنے کے لئے خاندان المرابطین کو بلایا تہا۔ دوبارہ
۴۸۳ھ / ۱۰۹۰ میں انکو پہر بلایا تو انہوں نے سپین کا ملک جتنا مسلمانوں کے پاس تہا اسے فتح کر لیا اور
اپنی افریقہ کی سلطنت کا ایک صوبہ اسکو بنا لیا۔ اور اس خاندان کا قائم مقام خاندان الموحد ہوا انہوں
نے سپین کو اپنی سلطنت کا ایک صوبہ ہی قرار دیا۔ ان دو حملوں اور خاندان الموحد کے درمیان
بلنیشیہ (وے لی ن شیا) اور مورسیا کی ریاستوں اور خاندانوں کی خودمختار ریاستیں قائم ہو گئیں
عیسائیوں سے بہت لڑائیوں کے بعد شہر غرناطہ سے مسلمانوں کو فردی نندا ورایزبی بلا کے حملوں
نے نکال دیا اور ۱۴۹۲ء میں مسلمانی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

فصل سوم شمالی افریقہ

۱۵ ادریسیہ (مراکش) ۱۶ اغلبیہ (تیونس) خاندان بنی فاطمہ (مصر کو دیکھو) ۱۷ زیریہ (ٹیونس)

۱۸ حمادیہ (الجیریا) ۱۹ المرابطہ مراکش۔الجیریا۔سپین) ۲۰ الموحد شمالی افریقہ سپین)
۲۱ زیانیہ (مراکش) ۲۲ زیانیہ (الجیریا) ۲۳ حفصیہ (ٹیونس) ۲۴ شریفیہ (مراکش)

افریقہ کے صحراء عظیم اور بحر مڈی ٹرینیں کے درمیان ایک حصہ زمین قابل
آبادی ہے وہ ہمیشہ سے کشام کی اولاد کی دایہ رہا ہے۔یہودیوں کے ہاں
جس پیغمبر کی بے قدری اپنے وطن میں ہوئی وہ یہاں ضرور آتا۔اور یہاں
کے لوگ اُس کو سر پہ بٹھلاتے۔اور اُس پر ایمان دل و جان سے لاتے
یہاں کے باشندوں کی سرشت میں پیغمبروں کا معتقد ہوجانا داخل تھا۔
خاندان عباسیہ کے لئے یہ مشکل تھا کہ وہ ایسے دور دست ملک میں جس کے
باشندے جنگجو و تندخو ہوں اپنی خلافت کو قائم رکھتے اور اُسکی رعایا کی بغاوت
کے دبانے کے لئے لشکر عظیم رکھتے اور طرح طرح محنت و مشقت اٹھاتے اور زر کثیر خرچ کرتے
اسلئے المرابطہ اور الموحد خاندانوں نے خاندان علویہ کی سلطنت جمائی جنھیں خاندان
ادریسیہ اور خاندان فاطمیہ نے رونق پائی۔شمالی افریقہ کو اہل عرب نے بڑی مشکل سے
۷۹-۲۶ھ میں فتح کیا تھا۔خلفاء عرب اپنے نائب یہاں مقرر کرتے تھے۔اُنکی کامیابی
و کارروائی میں یہاں کی رعایا نے کبھی خلل نہ ڈالی تھی جب تک یزید بن حاتم جو
ہر دل عزیز بڑا جوانمرد تھا قیروان میں خلفاء عباسیہ کی طرف سے فرماں روا
رہا بربر کی رعایا کو سرکشی کا حوصلہ نہ ہوا لیکن جب اُس نے ۱۷۰ھ میں وفات پائی
توشمالی افریقہ میں بدنظمی پھیل گئی اور طوائف الملوکی ہوگئی اور خود وہیں کے
رہنے والوں میں ایسے خاندان پیدا ہو گئے جنھوں نے اپنی خود مختار سلطنت قائم
کرلی ۱۸۰ھ میں حد مصر کی مغرب میں خاندان عباسیہ کی حکومت کسیطرح کی باقی نہیں ہی۔

۱۵ خاندان سادات ادریسیہ (مراکش) ۷۸۸ – ۹۸۵ ۔۔۔ ۱۷۲ – ۳۷۵

۱۶۹ھ میں مدینہ میں حضرت علی کے خاندان اور اور مسلمانوں میں ہنگامہ
عظیم برپا ہوا۔اس ہنگامہ میں ادریس بن عبداللہ بن حسن بن حسن

بن علی بن ابو طالب بھی شریک تھا۔ جب یہ ہنگامہ فرو ہوا تو ادریس مصر میں بھاگ گیا۔ اور مراکش کو چلا گیا اور یہاں خاندان علویہ کی سلطنت کی ضلع سبتہ کے قریب بنیاد قائم کی اس کے سکوں میں تدغا اور ولیلہ کے شہروں کے نام ہیں۔ یہ سلطنت اپنی غایت وسعت پر ۲۴۵ھ ۸۶۰ء میں پہونچی اور بہ تدریج اسکا تنزل ہوا اور ۳۷۵ھ ۹۸۵ء میں اس خاندان کا خاتمہ ہوگیا۔

۱۸۴ - ۲۹۶ - ۱۶ خاندان اغلبیہ (ٹیونس) ۸۰۰ - ۹۰۹

خلیفہ ہارون رشید نے کل اضلاع افریقہ میں یزید کو حاکم اعلیٰ مقرر کیا تھا جو ٹیونس میں رہتا تھا اُسنے خاندان ادریسیہ کو جو مغرب میں فاصلہ بعید پر حکمرانی کرتا تھا کچھ ستایا نہیں ابراہیم بن اغلب صوبہ زاب میں حاکم تھا۔ اسکا خاندان بالکل آزاد تھا۔ اغلبیہ خاندان نے بہت ہی کم خلفاء کا نام اپنے سکوں میں اور خطبوں میں درج کیا اور نہ اُنکی دینی و روحانی بزرگی کو تسلیم کیا صرف خشکی ہی میں وہ نہایت مہذب شائستہ و جید حاکم نہ تھے بلکہ وہ بحری طاقت بھی بڑی رکھتے تھے۔ بحر مڈی ٹرنین (بحر شام) میں اُنکے بڑے بڑے بیڑے جہازوں کے اٹلی۔ فرانس کو سیسلی۔ سارڈی نیا کو ساحل بحر پر تاخت و تاراج کرتے تھے۔ اُنھوں نے جزیرہ سسلی کو ۲۱۲ - ۲۳۴ھ ۸۲۷ - ۸۷۸ء میں فتح کر لیا۔ وہ جب تک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا کہ نورمن نے اُسے فتح کیا جب تک افریقہ میں خاندان اغلبیہ کی حکومت رہی اہل عرب کی بحری قوت نہایت زبردست بحر مڈی ٹرینین میں بڑی سمندروں میں اور قومیں اُنکے جہازوں کے ناموں سے کانپتی تھیں سوا جزیرہ سسلی کے اُنھوں نے مالٹا اور سارڈی نیا کو بھی فتح کر لیا اور روم کی حدود پر بھی حملہ کیا۔ مگر آخر زمانہ میں اس خاندان میں سلاطین نالائق ہونے لگے اور مغرب میں اور البیسیہ کے شیعوں نے علیہ بھی مسلمانوں کے فرقوں میں فساد کھڑے کئے اسلئے سنہ ۲۹۶ھ ۹۰۹ء میں خاندان بنی فاطمہ کے فتح کرنے کے لیے دروازہ کھل گیا۔ خاندان اغلبیہ کا جانشین خاندان بنی فاطمہ ہوا۔ اس خاندان کا تعلق زیادہ تر مصر کے خاندان سے ہی اسکے زمانہ میں اُنکی سلطنت میں کل شمالی افریقہ کا کنارہ مصر سے لیکر بحر اٹلانٹک تک داخل تھا۔ اور جزیرہ سسلی اور سارڈی نیا بھی اس میں شامل تھا مگر جب ۳۶۲ھ ۹۷۲ء میں انکا دار السلطنت قاہرہ میں منتقل ہوا تو بہت سی ریاستوں نے اس سلطنت کا دباؤ اٹھا دیا گیا اور مغربی اضلاع میں اسکی

حکومت کا زور بہت ضعیف ہوگیا۔ افریقیہ میں جو نائب سلطان یوسف بلگین تھا اور صنہاج و بربر میں جو حاکم تھے ان سب نے اپنے تئیں خود مختار بنا لیا اور خاندان زیریہ اور خاندان حمادیہ نے اپنے خاندانوں کی سلطنت کو قائم کرلیا۔ خاندان حمادیہ تو الجیریا میں بوجایا میں حکومت کرتا تھا اور خاندان زیریہ کی حکومت ضلع ٹیونس سے کچھ آگے تھی۔ مغرب میں فاصلہ دراز پر مراکش میں مختلف قومیں بربر مک نساد غیرہ آزاد ہوگئیں اور ادریسیہ سلطنت کی قائم مقام بن گئیں مگر ان خاندانوں کو سلاطین کا درجہ نہیں حاصل ہوا۔ ان کو خاندان المرابطہ نے محکوم کرلیا اور الجیریا میں خاندان حمادیہ کی مملکت کا حصہ اس نے دبا لیا۔ مگر حماد و زیری کی دارالسلطنت تو نئیں حکم رانی الموحدیہ کی قسمت میں لکھی تھی +

۳۶۲-۵۴۳ ۱۷ خاندان زیریہ (ٹیونس) ۹۷۲-۱۱۴۸

۳۹۸-۵۴۷ ۱۸ خاندان حمادیہ (الجیریا) ۱۰۰۷-۱۱۵۲

۴۴۸-۵۴۱ ۱۹ دولت المرابطین یا ملثمین ۱۰۵۶-۱۱۴۷

قبائل حمیر سے ملثمین بھی ہیں وہ یمن سے حضرت ابوبکر کے پاس وہ آئے تھے شام و مصر کی طرف بھیجے گئے۔ پھر مغرب [illegible] موسیٰ بن نصیر کے ہمراہ گئے اور بعد ازاں طارق کے ساتھ طنجہ تک پہونچے انکو تنہائی [illegible] پسند تھی اسلئے انھوں بربر کی سکونت اختیار کرلی ۴۴۰ھ سنہ میں اُمیں سے ایک شخص حج سے قبیلہ جدالہ کا قیروان آیا اپنے ساتھ فقیہ عبداللہ بن یاسین کو اسلئے لایا کہ یہاں دین اسلام کی وہ تعلیم کرے چنانچہ یہ فقیہ قبیلہ لمتونہ میں آیا اور شریعت اسلام کی پابندی کی تاکید کی تو انھوں نے کہا کہ بھائی سنو نماز روزہ زکوۃ تو قریب العقل ہیں انکو بیشک مان لینگے مگر یہ جو تم کہتے ہو کہ جو کوئی کسی کو مار ڈالے وہ مارا جائے اور جو چوری کرے اسکے ہاتھ کاٹے جائیں اور جو کوئی زنا کرے وہ رجم کیا جائے یہ باتیں ہم سے نہیں ہو سکینگی تم دور ہمارے پاس سے چلے جاؤ۔ پھر عبداللہ بن یاسین اور قبائل پاس گئے جنمیں سے اکثر نے شریعت اسلام کی پیروی کو مان لیا اور بعض نے انکار کیا۔ پھر عبداللہ نے ان قبائل کو جہاد کے لئے کہا انھوں نے کہا کہ آپ ہمارے امیر المسلمین بنئے مگر عبداللہ نے نہیں مانا

اور نہ جو سر نے اُسے قبول کیا۔ مگر ان دونو نے ملکر ابو بکر بن عمر کو امیر المسلمین بنایا اعلیہ
پاس بہت سے قبائل جمع ہو گئے اُسنے انکو خطاب المرابطین کا دیا جسکے معنی ایسے سپاہیوں
کے ہیں جو دشمنوں کی سرحد میں گھوڑے چلائیں یا باندھیں ان مرابطین کا لقب ملثمین بھی اسواسطے ہے
کہ انھوں نے حکومت مستقلہ کے بعد اپنی عورتوں کے لئے دہان بند بنائے تھے کہ انکی تمیز اور غیر قوموں
سے رہے اور وہ ان عورتوں کو مردانہ لباس پہنا کے اور دہانہ بند لگا کے میدان جنگ میں لے گئے
تھے جس سے دشمنوں نے دھوکا کھایا کہ ان عورتوں کو دشمن سپاہی سمجھے اور لشکر کی تعداد کو زیادہ ان
دہان بند عورتوں کے سبب سے تخمینہ کیا اسلئے مرابطین فتحیاب ہوئے اور انھوں نے یہ خیال کر کے کہ ہم کو
لثام یعنی دہان بند کی برکت سے یہ فتح نصیب ہوئی ہے اپنا لقب ملثمین رکھا +

چھٹی صدی کے وسط میں سپین میں عیسائیوں نے فتوح حاصل کیں اور اہل جنیوا اور پی سان نے
مسلمانوں سے کورسیکا اور سارڈینیا چھین لیا جنوبی اٹلی میں نورمن نے اپنی بہادری اور دلیری
دکھائی اس سبب سے بحر مڈی ٹرینین میں مسلمانوں کی قوت ضعیف ہو گئی۔ فقط مصر میں دولت
بنی فاطمہ شان اسلام کو دکھا رہی تھی ٹیونس میں خاندان زیریہ میں یہ قوت نہیں تھی کہ وہ ان
بغاوتوں کو جو انکی محدود سلطنت میں ہوتی تھیں انکو بھی   حمادیہ۔ فاطمیہ۔
خاندانوں میں باہم رقابت عداوت ایسی تھی کہ وہ سب طلرا ی   تہ کو ان عیسائیوں
کے مقابل میں کام میں نہیں لا سکتے تھے مگر قوم بربر میں فقیہ عبداللہ نے اسلامیہ قوت و حمیت اور عزت
کو پھر زندہ کر دیا اسنے اسلام کی شان و شکوہ کے لئے قبائل بربر کو جہاد پر آمادہ کیا اور المرابطین
انکا نام رکھا اسکے علم کے نیچے لمتونیہ جبر کے ساتھ قبائل عظیم مسمودا جمع ہو گئے جس سے اُس کے
پاس جمعیت کثیر ہو گئی۔ اور ابو بکر اور عبداللہ بن یاسین امیر المسلمین ہو گئے اور پھر وہ اہل سوس
سے لڑے اور پھر مرابطین نے سجلماسہ اغمت فتح کر لیا۔ اور ابو بکر یہاں کا بادشاہ ہوا تو اُسنے اپنے
چچا زاد بھائی یوسف بن تاشفین لمتونی کو یہاں حاکم مقرر کیا۔ یہ یوسف بن تاشفین بڑا پکا
دیندار تھا عقیل و ذہین جری بہادر بڑی بلا کا تھا ۴۵۳ھ میں ابو بکر کے مرنے کے بعد یہاں کا
بادشاہ وہی ہو گیا اور اسکا لقب امیر المسلمین رکھا گیا۔ وہ مغرب کی طرف گیا اور چند قلعے اُس نے

نے پھر سنہ ۱۰۶۲ء میں مراکش کی طرف گیا یہاں زمین بنجر ہموار غیر آباد پڑی تھی۔ یہاں ایک شہر
مراکش اُسنے آباد کیا جسکو اب موراکو کہتے ہیں اور اُسکو اپنا دار السلطنت بنایا۔ پندرہ برس کے عرصہ
میں اُسنے اپنے قرب و جوار کے شہروں فیض مکنیسا سبتہ طنجہ۔ سلے مغربی مراکش کو اپنی
حکومت میں لے لیا۔ اِن فتوحات سے یوسف بن تاشفین کی شجاعت و سپہ سالاری و لشکر آرائی اور
ملک داری کی بڑی شہرت ہوگئی تھی۔ اور مرابطین کے سبب سے اسکا لشکر بھی بڑی شان و شوکت کا
ہوگیا اسکو سپین میں عبادیہ سلاطین نے اپنی اعانت کے لئے بلایا اُس وقت اُنپر یہ مصیبت آ رہی تھی
کہ الفنسو ششم اور بڑے بڑے جری اور بہادر عیسائی سرداروں نے اُنکو گھیر رکھا تھا اور یوسف
نے جا کر ۲۳ اکتوبر سنہ ۱۰۸۶ء کو زلاکا کے میدان میں عیسائیوں کو شکست دیکر ان کا بھرم نکال دیا
اندلس کی حفاظت کے واسطے وہ تین ہزار بربری سپاہی چھوڑ کر خود افریقہ میں چلا آیا لیکن سنہ ۱۰۹۰ء میں
سی دل بی (سی) کے بادشاہ نے پھر اس سے امداد کی التجا کی کہ وہ عیسائیوں کو انکے یہاں سے نکالے
اس دفعہ اس نے سپین کا ملک جتنا مسلمانوں کے قبضہ میں تھا اسکو سلطنت افریقہ کے ساتھ الحاق کر لیا
اور اُس کو ایک صوبہ اپنی سلطنت کا بنا دیا باستثنا تولیدو کے جو عیسائیوں کے پاس رہا اور
(زراگوسا) جو ہدیہ کے پاس رہا۔ المرابطین کی یہ فتح مستقل نہ تھی۔ اِنکی جوانمرد جفاکش سپاہ بھی
اندلس میں رہکر کمزور ہوگئی۔ اور عیسائیوں کی مستقل پیشقدمی کی اچھی طرح سد راہ نہ ہو سکی۔ انکو جو
طاقت بحری بحر مڈیٹرینین میں حاصل ہوئی تھی اور اس میں ضعف آ گیا تھا اُسکے بحال کرنے کا ارادہ
نہیں کیا اور فقط اسی پر قناعت کی کہ الجیریا۔ ٹیونس۔ ترپولی مسلمانوں کے پاس رہے اس
خاندان مرابطین کا ایک ہی صدی کے اندر خاتمہ ہو گیا۔ اُنہوں نے بہادرانہ و دلیرانہ چڑھائی تمام
شمالی افریقہ اور جنوبی سپین میں کی اور کسی اپنے رقیب کے گھر کو سلامت نہ چھوڑا +

۵۲۴ھ – ۶۶۸ الموحدین (تمام شمالی افریقہ میں) ۱۱۳۰ – ۱۲۶۹ء

فرقہ الموحدین کا پیشوا ابو عبداللہ محمد بن تومرت ہے۔ وہ بربر کی قبیلہ مسمودا میں جبل سوس
کا باشندہ تھا وہ بڑا صالح اور علم شریعت حدیث نبوی و اصول فقہ سے ماہر تھا۔ لسان عرب و مغرب
میں بڑا فصیح تھا اور شدید الانکار ایسا کہ جس شخص کو شرع امر اللہ کے خلاف کام کرتے دیکھتا اُسکو بغیر اظہار

کرتے نہیں رہتا۔ اسکو اسی میں لذت آتی تھی کہ بہت لوگ اسکو اذیت پہنچائیں۔ وہ دنیا کے اسباب میں
سے سوا عصا و پھٹے پرانے کپڑوں کے نہیں رکھتا تھا اس کے زہد کی نوبت جنون تک پہنچ گئی تھی
اسنے اپنا مہدی نام رکھا تھا ۵۲۴ھ (۱۱۲۸) کو وہ مرگیا اور فرقہ الموحدین کی امارت اپنے دوست اور امیر
عبد المومن کو سپرد کر گیا ۵۴۳ھ میں عبد المومن کی فتوح کا دور شروع ہوا اسنے المرابطین کے
لشکر کو بالکل تباہ کر کے اوران۔ تلمسان۔ فاس۔ سلا۔ سبتہ۔ اور اغمت ان سب کو دو برس کے
عرصہ میں فتح کیا۔ اور ۵۴۱ھ میں مراکش کا گیارہ مہینے محاصرہ کر کے فتح کیا اور خاندان المرابطین کا
خاتمہ کر دیا ۵۴۲ھ میں اسنے سپین میں سپاہ بھیجی اور پانچ سال کے عرصہ میں سپین کی اکثر بلاد کو فتح
کر لیا اور اپنا لقب امیر المومنین رکھا۔ اور مراکش و سپین پر قبضہ کیا اور اسنے مشرق کی طرف فتح و ظفر
حاصل کی ۵۴۷ھ (۱۱۵۲) میں الجیریا سے حمادیہ خاندان کی سلطنت کو خارج کیا۔ طونس میں جو خاندان زیریہ
کے جانشین نورمن ہو رہے تھے انکو باہر نکال کر ترپولی کی تسخیر کرنے سے اسکی سلطنت میں سرحد مصر سے
بحر اطلانٹک تک کل ساحل اور اسلامی سپین آگیا۔ اسکے جانشینوں کو یہ خطرہ عظیم پیش آیا کہ عیسائی جہادیوں
نے ۶۰۹ھ (۱۲۱۲) میں لاس نواس میں مسلمانوں کو بڑی شکست دی جس سے الموحد کا خاندان سپین کے جزیرہ نما سے
خارج ہو گیا۔ غرناطہ میں جو نصریہ مسلمان تھے انھوں نے عیسائیوں کا سخت مقابلہ کیا اور جب تک انکا دار القرار
نہ فتح ہوا انھوں نے مقابلہ سے ہاتھ نہیں اٹھایا۔ مگر آخر کار فردیننڈ لیزی بلا نے مسلمانوں کو ملک سپین سے
۸۹۷ھ (۱۴۹۲ع) میں بالکل خارج کر دیا جسوقت مسلمانوں کے ہاتھ سے ملک سپین نکل گیا افریقہ میں خاندان
الموحدین کی سلطنت میں تنزل آگیا صلاح الدین نے ترپولی کو انسے ۵۶۸ھ میں چھین لیا اور ٹیونس میں
جو انکی طرف سے نائب خاندان حفصیہ کے رہتے تھے انھوں نے بھی اطاعت سے کنارہ کشی کی اور اپنی
خود مختار سلطنت ۶۲۵ھ (۱۲۲۸) میں بنائی اور الجیریا کے مغرب میں تلمسان میں بھی خاندان زیانیہ نے یہی
طریقہ اختیار کیا اور ۶۳۳ھ (۱۲۳۵) میں ایک جدا اپنی حکومت بنائی۔ مراکش کے تخت کے لئے بھی بہت سے مدعی
کھڑے ہوئے۔ کوہستانی قوموں مرینیہ نے خاندان الموحدین کی دار السلطنت مراکش کو فتح کر کے
۶۶۸ھ (۱۲۶۹) میں اس خاندان کا خاتمہ کر دیا +

۶۲۵ ۹۴۱ ۱۲ حفصیہ (ٹیونس) ۱۲۲۸ - ۱۵۳۴ -

الموحدین نے ٹیونس میں اپنی طرف سے اول اول اپنا نائب حفص کو بنایا اور یہ نیابت نسلاً بعد نسلٍ اس خاندان میں چلی آئی۔ پھر یہ خاندان خودمختار اور آزاد ہوگیا۔ اس خاندان نے تین صدی برابر تک ٹیونس میں نہایت عدل و انصاف و فرزانگی سے حکمرانی کی۔ اہل اٹلی کے ساتھ دوستانہ تجارت کا بازار گرم رکھا۔ مگر امیر البحر خیر الدین بربروسا نے ۱۵۳۴ء میں ٹیونس کو سلطان عثمان کے نام سے فتح کر لیا۔ شہنشاہ چارلس پنجم نے حفصہ بادشاہ کو پھر ۱۵۳۵ء میں ٹیونس میں بحال کیا۔ اور ٹیونس اندر گولیتا کے قلعہ میں سپین کی سپاہ رکھی۔ اس صوبہ کی حکومت اکثر بحری لٹیروں کے ہاتھ میں رہی جنھوں نے ٹیونس کو دوبارہ ۱۵۶۹ء میں لے لیا اور گولیتا کو ۱۵۷۴ء میں لے گئے اس کے بعد وہ سلطنت عثمانیہ کا ایک ضلع ہوگیا۔ ۱۸۸۱ء میں ٹیونس عملاً فرانس کے قبضہ میں آگیا۔ ۱۵۱۰ء میں جو ٹیونس کی مملکت میں سے اہل سپین نے ترپولی کو فتح کر لیا تھا ۱۵۵۱ء میں سلطنت عثمانیہ پر اسکا اضافہ ہوگیا

۶۳۳–۷۹۶ ۲۲ خاندان زیانیہ الجیریا ۱۲۳۵–۱۳۹۳

دولت الموحدین کی طرف سے الجیریا میں خاندان زیانیہ جو نائب ہوتا تھا اُسنے بھی اپنے ہمسایہ حفصہ کا طریقہ اختیار کیا کہ آقاؤں کو ضعیف دیکھ کر خودمختار اور ذی اقتدار ہوگیا انکا دار السلطنت تلمسان تھا۔ ۷۹۶ھ ۱۳۹۳ء میں مراکش مرینیہ نے زیانیہ حکومت کا گلا گھونٹ کر بیجان کر دیا+

بحری قوت اور سلطنت عثمانیہ

سولھویں صدی سے اس صدی تک شمالی افریقہ کے اضلاع الجیریا ٹیونس ترپولی سلطنت عثمانیہ میں ہیں۔ انکو بربری بحری قوت نے سلطنت میں داخل کیا تھا۔ اس سے پہلے سپین نے ساحل افریقہ پر اپنے بڑے مستحکم مقامات بنائے تھے۔ مگر خیر الدین امیر البحر سلطنت عثمانیہ نے اہل سپین سے اکثر مقامات چھین لئے اور ٹیونس کو دولت حفصہ سے چھین لیا+

۱۵۱۹ء میں صوبہ الجیریا اور ۱۵۶۸ء میں ٹیونس اور ۱۵۵۱ء میں ترپولی سلطنت عثمانیہ میں داخل ہوئے۔ الجیریا میں قسطنطنیہ کی طرف سے ۲۶ پاشا مقرر ہوئے اور پھر ۱۶۷۱ء میں الجیریا کے خود سر اپنے پیادہ سپاہی اپنے میں سے حاکم مقرر کرنے لگے جنکا لقب ڈے انھوں نے رکھا تھا (اسی سے دائے مشتق ہے) جس سے پاشاؤں کی حکومت کو زوال آگیا۔ پھر ۱۸۳۰ء میں ڈے آدھ عہدوں کا کام دینے لگا۔

۱۸۳۰ء میں فرانسیسیوں نے الجیریا پر قبضہ کر لیا۔ ٹیونس میں سلطان روم کی طرف سے مقرر ہوتے تھے ۱۷۰۵ء تک وہ حکومت سے بہرہ رہے پھر ترکی کی سپاہ نے اپنے تئیں ایسے حاکم مقرر کرنا شروع کیا جسکا لقب انہوں نے بے رکھا تھا اسکو ۱۸۸۱ء میں فرانسیسیوں نے لے لیا۔ ترپی پولی میں اب تک سلطان روم کی طرف سے پاشا مقرر ہوتے ہیں۔ شمالی افریقہ کے صوبوں میں صرف مراکش میں کبھی عیسائیوں کا تسلط نہیں ہوا۔ اگرچہ ساحل پر اہل سپین نے بہت مستحکم قلعہ بنا رکھے ہیں اور سِستا اُنکے پاس ہے انگریزوں نے تنجیر کو ایک دفعہ لے لیا تھا مگر اسکو اپنی غفلت سے کھو دیا۔

مراکش

۵۹۱ - ۸۷۵ ۔ ۲۳ مرینیہ - مراکش) ۱۱۹۵ - ۱۴۷۰

مرینیہ کا خاندان ۱۱۹۵/۵۹۱ء سے مراکش کے مرتفع زمینوں پر حکومت کرتا تھا مگر ۱۲۶۹/۶۶۷ء تک انکو یہ حوصلہ نہیں ہوا کہ وہ الموحدین کی دار السلطنت پر دست درازی کر کے قبضہ کر لیتے مگر اس سن میں انھوں نے اُسپر قبضہ کر کے ۱۳۹۲/۶۹۴ء میں مغربی الجیریا کا ملک زیانیہ سے چھین کر شامل کر لیا۔ اُن کو اپنے ہی خاندان کے شعبے وطاسیہ نے برباد کر دیا اور خود اُنکا قائم مقام ہو گیا۔

مراکش

۹۵۱ - ۱۳۱۱ ۲۴ شریف (مراکش) ۱۵۴۴ - ۱۸۹۳

شریف سے مراد یہاں سید ہے۔ اہل مراکش اپنے تئیں حسنی سید بتاتے ہیں ۱۵۱۵ء میں یہ شریف شروع میں فرمانروا تھے اور مراکش اور فاس کو اُنھوں نے بہت جلد اپنے قبضہ میں کر لیا تھا مگر انکی سلطنت کا آغاز ۱۵۴۴/۹۵۱ء سے شروع ہوتا ہے اس خاندان کے دو شعبے ہوئے۔ ایک حسنی شریف اور دوسرا فلالی شریف چھ برس تک ان دونوں میں لڑائی جھگڑا رہا انکی حدود سلطنت تو وہی رہیں جو آجتک ہیں مگر ان حریفوں اور رقیبوں میں سے ایک شریف فاس میں دوسرا شریف اسکے مقابل میں مراکش میں رہتا تھا۔ یہ شریف اپنے تئیں خلیفہ اور امیر المومنین کے لقب کا مستحق سمجھتے ہیں۔

فصل چہارم مصر و شام

۲۵ طولونیہ ۲۶ اخشیدیہ - ۲۷ فاطمیہ ۲۸ ایوبیہ ۲۹ مملوک - عثمان لی ۳۰ خدیو -

مسلمانوں کے عہد سلطنت میں مصر و شام اکثر ایک سلطنت میں شامل رہے ہیں شام کو ۶۳۵/۱۴ء میں اور مصر کو ۶۴۱/۲۱ء میں اہل عرب نے فتح کیا تھا مصر میں آغاز فتح سے ۸۶۸/۲۵۴ء تک ۹۸ حاکم اپنی طرف سے

خلفاء بنی امیہ اور خلفاء عباسیہ نے متصرف کئے۔ مگر ۲۵۴ھ میں احمد بن طولون ایسا حاکم مقرر ہوا کہ اُسنے اپنے ایک آزاد سلطنت جمائی اور ۳۰ برس تک اُسکے خاندان میں وہ رہی اِس خاندان کی سلطنت کے ختم ہونے کے کچھ عرصہ کے بعد اخشیدیہ خاندان کی سلطنت قائم ہوئی جسکے بعد زمانہ متوسط میں خلفاء فاطمیہ نے سلطنت بڑی شان و شوکت سے کی۔ اِس آخر سلطنت کے زمانہ میں ملک شام میں آزادانہ سلطنت مرداسیہ۔ بوریہ۔ زنگیہ خاندانوں نے کی مگر سلطان صلاح الدین نے پھر انکو مصر کی سلطنت میں داخل کرلیا سلطان صلاح الدین خاندان ایوبیہ کا بانی ہے۔ یہی صورت اِن دونوں ملکوں کی اس زمانہ تک رہی کہ دونو سلطنت عثمانیہ کے جدا جدا صوبے بن گئے ۱۸۳۱ء میں ابراہیم پاشا نے جو محمد علی کا بڑا بیٹا تھا ملک شام کو سلطنت مصر میں شامل کرلیا۔ یوروپ کی سلطنتوں نے ۱۸۴۱ء میں پھر سلطان روم کو اُسنے دلادیا اب وہ ترکی ولایت ہے یعنی ترکوں کی سلطنت میں ہے +

۲۵۴ – ۲۹۲ھ ۲۵ دولت طولونیہ ۸۶۸ – ۹۰۵ء

طولون ایک ترکی غلام تھا جسکو بخارا کے امیر نے خلیفہ مامون کو تحفۃً بھیجا تھا۔ دار السلطنت بغداد اور سرمن رائے میں وہ بڑے درجہ پر پہونچ گیا اُسکے مرنے کے بعد ۲۴۰ھ میں اُسکا بیٹا احمد اپنے باپ کے منصب پر مقرر ہوا اور ۲۵۴ھ ۸۶۸ء میں مصر میں نائب مقرر ہوا اور یہاں وہ عملاً خودمختار ہوگیا ۲۶۴ھ میں اُسنے ملک شام کو بھی اپنی سلطنت میں داخل کرلیا۔ یہ سلطنت اِس خاندان میں ۲۹۲ھ ۹۰۵ء تک قائم رہی اور پھر اسکا خاتمہ ہوگیا۔ قسطاط اور قاہرہ کے درمیان اس خاندان کا دار السلطنت قطائع تھا۔ وہ دولتمندی اور عیش و عشرت میں نامور تھا اور بڑی بڑی عمارات عالیشان اُسنے بنائیں +

۳۲۳ – ۳۵۸ – ۲۶ دولت اخشیدیہ ۹۳۵ – ۹۶۹

بعد خاندان طولونیہ کے کچھ عرصہ تک مصر و شام میں پھر خلفاء عباسیہ بغداد کی طرف سے حاکم مقرر ہونے لگے مگر انکی حکومت غیر مستقل غیروں کی مرضی پر موقوف رہی۔ محمد اخشید نے اپنے خاندان کی سلطنت جمائی جیحوں کے پرے فرغانہ کے حاکموں کا لقب اخشید تھا۔ محمد اخشید

فرغانہ کے امیر طغج کا بیٹا تھا جو خلیفہ بغداد کی طرف سے وہاں مقرر تھا۔ طغج دمشق کا حاکم مقرر ہوا مگر ذلیل وخوار ہوکر وہ قیدخانہ میں مرگیا۔ محمد کی خوش نصیبی سے باپ کی بدنصیبی کا معاوضہ ہوگیا مقتدر باللہ خلیفہ بغداد نے ۳۱۶ھ میں پہلے اُس کو رملہ کا حاکم مقرر کیا اور راضی خلیفہ بغداد نے اسکو ۳۱۸ھ میں دمشق کا حاکم مقرر کیا اور ۲۳۔ رمضان ۳۲۳ھ کو وہ مصر کا حاکم مقرر ہوا ۳۲۷ھ میں اسنے اپنا لقب اخشید رکھا ۳۳۰ھ میں اُسنے ملک شام کو اپنی سلطنت میں داخل کرلیا۔ اور آیندہ سال میں مکہ و مدینہ کو بھی اُسپر اضافہ کیا +

۲۹۷ - ۵۶۷ھ دولت بنی فاطمہ ۹۰۹ - ۱۱۷۱ء

۲۹۷ھ میں خلفاء سادات کی افریقہ میں ابتدا ہوئی اور اُنکی سلطنت کا خاتمہ ۵۶۷ھ ۱۱۷۱ء میں ہوا اول خلیفہ سادات ابومحمد عبداللہ ہوا۔ دولت ادریسیہ نے اس دولت سادات بنی فاطمہ کے لئے سلطنت کا دروازہ کھول دیا تھا۔ بہت سے شیعی داعی پیدا ہوگئے تھے۔ جو شیعہ مذہب کی طرف قبائل بربر کی دعوت کرتے تھے۔ اب ایک نیا پیشوا عبداللہ پیدا ہوا جسنے اپنا لقب المہدی رکھا اور خلافت اور امیرالمومنین ہونے کا دعویٰ کیا ۲۹۷ھ ۹۰۹ء میں اُسنے دولت غلبیہ کی بقیہ کو بھی باقی نہ رکھا اور شمالی افریقہ کا باستثناء مراکش دارالسلطنت ادریسیہ کے خود مالک ہوگیا اور ۳۰۸ھ میں موضع مہدیہ جو تیونس کے قریب تھا بڑا شہر بنایا اور اسکو اپنی دارالسلطنت مقرر کیا۔ نصف صدی کے بعد اُنھوں نے مصر اور شام کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ انکے سپہ سالار جواہر نے ۳۵۸ھ ۹۶۹ء میں خاندان اخشیدیہ کے ایک طفل خردسال سے مصر چھینا اور قاہرہ کی بنیاد رکھی اور اُسکی فصیل نہایت مضبوط بنائی اور جنوبی شام کو بھی اسی سنہ میں فتح کرلیا۔ ۳۸۱ھ ۹۹۱ء حلب بھی سلطنت میں داخل ہوگیا اب اس سلطنت کی وسعت صحراء شام اور اورنتیس سے لیکر مراکش تک ہوگئی۔ یہ اس سلطنت کے لئے بڑی غلطی کی کہ قیروان اور مہدیہ سے دارالسلطنت کو قاہرہ میں منتقل کیا جسکا بیان ہم پہلے کرچکے ہیں کہ جسکے سبب سے مغربی اضلاع اُسکی حکومت سے نکل گئے نورمن نے ۴۸۳ھ میں سسلی کو ۴۹۲ھ میں مالٹا کو ۵۴۱ھ میں ترپولی کو ۵۴۳ھ میں مہدیہ اور قیروان کو اُن سے چھین لیا۔ مگر بنی فاطمہ کے خلفاء کی سلطنت مدتوں تک مصر و شام

میں بڑی شان و شوکت کی رہی اور اسمیں تنزل نہیں آیا اور تمام ممالک مڈیٹرینین میں انکی دولت تجارت عظیم الشان جاری رہی ۵۶۷ھ/۱۱۷۱ء میں صلاح الدین نے اس سلطنت کا خاتمہ کردیا۔

۵۶۴ - ۶۴۸ھ ۲۸ دولت ایوبیہ مصر و شام ۱۱۶۹ - ۱۲۵۰ء

دولت ایوبیہ کی ابتدا ۵۶۴ھ کی ماہ ربیع الاول سے ہوئی +

شادی کے دو بیٹے شیرکوہ اور ایوب تھے شیر دوین کا وہ رہنے والا تھا ابن اثیر لکھتا ہے کہ اصل ان دونو کی اکراد ہے یعنی وہ کردستان کے رہنے والے تھے وہ رودابہ میں رہتے تھے عراق میں چلے آئے تھے۔ ایوب بڑا شیرکوہ سے تھا وہ بہروز سلجوقی کوتوال بغداد کے پاس رہا کرتا تھا اس کوتوال نے اسکو شہر تکریت کا محافظ مقرر کردیا تھا پھر یہ دونو بھائی عماد الدین زنگی کی خدمت میں رہنے لگے۔ عماد الدین نے شہر بعلبک کا محافظ ایوب کو مقرر کردیا۔ اور پھر وہ لشکر دمشق کا بڑا سردار ہوگیا شیرکوہ عماد الدین کے مرنے کے بعد اُسکے بیٹے نورالدین پاس رہنے لگا اُسنے اُس کو شہر حمص اور رحبہ عطا کئے اور اُسکی شجاعت دیکھکر اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا۔ عاضدالدین خلیفہ مصر فرنگیوں اور شاور کے ہاتھ سے تنگ تھا اُسنے نورالدین سے امداد کی التجا کی۔ نورالدین نے شیرکوہ اور صلاح الدین کو بھیجا اُنھوں نے ملک مصر کے فساد اور جھگڑوں کا فیصلہ کردیا عاضدالدین نے شیرکوہ کو اپنا وزیر مقرر کیا اور اُسکو وہ اختیارات دئے جو پہلے کسی خلیفہ نے وزیر کو نہیں دی تھی جب شیرکوہ ۵۶۴ھ/۱۱۶۹ء میں اس دنیا سے رخصت ہوا تو اپنے چچا کی جگہ صلاح الدین وزیر مقرر ہوا اور عاضدالدین نے سارا ملک اُس کو سپرد کردیا۔ اسطرح اس سنہ میں وہ مصر کا بالکل مالک ہوگیا گو خلیفہ بنی فاطمہ عاضد تین برس تک زندہ رہا ۵۶۷ھ/۱۱۷۱ء کے اول مہینے میں قاہرہ میں خلیفہ عباسیہ مستضی کا نام بجائے عاضد کے خطبہ میں پڑھا گیا۔ اُسپر کچھ فساد نہیں ہوا۔ اور مصر کی حکومت شیعہ خلفاء سے پھر اہل سنت خلفاء کے ہاتھ میں آگئی حجاز کے مقدس شہروں میں اکثر سلاطین مصر کا قبضہ رہتا تھا ۵۶۹ھ/۱۱۷۳ء میں صلاح الدین نے اپنے بھائی توران شاہ کو یمن کا حاکم مقرر کیا ۵۶۸ھ/۱۱۷۲ء میں تریپولی کو نورمن سے صلاح الدین نے چھین لیا اسی سال میں نورالدین نے وفات پائی شام کی حملہ آوری کے لیے رستہ کھلا ۵۷۰ھ/۱۱۷۴ء میں دمشق میں صلاح الدین داخل ہوا۔ اور تمام ملک شام کو ہلا مارا ۵۷۲ھ میں باوجود زنگیوں کی مخالفت

کے اُسنے اپنی سلطنت کو دریاے فرات تک پھیلا دیا جب نورالدین کے بیٹے صالح کا انتقال ہوا تو
۵۷۹ھ ۱۱۸۳ میں موصل پر قبضہ کر لیا اور ۵۸۱ھ میں عراق عرب کی بہت سے امیروں کو اپنا خراج گزار اور تابع
بنایا۔ اب دریاے فرات سے لیکر دریاے نیل تک سواے ان گرہوں کے جو عیسائی جہادیوں کے پاس تھیں وہ
فرمانروائی کرتا تھا جنگ حطین ۴ جولائی ۱۱۸۷ء کو ہوئی تھی جس کے سبب سے اور شلیم سے
عیسائی سلطنت اُٹھ گئی اور تین مہینے کے اندر بیت المقدس پر صلاح الدین کا تسلط ہو گیا اور
کوئی قلعہ عیسائی پاس سواے تائر کے باقی نہیں رہا۔ اہل یورپ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو جہاد
کے لئے تیسری دفعہ آمادہ ہوے اور انگلستان کا بادشاہ رچرڈ اور فلپ آگسٹس شاہ فرانس دونو ۱۱۹۰ء
میں بیت المقدس کی طرف چلے اور ۱۱۹۱ء میں عکہ کے محاصرہ میں دونو شریک ہو گئے ڈیڑھ برس
تک یہ جہاد جاری رہا اور ۱۱۹۲ء میں تین برس کے لئے صلح ہو گئی جس سے اس لڑائی سے کوئی فائدہ
عیسائی جہادیوں کو نہیں ہوا۔ سلطان صلاح الدین ۲۷ صفر ۵۸۹ھ ۱۱۹۳ ۱۳ بارہ روز بیمار رہا اور پھر اس دنیا
سے سفر کیا۔ وہ تکریت میں ۵۳۲ھ میں پیدا ہوا تھا عمر اسکی ۵۷ برس کی تھی ۲۴ برس تک ملک مصر پر
حکومت کی اور ۱۹ برس شام میں۔ سلطان کے مرنے کے بعد اُسکے بھائیوں بھتیجوں نے اس وسیع سلطنت کے
حصے کر کے تقسیم کر لیا۔ اس خاندان میں اسکے بھائی سیف الدین عادل نے بڑا نام پایا اور بتدریج
بڑے اعلیٰ درجہ پر پہنچا۔ ابتدا میں سلطان صلاح الدین کے بیٹے اسطرح فرمانروا مقرر ہوے کہ افضل
دمشق میں عزیز قاہرہ میں ظاہر حلب میں ۵۹۲ھ ۱۱۹۶ میں افضل کی جگہ دمشق میں عادل مقرر ہوا اور
اور عزیز کے جانشین منصور کی جگہ بھی ۵۹۶ھ ۱۱۹۹ میں قاہرہ کے اندر عادل مقرر ہوا۔ حلب ۶۴۸ھ ۱۲۶۰ تک
سلطان کی اولاد کے قبضہ میں رہا۔ عادل نے مصر اور شام کے بڑے حصہ میں ۵۹۲-۵۹۶ کے اندر
سلطنت حاصل کر لی اور ۵۹۴ھ ۱۱۹۸ میں اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو عراق عرب کا حاکم مقرر کیا غرض
دولت ایوبیہ میں عادل بڑا اقبالمند ہوا اور بڑے کروفر کے ساتھ سلطنت کی ۶۱۵ھ ۱۲۱۸ میں اس نے
انتقال کیا۔ اسکی اولاد مختلف ملکوں میں سلطنت کرتی رہی اور اسکی شاخیں مصر دمشق عراق
عرب میں حکمران رہیں یہ سب عادل کی اولاد میں سے تھیں مگر حماۃ اور یمن میں خاندان ایوبیہ
کی اور شاخوں کی اولاد فرماں روا رہی۔

بشہ ۱۲۵۰ ھ میں مصر میں عادلی ایوبیہ کی شاخ عظیم سلطنت کرتی تھی اور اکثر ملک شام بھی انکے تحت حکومت رہتا تہا اسنے بحری مملوک (غلاموں) کو سلطنت کی راہ دکھادی۔ دمشق میں جو اس خاندان کی شاخ سلطنت کرتی تھی وہ شام کی سلطنت کے لئے ان شاخوں سے لڑتی تھی جو مصر و حلب میں حکومت کرتی تھیں ان دونو کو تاتاریوں کے چنگیز خان نے ۶۵۸ھ ۱۲۶۰ میں ٹھکانے لگادیا اور برباد کردیا یہی حال حادل کے جانشینوں کا عراق عرب میں ہوا ۶۴۳ھ ۱۲۴۵ میں اسنے کیا مملوک نے ان سے ۶۶۱ھ ۱۲۶۲ میں امی سالکو چھین لیا ۶۴۵ھ ۱۲۴۸ کے شروع میں عرب میں دولت ایوبیہ کی جگہ دولت رسولیہ قائم ہوئی مگر حماہ میں سلطان صلاح الدین کے خاندان کی ایک شاخ ۷۴۲ھ ۱۳۴۱ تک سلطنت کرتی رہی گو کبھی کبھی اس میں خلل آگیا ابوالفدا نے ان سب کا حال مفصل لکھا ہے +

۲۹ مملوک سلاطین ۶۵۰ - ۹۲۲ھ ۱۲۵۲ - ۱۵۱۷

مملوک جسکے معنی غلام کے ہیں اسکا اطلاق اکثر سفید رنگ کے غلام پر کیا جاتا تہا مصر کے مملوک سلاطین ترکی اور سرکیشی غلام تھے سلطان صالح ایوبیہ کو ان غلاموں کا بڑا شوق تھا اسلئے ان کو خاص اپنی ذات کے محافظ سپاہ میں بھرتی کیا تھا۔ ایک عورت درۃ الشجر دولت سلاطین مملوک کی بانی ہوئی ہے وہ ملک صالح کی بیوی تھی جسکے مرنے کے بعد اُسنے اپنے خاوند کے غلام ایبک ترکمانی سے نکاح کیا اور اُسکو اس سبب سے کہ اُسنے بدرالدین لولو حاکم موصل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تھا حمام میں مرڈالا۔ ملک مصر میں اسکا خطبہ پڑہا گیا مگر اُسکے ساتھ برائے نام خاندان ایوبیہ میں سے موسی ابن یوسف شریک تہا درۃ الشجر سے سلطنت کا سلسلہ غلاموں کے خاندان میں یعنی مملوک میں چلا۔ ان غلاموں کے خاندان کے شعبے تھے ایک بحریہ (دریائی) اور دوسرا بُرجی (قلعہ) کہلاتا تھا۔ ان دونو شاخوں نے شروع سولہویں صدی تک سلطنت کی۔ اگرچہ ان سلاطین کی سلطنت تھوڑے تھوڑے دنوں رہی بہت سے ملکی جھگڑے اور قضایا باہم رہے اور سلاطین قتل ہوتے رہے مگر انکی سلطنت کا نظم و نسق بخوبی قائم رہا کیہہ خلل نہیں پڑا اقبال بزبان حال سے پکار رہا تہا کہ انکو کیسا عمارات کا شوق اور علوم و فنون کا ذوق تھا۔ انھوں نے اپنے جوہر شجاعت کو عیسائی جہادیوں کے اور تاتاریوں کے مقابلہ میں دکھایا۔ تیرہویں صدی میں

تاتاریوں نے ایشیا کو اپنی تاخت تاراج سے پامال کر دیا تھا اور مصر کو بھی دھمکایا تھا مگر سلاطین مملوک کا وہ بال بیکا نہ کر سکے

۶۴۵ - ۷۹۲ ۵ بحری مملوک ۱۵۰ - ۱۳۹۰

۷۸۴ - ۹۲۳ ب برجی مملوک ۱۳۸ - ۱۵۱۷

۱۲۲۰ - ۱۳۱۱ ۳۰ خدیو مصر ۱۸۰۵ - ۱۸۹۳

۹۲۲ھ ۱۵۱۷ء میں سلطان روم سلیم اول نے مصر کو فتح کر لیا تھا اس زمانہ سے تین سو برس تک ملک مصر سلطنت روم کا ایک صوبہ رہا سلطان روم کی طرف سے یہاں پاشا مقرر ہو کے قسطنطنیہ سے آتے تھے مگر ان پاشاؤں کے اختیارات میں مملوک بے کے کونسل کے مقرر ہونے سے کمی آگئی تھی ۱۷۹۸ء مصر میں نپولین کے آنے سے جو انتظام سلطنت مصر کا تھا اسکا خاتمہ ہو گیا تھا۔ لیکن ابوبکر اور اسکندریہ میں جو انگلستان کو فتوحات حاصل ہوئیں اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۰۱ء میں فرانسیسوں کو مصر چھوڑنا پڑا اور پھر پرانے لڑائی جھگڑے قائم ہوئے ۱۸۰۵ء میں مصر کی سپاہ ترکی میں محمد علی البانی رجمنٹ کا افسر تھا اُسنے بہت سے مملوک سرداروں کو قتل کر ڈالا اور آپ قاہرہ کا مالک بن بیٹھا۔ ایک ایسا ہی اور قتل عام ہوا اُسکے بعد ملک مصر میں برائے نام سلطان روم کی سلطنت باقی رہ گئی اصل میں سلطنت محمد علی کے خاندان میں تھی ۱۸۶۶ء میں اس خاندان کے چوتھے فرمانروا مصر نے اپنا خطاب خدیو اختیار کیا ۱۸۳۱ء میں ملک شام بھی اس سلطنت میں داخل ہو گیا تھا مگر انگلستان کے دباؤ سے پھر وہ ۱۸۴۱ء میں سلطان روم کو واپس مل گیا۔ سوڈان پر بڑی ناکام چڑھائیاں ہوئیں مگر جنرل گارڈن کی وفات کے بعد ۱۸۸۵ء میں سوڈان مصر کی ماتحتی سے نکل گیا۔ مصر کی جنوبی سرحد رود نیل کے دوسرے آبشار تک ہے اور جب سے عربی پاشا کی بغاوت کو انگریزوں نے فرد کیا ہے مصر کا نظم و نسق سلطنت انگلشیہ کی صلاح سے ہوتا ہے +

فصل پنجم یمن

۳۳ زیادیہ (زبید) ۳۴ یعفوریہ (صنعاو جند) ۳۵ نجاحیہ (زبید) ۳۶ صلیحیہ (صنعا)

۳۷ ہمدانیہ (زبید) ۳۸ زوریہ (عدن) دولت ایوبیہ یمن ۳۹ رسولیہ (یمن) -

۴۰ طاہریہ (یمن) ۴۱ ائمہ رسد (سعدا) ۴۲ ائمہ صنعا

یمن

یمن میں ایک حاکم اور اسکا نائب مکہ یا مدینہ میں خلفاء مقرر کیا کرتے تھے۔ انکے سوا، اور آبادیاں تھیں انمیں شیخ اپنے اپنے قبیلہ کا انتظام کرتے تھے تیسری صدی میں جب شمالی افریقہ میں دولت ادریسیہ و دولت اغلبیہ آزاد و خود مختار ہوگئیں تو انکی دیکھا دیکھی یمن بھی ایک جدا خود مختار آزاد سلطنت ہوگئی۔ جس زمانہ میں دولت عباسیہ کے دست راست کو خراسان میں طاہر قطع کر رہا تھا محمد زیاد نے بھی تہامہ میں ایک شہر زبید تعمیر کرا کے اپنی جدا سلطنت جمائی۔ اگرچہ کبھی کبھی خلفاء کی طرف سے بھی یمن میں حاکم مقرر ہوتے رہے

۲۰۴ - ۴۰۹ھ ۳۳ دولت زیادیہ (زبید) ۸۱۹ - ۱۰۱۸ء

محمد آل زیاد سے تھا۔ وہ فضل بن سہل ذوالریاستین کے پاس رہتا تھا جب یمن میں خلیفہ مامون کے عہد میں خلل پڑا۔ تو فضل کی سفارش کرکے محمد ابن زیاد کو یمن میں امیر مقرر کرا دیا۔ ۲۰۳ھ میں تہامہ کو فتح کر لیا ۲۰۴ھ میں اُس نے شہر زبید کی بنا ڈالی اور اُسکی فصیل بنائی۔ جعفر اپنے غلام کو بہت سے تحفہ تحائف دیکر خلیفہ مامون پاس بھیجا اور مامون کے پاس سے ۲۰۵ھ میں جعفر مع لشکر دو ہزار سوار کے یمن میں آیا تو ابن زیاد کی حکومت کو استواری ہوئی اور ولایت یمن کا مالک ہوگیا جعفر اسکا غلام بڑا دانشمند و دلاور تھا اُسکے سبب سے ابن زیاد کی سلطنت کو بڑی ترقی و رونق ہوئی۔ دو سو چار برس تک اس خاندان میں حکومت برقرار رہی ۲۰۴ھ میں اسکا آغاز اور ۴۰۹ھ میں اسکا انجام ہوا۔ جب سلطنت کا تنزل شروع ہوا تو ملک کے مختلف حصوں میں نئے نئے خاندان خود مختار مطلق العنان حاکم بن بیٹھے اور دولت زیاد کے غلاموں کے غلاموں میں سلطنت تقسیم ہوئی صنعا اور جند میں یعفر یحی نے اپنی حکومت قائم کی سلیمان بن طرف نے یمن کے مغربی اطراف میں بہت کچھ حصہ ملک کا دبا لیا اور عشر کو اپنا دار السلطنت بنا لیا ۲۹۲ھ میں قرمطی علی بن فضل نے زبید کو خوب لوٹا۔ دولت زیاد کے آخر بادشاہ ابراہیم کے زمانہ میں غلاموں کے ہاتھ میں سلطنت کے کل اختیارات تھے نجاح حبشی نے جو مرجان کا غلام تھا ملک پر قبضہ کر لیا اور زبید میں ۴۱۲ھ سے دولت نجاحیہ کا دور شروع ہوا +

۲۴۷ - ۳۴۵ ۳۴ یعفریہ صنعا اور جند - ۸۶۱ - ۹۵۶

۴۱۲ - ۵۵۳ ۲۳ دولت نجاحیہ (زبید) ۱۰۲۱ - ۱۱۵۸

نجاح نے ۴۵۲ھ تک سلطنت کی اور پھر اس دنیا سے سفر کیا ۴۵۲ھ میں زبید کو صلیح نے فتح کرلیا مگر نجاح کے بیٹے تے پھر اسپر قبضہ کیا غرض نجاح و صلیح کے خاندان میں وہ دو ہاتھ ہمیشہ ہوتے رہے آخر کو نجاح کے خاندان کا خاتمہ صلیح کے خاندان نے کردیا

۴۲۹ - ۴۹۵ ۳۶ دولت صلیحیہ صنعا ۱۰۳۷ - ۱۱۰۱

تمام ملک یمن میں علی بن محمد بن علی صلیحی کا قبضہ و تصرف ہوگیا علی الصلیحی کے باپ قاضی محمد کا مذہب سنی تھا اور جبل حراز کے سب آدمی اسکے مطیع و منقاد تھے اسکے بیٹے علی نے عامر بن عبداللہ رواحی سے تعلیم شیعہ مذہب کی پائی اور اسکا قائم مقام ہوا۔ اور شیعہ مذہب کی دعوت لوگوں کی کرتا رہا۔ ۴۲۹ھ میں وہ اس کام کو چھوڑکر مسار میں جاکر خود مختار اور آزاد ہوگیا نجاح کے مرنے کے بعد ۴۵۲ھ میں زبید کو اور ۴۵۵ھ میں کل یمن کو فتح کرلیا۔ اور ۴۵۵ھ میں مکہ پر قبضہ کیا اور صنعا کو اپنا دارالسلطنت بنایا ۴۵۹ھ میں انتقال کیا مرتے تک زبید اسکے قبضہ میں رہا مگر پھر نکل گیا ۴۶۷ھ میں اسکے بیٹے مکرم احمد نے پھر اسپر قبضہ کیا مگر پھر ۴۷۹ھ میں اسکے ہاتھ سے وہ نکل گیا پھر اسنے ۴۸۰ھ میں اسے فتح کیا مگر فتح ہوتے ہی پھر اسکے ہاتھ سے ایسا گیا کہ پھر ہاتھ نہ آیا ۴۸۱ھ میں مکرم نے اپنی دارالحکومت کو مخلت جعفر میں جبلہ میں بدلا تھا۔

۴۹۲ - ۵۶۹ ۳۷ دولت ہمدانیہ صنعا ۱۰۹۸ - ۱۱۷۳

یمن کے عربوں میں حاشد اور بکیل کے قبائل بڑے مشہور و معروف تھے اور صنعا و سعدا کے قریب رہتے تھے انکی بہت سی شاخیں بنو ہمدان بنیں خاندان صلیحیہ کے بعد خاندان ایوبیہ کے حملوں تک یوں صدی تک بنو ہمدان میں سے ہی صنعا کے حاکم ہوتے رہے۔

۵۵۴ - ۵۶۹ ۳۸ دولت مہدیہ زبید ۱۱۵۹ - ۱۱۷۳

علی بن مہدی نے یمن سے نجاح کی ریاست کو دور کرکے ۵۵۴ھ میں اپنی ریاست جمائی علی بن مہدی قبائل حمیر میں تھا اور عنبرہ میں رہتا تھا جو زبید کے محاذات میں سے ہے اسکا باپ مہدی مرد صالح عزلت نشین تھا اسکا بیٹا بھی اپنے باپ کے طریقہ پر چلا۔ اول حاجی ہوا پھر واعظ بنا وہ بہت

حسین فصیح عالم تھا۔ کچھ غیب کی باتیں بھی بتایا کرتا تھا۔ غرض دلوں کے تسخیر کرنے کے گُر سب اُسے یاد
تھے۔ جب ایک جم غفیر اُسکا معتقد اور مطیع ہوگیا تو ۵۳۸ھ میں پہاڑوں میں چلا گیا۔ اور وہاں ایک
قلعہ میں جسکا نام الشرف ہے گیا یہاں کے باشندوں نے جو قبیلہ جولان کے تھے اُسکی اطاعت کی غرض
ان لوگوں کا نام مہاجرین رکھا جو تہامہ سے اسکے ساتھ گئے تھے اور قبیلہ جولان کا نام انصار رکھا
غرض آنحضرتؐ کی نقل اُتاری۔ پھر مہاجرین اور انصار کے امام الگ الگ مقرر کر لیے اور اماموں کو
شیخ الاسلام کا لقب دیا۔ اور رات دن لوٹنے کا شیوہ اختیار کیا۔ اسکی لوٹ سے سوداگروں کی راہیں
بند ہوگئیں کاروان اور قافلے ویران و تباہ ہوگئے۔ بعدازاں زبید کا محاصرہ کیے رہا جبتک
کہ فاتک بن محمد نے جو آخر بادشاہ ملوک بنی نجاح میں سے تھا مقتول ہوا۔ بعد اسکے قتل ہونے کے
اُسکے غلام علی بن مہدی سے خوب لڑتے رہے مگر آخرکار علی بن مہدی کو فتح ہوئی چنانچہ بروز
جمعہ ۱۴ تاریخ ماہ رجب ۵۵۴ھ میں دارالملک زبید پر اسکا قبضہ ہوا۔ دو مہینے اکیس دن سلطنت کی پھر
ماہ شوال میں وفات پائی۔ اسکی اولاد تہامہ اور بعض اور اضلاع پر قابض رہی جبتک خاندان
ایوبیہ نے اُسکو برباد کیا +

۴۷۶ھ - ۵۶۹ ۱۳۱ دولت زوریہ - عدن ۱۰۸۳ - ۱۱۷۳ع

۴۷۶ھ/۱۰۸۳ میں کرم صلیحی نے عباس و مسعود دونوں کو عدن میں حاکم اپنی طرف سے مقرر کیا تھا۔ یہاں کئی
سالوں تک مشترک انتظام چلا ابو مسعود اور ابو غارات نے بادشاہ صنعا کی اطاعت سے سرتابی کر کے
آزادی حاصل کی مگر وہ اس آزادی کو ہمیشہ سنبھال نہ سکے یمن میں صلیحیہ کے اس خاندان کی عظمت
بھی مانی جاتی ہے۔ دولت ایوبیہ نے اُسے بھی برباد کیا +

۵۶۹ - ۶۲۵ ایوبیہ یمن ۱۱۷۳ - ۱۲۲۸

عرب کے زمانہ متوسط کی تاریخ میں ایوبیہ کی فتح ۵۶۹ھ/۱۱۷۳ میں واقعہ عظیم سمجھا جاتا ہے سلطان صلاح الدین
کے رشتہ داروں نے یمن کے تمام خاندانوں کا خاتمہ کیا اور اُسکو بالکل تاخت و تاراج کیا اور جس شان
و شکوہ سے سلطنت مصر شام عراق عرب میں کی تھی ایسی ہی یہاں کی صنعا سے ہمدانیوں کو زبید سے
مہدیہ کو عدن سے زوریہ کو توران شاہ بن ایوب نے خارج کر دیا۔ اور نصف صدی تک (۵۶۹-۶۲۵)

یمن اسی خاندان کے قبضہ میں رہا جو مصر و شام میں حکومت کرتا تھا +

۶۲۶ - ۸۵۸ ۴۰ رسولیہ یمن ۱۲۲۹ - ۱۴۵۴

ملک مسعود بن کامل جب حج کو گیا ہے تو اُسنے داروغہ علی بن رسول کو یمن میں اپنا نائب مقرر کیا تھا وہ اولاد ایوب کی حکومت تک نائب رہا - علی بن رسول کے چند بھائی بطور اُول کے مصر میں لاکر اس خیال سے رکھے گئے تھے کہ وہ کوئی تغلب و خیانت یمن میں نہ کرنے پائے جب اسکا انتقال ہوگیا تو عمر بن علی اپنے باپ کی جگہ مقرر ہوا جب اسکے چچاؤں نے چند ایلچی اسکے معزول کرنیکے لئے بھیجے - اسلئے کہ وہ خود یمن کی نیابت کے خواہان تھے تو اُسنے ایلچیوں کو قید کیا اور یمن میں مطلق العنان ہوکر سلطنت کرنے لگا حضرموت سے مکہ تک دو سو برس تک اس خاندان نے سلطنت کی -

۸۵۰ - ۹۲۳ھ ۴۱ طاہریہ یمن

جب خاندان رسولیہ تباہ ہوا تو یمن میں خاندان بنی طاہر اسکا جانشین ہوا اور جبتک اس نے سلطنت کی کہ مصر کے سلاطین ملوک میں سے آخر سلطان قانصوہ غوری نے ملک عرب فتح کیا - پھر ۹۲۳ھ میں عثمانلی ترک نے فتح کر لیا مگر ۱۰۳۳ھ میں اُسکو چھوڑ دیا اور وہیں کے اماموں کو حکومت دیدی

۲۸۸ - ۷۰۰ - ۴۲ ائمہ رسد - سعدا - ۹۰۳ - ۱۳۰۰

شیعوں میں ائمہ زیدیہ کا ایک فرقہ ہے جبکہ قاسم رسی کے پوتے ہادی یحیی نے اول یمن میں سعد کے اندر قائم کیا تھا خلیفہ مامون کے عہد میں قاسم رسی ایک ضعیف الاعتقاد وسیع المشرب تھا - یہ فرقہ زیدیہ اماموں کا ابتک قائم ہے گو کہیں کہیں انکے سلسلے میں شکستگی آگئی ہے -

۱۰۰۰ - ۴۳ ائمہ صنعا ۱۵۹۱

ائمہ مذکورہ بالا اپنا صدر مقام سعدا میں رکھتے تھے مگر انکے جانشین اکثر صنعا میں بھی ہوتے تھے - عثمانلی ترک کا اخراج جبتک کہ ۱۰۴۵ھ میں نہیں ہوا یمن میں اماموں کا مستقل دار الحکومت صنعا نہیں ہوا - جو امام یہاں حکومت کرتے تھے اُسکو امام صنعا کہتے ہیں وہ حقیقت میں انہیں اماموں کی نسل میں سے ہیں جو سعدا میں رہتے تھے - ہادی یحیی کے پڑپوتے یوسف داعی کی اولاد میں قاسم منصور تھا جسنے ائمہ صنعا کی بنا ڈالی - ہادی یحیی ائمہ سعد کا بانی تھا +

فصل ششم شام و عراق عرب (زمانہ اہل عرب)

(۴۴) حمدانیہ (موصل) حلب (۴۵) مرداسیہ حلب (۴۶) عقیلیہ (موصل وغیرہ) (۴۷) مروانیہ (دیار بکر)

(۴۸) مزیدیہ (حلہ)

ایشیا میں دول اسلامیہ کی تقسیم اس طرح ہے۔ اول شام اور عراق عرب کی دول اسلامیہ عرب قبل از حملہ سلجوقی ترک دوم۔ دول ایران و ماوراء النہر قبل از سلجوق سوم دولت سلجوقیہ اور اسکی شاخیں چہارم ان امرا کی دول جنہوں نے سلجوق کی ملازمت میں کارہائے عظیم کئے تھے۔ اور وہ دولت سلجوقیہ کے تنزل اور مغلوں کے حملوں کے درمیان قائم ہوئیں پنجم دولت سلجوقیہ کے قائم مقام خصوصاً عثمان لی ششم چنگیز خاں کی دولت مغلیہ اور اسکی شاخیں ہفتم دولت مغلیہ کے تنزل کی حالت میں جو ایران میں دول قائم ہوئیں ہشتم دولت تیموریہ ماوراء النہر میں جو قدیم مغلوں کی سلطنت کے زوال سے پیدا ہوئی نہم دول ہندوستان جسمیں افغانستان بھی شامل ہے۔ اس ترتیب میں جغرافیہ کے اعتبار سے جو ترقی مغرب سے مشرق کو ہوئی ہے وہ قائم رہتی ہے۔ ان دول کا بیان اس طرح کرینگے۔ شام و عراق عرب کا بیان جب تک کہ سلجوقیوں کا حملہ ہوا ایران اور ماوراء النہر کا سلجوق اور انکے امراء سلجوقیہ کے قائم مقام جو مغرب میں پھیلے ایک نئی دولت مغلیہ کا پیدا ہونا جسنے کل دول کو سوائے دولت عثمان لیہ کے غارت کر دیا مغلوں کی دولت کا تنزل اس کے قائم مقام شاہان ایران جو مختلف خاندان کے تھے اور وہ ابتک قائم ہیں۔ شمال و مشرق میں دولت تیموریہ کی جدا ایک شاخ کا قائم ہونا۔ ماوراء النہر میں دولت تیموریہ کا قائم مقام ازبک کا ہونا جو ابتک موجود ہیں مشرق میں دول اسلامیہ ہندوستان میں اور افغانستان میں دولت غزنویہ کا قائم ہونا دولت اسلامیہ ہند کی بجائے برٹش گورنمنٹ کا قائم مقام ہونا +

۳۱۷ - ۳۹۴ ھ ۴۴ دولت حمدانیہ (موصل و حلب وغیرہ) ۹۲۹ - ۱۰۰۳ ء

خاندان حمدانیہ عرب کے قبیلہ تغلب التغلبی کی نسل سے تھا۔ وہ موصل کے قریب رہتا تھا۔ حمدان بن حمدون سنہ ۲۶۰ ھ سے اس کے معاملات ملکی میں بہت دخل دیتا تھا سنہ ۲۸۱ ھ میں محمد بن حمدان نے ماردین پر قبضہ کر لیا۔ مگر خلیفہ المعتضد باللہ نے سنہ ۲۸۲ ھ سے نکال دیا ابو الہیجا عبداللہ بن حمدان کو موصل اور اسکے محالات کا حاکم مقرر کیا۔ اسوقت سے معاملات ملکی میں خاندان حمدانیہ کو زیادہ اقتدار حاصل ہوا

سنہ ۳۰۷ھ/۹۱۹ میں دیار ربیعہ کا حاکم ابراہیم بن حمدان مقرر ہوا اور ۳۰۹ھ/۹۲۱ میں داؤد اسکا بھائی جانشین اسکا ہوا اور ۳۱۲ھ/۹۲۴ میں سعید بن حمدان نہاوند میں حاکم مقرر ہوا اور اس خاندان کے بعض اور ارکان نے بھی اسی طرح کے اعلی عہدے پائے۔ عبداللہ نے اپنے بیٹے حسن کو موصل میں اپنا نائب بنایا۔ جب عبداللہ ابو الہیجا بغداد میں مارا گیا تو موصل میں اسکا بیٹا حسن باپ کی جگہہ مقرر ہوا۔ ابو العلا بن حمدان اسکا چچا اس امر کا ذمہ لیکر کہ میں اپنے بھتیجے کے قبضہ سے مال نکال کر خلیفہ کے دربار میں بھیجونگا موصل گیا مگر وہاں بھتیجے کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جب یہ خبر خلیفہ مکتفی باللہ کو پہونچی تو اسنے وزیر ابن مقلہ کو لشکر دیکر موصل بھیجا۔ حسن بھاگ کر کہیں چھپ گیا۔ ابن مقلہ موصل میں ۳۱۵ھ - ۳۱۹ تک رہا اور پھر بغداد میں چلا آیا تو حسن نے خلیفہ کو عرضی بھیجی اور مال مذکور دینے کا ضامن ہوا۔ خلیفہ نے اسکا قصور معاف کر دیا۔ ان سالوں کے سوا وہ دیار ربیعہ اور دیار بکر و موصل میں فرمانروائی جب تک کرتا رہا کہ اسکے بیٹے ابو تغلب نے اسے معزول کیا۔ خلیفہ مکتفی باللہ نے ۳۳۰ھ/۹۴۱ میں اسکو ناصر الدولہ کا اور اسکے بھائی علی کو سیف الدولہ کا خطاب دیا۔ سیف الدولہ نے اول اسطرح حکمرانی کی بہم ۳۳۳ھ/۹۴۴ میں احمد بن سعید الکلابی صاحب الاخشید سے حلب لے لیا۔ اور یونانیوں کے ساتھ رزم آرائی میں بڑا نام پیدا کیا۔ خاندان حمدانیہ شیعہ تھا۔ اور سیف الدولہ دولت بنی فاطمہ کی اطاعت کرتا تھا۔ جب ان دو بھائیوں کا انتقال ہو گیا تو دولت حمدانیہ میں زوال آ گیا۔ دولت بنی فاطمہ نے سیف الدولہ کے پوتے سے اسکی سلطنت جو شام میں تھی چھین لی اور ۳۶۷ھ میں ابو تغلب سے عراق عرب کی سلطنت دولت بویہ نے لے لی۔ انکے بھائیوں حسین اور ابو طاہر نے جو موصل کو پھر لے لیا تھا اسپر قبضہ چند روز رہا اور پھر وہ چھن گیا۔ ناصر الدولہ کے حالات میں کئی دفعہ انقلاب ہوا۔ اسکو اپنے بھائی سیف الدولہ سے نہایت محبت تھی جب وہ مر گیا تو اسکے غم میں وسیع الاخلاق اور ضعیف العقل ہو گیا کہ اولاد کے نزدیک بھی اسکی حرمت باقی نہ رہی اُس کے بیٹے ابو تغلب فضل اللہ الملقب عدۃ الدولہ المعروف بالغضنفر نے باپ کو قلعہ دشت میں قید کیا جہاں وہ جمعہ کے دن ۲۴ جمادی الاولے ۳۵۸ھ کو مر گیا۔

۴۱۴ - ۴۷۲ھ ۵ دولت مرداسیہ حلب ۱۰۲۳ - ۱۰۷۹

قبیلہ بنو کلب میں اسد الدولہ ابو علی صالح بن مرداس تھا اس نے بدوؤں کو ساتھ لیکر ۴۰۲ھ/۱۰۱۱ سے

بغاوت اختیار کرکے شہر حلب صالح کے حوالہ کیا۔ وہ یہاں فرمانروائی کرتا رہا۔ مصریوں کے ساتھ
لڑا اور اُس میں ۴۲۰ھ میں مارا گیا۔ اسکا بیٹا شبل الدولہ نصر اسکا جانشین ہوا مگر اُسکو بھی سپاہ
بنی فاطمہ نے ۴۲۹ھ میں مارڈالا۔ اسپر پانچ برس گذرنے پائے تھے کہ معزالدولہ ثمال حاکم رحبہ نے
مصریوں سے حلب کو دوبارہ لے لیا۔ ۴۴۹ھ میں ثمال نے پھر مصریوں کو حلب دیدیا۔ رحبہ پر اُسکا
بھائی عطیہ قبضہ رکھتا تھا۔ ۴۵۲ھ میں بنی فاطمہ کی جو تازی عملداری ہوئی تھی اس کا رشید الدولہ
بن شبل الدولہ نے حلب کو فتح کرکے خاتمہ کردیا۔ معزالدولہ اُسکے چچا نے اُس کو یہاں سے خارج کردیا
مگر وہ ۴۵۴ھ میں مر گیا اور حلب میں فرمانروائی کی وصیت اپنے بھائی کے لیے کر گیا۔ رشید الدولہ
اسی سال میں حلب پر پھر مستولی ہو گیا اور عطیہ نے رقہ پر قبضہ کیا یہاں سے عقیل مسلم بن قریش
نے ۴۵۷ھ میں سے نکال دیا۔ رشید الدولہ کے بعد اسکا بیٹا جلال الدولہ تخت نشین ہوا
سے اس نے منبج چھین لیا۔ حلب اُسکے بھائی شبیب کے پاس جبتک رہا کہ ۴۷۲ھ میں عقیل
نے فتح کرلیا + ۳۸۶ - ۴۸۹ھ دولت عقیلیہ (موصل وغیرہ) ۹۹۶ - ۱۰۹۶ء

بنو قبائل مودرائت میں جو بنو کعب کے پانچ قبائل تھے انمیں سے بنو عقیل بھی ایک
جب انھوں نے اسلام قبول کرلیا تو انکی شاخیں شام۔ عراق۔ شمالی افریقہ اور اندلس
دولت عباسیہ کے ابتداء میں ملک عراق قبیلہ بنو عقیل سے خوب معمور تھا۔ انکی ایک شاخ
بصرہ کے قریب بطیحہ میں چلی گئی (بطیحہ کے معنی عربی میں دلدل کے ہیں) بنو خفاجہ نے
معروف کے ماتحت صدیوں تک کاروانوں کے لوٹنے کے لیے صحرائے عراق میں اقامت
اختیار کی ۳۲۱ھ میں بنو عبادہ نے بنو منتفق کے ساتھ شریک ہوکر کوفہ۔ واسط
درمیانی ملک میں رہنا شروع کیا تو موصل میں عقیلیہ امراء کا سلسلہ قائم ہو گیا جو بھی
شام اور عراق کے بنو عقیلیہ دولت حمدانیہ عرب کی جو بڑی شان و شکوہ کی تھی
مگر جب اس دولت کا زوال آیا تو بنو عقیلیہ نے اپنی خود مختار آزاد سلطنت قائم کرلی ۳۸۰ھ
دولت حمدانیہ کے آخر خلیفہ نے ابو جواد محمد کو نصیبین اور بلد کے شہر عطا کیے جس پر اُس نے موصل
اور اضافہ کیا مگر دولت بویہ نے اُس کو ۳۸۱ھ میں خارج کردیا اسکے بھائی مقلد کو

حاصل ہوئی کہ ۴۸۶ھ ۱۰۹۳ء میں موصل کو اُنسے لے لیا۔ کوفہ۔ قصر۔ جامعین سلطان بہار الدولہ نے اس شرط سے اسکو دیدیے کہ وہ خراج دیا کرے اور انبر بالفعل انبار۔ مداین دقوقہ کا اضافہ ہوا مسلم بن قریش کے عہد میں سلطنت عقیلیہ موصل سے لیکر بغداد کے قریب حلب تک تھی۔ مگر اسکے مرتے ہی سلطنت پر زوال ووبال آگیا موصل جو اسکی دار السلطنت تھا اُسکو قوام الدولہ کربوقا نے ۴۸۹ھ ۱۰۹۶ء میں فتح کر لیا۔ اور وہ دولت سلجوقیہ میں شامل ہوگیا جب عراق میں بنو عقیل کی سلطنت یوں بگڑ گئی تو پھر عنزہ نے جاکر اپنی قدیمی زمینوں میں خیمہ زن ہوئے

۳۸۰ - ۴۸۹ - ۷ھ دولت مروانیہ (دیار بکر) ۹۹۰ - ۱۰۹۶ء

بنو ۳۸۰ھ ۹۹۰ء میں جب حصن کیفہ کا حاکم باد مرگیا تو اسکا بھانجہ ابو علی بن مروان جانشین ہوا وہ خاندان کرد سے تھا۔ اسکی مملکت میں دیار بکر کے ایسے بڑے بڑے شہر تھے جیسے کہ آمد ارزن۔ میا فارقین اور کیفہ اسکے جانشین مصر کے خلفاء بنی فاطمہ کے تابع تھے اس اطاعت کے عوض میں خلفاء نے اُنکو حلب کی حکومت دیدی تھی وہ گویا خلیفہ کی طرف سے معزول حمدانی افسروں کے قائم مقام چند عرصہ تک سے مروانیہ دولت بویہ کی بھی اطاعت کرتے تھے۔ مگر جب اُنپر سلجوقیوں نے حملہ کیا تو اُن کا خاتمہ ہوگیا +

۴۰۳ - ۵۴۵ - ۸ھ مزیدیہ حلّہ ۱۰۱۲ - ۱۱۵۰

بنو اسد کے قبائل میں سے بنو مزید بھی تھے۔ وہ عرب کو چھوڑ کر صحرا قادسیہ میں دریا ئگرس کے بائیں کنارہ کی طرف پھیل گئے۔ چوتھی نسل میں ۴۹۵ھ ۱۱۰۱ء میں صدقہ نے اپنی دار السلطنت حلہ بجائے جامعین کے بنائی۔ اس شہر کی عمارات کی خوشنمائی اور اسکی صناعوں کی کاریگری مدتوں تک ضرب المثل رہی۔ عرب کی تاریخ میں صدقہ بھی بڑے بڑے مشہور شجاعوں میں شمار ہوتا ہے شاعر اسکی بہت تعریف کرتے ہیں اور تاریخ میں بھی اسکے بڑے بڑے کارنامے لکھے جاتے ہیں۔ اسکے مرنے کے بعد ہی اس خاندان کا تنزل ہوگیا۔ ۵۵۸ھ ۱۱۶۲ء میں خلیفہ مستنجد باللہ نے عراق سے قبائل بنو اسد کو نکلوا دیا اور چار ہزار آدمی انمیں لڑنے والے مارڈالے۔ ملک فرات سے انکا نام ونشان مٹا دیا بعد کے بنو منتفق اسکے مالک و متصرف ہوے مگر اُن سے زنگیوں نے چھین لیا۔

فصل ہفتم ایران وماوراء النہر (زمانہ ایرانی)

(۴۹) دلفیہ (کردستان) (۵۰) ساجیہ (آذربائیجان (۵۱) علویہ (طبرستان) (۵۲) طاہریہ (خراسان)
(۵۳) صفاریہ (فارس) (۵۴) سامانیہ (ماوراء النہر و فارس) (۵۵) ایلک خان) (ترکستان)
(۵۶) زیاریہ (جرجان) (۵۷) حسنویہ (کردستان) (۵۸) (جنوبی فارس عراق)
(۵۹) کاکوانیہ (کردستان)

زمانہ ایرانی

فارس اور ماوراء النہر میں جن خاندانوں نے سلجوقیوں کے حملہ تک سلطنت کی ہے وہ زمانہ ایرانی سے تعلق رکھتے ہیں خلیفہ مامون رشید کی ماں کنیزک ایرانی تھی اس خلیفہ نے خراسان میں ایرانی سپاہ بھرتی کرکے اپنے بھائی امین کو معزول کیا تھا۔ اسکی تدبیر مملکت یہ تھی کہ ایرانیوں سے جہانتک ممکن ہو اتحاد و وداد پیدا کیا جائے پس سکا نتیجہ یہ تھا کہ نظام ملکی میں جتنا اہل ایران کا رعب و داب زیادہ ہوتا جاتا تھا اتنا قدیمی اہل عرب کا اثر کم ہوتا جاتا جس سے سلطنت میں ضعف آتا جاتا تھا صوبوں و اضلاع میں اعلے عہدے اور حاکم اعلی اکثر ایرانی مقرر ہوتے تھے اور انکی خود مختاری اور آزادی اتنی بڑھ گئی تھی جس سے سلطنت معرض خطر میں آگئی تھی۔ ایرانیوں کو نہ خود مامون رشید نہ اسکے جانشین و باسکے اور بہت سے دول ایرانیہ برائے نام خلیفوں کو مانتے تھے اہل ایران کا حال عجم میں بعینہٖ ایسا ہوگیا تھا جیساکہ قبائل عرب کا حال عراق میں تہا۔ کہ شکستہ حال خلافت کے خلاف وہ فرمانروائی کرتے تھے۔ بعض خاندان جیسے کہ خاندان بویہ ہو وہ اہل سنت وجماعت نہ تھے بلکہ شیعہ تھے۔ ہمیشہ سے اہل ایران کو جیساکہ آج کل شیعہ مذہب پسند ہے ایسا ہی ہمیشہ وہ پسند رہا ہے۔ اگرچہ یہ عہد ایرانی کہلاتا ہے مگر یہ نہیں ہے کہ سارے خاندان شیعہ ایرانی ہی ہوں۔ مثلاً ابو دلف کا خاندان عرب تہا خاندان حسنویہ کرد تہا ایلک خان کا خاندان ترک تھا مگر اکثر خاندان ایرانی الاصل تھے۔

۴۹ دولت دلفیہ کردستان ۲۱۰ - ۲۸۵ - ۸۲۵ - ۸۹۸

ابو دلف عجلی کو خلیفہ امین نے ہمدان میں حاکم مقرر کیا اسکے بعد عبد العزیز اسکا بیٹا جانشین ہوا

اور اسکے پوتے عمر بن عبد العزیز نے ۸۱ ھ ۷۰۰ئ میں مملکت میں اصفہان و نہاوند کو زیادہ کیا اور اسکے بعد یہاں خلفاء کی طرف سے اور حاکم مقرر ہوتے رہے۔

۲۶۶ - ۳۱۸ - ۵۰ دولت ساجیہ آذربائیجان ۸۷۹ - ۹۳۰

کوفہ اور اہواز کا حاکم ابو الساج دیوداد تھا ۲۶۶ ھ ۸۷۹ئ میں وہ مرگیا اس کے مرنے کے وقت اسکا بیٹا محمد حجاز میں حاکم تھا۔ وہاں سے ۲۷۶ ھ ۸۸۹ئ میں انبار میں بدل گیا تھا اور ۲۷۹ ھ میں پھر یہاں سے آذربائیجان میں آگیا تھا اسنے آرمینیا کو اپنی مملکت میں ورثہ پایا جب وہ مرگیا تو اسکا بھائی یوسف جو ۲۸۸ ھ ۹۰۱ئ میں والی مکہ تھا آذربائیجان اور آرمینیا کا حاکم مقرر ہوا اُسنے محمد کے بیٹے دیوداد کو ریاست سے معزول کر دیا۔ یوسف نے ۳۰۶ ھ ۹۱۸ئ میں رے پر حملہ کیا آئندہ سال میں خلیفہ نے اسے قید کیا مگر پھر وہ ۳۱۰ ھ ۹۲۲ئ میں اپنے پہلے عہدہ پر بحال کیا گیا اور اسنے ۳۱۱ ھ ۹۲۳ئ میں ملک رے کو اپنی مملکت میں الحاق کیا۔ اور قرطیوں سے لڑائی شروع کی ۳۱۹ ھ ۹۳۱ئ میں آذربائیجان کی حکمرانی مفلح کو جو یوسف کا ایک آزاد غلام تھا سپرد ہوئی۔

۲۵۰ - ۳۱۶ - ۵۱ علویہ (طبرستان) ۸۶۴ - ۹۲۸

ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ ائمہ علویہ یا زیدیہ کی ایک شاخ یمن میں سعدا کے اندر حکمراں تھی۔ اس خاندان کے اور ممبر جو حسنی یا حسینی سید تھے مدتوں تک وہ استحقاق امامت کا یا خلافت کا اُن اضلاع میں کہتے تھے جو بحر کیسپین (خزر) کے جنوب میں واقع ہیں جیسے دیلم۔ طبرستان۔ گیلان ۲۵۰ ھ ۸۶۴ئ میں طبرستان پر خاندان علویہ نے قبضہ کر لیا اور اپنا سکہ چلایا اور اس ضلع پر چونسٹھ برس تک سلطنت کرتے رہے دولت سامانیہ نے اُنکو غارت کیا اس واقعہ کے بعد بھی کئی ایک رقیب علویہ خاندانوں نے گیلان و دیلم میں سلطنت قائم کی اور اُن میں سے ابو فضل جعفر طاہر خلاح نے اپنا سکہ شاہانہ چلایا +

۲۰۵ - ۲۵۹ - ۵۲ طاہریہ (خراسان) ۸۲۰ - ۸۷۲

خلیفہ مامون رشید کا بڑا نامور سپہ سالار طاہر ذو الیمینین تھا۔ اسکی ماں ایرانی کنیزک تھی خلیفہ کی طرف سے ۲۰۵ ھ ۸۲۰ئ میں وہ خراسان کی حکومت پر مقرر ہوا۔ یہاں وہ خود اور اُس کا گھرانا

عملاً تو آزاد تھا مگر اپنی حکومت کے لئے خلفاء سے سند حکومت حاصل کرتا تھا اور اپنے تئیں اسکا ماتحت جانتا تھا۔ اُسنے اپنی حکومت کو خراسان کی حد سے پرے نہیں بڑھایا۔ نصف صدی کے بعد یعقوب بن لیث صفاریہ کے حملہ سے وہ بالکل مغلوب ہو گیا۔

۲۵۴ - ۲۹۰ ۵۳ صفاریہ (فارس) ۸۶۷ - ۹۰۳

یعقوب بن لیث صفار (رویں ساز) کا اقبال وہ چمکا کہ کیا تو اوباشوں کے مجمع کا سرغنہ تھا یا سجستان (سیستان یا نیم روز) پر حکمرانی کرنے لگا۔ ۲۵۳ھ سے کچھ دنوں پہلے وہ اسی عہدہ عظیم پر خلیفہ معتمد باللہ کی عنایت سے کامیاب ہوا۔ اسی سنہ میں اُسنے ہرات کو اپنی مملکت میں الحاق کیا۔ اور فارس کو تسخیر کر لیا جسمیں اُسکا دارالسلطنت شیراز بھی داخل تھا پھر اُسپر بلخ طخارستان کا اضافہ کیا اور دولت طاہریہ سے خراسان کو ۲۵۹ھ میں چھین لیا طبرستان پر لشکرکشی کی اور حسن بن زید علوی کو شکست دی اور خلیفہ معتمد باللہ سے کھلی بغاوت اختیار کی شیراز اور اہواز میں ہوتا ہوا بغداد پہنچا مگر خلیفہ کے بھائی موفق باللہ نے اسے شکست دی اور ۲۶۵ھ میں وہ مر گیا اسکا بھائی عمر اسکا جانشین ہوا۔ اور خراسان و فارس و کردستان سجستان کا حاکم مستقل مقرر ہوا مگر خلیفہ کو عمر پر اعتبار نہ ہوا۔ اُسنے اسماعیل سامانی کو اکسا کر ۲۸۷ھ میں اُسپر حملہ کرایا اور عمر کو شکست ہوئی اور قید ہوا اسکا پڑپوتا طاہر سجستان میں اسکا جانشین ہوا۔
فارس میں وہ اپنے خاندان کی سلطنت پھر جمانی چاہتا تھا مگر اسلئے سنہ ۲۹۰ھ میں وہ قید ہوا اسی خاندان کے دو اور ممبروں نے اپنی گئی ہوئی سلطنت بحال کرنے میں کوشش کی مگر انکی سعی رائگاں گئی ۲۹۶ھ میں سامانیوں کو خلیفہ نے سجستان عطا کیا مگر سو برس تک خاندان صفاریہ اس صوبے کی سلطنت کے مدعی رہے اور کبھی ایک انمیں سے کامیاب ہو کر فرمانروا بھی رہے

۲۶۸ - ۳۸۹ - دولت سامانیہ (ماوراء النہر اور ایران) ۸۷۴ - ۹۹۹

سامان ایک ایرانی امیر بلخ کا تھا۔ اپنا مذہب دشتی ترک کر کے مسلمان ہوا تھا خراسان کا حاکم اسد بن عبداللہ اسکی امداد کرتا تھا۔ اُسنے اپنے بیٹے کا نام اسد اپنے محسن کے نام پر رکھا تھا۔ اسد کے چار بیٹے تھے نوح۔ احمد۔ یحییٰ۔ الیاس۔ جنہوں نے خلیفہ مامون رشید کی

خدمت میں کارہائے نمایاں کئے اور اعلیٰ عہدوں پر وہ سرافراز اور ممتاز ہوئے اور سنہ ۲۰۴ھ ۸۱۹ء میں خلیفہ نے انپر یہ عنایت کی کہ نوح کو سمرقند میں۔ احمد کو فرغانہ میں یحییٰ کو شاش میں اور الیاس کو ہرات میں حاکم مقرر کیا۔ احمد اپنے بھائیوں میں زیادہ سرافراز ہوا وہ اپنے بھائی نوح کا سمرقند میں جانشین ہوا اور کاشغر کو اپنی سلطنت میں ملا لیا۔ اسکے بیٹے اسمٰعیل نے سنہ ۲۹۰ھ ۹۰۳ء میں خراسان دولت صفاریہ سے چھین لیا اور محمد بن زید علوی حاکم طبرستان کو شکست دی اور اپنی حکومت میں تمام وہ ملک کر لئے جو صحرا ایران اور خلیج فارس کے درمیان اور ہندوستان کی حدود سے بغداد تک پھیلے ہوئے تھے۔ ماوراء النہر میں اسکی حکومت نہایت استوار و مستقل قائم ہوئی اور اس میں بخارا اور سمرقند تہذیب و شائستگی و علوم و فنون کے مرکز بنے اور وہاں وہ عالم فاضل کامل پیدا ہوئے کہ اسلامی دنیا میں انکی شہرت ہوگئی خراسان اور سجستان کی سرکشیوں سے اور خاندان بویہ کی قوت بڑہنے سے اس دولت سامانیہ کا تنزل شروع ہوا۔ نصف صدی کے بعد انکی حکومت ماوراء النہر اور خراسان سے کچھہ ہی پر باقی رہی اور اصل سلطنت کی قوت ترکی غلاموں کے ہاتھہ میں تھی جو اسکے دربار میں بہت بھرے ہوئے تھے اور بڑا رسوخ رکھتے تھے۔ انمیں سے ایک الپتگین تھا جس نے دولت غزنویہ کو قائم کیا اور سنہ ۳۸۴ھ ۹۹۴ء میں قائم مقام دولت سامانیہ کا اس ملک میں ہوا جو دریا جیحوں کے جنوب میں تھا۔ اس دریا کے شمال میں سلطنت سامانیہ کو ایلک خان ترکستانی نے کتر لیا تھا وہ ترکی قوموں کی فرغانہ سے لیکر سرحد چین تک پیشوائی کرتا تہا اُسنے ماوراء النہر پر حملہ کیا اور سنہ ۳۸۹ھ ۹۹۹ء میں بخارا پر قبضہ کیا اور ۳۸۹ھ ۹۹۹ء میں دولت سامانیہ کو بالکل ستیاناس کر دیا۔ اگرچہ ابراہیم منتصر ۳۹۵ھ ۱۰۰۴ء تک سلطنت کے لئے لڑائی جھگڑے کرتا رہا۔

۳۲۰ - ۵۶۰ ۵۵ ایلک خانان (ترکستان) ۹۳۲ - ۱۱۶۵

فرغانہ کے مشرق میں جو قبائل ترک مسلمان ہوگئے تھے انھوں نے چوتھی صدی میں اپنی سلطنت قائم کی جسکا دار الخلافہ کاشغر تھا۔ دولت سامانیہ سے جب ماوراء النہر چھین لیا تو ۳۸۹ھ ۹۹۹ء میں ایلک خان قبائل ترک پر حکمرانی کرنے لگا۔ یہ قبائل ترک بحارلہ سے بحر کیسپین (خزر) سے چین کی حدود تک

خانہ بدوش بادیہ گرد رہتے تھے۔ انھوں نے دریائے جیحوں کے جنوبی اضلاع کے فتح کرنے میں ۳۹۰؁ میں
محمود غزنوی سے شکست پائی۔ اسوقت سے ایلک خانان ماوراء النہر کاشغر مشرقی تاتار سے آگے
نہیں بڑھے۔ انکی حکومت میں بہت سے قبائل ترک نے ماوراء النہر میں اقامت اختیار کی اور بعد ازاں
وہ ایران میں دھکیلے گئے جنمیں سے سلجوق کی قوم ترکمان نہایت مشہور اور نامور ہوئی ان خانان
کی سلطنت کی تاریخ بڑی بے ربط لکھی گئی ہے اُسپر کچھ اعتبار نہیں ہوسکتا۔

۳۱۶ - ۴۳۴؁ ۵۶ دولت زیاریہ (جرجان) ۹۲۸ - ۱۰۴۲

بحر کیسپین (خزر) کے جنوبی کنارہ پر خلفاء کی سلطنت بخوبی کبھی نہیں ہوئی۔ اکثر حضرت علی کے
پیرو ان اضلاع میں اپنی حکومت جماتے رہے جیسا کہ خلفاء کی حکومت کا یہاں حال تھا ایسا ہی
دولت سامانیہ کی سلطنت کا رہا۔ مرداویج بن زیار جو خاندانی امیرزادہ تھا اسنے طبرستان اور
جرجان میں اپنے تئیں خود مختار حکمران بنایا اور ۳۱۶-۳۱۹؁ کے درمیان اصفہان اور ہمدان کو بھی
دبالیا اور اپنی حکومت کو عراق کی سرحد پر حلوان تک پہونچایا۔ وہ خاندان بویہ کا مربی تھا۔
علی بن بویہ کو سب سے اعلی درجہ عہدہ کرج کی حکومت کا دیا مرداویج اپنے تئیں دولت عباسیہ
کا ماتحت سمجھتا تھا۔ اسکا بھائی وشمگیر اسکا جانشین ہوا۔ وہ بھی خاندان سامانیہ کی اطاعت
برائے نام کرتا تہا ۳۲۲؁ میں جب خاندان بویہ بلند اقبال ہوا تو دولت زیاریہ کی حکومت
صرف جرجان اور طبرستان میں رہ گئی اور موید الدولہ بویہ نے قابوس کو اٹھارہ سال کے لئے
(۳۷۱ - ۳۸۹) کے درمیان جلاء وطن کیا جب وطن میں لوٹ کر مراجعت کی تو اُسنے گیلان کو بھی
اور جن اضلاع میں پہلے اسکی سلطنت تھی تسخیر کر لیا اسمیں اسکی اولاد جب تک جانشین ہوتی رہی
کہ خاندان غزنویہ نے یہ اضلاع اسے چھین لئے۔

۳۴۸ - ۴۰۶؁ ۵۷ حسنویہ (کردستان) ۹۵۹ - ۱۰۱۵

قبائل قریش کا حسنویہ بن حسین برزکانی بڑا امیر تھا چوتھی صدی میں اُسنے مثل ہمدانیہ کے
والا پایگی پر اپنے تئیں پہنچایا تھا اور اس صدی کے وسط سے بیشتر اُسنے کردستان پر قبضہ کر لیا
جسمیں مشہور شہر بھی داخل تھے۔ دینادار۔ ہمدان۔ نہاوند۔ قلعہ سرماج وغیرہ۔

اسکی قوت وہ زبردست تھی کہ دولت بویہ اُسے کچھ نہیں بولی اسکے مرنے کے بعد عضد الدولہ بویہ نے اسکی مملکت کو اپنے ملک میں شامل کر کے اُسکے بیٹے بدر بن حسنویہ کو اسکی قلمرو میں حکمراں مقرر کیا۔ بدر نے اپنے خاندان کی شان و شکوہ کو اور بڑھایا اور خلیفہ نے اُس کو لقب ناصر الدولہ کا عنایت فرمایا۔ اسکا پوتا طاہر ۱۰۱۴ میں اسکا جانشین مقرر ہوا۔ ایک ہی برس حکمرانی کرنے پایا تھا کہ شمس الدولہ بویہ نے اُسے نکال دیا اور پھر اُسکو قتل کر ڈالا۔

۳۲۰ - ۴۴۷ ۵۸ بویہ (جنوبی ایران و عراق) ۹۳۲ - ۱۰۵۵

قدیمی خاندان شاہی ایران کی نسل میں بویہ تھا اور دیلم کی ایک کوہستانی قبیلہ جنگجو کا امیر تھا اور اپنے اہل وطن کی مثل اکثر لڑائیوں میں شریک رہتا تھا اور بحر کیسپین (بحر خزر) کے اضلاع پر دست درازیاں کرتا رہتا اپنے ہموطنوں کی طرح اُسنے بھی دولت سامانیہ کی خدمات سے کنارہ کشی کر کے مرداویج زیاریہ کی خدمات ۹۲۸ میں اختیار کی تھی اور اُسکے بڑے بیٹے علی (عماد الدولہ) کو مرداویج کو کرج کی حکومت سپرد کی تھی۔ علی نے اہل دیلم اور گیلان کو سپاہ میں بھرتی کیا اور اون کی مدد سے اپنی عملداری کو جنوب کی طرف بڑھایا اور کچھ مدت تک اصفہان پر قابض رہا اور ۹۳۳ ارجان پر اور ۳۲۲ میں نوبندجان پر قبضہ کیا اور اُسکے بھائی حسن (رکن الدولہ) نے کازرون سے عرب کی فوج کو نکال دیا۔ یہ دونوں بھائی مشرق کی طرف آگے بڑھے چلے گئے اور تیسرے اپنے بھائی احمد (معز الدولہ) کو شریک کر لیا اور ۳۲۲ میں شیراز پر قبضہ کیا خلیفہ کو زبردستی انھیں اپنا نائب اضلاع میں ماننا پڑا کرمان سے معز الدولہ مغرب کی طرف آگے بڑھا اور اضلاع اہواز (یا خوزستان) کو مطیع کر لیا اور ۹۴۵ میں بغداد میں داخل ہوا تو خلیفہ مستکفی نے فقط ان تینوں بھائیوں کو خطاب عماد الدولہ۔ رکن الدولہ و معز الدولہ ہی کے نہیں عنایت کیے بلکہ معز الدولہ کو امیر الامرا کا خطاب عطا کیا جو اُسکے خاندان میں مدت تک قائم رہا گو انھوں نے سلطان کا لقب اپنا نہیں اختیار کیا اور اپنے سکوں میں امیر و ملک کا خطاب جاری کیا۔ مگر انکی حکومت مطلق العنان بغداد میں تھی اور خلفاء انکے ہاتھہ کی کٹھ پتلی تھے۔ اس خاندان کا رجحان شیعیت کی طرف تھا مگر وہ خلفاء بغداد کی ظاہری تعظیم و تکریم و ادب بہت کرتے تھے

پھر اس خاندان نے ایران اور عراق کو آپسمیں تقسیم کرلیا۔ اس تقسیم میں کچھ افراط تفریط ہوئی اور یہہ وسیع دولت بویہ ٹکڑے ہوکر دولت غزنویہ۔ دولت کاکویہ و دولت سلجوق میں مل گئی +

۳۹۸ - ۴۴۳ ۵۹ کاکویہ (کردستان) ۱۰۰۷ - ۱۰۵۱

محمد بن دشمن زار معروف بہ ابن کاکویہ چچیرا بھائی مجدالدولہ بویہ کا تھا جو ہمدان میں حکم کرتا تھا ۴۱۴ھ ۱۰۲۳ء میں سماء الدولہ کو اسنے معزول کرکے اسکی قلمرو کو اپنی مملکت میں ملا لیا ۳۹۸ میں اصفہان کو پہلے ہی لے لیا تھا۔ اس خاندان کی سلطنت اصفہان۔ ہمدان۔ یزد۔ نہاوند وغیرہ میں رہی جب تک کہ ۴۴۳ھ ۱۰۵۱ء میں طغرل بیگ سلجوقی نے انکو فتح سے مغلوب کیا۔

فصل ہشتم سلجوق

۶۰ (ا) سلجوق اعظم (ایران) (ب) سلجوق کرمان (ت) سلجوق شام (ث) سلجوق عراق (ج) سلجوق روم (۶۰) ا دولت دانشمندیہ (کیپڈوشیا)

۴۲۹ - ۷۰۰ ۶۰ سلجوق (مغربی ایشیا) ۱۰۳۷ - ۱۳۰۰

مسلمانوں کی تاریخ میں وہ زمانہ بھی مشہور ہے کہ جسمیں ترکی سلجوق نے اسلام اختیار کیا جب انکا اقبال چمکا ہے تو خلافت کا ادبار آچکا تھا۔ وہ سلطنت عظیم الشان جسمیں ایک مسلمان خلیفہ حکومت کرتا تھا وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر مختلف خاندانوں میں تقسیم ہوچکی تھی جنمیں سواء بنی فاطمہ شیعہ کے کہ ملک مصر میں کوئی شاہانہ حکومت نہیں رکھتا تھا۔ سپین۔ افریقیہ جنمیں صوبہ مصر داخل تھا مدت سے خلفاء بغداد کی سلطنت سے خارج ہوگئے تھے شمالی شام اور عراق عرب جنگجو قبائل عرب کے ہاتھ میں تھے جنمیں سے بعض نے اپنے خاندان میں سلطنت قائم کرلی تھی۔ ایران بہت سے بویہ شاہزادوں میں منقسم تھا جو شیعہ ہونے کے سبب سے خلفاء بغداد کی جنکا حال کاٹھ کی پتلی کا سا ہوگیا تھا اطاعت نہیں کرتے تھے۔ یہ شاہزادے آپسمیں ایک دوسرے پر حملہ آوری کے لئے تلے بیٹھے رہتے تھے آپس میں کٹتے مرتے تھے اور اسطرح ایک دوسرے کو ضعیف کرتے تھے اس آپس کی پھوٹ نے سلطنت زوال پذیر سے بہت سے صوبوں اور اضلاع کو جدا کردیا جب سلطنت اسلامیہ ایسی علیل ہورہی تھی تو اسکی شفا کے واسطے خدا تعالیٰ نے ترکوں کو دلو بنایا

جنہوں نے اسمیں پھر جان ڈال دی۔ ترکوں کی خانہ بدوش صحرانورد قوموں میں وہ خرابیاں نہیں پیدا
ہوئی تھیں جو شہر کی سکونت سے پیدا ہوتی ہیں وہ مہذب تھے انھوں نے نہایت طیب خاطر سے اسلام
قبول کیا۔ اور مردہ سلطنت اسلامیہ کو اپنے تازہ اسلام سے زندہ کر دیا۔ انھوں نے ایران
عراق۔ شام۔ ایشیاء کوچک میں جو خاندان سلطنت کر رہے تھے سب کو معزول کر دیا۔ اور انھوں نے
ایشیا میں افغانستان کی مغربی سرحد سے بحر مڈیٹرینین تک ایسی سلطنت اسلامیہ قائم کر دی
جسمیں ایک سلطان واحد سلطنت کرے۔ مسلمانوں کا عزم جو مردہ ہو چلا تھا اُس کو ایسا زندہ کیا
کہ اُس نے بائی زین ٹین کی دولت کو جو قریب آتی جاتی تھی پرے دھکیل دیا۔ اور وہ بہادر جوانمرد
و شجاع مسلمان پیدا کر دیے جو میدان جنگ سے کبھی منہ موڑنا جانتے ہی نہ تھے عیسائیوں کے
جہادوں میں انھوں نے اپنی بڑی دلاوری اور دلیری دکھائی غرض تاریخ سلطنت اسلامیہ کے
تاج کا ایک گوہر بے بہا قوم سلجوق ہی ہے۔ سلجوق بن یکاک ایک ترکمانی امیر تھا اور ترکستان کے
امیروں کے ہاں صاحب منصب تھا اُسکی اولاد کو سلجوقی یا سلجوق کہتے ہیں مگر غیز کی غیر مزروعہ
زمینوں سے سلجوق نے مع اپنے قبائل کے جند ضلع بخارا میں نقل مکان کیا اور اسکے تمام گروہ نے
یہاں آنکر بڑے شوق و گرمجوشی سے اسلام قبول کیا۔ وہ خود اور اُسکے بیٹے اور پوتے ان لڑائیوں
میں شریک ہونے جو دولت سامانیہ اور ایلک خانان اور محمود غزنوی میں ہو رہی تھیں اُنمیں سے
دو بھائی طغرل بیگ و چگر بیگ آخر کو ایسے قوی صاحب طاقت ہو گئے کہ انھوں نے اپنی جنگجو
قوم ترکمان کو ہمراہ لیکر خراسان پر حملہ کیا اور لشکر غزنویہ پر کئی دفعہ فتح پائی اور بڑے بڑے
شہر انھوں نے تسخیر کر لیے ۴۲۹ھ میں چگر بیگ داؤد شہنشاہ کے نام کا خطبہ مرو کی مسجدوں میں نماز
میں پڑھا گیا۔ اسی طرح سے اسکے بھائی طغرل بیگ کا خطبہ نیشاپور میں پڑھا گیا۔ بلخ جرجان
طبرستان خوارزم کو جلدی سے انھوں نے اپنی قلمرو میں داخل کر لیا اور (۴۳۳ھ) میں جبال
ہمدان۔ دینا ور۔ حلوان۔ رے۔ اصفہان فتح ہو گئے اور ۴۵۵ھ میں طغرل بیگ بغداد
میں داخل ہوا اور اس دار الخلافت میں اپنا لقب سلطان مشتہر کیا۔ اور ترکی قومیں بھی اسکے
ساتھ شامل ہو گئیں جس سے اُسکی سپاہ کی جمعیت کثیر ہو گئی اور کل مغربی ایشیا حد افغانستان سے

لیکر یونانیوں کی سلطنت ایشیائے کوچک کی حد تک اور مصر کی بنی فاطمہ کی سلطنت یہ سب ملکر ایک سلطنت سلجوقیہ ۱۰۹۳ء سی بن گئی۔ کل اس وسیع سلطنت پر طغرل بیگ۔ الپ ارسلان۔ ملکشاہ نے نہایت عدل و انصاف و شان و شکوہ و حشمت سے سلطنت کی مگر ملک شاہ کے انتقال پر ملکی فساد آپسمیں کھڑے ہوئے اور برک یاروق اور محمد میں آپسمیں لڑائی جھگڑے ہوئے جس سے سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوکر خاندان سلجوق میں منقسم ہوئی اور ان حصوں میں وہ آزادانہ خود مختار سلطنت کرتے رہے اور سلجوق کے خاندان کے آخر سلطان سنجر کی اطاعت برائے نام کرتے رہے اس سلطان کی سلطنت کی حدود خراسان میں محصور تھی اور اس نے ۵۵۲ھ میں وفات پائی اس خاندان کی شاخہائے عظیم یہ ہیں سلجوقیان کرمان۔ سلجوقیان عراق سلجوقیان شام۔ سلجوقیان روم یا ایشیائے کوچک وغیرہ باقی اور چھوٹی چھوٹی شاخیں اسکی آذربائیجان۔ طخارستان اور اور اضلاع پر حکومت کرتی تھیں مشرق میں سلطنت سلجوقیہ کا خاتمہ خوارزم شاہ کے حملہ سے پہلے ہوگیا تھا آذربائیجان۔ فارس ماوراءالنہر۔ دیار بکر میں سلاطین سلجوقیہ کے افسروں اتابیگ نے اپنے اپنے خاندانوں کی سلطنتیں جمائیں مگر روم میں سلطنت سلجوقیوں کی ۷۰۰ تک باقی رہی۔ اس کو اس سنہ میں عثمانلی ترکوں نے ختم کیا +

۴۹۰-۵۶۰-۱۶۰ دولت دانشمندیہ (سیواس۔ قیصریہ۔ ملطیہ) ۱۰۹۷-۱۱۶۵

ایشیامائی نر میں جسوقت سلجوقی ترک اپنی سلطنت بڑھا رہے تھے تو ایک اور ترکی امیر گوشتگین بن دانشمند نے سلطنت کپی ڈوشیا کے شہروں سیواس قیصریہ ملطیہ میں قائم کی اور ملطیہ کے قریب سنہ ۱۱۰۰ء میں فرنگیوں کو سخت شکست دی اسکے جانشینوں نے عیسائی جہادیوں میں بڑا نام پیدا کیا مگر جلدی سے یہ سلطنت سلجوقیوں کی بڑی سلطنتوں میں شامل ہوگئی +

فصل نہم۔ اتابیگ (سلجوقی افسر)

(۶۱) بوریہ (اتابیگ دمشق) ۶۲ زنگی (موصل) (ب حلب (ت سنجار (ث) جزیرہ (۶۳) بگ تگینہ (اربیلا) (۶۴) اور توقاد کیفہ (ب) دین (۶۵) شاہان آرمینیا۔ (۶۶) اتابیگ (آذربائیجان) (۶۷) سلغاریہ اتابیگ (فارس) (۶۸) ہزار اسپہ اتابیگ (لرستان)

(۶۹) شاہان خوارزم (۷۰) قتلغ خانان

سلجوقیوں کی سلطنت ایک جنگی قوت تھی۔ اور سپاہ جسپر اُسکی بقا کا مدار تھا اُسکے تمام افسر ترکی غلام تھے اس خاندان کی یہ رسم تھی کہ وہ عہدے جنمیں اعتماد و وفا کی ضرورت ہوتی تھی سواء غلاموں کے کسی آزاد آدمی کو نہیں دیتے تھے اور دور دور کے صوبوں میں حاکم انھیں غلاموں میں سے مقرر کرتے تھے۔ غرض انھیں زرخرید غلاموں کی وفاداری پہ اعتبار ہوتا تھا جو دربار میں سلاطین اور امرا کے پاس تربیت تعلیم یافتہ ہوتے تھے۔ ہر سلجوق سلطان پاس مملوک ہوتے اور اکثر وہ دشت خنجاق سے منگا کے خریدے جاتے اور انھیں میں سے سپاہ اور دربار میں اعلیٰ عہدوں پر سرافراز اور ممتاز ہوتے۔ اِن غلاموں نے اپنے آقاؤں کی نہایت سخت خدمت گزاری کرکے اپنے تئیں آزاد کیا۔ اِس انتظام کا لازمی نتیجہ آخر کو یہ ہوا کہ بوڑھے مالکوں کے جانشین جو اکثر مملوک ہو گئے جب سلاطین سلجوقیہ ضعیف ہو جاتے۔ اور اُنکی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہوتے۔ تو مملوک جو اُنکے واسطے سخت لڑائیاں لڑے تھے اُنکی نو عمر والوں کے اتابگ مقرر ہوتے۔ رشیدی میں لکھا ہے کہ اتابک بکسر یائے موحدہ و کاف فارسی مرکب ہے لفظ اتا کہ معنی پدر ہے اور لفظ بک مخفف بیگ کے معنی امیر کے ہیں پس اسکے معنی یہ ہوئے کہ ایسا امیر جو بجائے پدر ہو) پس اتابک انکی محافظت کرتے اور نیابت کا کام دیتے اور جلدی سے اپنے کام کو بادشاہی سے بدل لیتے اس طرح سے طغتگین جو سلجوق توتوش کا مملوک تہا، اسکے نو عمر بیٹے وفاق کا اتابگ مقرر ہوا اور اُسکے مرنے پر خود بالکل سلطنت کا مالک ہو گیا اور دمشق میں فرمانروائی کرنے لگا۔ امام الدین زنگی سلجوقی سلطان سوم ملک شاہ کے مملوک کا بیٹا تھا۔ اُسنے موصل اور حلب وغیرہ میں اتابک کی سلطنت قائم کی۔ عراق کا سلجوقی سلطان مسعود تھا اُسکا ایک غلام خنجاقی تھا جسنے آذربائیجان میں اتابک کی سلطنت جمائی سلطان ملک شاہ کا ساقی انوشتگیں تھا جو شاہان خوارزم کا باپ دادا تہا اور توق اور سلغر سے سلجوقی افسر تھے جو دولت دیار بکر اور فارس بانی ہوئے اور بگ تگیں ہزار اسپ اور قتلغ خاں سلجوقی غلاموں کے افسر تھے چھٹی صدی میں کل سلطنت سلجوقیہ اُنکے لشکر کے

افسروں کے ہاتھ میں تھی جنہوں نے جداجدا اپنے خاندان کے جتھوں میں سلطنت کو قائم کیا۔

۴۹۷ - ۵۴۹ھ ۱ ۶۱ بوریہ اتابک دمشق ۱۱۰۳ - ۱۱۵۴ء

سلجوق کی سپاہ کے افسروں میں ایک اعلیٰ درجہ کا عہدہ دار طغتگین تھا اور نوعمر سلجوق شاہزادوں کی نیابت میں سلطنت کا روبار کرتا تھا۔ آخر کو اسنے اُنکے اختیارات کو غصب کر لیا۔ وہ سلطان تتوش کا آزاد غلام تھا اور ۴۹۸ھ میں اُسکے بیٹے دقاق کا اتابگ دمشق میں ہوا جسکے بعد وہ خود جانشین ہوا۔

۵۲۱ - ۶۴۸ھ زنگی عراق و شام کے اتابک ۱۱۲۷ - ۱۲۵۰ء

ملک شاہ کا ترکی غلام اق سنقر تھا اور اُسکا حاجب بھی تھا۔ اور ۴۷۸ - ۴۸۷ھ (۱۰۸۵ - ۱۰۹۴ء) نائب تتوش کا حلب میں رہا تھا اسنے بغاوت اس سے کی اور مارا گیا۔ ۵۲۱ھ (۱۱۲۷ء) میں اسکی جگہ اسکا بیٹا امام الدین زنگی عراق کا جسمیں بغداد بھی شامل تھا حاکم مقرر ہوا اس سال میں اسنے موصل سنجار جزیرہ۔ حران کو اور ۵۲۲ھ میں حلب کو اور شام کے اور شہروں میں اپنی عملداری کر لی۔ اسنے جہادوں میں جو مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ہوئے اپنی ذاتی شجاعت کو دکھایا۔ اور حقیقت میں سلطان صلاح الدین کا وہ داہاں ہاتھ تھا جب وہ عالم جاودانی کو رخصت ہوا تو اُسکی سلطنت اُسکے بیٹوں میں اسطرح تقسیم ہوئی کہ نور الدین محمود کو شام ملا اور سیف الدین غازی کو موصل و عراق نور الدین نے بھی جہادوں میں بڑے بڑے کام کئے تھے جسکے سبب سے اسکا نام ابتک مشہور ہے شام کی سلطنت کی شاخ تو دوسری نسل میں مردہ ہو گئی مگر اسکا ایک نیا شعبہ سنجار میں قائم ہوا اور ایک اور چوتھی شاخ جزیرہ میں پھوٹی ۶۱۸ھ (۱۲۲۱ء) میں خاندان سنجر کی قائم مقام دولت ایوبیہ ہوئی اور باقی اور سلطنت لولو کی قبضہ اختیار میں آئی وہ آخر موصلی زنگی بادشاہ کا غلام تھا اور آخر کو کل سلطنت مغلوں کی سلطنت میں داخل ہو گئی +

۵۳۹ - ۶۳۰ - ۶۶۳ھ بگتگینہ اتابک اربلا وغیرہ - ۱۱۴۴ - ۱۲۳۲ء

امام الدین زنگی کے ترکی افسروں میں ایک زین الدین علی کوچک بن بگتگین تھا ۵۳۹ھ (۱۱۴۴ء) میں اُسنے اپنا نائب موصل میں اُسکو مقرر کیا اور ۵۴۴ھ (۱۱۴۹ء) میں پہلے سنجار اور پھر حران۔ تکریت اربل (اربلا) وغیرہ اسنے اپنے ماتحت کر لئے ۵۶۳ھ (۱۱۶۷ء) میں اربل میں زین الدین کا انتقال ہو گیا

اسکا بڑا بیٹا مظفر الدین کوکبری حران میں بھاگ گیا اور چھوٹے بیٹے زین الدین یوسف کو اربل کا تخت مل گیا اور اسکا اتالیق امیر مجاہد الدین قائماز بنا جب سعد کا انتقال ہوا تو ۵۸۶ھ ۱۱۹۰ء میں سلطان صلاح الدین نے جسکا شام و عراق پر بڑا اختیار و اقتدار تھا مظفر الدین کوکبری کو اسکے بھائی کا جانشین اربل شہر زور میں مقرر کیا اور حران و رہا دادیا جو ہوئی سلطنت کو اسکے بھتیجے تقی الدین عمر کو حوالے کیا کوکبری نے ۶۳۰ھ ۱۲۳۳ء میں وفات پائی۔ لاولد تھا وصیت کر گیا کہ اربل خلفاء عباسیہ لے لیں +

۴۹۵ - ۷۱۲ھ ارتوقیہ (دیار بکر) ۱۱۰۱ - ۱۳۱۲ء

ارتوق بن اکسب اس خاندان کا بانی اول تھا۔ وہ افواج سلجوقی میں ایک ترکمانی افسر تھا اور جب بیت المقدس فتح ہوگیا تو تتش سلجوقی سلطان دمشق کی طرف سے وہ اورشلیم کا حاکم مقرر ہوا۔ اسکے دونو بیٹوں سکمان اور ایل غازی نے عیسائی شاہزادوں یلسٹائن (فلسطین) کے ساتھ لڑنے میں بڑا نام پیدا کیا تھا وہ ۴۸۴ھ ۱۰۹۱ء میں اپنے باپ کے جانشین ہوئے مگر جب ۴۸۹ھ ۱۰۹۶ء میں اس شہر کو دولت بنی فاطمہ نے لے لیا تو سلمان رہا ایڈیسہ کو اور ایل غازی عراق کو چلا گیا پھر ۴۹۵ھ میں سلجوق سلطان محمد نے ایل غازی کو بغداد میں اور سکمان کو حصن کیفا کا حاکم دیا۔ بکر میں مقرر کیا۔ اور دو برس بعد اسپر ماردین کا اضافہ کیا اور ۵۰۲ھ ۱۱۰۸ء میں ماردین کو اسکے بھائی ایل غازی کے پاس منتقل کر دیا۔ اب اس خاندان ارتوقیہ کے دو شعبے ہوگئے ایک کیفا میں دوسرا ماردین میں ایل غازی جو خاندان ماردین کا بانی تھا اسنے ۵۱۱ھ میں حلب پر قبضہ کر لیا اور دیار بکر میں میافارقین بھی دو اور چھوٹی لنسی جو سکمان کے کارزار عظیم ہوئے اسلئے کیفا شعبہ اس خاندان کا آشتی امن کی تاریکی میں منقسم ہوا اور جب سلطان صلاح الدین کی طاقت نے اسے دھمکایا تو جلد ہی سے اسکی اطاعت قبول کر لی جسکے صلہ میں ۵۷۹ھ ۱۱۸۳ء میں شہرزند کا اسکی ریاست پر اضافہ ہوگیا۔ وہ ۶۲۹ھ ۱۲۳۱ء تک حکمران رہا مگر اس سنہ میں سلطان کامل ایوبیہ نے اسکو غارت کر دیا۔ مگر اسکی ایک چھوٹی سی شاخ دیار بکر میں خرت برت میں ۵۸۱ھ ۱۱۸۵ء سے ۶۲۰ھ ۱۲۲۳ء تک حکومت کرتی رہی۔ ایل خان غازی جو دولت ماردین کا بانی تھا اسنے ۵۱۱ھ ۱۱۱۷ء میں حلب پر قبضہ کیا اور ۵۱۵ھ ۱۱۲۱ء میں اور دیار بکر میں میافارقین کی حکومت سلطان محمود نے اسے دیدی۔ عیسائیوں کے جہاد میں وہ بڑا جری و دلاور شجاع لڑنے والا تھا کہ جسکے نام

عیسائی جہادی کا نپتے تھے۔ اسکی اولاد میں ماردین اور میافارقین کی حکومت سنہ ۵۸۱ھ تک جاری رہی۔ میافارقین میں حکومت سنہ ۵۸۱ھ تک قائم رہی اور ماردین میں حکومت جبتک قائم رہی کہ وہ تیمور کی مطیع ہوئی۔ اور فرانسیسیون لی نے سنہ ۱۱۲۸ھ اسکو مسمار دیا۔ مگر ماردین کے امرا کا جب سے زوال شروع ہوا کہ دولت ایوبیہ کے عروج کی شام وعراق میں ابتدا ہوئی سنہ ۵۱۲ھ میں ارتقیہ امیر بلک بن بہرام نے حلب کو تسخیر کر لیا۔ اسنے سنہ ۴۹۸ھ میں آنا کو اور سنہ ۵۱۵ھ میں خرت برت کو فتح کر لیا اور عیسائیون کے جہاد میں بڑا نام سپہ سالاری میں پیدا کیا

۴۹۳ - ۶۰۴ - ۱۵ شاہان آرمینیا ۱۱۰۰ - ۱۲۰۷

آذربائیجان میں ہرند کا حاکم سلجوقی قطب الدین اسمعیلی تھا اسکا غلام سکمان قطبی تھا نام قطبی آقا کے نام کے سبب سے تھا جب سنہ ۴۹۳ھ میں آرمینیا میں شہر خلاط کو دولت مروانیہ سے چھین لیا اسکی اولاد اور مملوک اسمیں جب تک حکمرانی کرتے رہے کہ سنہ ۶۰۴ھ میں دولت ایوبیہ نے اسی فتح کیا

۵۳۱ - ۶۲۲ - ۶ - ۶۶ - اتابک (آذربائیجان) ۱۱۳۶ - ۱۲۲۵

ایل دی گز ایک ترکی غلام دشت خفچاق کا رہنے والا تھا وہ عراق کے سلجوق سلطان مسعود کے بہت منہ چڑھا تھا اور اسکے دربار میں اقبال اسکا خوب چمکا۔ وہ آذربائیجان کا حاکم مقرر ہوا اور سلطان کی بیوہ سالی اسکے ساتھ حکومت میں شریک کی گئی۔ اسکا بیٹا محمد حقیقت میں عراق کی سلجوقی سلطنت کا فرمانروا تھا اور اس صوبے پر حکمرانی کرتا تھا محمد کا بھائی قزل ارسلان جو آذربائیجان میں اسکا نائب تھا وہ اسکا جانشین مقرر ہوا اور امیرالامرا کا خطاب ملا۔ مگر جب وہ بادشاہی کا دعوی کرنے لگا تو قتل کیا گیا۔ اسکے دو بھتیجوں نے پھر اپنی عالی ہمتی میں اعتدال پیدا کیا

۵۴۳ - ۶۸۶ - ۶۷ - سلغریہ (اتابک فارس) ۱۱۴۸ - ۱۲۸۷

ایک ترکمانی گروہ کا سردار سلغر تھا۔ وہ خراسان میں آگیا تھا۔ کچھ زمانہ اپنا تاخت و تاراج میں بسر کیا۔ پھر سلجوق طغرل بیگ سے جاکر یارانہ جوڑا۔ جسنے اسکو اپنا حاجب مقرر کیا اسکی اولاد میں سے سنقر بن مودود سنہ ۵۴۳ھ میں صوبے فارس کا مالک بن بیٹھا اور اسکے اپنے خاندان کی سلطنت ایسی جمائی کہ ڈیڑھ سو برس تک وہ اپنی جگہ سے نہ ہلی۔ اتابک سعد خراج گزار

شاہ خوارزم کا ہوا۔ اسکو اُسنے اسنحز اور اسکوران حوالہ کئیے پھر اسکی جگہ اتابگ ابوبکر نے اگدائی خان مغل کی اطاعت اختیار کی اور اُسکو قتلغ خاں کا خطاب ملا پھر سلاطین مغل کے اتابگ ایران باج گزار اور تابع رہے اور انہیں سے آخر ملکہ عبش وجہ منکو تیمور بن ہولاگو کی ہوئی حضرت شیخ سعدی نے اسی اتابگ ابوبکر کا ذکر اپنی تصنیفات میں کیا ہے

۵۴۳ - ۷۴۰ - دولت ہزار اسپہ - اتابگ لرستان - ۱۱۴۸ - ۱۳۳۹

اس خاندان کی دولت کا بانی اول ابو طاہر تھا۔ اسکو ۵۴۳ھ ۱۱۴۸ میں سلغری اتابگ نے لرستان بزرگ کی فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اہل ملک مغل اباگا نے صوبہ خوزستان کا اپنی عطا سے اور اضافہ کر دیا تھا۔ اتابگ فراسیاب اول نے اصفہان کو ارغون کے مرنے پر تسخیر کر لیا مگر اُسکو بہت جلد اس حرکت پر سزا دی گئی۔ یہ چھوٹا سا خاندان تقریباً ۷۴۰ھ ۱۳۳۹ تک حکمرانی کرتا رہا انکا دار الحکومت ایدج تھا۔ لکھا ہے کہ یوسف شاہ ثانی نے شوستر خویزا بصرہ میں اپنی عملداری کر لی تھی۔ اس خاندان کا ایک اور چھوٹا سا شعبہ خورد لرستان کو چھٹی صدی سے دسویں صدی تک حکومت کرتا رہا +

۴۷۰ - ۶۲۸ - ۶۹ شاہان خوارزم ۱۰۷۷ - ۱۲۳۱

بلکا تگین غزنوی کا ایک ترکی غلام انوشتگین تھا جو اقبال کی یاوری سے سلطان ملک شاہ سلجوقی کا آبدار ہو گیا اور اُسکو سلطان نے خوارزم (خیوا) کا حاکم مقرر کیا۔ اور پھر اُسکا بیٹا جانشین ہوا جسکا لقب خوارزم شاہ ہوا اس خاندان میں اتسیز اول شخص تہا جسنے اپنی علو ہمت آزادی کے لیے دکھائی تھی ۵۴۳ھ ۱۱۴۸ میں اُسنے سرکشی کی جسکے سبب سے سلطان سنجر نے اُسکو خوارزم سے معزول کیا مگر تھوڑے دنوں بعد اتسیز نے مراجعت کی اور پھر شاہان خوارزم کو شاہانہ قوت حاصل ہو گئی اتسیز نے اپنی حکومت دریا جیحوں کے کنارہ پر جند تک پھیلائی ۵۸۹ھ میں بادشاہ توتوش نے خراسان۔ رے۔ اصفہان کو اس سلطنت پر اضافہ کیا اور ۶۱۲ھ ۱۲۱۵ میں اُسکے نامور بیٹے علاء الدین محمد نے غوریوں سے خراسان میں بعد ایک سخت جنگ کے ایران کا ایک بڑا حصہ فتح کر لیا بخارا اور سمرقند کو تسخیر کیا قراخطے گرگوخاں کے ملک پر حملہ کر کے اُسکی دار السلطنت اترار کو فتح کر لیا ۱۲۱۴ء میں وہ افغانستان میں داخل ہوا اور غزنین کو فتح کر لیا شیعہ مذہب کو اختیار کر کے اسکا

یہ عزم بلند ہوا کہ دولت عباسیہ کا خاتمہ کر دے۔ مگر اسکی سلطنت کی شمالی سرحد پر چنگیز خانی مغلوں کے حملوں نے اُسکے سارے ارادوں کو پست کر دیا۔ ان بے شمار خونخوار دشمنوں کے گروہوں کے سامنے وہ بھاگتا پھرا اور مایوسانہ خاتمہ اُسکی زندگی کا جزیرہ بحر کیسپین (بحر خزر) میں ۶۱۷ھ ۱۲۲۰ء میں ہوا اُسکے تین بیٹے تھے وہ کچھ دنوں اضلاع ایران میں پریشان پڑے پھرے۔ اور اُنمیں سے جلال الدین ہندوستان میں بھی دو برس ۱۲۲۱ء ۱۲۲۳ء تک وہ خوارزم کے فتح کرنے کی تدبیریں کرتا رہا اور اِدھر اُدھر مہمات کرتا رہا۔ مگر آخر کو ۶۲۸ھ ۱۲۳۱ء میں مغلوں نے اُسے بالکل خارج کر دیا۔ ایک زمانہ میں خوارزم شاہ کی سلطنت سلجوق کی سلطنت کے ہم پلہ تھی۔ مگر اس وسعت سلطنت کو بارہ برس سے زیادہ قرار نہیں رہا

خانان قتلغ ۔ کرمان ۔ ۶۱۹ - ۷۰۳ھ ۱۲۲۲ - ۱۳۰۳ھ

جب چنگیز خان نے خوارزم شاہ کی سلطنت میں ہل چل ڈال کر پامال کیا ہے اور اسمیں طوائف الملوکی و بدنظمی نے پانوں جمائے ہیں تو براک حاجب باشندہ قراختطے کا تھا اور علاء الدین خوارزم شاہ کے ہاں ایک افسر تھا اُسنے ۶۱۹ھ ۱۲۲۲ء میں کرمان میں اپنی عملداری کر لی اور مغل اگدائی خاں نے اُسکو حاکم مستقل مقرر کر دیا۔ اور اُسکو قتلغ خاں کا خطاب دیا۔ اس خاندان کی حکومت فقط کرمان ہی میں محدود رہی اور وہ ایران کے مغل بادشاہوں کی اطاعت و فاداری کے ساتھ کرتی رہی۔ اس خاندان میں جو آخر امیر تھا اُسکی بیٹی فارس کے بادشاہ مظفر شاہ کو بیاہی گئی۔

فصل ۵ ہم مغربی ایشیا میں سلجوقیوں کے جانشین

امرائے ایشیائے کوچک

(۷۱) کراسی (میسیا) (۷۲) حمید (پیسی دیا) (۷۳) کرمیان (فریجیا) (۷۴) تکا (لائی سیا) (۷۵) صاروخان (لیڈیا) (۷۶) آئی دین (لیڈیا) (۷۷) منتشا (کیریا) (۷۸) قزل احمدلی (پیف لے گونیا) (۷۹) قرامان (لائی کے اونیا) (۸۰) عثمان لی سلاطین ترکی

مغرب میں سلاطین سلجوقی کے جانشین +

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ کس طرح اتابک دار افسران سلجوقی نے اپنی اپنی سلطنتیں

ایران، شام کے صوبوں میں قائم کیں مگر وہ اپنے دول کو مستقل اور قوی نہ کر سکے اور ساتویں صدی میں مغلوں کے مطیع ہو گئے۔ مگر سلطنت سلجوقیہ کا ایک حصہ ایسا تھا کہ وہاں مغلوں کی سلطنت کا مستقل نقشہ نہ جم سکا اور وہاں دولت سلجوقیہ سے برتر دولت عثمانلی ترک پیدا ہوئی پہلے اسکے کہ مسلمانوں کی تاریخ کے اس حصہ کا بیان کریں جو سلطنت مغلیہ سے تعلق رکھتی ہے ہم ان امیروں کا ذکر کرتے ہیں جو مغرب میں دولت سلجوقیہ کے جانشین ہوئے۔ ساتویں صدی کے نصف آخر میں روم کے یا مشرقی ایشیائے ایران سلجوقی شاہان مغلیہ ایران کے تابع ہوئے جو انتولیا میں اپنی طرف سے حاکم مقرر کر کے حکمرانی کرتے تھے۔ مگر اس دور دراز صوبے پر مغلوں کی سلطنت کا قبضہ و تسلط کم تھا اور بیرپانہ کہا جو سلجوقی ضعیف پیر تھے وہ اسکی اطاعت کرتے تھے مگر جو اُنکی اولاد نوجوان ہوتی وہ ایران کی حکومت شخصیہ کو کچھ مانتی نہ تھی۔ شاہان ایران نے بھی اُنکی آزادی کے روکنے میں بہت کوشش نہیں کی۔ مملکت روم جو سلجوقیوں کے پاس تھی دس ریاستوں میں تقسیم ہو گئی۔ کراسی کا خاندان میسیا میں، صاروخان اور ائی دین کا گھرانا لیدیا میں اور منتشا کے شاہزادے کریا میں۔ تکا کے شاہزادے لائی سیا میں اور پمفیلیا میں۔ حمید کا خاندان پی سی دیا۔ اور اسی سوریا میں کرمیان فریجیا میں قزل احمدلی کا خاندان پفلے گونیا میں اور عثمان کا خاندان فریجیا ایک ٹی ٹس میں قرہ بالائی کے نواح میں۔ عثمانلی کا خاندان کا وہ ستارہ اقبال چمکا کہ یہ تمام ریاستیں اُسکی تابع ہو گئیں کیا اُنکی ریاست سب میں چھوٹی تھی یا سب سے بڑی ہو گئی۔ ۷۳۶ھ (۱۳۳۶ء) میں عثمانلی ریاست میں کراسی شامل ہوئی۔ ۷۸۳ھ (۱۳۸۲ء) میں ریاست حمید جہیز میں آئی اور ۷۹۲ھ (۱۳۹۰ء) میں بایزید نے کرمیان۔ تکا صاروخان آئی دین۔ منتشا کو ایک فوج کشی میں تسخیر کر لیا اور قرامان۔ قزل احمدلی کو ۷۹۷ھ (۱۳۹۴ء) میں فتح کر کے اپنی لشکر آرائی کو پورا کیا۔ چودھویں عیسائی صدی کے آخر میں ایک سو برس کے اندر عثمان اول کے بڑے پوتے نے اپنی رقیب سلطنتوں کو مطیع کر لیا۔ ۸۰۴ھ (۱۴۰۲ء) میں انگورا کی لڑائی ہوئی جس میں بایزید کو شکست ہوئی اور تیمور نے اسے قید کیا۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایشیا میں عثمانلی قوت تاتاریوں کے ہاتھ سے بالکل برباد ہو جائیگی۔ ان ریاستوں میں سوا کراسی یا حمید کے تیمور نے سب کو بحال کر دیا۔ اور چوتھائی صدی کے لئے ان میں از سر نو جان پڑ گئی اور وہ زندہ رہیں۔ پھر دولت عثمانلی

اِس صدمہ عظیم کو اُٹھا کر جو سنبھلی اور اُسنے اپنے تئیں بحال کیا تو ۸۲۶ھ (۱۴۲۳-۱۴۲۶) میں پانچ ریاستیں جو اِس عرصہ میں اپنی اصلی حالت میں آگئی تھیں اُنکو پھر دوبارہ مراد ثانی امورث نے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ ۸۵۸ھ ۱۴۵۴ میں قرمان میں دوسری فتح حاصل کی اور محمد ثانی کی زبردست ہاتھ میں عثمان سلطنت عثمانیہ جب آئی تمام وہ اضلاع جو دس امیروں کی حکومت مانتے تھے اب دولت عثمانیہ کے مطیع ہوگئے اور آج تک چلے جاتے ہیں۔ اب آگے اور حال بیان ہوتا ہے۔

۶۹۹ - ۱۳۱۱ - ۸۰ عثمان لی یا عثمانی سلاطین ترکی ۱۲۹۹ - ۱۸۹۳

قوم اوغوز کا ایک چھوٹا سا جرگہ عثمان لی یا عثمانی ترک تھے خراسان میں جب مغل آباد ہوئے تو اُنھوں نے عثمانی ترکوں کو مغرب کی طرف نکال دیا۔ اور ساتویں صدی میں ایشیا کوچک میں جاکر وہ پناہ گزین ہوئے۔ چونکہ سلجوقی بادشاہوں کے جنگ و پیکار میں وہ مددگار رہتے تھے اسلئے اُنکو یہ اجازت سلجوقی بادشاہوں نے دیدی کہ وہ اِس ضلع میں اپنی مویشی چرایا کریں جسکا نام قدیم زمانہ میں فرائی جیا ای پکٹی ٹس تھا اور وہ قوم بائی زین ٹائن کی ہتھی نیا کے کناروں پر تھا۔ اِن ترکوں کے آباد ہونے سے اسکو اب سلطان اونی کہتے ہیں اور اُنکا صدر مقام سگت (تھی بی شیمن) تھا یہاں عثمان نے اپنے خاندان کی وہ سلطنت باشان و شوکت عظیم الشان قائم کی کہ اِس خاندان کے پینتیس ۳۵ سلطان ہو چکے ہیں۔ اور یہ بانی خاندان ۶۵۶ھ ۱۲۵۸ میں پیدا ہوا تھا۔ اسنے بائی زین ٹائن کی حد کو پرے پیچھے ہٹا دیا۔ اور اُسکے بیٹے اورخان نے بروسا تانی کے آ کو تسخیر کر لیا۔ اور اپنے ہمسایہ کی ریاست کراسی کو اپنی سلطنت میں داخل کر لیا۔ اور ایک سپاہ جرار قہار ینی چری (سپاہ نو) تیار کی جو کئی صدیوں تک افواج عثمانیہ کی کل سر سبد رہی ۷۵۹ھ ۱۳۵۸ میں یہ ترک دریائے ہیلس پونٹ سے اُترے اور اُنھوں نے گیلی پولی میں قلعہ بنا کے سپاہ کی چھاونی ڈالی۔ یورپ میں بائی زین ٹائن کی سلطنت کو فتح کرنا شروع کیا۔ ایڈری نوپل فلیپوپوس کو چند سال بعد اُنھوں نے فتح کر لیا۔ ۱۳۶۲ میں سرویا کی اور ۱۳۸۹ میں کوسووکی اور ۱۳۹۶ میں نکوپولس کی فتوح سے بلکن جزیرہ نما پر اور قسطنطنیہ کے ضلع پر قبضہ ہوگیا اور ترکوں نے یورپ کے سارے شہسواروں کے دانت کھٹے کر دئے لیکن شرقی سلطنت کا دار السلطنت ترکوں کے ہاتھ سے اِس سبب سے بچا رہا

انکی توجہ تیمور کے ساتھ لڑنے کی طرف مصروف ہوئی اور ۱۴۰۲ء میں بایزید کو بڑی شکست فاحش انگوزا کے میدان میں ہوئی +

تھوڑی دیر کے لئے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب سلطنت ترکی کی تمام ہوئی۔ انکی سلطنت جو دریائے ڈینیوب اور ٹاٹرس تک پھیلی ہوئی تھی وہ اس صدمہ عظیم سے بالکل غارت و تباہ ہو جائے مگر محمد اول نے وہ دانشمندانہ نظم و نسق کیا کہ پھر سلطنت کا بحال ہو جانا ایک اعجاز معلوم ہوتا ہے ایسا امن و امان قائم کیا کہ سلطنت کو ایسا استقلال حاصل ہو گیا کہ مراد ثانی نے اپنی سلطنت کو ہن یاڈی، وائٹ نائٹ آف ولیچیا کے حملوں سے محفوظ رکھا اور ۱۴۴۴ء میں ورنا میں فتح عظیم اور فیصلہ کرنے والی حاصل کی اور عیسائی جہادیوں کے لشکر عظیم کو ہزیمت دی۔ ان عیسائیوں نے عہدنامہ کو توڑا تھا اسلئے انکو سخت سزا دی۔ اس فتح نمایاں نے ترکوں کو شمالی حملوں سے محفوظ کر دیا دو سو برس تک یہ ترک مظفر و منصور رہے ۱۴۵۳ء میں محمد ثانی نے قسطنطنیہ کو فتح کر لیا۔ رہی سہی بازینٹائن کی سلطنت کو نیست و نابود کر دیا ۱۴۷۵ء میں کریمیا کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا ابھی ایجین کے جزائر عثمان کی سرزمین بن گئی اور اٹلی میں قلعہ اوٹ رین ٹو پر ترکوں کا پھریرا پھر رہا تھا۔ آٹھ سال کے عرصہ میں سلیم اول نے شاہ ایران کو شکست دی اور ترکی سلطنت پر کردستان اور دیار بکر کا اضافہ کیا ۱۵۱۷ء میں شام مصر عرب کو فتح کر لیا۔ اور صرف مکہ معظمہ و مدینہ منورہ ہی کو تسخیر نہیں کیا بلکہ خلیفہ کے لقب عظیم کو حاصل کیا اسوقت تک یہ لقب قاہرہ میں برائے نام خاندان عباسیہ میں چلا جاتا تھا اب وہ سلطان ترکی کو حاصل ہو گیا اور اس لقب کے سبب سے جو مسلمانوں میں تعظیم و تکریم ہوتی ہے وہ سلطان ترکی کی ہونے لگی +

سلطان سلیمان اعظم کی فتوح عظیم نے سلطان سلیم کی فتوح کو بھی مات کر دیا ۱۵۲۲ء میں اس نے رہوڈس کے نائٹوں کو بحری الجیس گاہوں سے نکال دیا جہاں ان کے جہاز غارت گری کے لئے لگے رہتے تھے۔ شمال میں اُس نے بیلگریڈ کو فتح کیا اور ۱۵۲۶ء ہنگری والوں کو بالکل پیس ڈالا میدان مہاسن میں انکے بادشاہ لوئیس دوم کو اور اسکی بیس ہزار سپاہ کو قتل کیا۔ ہنگری ڈیڑھ سو برس تک ترکی سلطنت کا ایک صوبہ رہا ۱۵۲۹ء میں سلطان سلیمان نے ویانا کا محاصرہ کیا اگرچہ

اوسکو وہ بالکل مطیع نہیں کرسکا مگر آرچ ڈیوک فرڈے ننڈ کو اُسنے خراج گزار بنایا سلطان سلیمان اعظم کی عظمت اس سبب سے نہیں ہے کہ اُسنے بہت سا ممالک یورپ میں فتح کیا بلکہ ایسے زمانہ میں فتح کیا کہ بڑے بڑے فرمانروا یورپ میں ایسے موجود تھے جیسے کہ چارلس اول فرینسس اول ایلزبتھ۔ لیو دہم۔ اور ایسے ایسے نامور جہازراں موجود تھے جیسے کہ کولمبس۔ کورٹس رے لیف۔ چارلس کے عین زمانہ اقبال میں اُسنے ہنگری کو اپنی عملداری میں داخل کر لیا اور دنیا کا محاصرہ کیا۔ اور اس زمانہ جہازرانی میں کہ امیر البحر ڈوری آ۔ ڈریک کی بڑی دہاک تھی اُسنے سپین کے کنارہ تک سمندر کو چھان ڈالا اور اوسکے امیر البحروں۔ بربروسا۔ پائی الی اور ڈراگٹ کے خوف سے تمام ساحل بحر مائیڈ ٹرنیین پر لوگ لرزاں رہتے تھے۔ اسنے بربری کی ریاستوں سے اہل سپین کو نکال دیا ۱۵۳۸ء میں بڑی جنگ بحری پریوزا میں پوپ کو اور شہنشاہ کو شکست دی۔ سلطان سلیمان کی سلطنت دریائے ڈینیوب کے کنارہ پر بوداپسٹ سے لے کر اسوان تک تھی جو رود نیل کے آبشار پر ہے اور دریاء فرات سے جبل طارق تک +

سلطان سلیمان اعظم کے زمانہ میں سلطنت عثمانیہ اپنے معراج پر پہونچی بعد ازاں اس صعود سے تنزل شروع ہوا ۱۵۷۱ء میں آسٹریا کے ڈون جان نے لی پینٹو میں ترکی کو ایسی شکست دی کہ اُس کی بحری قوت پر صدمہ عظیم ایسا پہنچا کہ پھر وہ نہ پنپی گو ۱۵۷۱ء میں ترکوں نے جزیرہ سائی پرس (قبرس) فتح کر لیا۔ اور ۱۵۹۶ء میں کیرس ٹس کے میدان میں آسٹریا والوں کو شکست دی مگر ترکی کی جو عظمت و شوکت و سطوت اہل یورپ کے دلوں میں پہلے بیٹھی ہوئی تھی وہ باقی نہیں رہی۔
سلطان مراد چہارم نے ۱۶۳۸ء میں اپنی ایشیائی سلطنت میں بغداد کا اضافہ کیا۔ اور ۱۶۴۵ء میں اہل وینیشیا سے کینڈیا اور اور جزیرے لے لئے۔ مگر یورپ میں انکو شکستیں ہوئیں ۱۶۶۴ء میں سینٹ گوتھرڈ میں ۱۶۷۳ء میں چوکزم میں ۱۶۷۵ء میں لیمبرگ میں جان سوبیسکی کے ہاتھ سے ۱۶۸۳ء میں وینا کے محاصرہ میں انکی شکستوں کا عروج تھا۔ موہاکز کی شکست کے بعد ۱۶۸۷ء میں ہنگری بالکل ہاتھ سے نکل گیا اور بوسنیا۔ گریس (یونان) پر اہل آسٹریا اور اہل وینیشیا نے کبھی حملے کئے ۱۶۹۷ء میں زنٹا کی لڑائی میں شاہزادہ یوجین نے صدمہ عظیم ترکوں کو پہنچایا اور ۱۶۹۹ء میں

صلحنامہ کارلووٹز اور ۱۷۱۸ء کے پاسروڈز کے عہدنامہ نے ہنگری۔ پوڈولیا اور ٹرینسلوانیا
میں ترکوں کا تسلط کچھہ باقی نہیں رکہا +

۱۷۶۸ء تک ترکی کی سلطنت کی حدود تقریباً بدستور قائم رہیں ۱۷۳۶ء سے روسیوں نے ترکوں پر
دست درازی کرنا اور اونکے ملکوں کا دبانا شروع کیا اوکرین کو۔ ازو کو ترکوں سے انہوں
نے لیا ۱۷۸۳ء میں کریمیا دبالیا اور دریاے ڈینیوب کے ملکوں پر کئی حملے کیے۔ ترکی پر خود یہ آفت
آرہی تھی کہ اس کی سپاہ ان جیسری بغاوت کر رہی تھی۔ آخر زمانہ کے سلاطین میں سلطان محمود ثانی
معظم تہا۔ اسنے ۱۸۲۶ء میں ان جیسری کے سارے باغی سپاہیوں کو اڑا دیا۔ مگر سلطنت عثمانیہ کے
جو ٹکڑے ہو رہے تھے اسکو وہ نہ بچا سکا۔ افریقہ میں مصر کو اس صدی کے اول چوتھائی میں محمد علی
نے ترکی کی سلطنت سے عملاً آزاد کر لیا۔ ۱۸۸۲ء میں برٹش گورنمنٹ کے تسلط نے مصر میں رہا سہا بھی
ترکی کا تعلق اسے کم کر دیا۔ وے بے جو سلطان ترکی کی طرف سے الجیریا اور ٹیونس میں حاکم مقرر
ہوتے تھے انکی حکومت کے سبب سے الجیریا ۱۶۵۹ء میں اور ٹیونس ۱۷۰۵ء میں آدھے خود مختار ہو گئے اور
فرانس نے ۱۸۳۰ء میں الجیریا پر اور ٹیونس پر ۱۸۸۱ء میں قبضہ کر لیا۔ افریقہ میں صرف ترپولی باقی ہے
جس میں سلطان روم کی طرف سے حاکم مقرر ہوتا ہے۔ جب سے سلطان مراد چہارم نے بغداد کو ایران سے
چھین کر اپنی ایشیائی سلطنت میں ملایا ہے ترکی سلطنت کا بہت کم نقصان ایشیا میں ہوا ہے
۱۸۷۸ء میں برلن کے عہدنامہ کے موافق فقط قرص اور باطوم روس نے لے لیا ہے اور سائپرس
(قبرس) میں برطانیہ اعظم سلطان کی طرف سے سلطنت کرتی ہے +

ترکی کی سلطنت کا نقصان عظیم تو یورپ میں ہوا ہے ۱۸۶۶ء میں پاستہا ڈینیوب سے
ریاست رومینیا سے اور ۱۸۶۷ء میں سرویا سے ترکی سپاہ کی چھاونی قلعہ سے اٹھی ۱۸۵۴ء و ۵۵ء
میں جو روسیوں کا ارادہ عظیم کریمیا کی لڑائی میں ہوا تھا۔ اور انگلستان اور فرانس نے
اسے روکا تہا ۱۸۷۷ء و ۷۸ء میں پھر اسکا اعادہ ہوا۔ مگر یورپ کی سلطنتہاے عظیم نے اس ارادہ کو
پورا نہ ہونے دیا کہ اسکے پورا ہونے سے روس کی سلطنت اور یورپ کی سلطنتوں پر غالب
ہو جاتی۔ گو اسے روس کو تو ملک تہوڑا ہی سا ہاتہ لگا۔ مگر یورپ میں ترکی کی سلطنت کے ٹکڑے

ہونے شروع ہوگئے۔ رومینیا میں اور سرویا میں جدا سلطنت قائم ہوئی مونٹی نگیر یا آزاد و خود مختار ہوئی۔ گریس کو مستقل ملا۔ بوسینیا ہرزی گوینا دونو آسٹریا کو سپرد ہوئے اب ۱۸۸۵ء میں ایک نئی باج گزار ریاست مشرقی رومیلیا قائم ہوئی جسکے سبب سے کوہ بلکن کی شمالی میں کی سلطنت باقی نہیں رہی صرف اسکے جنوب میں ایک قطعہ تک یورپ میں سلطان روم کے پاس باقی رہ گیا ہے گیا یہ تنگی ہو یا وہ فراخی تھی کہ سلطان سلیمان اعظم کے عہد میں وینا کے دروازہ پر ڈنکا اسکا بجتا تھا۔

فصل یازدہم

(۸۱) مغل کے خانان اعظم (۸۲) ایران کے مغل بادشاہ (۸۳) خفچاق کے سبز اردو (۸۴) قرم (کریمیا) کے خانان (۸۵) خانان چغتائی۔

مغل یا موغل

قاعدہ ہے کہ جب کوئی قوم اعلیٰ درجہ کی نامور ہوتی ہے تو جس زمانہ کا حال اسکا نہیں معلوم ہوتا ہے اسکی بابت بہت سے قصے کہانیاں گھڑے جاتی ہیں مغلوں کا ستارہ اقبال کا طلوع چنگیز خان سے ہوا۔ اور جب ہی سے مغلوں کی تاریخ کا آغاز سمجھنا چاہیئے اس زمانہ سے پہلے انکے حالات افسانے بے سروپا ہیں کہ ترک بزرگترین فرزند حضرت یافث کا تھا حضرت عصمت قباب قدسی نقاب النقوا خواب راحت میں تھیں کہ ایک نور شگرف انپر نازل ہوا اور حضرت مریم بنت عمران کی طرح وہ حاملہ ہوئی اور بچہ جنا۔ بیت حکایات مریم اگر بشنوی + باالنقو بینا ہمچناں بگروی اصل حال فقط اتنا تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ دشت گوبے (جسکو چینی شامو کہتے ہیں) شمالی ملکوں میں مغلوں کے جرگے خانہ بدوش بادیہ گرد رہتے تھے۔ پانی اور چراگاہوں کی تلاش میں پڑے پھرتے تھے۔ شکار میں اور چرپایوں کے پالنے میں زندگی بسر کرتے تھے۔ گوشت اور ترش دودھ کھاتے پیتے تھے اور ہم قوموں ختن سے یا ترکوں اور چینیوں سے جنکے وہ دوست تھے۔ کھالوں اور جانوروں کا مبادلہ کرتے تھے اور اس سے نفع کماتے تھے۔ غیر ملکوں میں دسویں صدی تک کوئی مغلوں کا نام بھی نہیں جانتا تھا مغلوں کا بادشاہ سوغی جی جن تھا اسکا سپہ سالار لسوگا سے بہادر تھا۔ بادشاہ نے اس سپہ سالار کو تاتار پر لشکر کشی کے لئے بھیجا۔ وہ تاتار پر غالب آیا اور موضع ویلون بلدق میں

۲۰- ذیقعد ۵۴۹ھ اسکی حاملہ بیوی اد تون کے ہاں بیٹا پیدا ہوجسکا نام باپ نے تموجین رکھا ۵۶۲ھ میں باپ نے انتقال کیا تو تموجین کی عمر تیرہ سال کی تھی۔ بادشاہ سوغوچجن نے جسپر مدار ملک سلطنت وگیرودار لشکر و سپاہ کا تھا چندروز میں اردو و فنا میں کوچ کیا۔ اسکا بڑا بیٹا قراچار نویان صغر سن تھا یسوگائے اگرچہ دولت مغلیہ کی عظمت کا بانی مبانی نہ تھا مگر اسمیں شک نہیں کہ وہ اسکا بڑا معین و مددگار رہتا تھا۔ شاید یہ اول اسی کے خیال میں آیا تھا کہ مغلوں کے کندھے سے چینیوں کی اطاعت کا جوا اتار دے اور مطلق العنان اور آزاد ہو جائے۔ گو اس کو سلطنت حاصل نہ تھی مگر پھر بھی چالیس ہزار خیمے وطائفہ اسکو اپنا سردار مانتے تھے غرض یہ ساری ثروت تھی جو جنگیز خاں کو باپ سے ورثہ میں ہاتھ لگی مگر اسی ثروت کو بیٹے نے بیس برس کے عرصہ میں وہ سلطنت عظیم الشان بنا دیا کہ دنیا نے کبھی دیکھی نہ تھی طفل سیزدہ سالہ تموجی اپنے باپ کی جگہ اونن کے کناروں کے قبائل بادیہ گرد پر حکومت کرتا تھا۔ اسکو ایشیا کا سکندر اعظم کہتے ہیں اسکی پوری تاریخ لکھنا ہمارا مطلب نہیں ہے بلکہ اس کا مختصر حال جو مسلمانوں کی تاریخ سے تعلق رکھتا ہے لکھتے ہیں۔ قوم نیرون نے تموجین سے روگردانی کی اور قوم تالجوت سے ارتباط کیا۔ اسے تموجین کو بہت سی تکلیف اٹھانی پڑی اور بہت سی بلاؤں میں مبتلا ہوا مگر ان سہمناک خطروں سے اسنے نجات پائی۔ قوم اوقہ۔ تالجیوت۔ وقنقرات و جلایر وغیرہ سے لڑائیاں لڑا جب اسکی عمر تیس برس سے آگے بڑھی تو وہ اپنے ایل والوس کا سردار ہوگیا۔ بعض فرمانروایان ترکستان کی مخالفت کے سبب سے چالیس برس کی عمر میں وہ قراچار نویان کی رہنموئی سے اونگ خاں حاکم قوم کریت پاس گیا یہ حاکم اس کے باپ یسوگائے بہادر سے سابقہ محبت رکھتا تھا وہاں جاکر کارہای پسندیدہ بجا لایا۔ قرب منزلت وعلو مرتبت کو اس حد پر پہنچایا کہ امرا عظام و یگانون کو اسپر حسد ہوا جاموقہ کہ جاجرات کا سردار تھا اسنے سنگوس پسر اونگ خان کو اپنے ساتھ متفق کیا اور تموجین کے حق میں بدگمانی کی اونگ خاں کو اسکی طرف خیال فاسد ہوا۔ تموجین اندیشہ مند ہوا مگر اپنی درست تدبیروں سے اس مہلکہ سے اسنے نجات پائی۔ دو دفعہ محاربات عظیم ایسے ہوئی جنمیں تموجین کو فتح ہوئی۔ انچاس سال یا پچاس سال کی عمر میں ۵۹۹ھ کو وہ دولت سلطنت وجہانداری پر کامران ہوا۔ جیسا اس

فرمانروائی اور جہانبانی پر تین سال گذرے تو اسنے کیورل تائی یعنی مجلس عظیم ضیافت عام میں
کل قبائل مغل کے سرداروں کو بلایا اور اُس تب تنگری نے جو بشیران عالم غیب و فرستادہ رسایان
درگاہ دلبریائیں سے تھا ایسے الہام ربانی سے تموچین کو خطاب چنگیز خاں دیا چنگیز قاآن سے
مخاطب کیا جسکے معنی بادشاہ شاہان کے ہیں غرضکہ اسکا نجم اقبال فروزاں تھا اور سال بسال برق
دولت اسکی سوزان تر ہوتی جاتی تھی تمام خطائے و ختن و چین و ماچین و دشت قبچاق و سقسین
و بلغار و آس و روس و آلان وغیرہ سب وہ سر ہو گیا سنہ ۶۱۵ھ میں ما وراء النہر کی جانب اُس نے
محمد خوارزم شاہ کے مغلوب کرنے کا قصد کیا اپنے قہر و ظلم سے اس دیار کے آدمیوں کی جان
باقی نہیں رکھی جب ما وراء النہر سے فارغ ہوا تو آمویہ سے عبور کیا بلخ کی جانب عنان کشورکشائی
پھیری تولی خاں اسکا بیٹا لشکر گراں کے ساتھ ہراول ہو کے خراسان کی طرف روانہ کیا خود ممالک
ایران و توران تسخیر کرکے بلخ سے طالقان پر آیا یہاں سے سلطان جلال الدین منکبرنی
کے دفع کرنے پر متوجہ ہوا اور سنہ ۶۲۱ھ میں اسکو کنار آب سندھ تک ہزیمت دی پھر یہاں سے ماوراء النہر میں
مراجعت کی اور چہارم رمضان سنہ ۶۲۴ھ ترسٹھ برس کی عمر میں ولایت تنقوت میں سفر آخرت کیا
اسکے چار بیٹے تھے جوجی چغتائی اوکدائی یا اکتائی تولی یا تولو بزم و شکار کی ترتیب جوجی خاں
سے متعلق تھی یاسات کا اجرا کرنا اور اسکا انتظام اسکے مربوط ہی چغتائی خاں کے سپرد تھا
تدبیرات جہانبانی و ترتیب امور ملکی اوکدائی خاں سے مخصوص تھیں سرانجام مہام سپاہ و
محافظت اردو تولی خاں سے متعلق تھیں جو ملک کہ خود اور اُس کے بیٹوں نے فتح کئے تھے
وہ بیلوسی (بحر زرد) سے جیہوں تک اور وہ سر زمینیں اور قومیں اس میں داخل تھیں جو جیہوں
تنکوت یا تنقوت افغان ایران کے ماتحت تھیں +

امراء مغل میں یہ دستور تھا کہ جن قبائل پر انکو حکومت ہوتی تھی اُنکو بطور التمغا کے اپنے
بیٹوں میں تقسیم کرتے تھے اور چنگیز خاں کی سلطنت جو بیٹوں میں منقسم ہوئی اس میں قبائل کی
تقسیم ملک کی تقسیم سے زیادہ عمل میں آئی چنگیز خاں نے ہر ایک بیٹے کو خاص قبائل مغل
آل تمغا میں دئے مگر انکے خیمہ لگانے کی زمینوں کی حدیں اچھی طرح متعین نہیں کیں اور اپنا

قائم مقام سریر خانی پر اوگدائی خاں کو مقرر کیا۔ اب اول خاقانوں کا ذکر جو سب پر فائق تھے کرتے
ہیں اور پھر آگے اس ترتیب سے حالات لکھینگے۔

(اول) خاندان اوگدائی خاں جنہنے اقوام زنگوریا۔ خاقانوں پر جب تک حکومت کی کہ تولی خاں
کے خاندان نے اسکا خاتمہ کیا +

(دوم) خاندان تولی خاں جنہنے اپنی قوموں مغلستان۔ خاقانوں پر بعد اوگدائی خاں کے خاندان کے
حکومت جب تک کی کہ منچو نے اسپر غلبہ پایا +

(سوم) تولی خاں کے خاندانوں کے شعبہ ہولاگو خاں (ہلاکو خاں) اور اسکے جانشینوں ایران کے ایلخانوں کا

(چہارم) خاندان جوجی خاں جنہنے قبائل ترکی خانیت قبچاق پر حکومت کی خانان سیر اوردا
واق اوردا پر جسکا ضمیمہ خانیت استراخان اور اُس کے شعبے خانیت کزن سکزی موف وقرم
تھے اور آخر کو خانان خیوا و بخارا ہوئے +

(پنجم) خاندان جغتائی خان جنہنے ماوراالنہر پر سلطنت کی +

۶۰۳ - ۶۳۳ھ ۸۱ خانان اعظم ۱۰۳۶ - ۱۶۳۴

(۱) خاندان اوگدائی خاں - التمغا زنگوریا - اعظم خاقانان

اوگدائی کی رعایا نے زنگوریا کے اندر یا قریب خیمہ زنی کی جگہ فقط التمغا زنگوریا لکھنا اس
بات کے بتانے کے لئے آسان ہے کہ اوگدائی خاں کی رعایا کا مقام خیمہ زنی کہاں تھا۔ چنگیز خاں
کے وثیقت نامہ یا وصیت نامہ کے بموجب اوگدائی خاں کو علاوہ التمغا زنگوریا کے خانی بھی
ملی تھی۔ یہ چنگیز خاں کی تعظیم وادب کی بڑی دلیل ہے کہ اس دولت مغلیہ کے بانی کے احکام کا
پاس ولحاظ بعد اسکی موت کے اتنا تھا کہ باوجودیکہ اوگدائی خاں اسکے بیٹوں میں سب سے بڑا تھا
نہ لیاقت وقابلیت میں زیادہ تھا مگر تمام قبائل مغلیہ کے امراء اور خاندان اور باج گزاروں
نے اسکی شاہنشاہی کو قبول کر لیا سنہ ۱۲۲۹ء میں کیورل تائی (ضیافت عظیم) میں اسکی خانی
وخاقانی کو تسلیم کر لیا۔ اوگدائی خاں کی سلطنت میں بھی مغلوں کی فتوح عظیمہ کا سلسلہ جاری رہا
اور پہلا ہی سال وہ دوران اسکا رہا چین کی نصف شمالی سلطنت یعنی کین پر چنگیز خاں کی زندگی

مغلوں کا کچھہ تسلط ہوا تھا- مگر اب وہ ۱۲۳۴ء میں بالکل تابع ہو گئی اور نصف جنوبی یعنے سنگ
کی سلطنت مغلوں کے حملوں کا مقابلہ قوبلے خاں کے زمانہ تک کرتی رہی ۱۲۷۹ء میں وہ بھی مغلوں
کی سلطنت میں شامل ہوا- شجاع جوانمرد جلال الدین جو خوارزم شاہ محمد کا بیٹا تھا- وہ اپنے باپ کی
ساری سلطنت عظیم الشان میں مغلوں کے ہاتھہ سے مارا مارا پڑا پھرا- اور مغلوں نے اُسکو اور کہیں چین
سے نہ بیٹھنے دیا جب تک کہ اس بدنصیب کی ساری سلطنت پر تسلط نہ کر لیا- ایک مہم عظیم
یورپ پر یہ ہوئی کہ جوجو خاں کے بیٹے باتو خاں نے مغلوں کو موسکو اور نوڈگورود میں داخل کیا
ہنگری میں ہنگامہ برپا کیا- کراکو کو جلا دیا لیتھہ کا محاصرہ کیا- یورپ کی خیر مغلوں کے ہاتھہ
سے اس سبب سے ہوئی کہ اوگدائی خاں کا انتقال ہوا جسکے سبب سارے خاندان کو
کیورل تائی کی مجلس عامہ کے لیے جانا پڑا اور گرینڈ ڈیوک آسٹریا نے لیگ نٹز میں مغلوں کو
شکست بھی دی- اس عرصہ میں اعلیٰ وزیر تیلیو چیت سائی نے اسوقت مملکت کا نظم و نسق
بہت اچھی طرح سے کیا+ مستانہ نوشی مغلوں کی عادت میں داخل تھی یہ بلا اوگدائی خاں
کے پیچھے بھی لگ گئی تھی- مگر اس وزیر نے اُسکی اس غفلت کا معاوضہ بہی ہوشیاری سے کیا کہ
ہر ہر صوبے و ضلع میں امن امان رعایا پروری اور عدل گستری کے ساتھہ قائم رکھا+

اوگدائی خاں ذیقعد ۶۳۹ھ میں مرا تھا- کئی برس تک اسکے بعد کوئی بادشاہ نہیں ہوا
اسکی بیوی ترکینہ نیابت سلطانی کا کام کرتی تھی اور منتظر تھی کہ کب اسکا بڑا بیٹا گیوک خاں
یا کیوک خان یورپ سے مراجعت کرے- یورپ میں کیوک خاں نے ہنگری کی فتح کرنے میں اپنے
چچیرے بھائی باتو خاں کے ساتھہ بڑی ناموری اور شہرت شجاعت اور دلیری میں حاصل
کی تھی ۱۲۴۶ء میں قراقورم یا کراکورم میں اور کیورل تائی کی مجلس میں وہ خاقان مقرر ہوا
اور اس مجلس میں سب امرا مغل شریک ہوئے مگر جوجو خاں کے بیٹے نہیں آئے انھوں نے
عذر کیا کہ ہم کو یہ جانشینی پسند نہیں ہے- گیوک خاں نے جو اسکی ماں کے عہد میں کچھہ بدنظمی
ملک و سپاہ میں پھیل گئی تھی اُس کو دور کیا اور سپاہ کو چین و ایران میں سلطنت کے
بڑھانے کے لئے بھیجا+

خاندان اوگدائی خاں میں فقط گیوک خاں ہی سریرِ خاقانی پر جلوہ افروز ہوا جب وہ ۱۲۴۸ء میں مر گیا
تو کوئی اُسکے بعد اولاد خاندان سے جانشین نہیں ہوا بلکہ تولی خاں کے خاندان میں سلطنت
منتقل ہوگئی - اس نے خاندان کے دل خاقان منگو خاں کے معزول کرنے کا ارادہ اوگدائی
خاں کے خاندان میں سے کسی نے نہیں کیا بلکہ جب منگو خاں مر گیا اور اسکی جانشینی کے لیے قبلائی خاں
منتخب ہوا اور چین میں باکپ قاعدہ مجلس کیسیل تائی میں وہ خاقان مقرر ہوا تو اوگدائی خاں
کے خاندان نے بغاوت اختیار کی اور ایک ہنگامہ کارزار گرم کیا - اوگدائی خاں کا پوتا قیدو خاں
اکتالیس سے کم لڑائیاں مشرق میں حامیان خاندان تولی خاں سے نہیں لڑا اور قپچاق
میں جو جو دست خاندان تولی خاں کے تھے انسے مغرب میں بیشمار لڑائیاں لڑا - مگر یہ جنگ
برابر والوں میں نہ تھی جب قیدو خاں نے ۱۳۰۱ء میں قید حیات سے رہائی پائی تو خاندان اوگدائی خاں
خاندان تولی خاں کا مطیع ہوگیا - اس خاندان کے جو قبائل دشت وہ ماوراء النہر اور قپچاق کے
قبائل میں پراگندہ ہوکر مل گئے اور انکے امیر گمنامی کی حالت میں چغتائی خاں کی عملداری میں زندگی
بسر کرنے لگے - بدنظمی کی حالت میں خاندان اوگدائی خاں میں سے ایک دفعہ ماوراء النہر کی تخت
سلطنت میں بادشاہ ہوگئے اور تیمور نے بھی اس دودمان کی شمع کو روشن کر کے اپنا ہادار امیر
سیورغاتمش کو اور اسکے بیٹے محمود کو چغتائی سلسلہ کے بادشاہوں کی جگہ تخت سلطنت پر بٹھایا
مگر خاندان ایسا مردہ ہوگیا تھا کہ اسمیں جان نہیں پڑ سکتی تھی اس تخت نشینی سے وہ اصل
خاقان نہیں بن سکتے تھے یہ تخت نشینی ایک جھوٹ موٹ کا تماشا تیمور نے دکھایا تھا -

دوم - خاندان تولی خاں التمغا مغولستان - خاقان ۱۲۴۸ء سے ۱۳۶۸ء تک تیس عہد -

(۱) یوآن خاندان چین میں ۱۲۶۰ء سے ۱۳۶۸ء (۲) قراقرم میں ۱۲۶۰ء سے ۱۲۶۴ء (۳) قبائل
کا تقسیم ہونا اور انکا مجموعہ کا بتدریج مطیع ہونا ۱۲۶۴ء سے ۱۳۶۸ء تولی خاں کا بیٹا منگو خاں بڑا
سپہ سالار اور صاحب جلادت و شجاعت تھا - جنگ کے سات ... برس عمر کا ہو کے خوب ماہر تھا
سوائے اسکے قبائل مغلیہ جو مغلوں کی بنا چنگیز خانی کی جان تھی وہ تولی خاں کی التمغا تھی -
ان دونو باتوں نے ملکر منگو خاں کو خاقان ۱۲۵۱ء میں بنایا اور ۱۲۵۹ء میں پیغام اجل اسکے پاس آیا

مگر اس مختصر عرصے میں دو عظیم انقلابوں کی افتاد پڑی ایک یہ کہ منگو خان تو دشت گوبی کے شمال میں اپنا قدیمی دارالسلطنت قراقورم رکھتا تھا اور اپنے بھائی قبلے خاں کو جنوبی اضلاع میں حاکم مقرر کر گیا تھا پس یہ ابتدا تھی کہ دارالسلطنت قراقورم سے پیکنگ میں تبدیل ہو جائے دوم یہ کہ ایران میں ہولاگو خاں (ہلاکو خاں) کو حاکم مقرر کیا جسنے ایران میں اپنے خاندان کی سلطنت جمائی اور وہ قاعدہ جو ہمیشہ ایران میں حاکموں کے تقرر کا بدلتا رہتا تھا موقوف کیا اور ایران میں چنگیز خان کے خاندان میں سے بادشاہوں کا سلسلہ قائم ہوا۔ جیسا کہ سلطنت مغلیہ کے اور صوبوں میں تھا +

سنہ ۱۲۵۹ء میں منگو خاں نے انتقال کیا جسکا اوپر ذکر ہو چکا ہے اور ادھر منگو کے بھائی ارک بوکا نے اُدھر قبلے خاں نے اپنے گھر مغلستان کی سلطنت کا دعوی کیا چین کی سپاہ نے قبلے خاں کے خاقان ہونے کی سلامی اتاری۔ قراقورم میں مجلس کورل تائی نے ارک بوکا کو خاقانی کے لئے انتخاب کیا اور مغرب میں قبائل اوگدائی اور چغتائی نے قیدو خاں کو خطاب خاقان دیا۔ قپچاق میں خاندان جوجی خاں نے خاقانی کا دعوی نہیں کیا بلکہ وہ خاندان تولی خاں کا حامی بنا۔ ان سب میں قبلے خان کا پلہ بھاری رہا اور وہی خاقان ہوا۔ اور تمام جھگڑوں فسادوں کو اسنے پاک صاف کر دیا۔ ارک بوکا کو جلد شکست دیدی۔ قیدو خاں کو دور دور بھگاتا رہا اور جب تک تکلیف دیتا رہا کہ قبلے خاں کو موت آ گئی +

اب چنگیز خاں کی نسل کے خاقان چینی ہو گئے۔ اور وہ چینی کہلانے لگے سنہ ۱۲۷۹ء میں چین کی جنوبی مملکت یعنی سونگ کو بالکل اُنہوں نے فتح کر لیا۔ اور اس طرح کل ملک کی ایک سلطنت بنائی جس میں اسکے سوا کوئی فرمانروائی نہیں کرتا تھا۔ اسنے اپنا دارالحکومت خان بلغ (کامبلوک) یعنی خان کا شہر بنایا جسکو اب پیکنگ کہتے ہیں اور پرانا دارالسلطنت قراقورم ایک صوبہ کا مرکز ان تینوں عہدوں میں رہا کہ جس میں قبلے خاں کی اولاد کی تاریخ منقسم ہوتی ہے۔ اول عہد میں یہ صدی ہے کہ جو چین کی سلطنت مغلیہ کے آغاز اور حملہ آوروں کے دفع کرنے میں دسویں جانشین تغان تیمور تک گذری یعنی سنہ ۱۳۰ ایک چین کی تاریخ میں ان مغلوں کے خاقانوں کو یوآین کا خاندان کہتے ہیں اس خاندان کی دولت کو بھی کے تنزل کے اسباب بیان کئے جاتے ہیں کہ دربار کا اسراف اور عیش و عشرت و آرام طلبی ہو

تن آسانی لاماگروں کی تعظیم وتکریم اور انکی موالست رعایا کی مفلسی بیماری - وبائیں قحط - زلزلے
اور ایسی ہی اور بلائیں سلطنت کے دعویدار بہت سے کھڑے ہوئے - آخر کو چو یوان چنگ نے خاندان
منگ کو قائم کر کے ۱۳۶۸ء میں پیکنگ کو لے لیا - اور دو سال میں چین نے مغلوں کے ہاتھ سے فراغت
پائی - پھر تاریخ میں انکی خاقانی کی اقبال مندی کے زمانہ کا ذکر نہیں ہوا - دوسرا عہد اس وقت سے
شروع ہوتا ہے کہ چین سے مغلوں کی سلطنت خارج ہوئی اور کچھ دنوں پھر دیان خان کے زمانہ
سنہ ۱۳۷۰-۱۵۵۳ء میں وہ اپنی بجلی کی چمک دکھا گئی - اس عہد کو مغلوں کا کھٹیا راج کہتے ہیں کہ وہ ان رو حصہ
زمینوں میں مقید تھی جہاں سے وہ دریائے کرولون اور اونن کے پار اُتر کر دشت گوبی کے شمال میں
خیمہ زنی کی زمینوں کو فتح کرنے گئے تھے - منگ کی سپاہ نے مغلوں کو بویور کی جھیل پر جا لیا اور
اُسکو بالکل شکست دی اور اسی ہزار آدمی قید کئے اور ڈیڑھ لاکھ مویشی پکڑ لئے اور بہت سامال
اسباب اُٹھا لوٹا - پس اس شکست سے خاقانوں کا دم نکل گیا اور فقط اُنکی بزرگی نام ہی میں باقی
رہی اور وہ بالکل تابع منگ کے شاہنشا کے ہو گئے - منگ کی شاہنشاہی پیکنگ میں قبائل
مغلیہ کے حاکم اپنے حکم سے مقرر کرتے اور انکو سند حکومت دیتے - پندرہ صدی میں ایک اور
آفت اُنپر آئی - کچھ مدت کے لئے بہت سے قبائل یوآئی رت کی رعیت بن گئے - مگر اسی صدی کے
آخر میں دیان خان کے جو تغان تیمور کے جانشینوں میں چودھواں تھا اُسنے متفرق قبائل کو یکجا
جمع کیا اور اُنکو بالترتیب چار جھتوں میں تقسیم کیا +

تیسرا عہد تاریخی یہ ہے کہ قبائل جو تقسیم ہو کر جدا جدا ہو گئے تھے اُنکے معاملات ملکی میں فساد
عناد کا اور اُسکی آپس کی نا اتفاقی اور عناد کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ یکے بعد دیگرے منچو کی قوت سے
محکوم ہو گئے - چین میں جب منگ کا ستارہ اقبال غروب ہوا تو منچو کا اقبال چمکنا شروع ہوا تھا
اندرونی جنگ آزمائیاں خاندانوں کا اختلاف اور عام نا اتفاقی سے خاقان کی بادشاہی برائے نام
رہ گئی تھی اسکا نام بھی باقی نہیں رہا ۱۶۳۴ء کے قبلے خاں کی اولاد فقط چین کی رعیت ہو گئی

۶۵۴ - ۷۵۰ - ۸۲ مغلان ایران ۱۲۵۶ - ۱۳۴۹

منگو خاں نے اپنے خاقانی کے عہد میں تولی خاں کی اولاد میں سے ہولاگو خاں (ہلاکو خاں) کے

کے گھرانے میں ایران کی بادشاہت دیدی جسکو ایل خانان یعنی خانان اضلاع کہتے ہیں تاکہ
یہ معلوم ہو کہ وہ خاقانان معظم کے مطیع ہیں۔ ایل خانان ہمیشہ خاقانوں کی اطاعت کا زبانی
اقرار کرتے رہے ہیں۔ ہلاکو خاں جب ایران میں حاکم مقرر ہوا تو اُسکو اپنی فرمانروائی قائم کرنے
میں کوئی دقت نہیں واقع ہوئی۔ عالی ہمت اولوالعزم خوارزم شاہ نے (جسکو چنگیز خاں نے شکست دی تھی)
ایران کے بہترین حصوں کو فتح کرکے اوروں کو ایران کے فتح کرنے کا رستہ بتا دیا تھا۔ اور کوئی
قوی مقابلہ کرنے والا باقی نہیں چھوڑا تھا۔ اُسنے جو سلطنت ایران کو شکستہ کرکے پارہ پارہ کیا تھا
اور ان پاروں کو جو شاہزادگان ایران اپنی سعی و کوشش سے جوڑ رہی تھی ان سب کو ہلاکو خاں نے
اپنے آگے سے اُڑا دیا۔ وہ بغداد میں آیا اور خلیفہ مستعصم اللہ کو جو خلفاء عباسیہ میں سے تھا نہایت
ظلم سے قتل کیا۔ اور پھر وہ آگے بے مزاحمت بڑہتا چلا گیا۔ مگر شام کے بہادر مملوک مصر نے کامیابی کے
ساتھ اپنے قریب اُسکو روکا۔ اب ہلاکو خاں ممالک ایران اور ایشیائے مائنر کا مالک ہند سے لے کر
بحر قلزم تک ہو گیا۔ اسکی سلطنت کی حدود شمال میں برادر چغتائی و جوجی کی سلطنت سے اور جنوب میں
سلاطین مصر سے ملی ہوئی تہیں۔ ان حدود کے اندر اُسکے خاندان نے سو سال تک سلطنت کی
اور علاوہ مطلق العنان اور خود مختار رہی۔ دور دراز کے فاصلہ پر برائے نام چین کے خاقان کی اطاعت
کا اقرار کرتی رہی۔ کبھی کبھی کچھہ جانشینی کے لئے جھگڑا ہو جاتا تھا ورنہ ملک میں کسب طرح سے امن امان
رہتا تھا۔ رعایا سکھ چین سے رہتی تھی۔ اور ان خانان ایل نے علوم و فنون و علم ادب کی وہ قدرشناسی
کی کہ جس سے اُنکی وہ ترقی ہوئی کہ کبھی شاہان ایران کے زمانہ میں نہیں ہوئی۔ ہم نے پہلے بیان
کیا ہے کہ دولت خلفاء و دولت سلجوقیہ۔ دولت مملوک مصر کا زوال کن سببوں سے آیا۔ انہیں
سببوں سے ابوسعید کے زمانہ میں اس دولت ایل خانیہ پر تباہی و بربادی آئی کہ امراء و سپہ سالار
جو آپسمیں رقابت رکھتے تھے وہ ملک کے نظم و نسق میں زیادہ دخیل ہو گئے۔ ان کے آپس کے
رشک و حسد و عداوت مخالفت نے اول دولت ایل خانیہ کو خوف و خطر میں ڈالا جب ابوسعید کا
انتقال ہوا تو پھر سلطنت ایران کا تخت ایسا ہو گیا کہ اُسپر رقیب امراء جسکو چاہیں بٹھائیں اور
کٹ پتلیوں کی طرح نچائیں۔ ایران کے ٹکڑے دو خاندانوں نے کئے ایک امیر حسن بزرگ نے جو

تغون خاں اور اُسکے جانشینوں کا پیرا منہ لگا یار لجزل دوسرا امیر حسین جالیر تہا جسکو ایلکا نوین بھی
کہتے ہیں۔ اسمیں چوپان کا بیٹا امیر حسین کوچک تہا اور جالیر کا بیٹا امیر شیخ حسین بزرگ تہا۔ ابو سعید
کے مرنے کے بعد اریا خاں جو ہلاکو خاں کی اولاد میں سے نہ تہا بلکہ اُسکے بہائی ارک بوکا کی اولاد
میں سے تہا وہ تخت سلطنت پر بیٹھا۔ مگر اسی سال ۱۳۳۶ء میں موسیٰ نے اُس کو معزول کیا جس کا
سلسلہ نسب بیدو خان تک پہنچتا ہے جو چھٹا ایل خان تہا۔ شیخ حسین بزرگ کے طرفداروں نے موسیٰ کو
بھی بہت جلد تخت سے اتار دیا۔ اب حسین بزرگ کا رقیب خاندان چوپان تہا جس نے اس تخت نشینی کا
دعویٰ ۔ ابو سعید کی بہن ساتی بیگم کی طرف سے کیا۔ اور اُس کو بادشاہ بنایا۔ اِس بیگم کی پہلی شادی
چوپان خاں سے ہوئی تھی پھر اریا خاں سے۔ اور آخر کو سلیمان سے جسنے اسکی برتری کو مٹا دیا۔
آخر بادشاہ نوشیرواں تھا جسکی سلطنت میں فساد برپا رہے آخر کو ایران میں جالیر کی قوت و قدرت
و سطوت سب سے زیادہ ہو گئی اور ہلاکو خاں کا خاندان بالکل ختم ہو گیا۔ جالیر سطفریہ سرداریہ وغیرہ
نے ملک میں جب تک بڑی ہل چل مچائی کہ تیمور یہاں آیا اور اسنے اِن سب پر جھاڑو پھیر دی

۸۳ - خانان سیر اوردا (خیمہ زریں) ۶۲۱ - ۹۰۷ - ۱۲۲۴ - ۱۵۰۲

چنگیز خاں کے سب سے بڑے بیٹے جوجی خاں کے حصہ میں قدیمی سلطنت قراختے کے قبائل
آئے تھے۔ یہ قبائل دریا سیحوں کے شمال میں رہتے تھے۔ جوجی خاں (توشی خان) اپنے باپ کے
سامنے ہی مر گیا تھا اور اسکے بیٹے بہت سے تھے۔ اِنمیں سے بڑے بیٹے اوردا خاں کو جانشین
کر دیا تھا۔ مگر جوجی خاں کے سب سے چھوٹے بیٹے باتو خاں نے یورپ کے مشہور حملے میں بڑا نام پیدا
کیا تھا اور اُسنے اپنے خاندان کے التمغا کو مغرب میں بہت بڑھا یا تھا۔ اور اپنے تئیں اُس سے
بحیثیت خفچاق کا بادشاہ بنایا۔ باتو خاں کے ملک کے شمال میں جسکا بھائی توکا تیمور ضلع
بلغار یزرگ کا دریا وولگا کے اوپر حکومت کرتا تہا اور جوجی خاں کا چوتھا بیٹا شیبان خاں غیر
آباد سرزمینوں پر حکومت کرتا تہا جنکو اوردا خاں کے التمغا کے شمال میں کرغیز کرگس کہتے ہیں
پانچواں بیٹا تول خاں یچنگ کو جنکو پچھلے زمانہ میں توکالیس کہتے تھے یورال اور ہیبا میں
یہ کل قبائل تھوڑی یا بہت اطاعت خاندان باتو کی کرتے تھے۔ اگرچہ وہ شاخ کچھ بھی

ملکر اسے بڑی بزرگی حاصل کی تھی اور اُسنے دریاء وولگا کے اوپر سلطنت جوجیہ کا پایہ تخت سرائے کو بنایا۔ اِن سب اقوام کو اِس سبب سے کہ انکا خان بادشاہانہ خیمہ زریں لگاتا تھا سیراوردا یعنی زریں خیمہ کہتے ہیں۔ یہ بھی کہنا ضرور چاہیے کہ جو خاندان حکومت رکھتا تھا اُسکی سپاہ کا عطر و لب لباب نسل مغلیہ ہوتی تھی۔ جوجی خاں کے حصے میں جو قبائل آئے تھے اُنہیں سے زیادہ تر وہ مفتوحہ ترک یا ترکمان تھے جنکو مغلوب کیا تھا +

جوجی خاں کے کنبے کے خانان سیراوردا (زریں خیمہ) کے مختلف خاندان یہ ہیں +

(ا) خاندان باتو خان۔ سیراوردا کے خانان معظم جو مغربی خفچاق میں ۱۲۲۴-۱۳۵۹ء تک۔ قبائل قوق اوردا (نیلے خیمہ) پر حکومت کرتے رہے +

(ب) خاندان اوردا (اوردا خاندانی لقب ہی) مشرقی خفچاق پر ۱۲۲۶-۱۴۲۸ء تک قبائل آق اوردا (سفید خیمہ) پر حکومت کرتا رہا۔ مغربی خفچاق میں قبائل سیراوردا کے بعد باتو خاں کا خاندان ۱۳۷۸-۱۵۰۲ء میں کرتا رہا اور بعد تنزل کے استرخان کے خانان ۱۴۶۶-۱۵۵۴ء تک ہوتے رہے +

(ت) خاندان توکا تیمور شمالی خفچاق میں بلگیریا میں خانان رہے۔ مغربی خفچاق میں اُنہوں نے قبائل خانان سیراوردا کے پیدا کر دیے آخر کو اور خانان کزن ۱۴۵۰-۱۵۷۸ء میں اور خانان قرم ۱۴۲۰-۱۷۸۳ء میں پیدا

(ث) خاندان شیبان ۱۲۲۴-۱۶۵۹ء میں ازبک یا کرغیز کی غیر مزروعہ سرزمینوں میں حکومت کرتے تھے انھوں نے ۱۵۰۰-۱۸۶۲ء میں نقل مکان کر کے اپنے تئیں خیوا اور بخارا کا خانان بنایا +

(ا) باتو خاں کا خاندان سیراوردا کے خانان معظم ۱۲۲۴-۱۳۵۹ء التمغا مغرب میں خفچاق کے قبائل آق اوردا مغرب کی خانیت معظم میں باتو خاں کے خاندان کی حکومت بڑی کر و فر سے ہوئی چونکہ وہ روسیوں کی ترقی و نشو و نما سے علاقہ رکھتی ہی اسلیے وہ تاریخ میں بڑی عظمت و وقعت رکھتی ہے۔ وہ روسی امرا و شاہزادوں کی خداوند نعمت تھی ان سے سالانہ خراج لیتی تھی۔ انکی لڑکیوں کی مالک تھی۔ مگر خفچاق کے خانان معظم کی تقدیر میں یہ تھا کہ وہ جنکے حاکم تھے انکے محکوم بنیں جنکو وہ غلامی میں رکھتے تھے اُنکی غلامی میں رہیں مگر پہلے اسکے کہ اس تنزل کی نوبت پہنچی۔ باتو خاں کا خاندان مٹ چکا تھا اُسکے بھائیوں کی اولاد اُس کی قائم مقام ہو گئی تھی جب تک باتو خاں کی اولاد کے ہاتھ میں عنان حکومت

رہی وہ بڑی باقبال اور بااختیار و اقتدار رہی۔ اِس خاندان میں سے دس خانان معظم نے فرمانروائی کی۔ جانی بیگ آخر فرمانروا تھا۔ ۱۳۵۷ء میں اُسکے مرنے کے بعد بدنظمی پھیلی۔ جانی بیگ کا بیٹا بردی بیگ اُسکا جانشین ہوا۔ دو برس تک فرمانروا رہا۔ جانی بیگ کے بیٹے ہونے کا دعوی دو خانوں نے کیا اور وہ ایک ہی سال میں جانشین ہوئے۔ پھر بعد اسکے بیس برس تک سلطنت کے مدعی اور رقیب آپس میں لڑتے رہے +

جب باتو خاں کے خاندان کا خاتمہ ہوگیا تو جوجی خاں کے گھرانے کی پانچ شاخیں سیر اوردا کی خانیت کے دعوی کے لئے کھڑی ہوئیں اور انہوں نے اپنی سلطنتیں اسطرح جمائیں تو کا تیمور کی بہت سی اولاد نے تو بلگیر یا اور بزرگ کے شمال اور جنوب اور قرم میں باتو خاں کے دوسرے جانشین اور اُسکے بھائی برا کا دبراق خاں کی اولاد نے جنوب میں کوہ قاف کے پاس سیر یک سکا میں خیمے لگائے۔ براق خاں کے سبب سے قبائل سیر اوردا نے اپنی بڑی ہیبت پیدا کی تھی۔ اوردا کے کنبے کے سرداروں نے اور قبائل آق اوردا نے خانیت معظم کے مشرق میں اپنا سکہ جمایا۔ شیبان خاں کی سربراہی میں قبائل ازبک نے مشرق میں بھی اور زیادہ تر شمال میں حکمرانی کی اور بحر خزر (کیسپین) کے شمالی کناروں پر قبائل نوگائی نے اپنے مویشی چرائے۔ ان رقیب خاندانوں میں سے سترہ خانوں نے حکومت کی اور ۱۳۸۰ء میں قبائل سیر اوردا کے خاندان کی حکومت اوردا کے خاندان میں توقتمش کے ہاتھ میں آگئی +

(ب) خاندان اوردا۔ التمغا قبائل آق اوردا مشرقی خفچاق میں ۱۲۲۶-۱۴۲۸ء قبائل سیر اوردا مغربی خفچاق میں ۱۳۷۸-۱۵۰۲ء۔ خان استراخان ۱۴۶۶-۱۵۵۴ء (مشرقی خفچاق میں دریا سیر جیحوں کے نیچے کی ملک ور یوبع۔ کوہستان کوچک تاغ شامل تھے اور اُنکی سرحدیں مغرب میں باتو خاں کے قوق اوردا سے اور شمال میں شیبان ازبگ سے مشرق میں چغتائی خانیت سے جنوب میں دشت قزل قم اور الکزنڈر وو سکی کے سلسلہ سے ملی ہوئی تھیں۔ قبائل سیر اوردا (خیمہ زریں) دو حصوں میں منقسم تھے ایک قبائل آق اوردا یعنے سفید اوردا اور دوسرے قبائل کوک (قوق) اوردا یعنی نیلگوں اوردا کہلاتے تھے اور ایک خیالی بات ان قبائل کے ذہن میں تھی کہ سفید رنگ کو برتری نیلے رنگ پر ہے اسلئے قوق اوردا کا نام اس نیلے رنگ پر رکھا گیا تھا کہ وہ آق اوردا (سفید) کے تابع تھیں +

جوجی خاں کی اولاد میں سب سے زیادہ شجاع اور قوی و صاحب جلادت باتو خاں تھا۔ مگر باپ کی

التمغا میں اوردا خان جانشین ہوا اور خاندان کی سرداری اسکے ارث میں ہمیشہ رہی۔ یہ التمغا دریا جیحوں
کے پاس تھی۔ وہ سیر اوردا کے بائیں حصے پر حکومت کرتا تھا جسکو آق اوردا کہتے ہیں۔ بحر خزر کی دور کی
غیر مزروعہ زمینوں میں وہ رہتا تھا آق اوردا نے ڈون - وولگا پر اپنے بھائیوں توق اوردا کو مطیع کر لیا
انکے سردار کوچی خاں نے بلاد غزنہ - بامیاں پر قبضہ کر لیا۔ اس خاندان میں سے اروس خاں ایسا ہوا کہ
جسنے تیمور کی سپاہ کو کئی دفعہ شکست دیدی۔ تیمور نے جوجی خاں کے قبائل اقوام پر توق تامش خاں کو
حاکم مقرر کر دیا جسکے باپ کو اروس خاں نے قتل کیا تھا خود اسکو جلاء وطن کیا تھا۔ اروس خاں نے کئی دفعہ
توق تامش کے حملہ کو دفع کر دیا۔ مگر جب اروس خاں مر گیا اور اس کا بیٹا توق تا کیا کچھ دنوں باپ کا جانشین
رہا۔ پھر توق تامش خاں نے اروس خاں کے دوسرے بیٹے تیمور ملک سے آق اوردا کی حکومت چھین لی +
قبائل سیر اوردا کی تاریخ میں توق تامش آخری فرمانروا ہے جب اسنے قبائل آق اوردا کا تخت سلطنت
تو وہ قبچاق کی مغرب میں گیا اور سرا کے بادشاہ ممائے خاں کو شکست دیدی۔ اس فتح نے
قبائل آق اوردا اور قوق اوردا میں جو تفریق ہو رہی تھی اسکو مٹا دیا اور اسنے مشرقی اور مغربی قبچاق
کو ملا کر ایک کر دیا۔ مگر اوردا خاندان کے چراخور زمینیں شیبان خان کی اولاد کے قبضہ میں آگئی تھیں
انکو سیر اوردا نے توق تامش کے زمانہ میں چھین لیں۔ اس پر توق تامش نے ایک بڑی لشکر کشی کی اسکی دار السلطنت
عظیم ماسکو کو ۱۳۸۲ء میں غارت اور تباہ اور جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ قبچاق کی سلطنت کا اس فتح عظیم سے
چمکنا ایسا تھا جیسا کہ چراغ بجھنے کے وقت اپنی روشنی دکھاتا ہے۔ توق تامش خاں کی یہ بد اقبالی تھی
کہ اسنے اپنے محسن تیمور سے جسکی بدولت یہ فتح نصیب ہوئی تھی سرتابی کی۔ بھلا تیمور کے آگے کسکو تاب تھی کہ وہ
سرتابی کرے اور سزا سے بچے۔ تیمور اعظم نے دو دفعہ اسپر لشکر کشی کی۔ ایک لڑائی ۱۸ جون ۱۳۹۱ء کو
اور دوسری لڑائی تیرک میں ۱۳۹۵ء میں ہوئی ان دونوں لڑائیوں نے توق تامش کی سپاہ کا بھرکس نکال دیا
اور وہ خود جلاء وطن ہوا جب تیمور یہاں سے چلا گیا تو سرائے میں پھر وہ آیا۔ مگر اسکو اروس خان کے بیٹے
تیمور قتلغ نے نکال دیا اور ۱۴۰۶ء میں مر گیا +
یہاں کی سلطنت خستہ حال قبچاق کے تین دعوی دار پیدا ہوئے ایک اروس خاں کا کنبہ جسکے حامی
قوم نوگائی کے سردار ایدکو خاں ہوا دوم قبچاق کے بادشاہ گر توق تامش خاں کے بیٹے سوم شیبان

کنبے کے بعض نوجوان۔ آپس میں جھگڑے فساد ہوتے رہے آخر آبتائی خان لب حاکم ہوا پھر وہی مغلوب و محکوم ہوا۔ یہ سانگ ہوتے رہے۔ غرض یوں قبائل سیر اورداکی حکومت کا زوال آیا ۱۵۰۲ء میں روس نے اسکو اپنا محکوم بنا لیا۔ اب آگے اسکی تاریخ میں کچھ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا ذکر آتا ہے اورداخان کے کنبے میں کوچک محمد کے پوتے قاسم خاں نے ۱۴۶۶ء میں ایک چھوٹی سی ریاست استرخان کی قائم کرلی تھی جسکو روسیوں نے ۱۵۵۴ء میں اپنے قبضے میں کر لیا۔

قرم یا کریمیا کے خانان ۱۴۲۰ - ۱۷۸۳ ۸۲۳ - ۱۱۹۷ ہجری

(ت) خاندان توکاتیمور۔ التمغا۔ بلگیر یا بزرگ بعد ازاں قرم اور کافہ کبھی کبھی قبائل سیر اوردا کے خانان۔ آخر کو کزن۔ کذی محرف۔ قرم کے خانان۔ جوجی خاں کا سب سے چھوٹا بیٹا توکاتیمور تھا اور قبائل سیر اوردا میں قبائل توق اوردا سے متعلق تھے اور غالباً اسکی اپنی خیمہ زنی کی زمین وولگا کے حصہ بالا میں تھی جسمیں بلگیریا بزرگ شامل تھی اس شعبے کے اصلی مقامات ٹھیک ٹھیک نہیں معلوم باتو خاں کے خاندان میں منگو تیمور نے توکا تیمور کے بیٹے اورنگ تیمور کو قرم اور کافہ دئے اسطرح باتو خاں کی خانیت کے شمال و جنوب میں اس خاندان کی ریاست کی بنا پڑی ہے۔ باتو خاں کے خاندان کی جانشینی میں دخل دینے لگا۔ رقیب خاندانوں کے تین خانان جو غالباً توکاتیمور کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے انکا بیان اوپر ہو چکا ہے تیمور کے حملوں کے بعد جب قبائل سیر اوردا کا زوال ہوا ہے تو اس خاندان کی شاخ سرسبز و بارآور ہوئی۔ اس خاندان میں اولغ محمد نے براق خاں کی موت کے بعد خانیت معظم پر قبضہ کرنے کی کوشش کی اور ۱۴۳۸ء میں اپنی موروثی ریاست بلگیریا بزرگ پر قابض ہوا اور اپنے باپ دادا کی حکومت کو دوبارہ زندہ کر لیا۔ اس نے خانیت کزن اسکا نام رکھا۔ مگر وہ روسیوں کو جنکی سلطنت روز بروز بڑھتی جاتی تھی کانٹے کی طرح دل میں کھٹکتی تھی ۱۵۱۹ء میں جب محمد امین خان کا انتقال ہوا اسکی موت کے ساتھ ہی کزن کی باقی سلطنت کی اولاد کا خاتمہ ہو گیا۔ اسکی جگہ سلیمان خانان کزی ہوئے۔ قرم۔ استرخان کی فرمانروائی کرنے لگے مگر آخر کو روسیوں نے اس حکومت کا قبضہ کیا اور روسیوں کی طرف سے بھی مسلمان خانان مقرر ہوتے رہے سو توقف ہونے کے ہو ۱۵۵۲ء میں کزن میں روسی گورنر مقرر ہوا۔

جب الغ محمد کو اُس کے بیٹے محمود بک نے مار ڈالا تو اُسکے دو بیٹے بھاگ کر روسیوں کے پاس ۱۴۵۲ء میں گئے اور روسی افواج میں اُنھوں نے خدمات بڑا گیں انہیں سے قاسم خاں کو روسیوں نے ضلع و شہر گورودتس دریائے اوکا پر قسمت بیرن میں دیدیا۔ اُسنے اِس شہر کا نام اپنے نام پر رکھا۔ یہاں اِس خاندان کے خانان کی حکومت شروع ہوئی۔ انکا خطاب خانان کزیمو ف ہے۔ کزان میں جو روسیوں کے زبردست ہمسایہ تھے اُنکے برخلاف اِن خانوں سے کام لیتے رہے اور اُنہیں خانیت معظم میں بھی الغ محمد کے بیٹے کے بعد دو خان مسلمان مقرر کئے جو اُسکے ہم خاندان تھے۔ یہ خانیت جو کبھی آزاد و خود مختار نہیں ہوئی اُسکو ۱۶۸۱ء میں روسیوں نے ہضم کر لیا +

توکا تیمور کے خاندان کے جو مین شاخ تھے اِن میں وہ شعبہ بڑا تھا جو قرم میں فرماں روا تھا۔ الغ محمد کا ایک بھائی تاش تیمور تھا جو توق تامش جسکے ماتحت سپہ سالار بھی رہ چکا تھا اور بڑا دلاور و شجاع تھا وہ دراصل قرم یا کریمیا کے خاندان کی دولت کا بانی مبانی تھا۔ عوام اسکے بیٹے حاجی گیرے خاں کو پہلا خان سمجھتے ہیں مشرقی معاملات عظیم میں قرم کا خاندان بھی ایک رکن اعظم سمجھا جاتا ہے وہ سلطنت ترکی کی دور دراز فتوح کا مقام تھا اور روسیوں کا وہ دوست تھا اسلئے دونو ترکی اور روس کو اُسکی طرف خیال پیدا ہوا۔ اُسکے دونو طرف قاہر و جابر ہمسائے لگے رہتے تھے ۱۷۸۳ء میں روسیوں و ترکی کے درمیان ایسا عہدنامہ ہوا کہ جسمیں خانان قرم کے خاندان کا چراغ گل ہوا۔ ان قوی دلاور خانوں میں سے سلطان قرم گیری کتی خاں نے ایڈنبرگ میں ایک اسکوٹ لینڈ کی لیڈی سے شادی کر کے وہیں کی سکونت اختیار کی ورثہ خاندان شیبان التمغا و ازبک کا ملک دیورال اور جو دریاؤں کے درمیان ہے کبھی کبھی قبائل سیر دریا کے خانان یعنی ازبکی یونین کے ۱۵۱۵-۱۸۶۳ء کے ۱۲۲۶-۱۹۵۹ء بخارا کے خانان ۱۵۰۰-۱۸۶۸ء اور خیوا کے ۱۵۱۵ء سے ۱۸۷۳ء تک۔ ۱۲۴۱ء میں جب باتو خان نے ہنگری پر حملہ کیا تھا تو اُسکے بھائی شیبان خان نے جو اُسکے ہمراہ تھا ایسے ایسے کار نمایاں کئے تھے کہ باتو خاں نے اُسکو ہنگری کا بادشاہ بنا نام مقرر کیا تھا۔ مگر اُسکی التمغا میں وہ دا کی خانیت میں خاص قبائل شمالی دیدئے تھے جو گرمی میں کوہستان یورال سے لیکر دریاؤں ایلک و ارغزی تک خیمہ زنی کرتے تھے اور جاڑے میں ان سرزمینوں میں جو دریاؤں سیر چو سری سو سے سیراب ہوتی ہیں

منگو تیمور اسکی چھٹی نسل میں پیدا ہوا۔ قبائل سیر اوردا کے خان معظم اوزبگ کا وہ ہم عصر تھا اور اسی کے
سبب سے شیبان کے جرگوں کا نام ازبگ رکھا گیا اور وہی مشہور ہو گیا۔ باتو خاں کے خاندان کا زوال آیا
تو شیبان خان کے خاندان میں سے کئی ایک قبائل سیر اوردا کے خان ہوئے۔ اور ان رقیب خاندانوں
کے دوسرے عہد میں جب توق تامش برباد ہو گیا تو شیبان کے گھرانے کا نام غالباً درویش خان و سید احمد ہو گیا
اس اصلی خمیہ نی کی زمین میں شیبان کا گھرانا رہا اور اُنہوں نے اپنا لقب زارتائی یومین رکھا اور انہیں زار
کی اطاعت میں سائبیریا کا بڑا حصہ رہا۔ وہ ۱۶۵۹ء تک سلامت رہے پھر اُسکے ملک پر قالموق کے جرگوں نے قبضہ
کر لیا۔ مگر اس سے پہلے بھی اُنکی حکومت میں ایسا خلل آگیا تھا کہ وہ برائے نام رہ گئی تھی +

اس خاندان کے شعبے سے بڑے یہ ہوئے ایک منگو تیمور کے بیٹے پولاد خاں کی اولاد جو ایک قبائل
سیر اوردا کے بھی خان ہو گئے تھے پولاد خاں کے دو بیٹے تھے ایک ابراہیم خان دوسرا عرب شاہ یہی بخارا
اور خوارزم یعنی خیوا کے خانان کے باپ دادا تھے۔ اول خانیت کا بانی ۱۵۰۰ء میں محمد شیبانی پوتا
ابوالخیر کا تھا۔ یہ خانی اب تک چلی جاتی ہے اگرچہ جرنیل کوف مین نے ۱۸۶۸ء میں اسکو سلطنت روس کا
باجگزار بنا لیا ہے خیوا کی خانیت کا بانی عرب شاہ ہے جسنے توق تامش کے حملہ سے پہلے خفچاق میں اپنا
سکہ چلایا تھا۔ گو وہ قبائل اوردا سیر کا خان نہ تھا۔ اسکی پانچویں نسل میں ایل بارس خاں نے
۱۵۱۵ء میں محمد شیبان کے مرنے کے بعد ماوراءالنہر اور اُس کے متصل کے بلاد پر بزور قبضہ کر لیا۔ اُس کی اولاد
اب تک خان خیوا کہلاتی ہے مگر وہ ۱۸۷۳ء میں سلطنت روس کے باجگزار ہو گئی ہے۔ یہ بیان کرنا ضرور ہے کہ
جوجی خان کا بیٹا تیول خان تھا اور وہ نیچے نیگ کا سردار تھا اور جنوبی روس میں دریائے بگ کے قریب خیمہ
زنی کیا کرتا تھا اور نوگے کا دادا تھا جو قبائل سیر اوردا کے معاملات میں بڑا حصہ رکھتا تھا۔ مگر توق تو نے
اُسکو پامال کر دیا تھا اور اُس کو مع اُسکے جرگوں کے نکال دیا جنہوں کا نام وولگا کے پرے نوگا مشہور
ہوا وہ اکثر خانہ بدوش بادیہ گرد رہے انکی تاریخ پراگندہ ہی مربوط نہیں +

۱۲۴ - ۷۶۰ - ۸۵ خانان چغتائی (ماوراءالنہر) ۱۲۲۷ - ۱۳۵۸

چنگیز خاں کے تین بیٹوں وگدائی خاں۔ تولی خان۔ جوجی نے جو خانیت قائم کیے اسکا
بیان ہو چکا۔ اب چغتائی خان کا حال باقی رہا جسکے ماتحت ماوراءالنہر (بخاریہ) کاشغر کے ملک کا کچھ حصہ

بادغستان اور بلخ اور غزنہ تھے اور انسے اس بلاد مین خانیت قائم کی۔ اس خاندان کی تاریخ بہت کم لکھی گئی ہے۔ انکی تاریخ مین صرف ایران کی سرحد پر جو انھون نے تاخت و تاراج کی یا ان میں جو خانگی فساد ہوئے انکا بیان لکھا جاتا ہے۔ اس خاندان کے شجرہ کا حال تحقیق نہیں ہوتا اسلیے کہ دونو خاندان اوگدائی خان اور چغتائی خان کو علی اور دانشمند خان نے خلط ملط کر دیا ہے یہ دونو اوگدائی خان کے خاندان کے تھے اور چغتائی خان کے سلسلہ میں شامل تھے +

فصل دوازدہم شاہان ایران

(۸۶) جالیر (عراق) (۸۷) مظفریہ (فارس) (۸۸) سربداریہ (خراسان) ۸۹ کرت (ہرات)

تیموریہ فصل سیزدہم دیکھو

(۹۰) قراقیون لی (آذربائجان) شاہان ایران ۹۲ صفویہ ۹۳ افغانیہ ۹۴ افشاریہ ۹۵ زند ۹۶ قاجار

ایران

جب ایران کی سلطنت کا تنزل ہوا تو اسکے ہر صوبے میں جدا جدا حاکم بن بیٹھا اور خودمختار اور مطلق العنان ہو کر فرمان روائی کرنے لگا۔ ان سب مین زیادہ صاحب اقتدار قوم جالیر ہوئی وہ اضلاع عراق اور آذربائجان مین حکومت کرتی تھی اسکے بعد قراقیون لی و آق قیون لی ترکمان فرمان روا ہوے اکثر اضلاع شرقیہ میں خاندان مظفریہ حکومت کرتا تھا ابو اسحاق سے اور محمد شاہ انجو کے خاندان سے ہمیشہ اسکا دنگہ فساد رہتا تھا اسکا دارالسلطنت اصفہان تھا شمال مشرق میں اسی زمانہ میں خراسان کی حکومت خاندان سربداریہ و ہرات کے ملوک کرت میں منقسم رہی تھی ۱۳۸۱ء ۷۸۳ھ میں ایران کو تیمور نے فتح کیا اور اس کے ایک حصہ میں اسکی اولاد ایک صدی تک فرمان روائی کرتی رہی سولھویں صدی کے شروع میں ان تمام صوبوں میں شاہ اسمعیل صفوی نے اپنی حکومت جمائی جنمیں تیموریہ ترکمان اور چھوٹے چھوٹے خاندان حکومت کرتے تھے اور اسمیں خراسان کا اور اضافہ کیا۔ اس زمانہ سے سلطنت ایران کی حدود میں کچھہ فرق نہیں آیا ترکی کے مغرب میں اسکا نقصان کچھہ ہو گیا ہے +

جالیر (عراق وغیرہ) ۷۳۶ – ۸۱۴ ۱۳۳۶ – ۱۴۱۱

قوم جالیر کے امرا کو ایل کانی کہتے ہیں جب مغلی فرمانروا ابو سعید کا انتقال ہوا تو اس قوم کا اقبال یاور ہوا انکا سردار شیخ حسن بزرگ تھا جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ اسنے ایران کے تخت پر مغلی بادشاہون کو

کاٹ کی پتلیوں کی طرح اپنی انگلیوں پر نچایا تھا۔ اسکے بعد وہ خود سلطنت کرنے لگا عراق پر اُسنے
قبضہ کر لیا اور بغداد کو اپنی دارالسلطنت بنایا اُسکا بیٹا اویس ۱۳۵۶ء ۷۵۷ھ میں اسکا جانشین ہوا اس نے
۷۵۹ھ میں آذربایجان اور تبریز کو ترکمانوں سے لے لیا اور ۷۶۶ھ میں اپنی سلطنت پر موصل اور دیار بکر کا
اور اضافہ کیا۔ حسین جو اسکا جانشین تھا اُسنے خاندان مظفریہ اپنے ہمسایوں سے مشرقی ایران میں لڑائیاں
شروع کیں اور سیاہ بھیڑی ترکمانوں سے لڑتا بھڑتا رہا۔ یہ ترکمان آرمینیا اور نہروین کے جنوبی ملک میں حکومت
کرتے تھے ۷۸۰ھ میں ان ترکمانوں سے مصالحت ہو گئی ۷۸۴ھ ۱۳۸۲ء میں اسکا انتقال ہوا اور اُس کی
سلطنت اُسکے دو بیٹوں میں اس طرح تقسیم ہوئی کہ عراق اور آذربائیجان سلطان احمد کو اور کردستان
کا ایک حصہ ایک سال کے لئے بایزید کو ملا۔ ۱۳۸۶ء میں تیمور نے شمالی ایران کو اور آرمینیا کو تاخت و
تاراج کیا اور ۷۹۵ھ ۱۳۹۳ء میں بغداد عراق۔ دیار بکر۔ وین کو مطیع کیا سلطان احمد مصر کو بھاگ گیا۔
مملوک سلطان برقوق کے پاس جا کر پناہ گزین ہوا بغداد سے جب تیمور شہر قند چلا گیا تو سلطان برقوق نے
سلطان احمد کو بغداد پھر دلا دیا اس وقت سے لیکر تیمور کی موت تک جو ۸۰۷ھ ۱۴۰۵ء میں واقع ہوئی سلطان احمد کی
زندگی اسطرح بسر ہوئی کہ کبھی سلطنت اُسکے ہاتھ سے جاتی رہی کبھی پھر ہاتھ میں آگئی ۸۰۸ھ میں ایک دفعہ پھر بغداد کا
وہ مالک ہو گیا۔ قرا یوسف خاں ترکمان کے ساتھ بدعہدی کرنے سے اور آذربایجان پر حملہ کرنے سے
۸۱۳ھ ۱۴۱۰ء میں اسکو شکست بھی ہوئی اور جان بھی گئی۔ اسکا بھتیجا شاہ ولد بغداد میں ۱۴۱۱ء تک حکومت
کرتا رہا پھر سیاہ بھیڑی ترکمانوں نے اس سے حکومت لے لی۔ شاہ ولد کی بیوہ تندو جسکی شادی پہلے مملوک
برقوق سے ہوئی تھی وہ ۸۱۹ھ تک واسط البصرہ۔ شوستر میں حکومت کرتی رہی اور تیموریہ شاہ رخ مرزا کی
اطاعت کرتی رہی۔ پھر اسکا سوتیلا بیٹا حکمران ہوا اور اُسکے بعد اُسکے بھائی اویس ۸۲۴ھ - ۸۲۹ھ اور محمد اور
آخر اسکا چچیرا بھائی حسین حکمران ہوا جسکو سیاہ بھیڑی ترکمانوں نے مار ڈالا۔

۷۱۳ - ۷۹۵ - خاندان مظفریہ (فارس کرمان - کردستان) ۱۳۱۳ - ۱۳۹۳ء

حاجی غیاث الدین خراسانی کا پوتا امیر مظفر اس خاندان کا بانی تھا۔ ایران کے سلاطین مغلیہ کے
دربار میں وہ خدمات بزرگ پر مامور رہا تھا اور وہ اصفہان کے قریب میبد کا حاکم مقرر ہوا۔ اس کا بیٹا
۷۱۳ھ میں مبارز الدین محمد اسکا جانشین ہوا ۱۳۱۵ء میں مغل بادشاہ ابو سعید نے اسکو یزد - فارس کی

حکومت عالیشان اسکو عطا کی ۱۳۴۱ء ۷۴۲ھ میں کرمان کا اور اضافہ ہوا۔ محمد اسحاق انجو سے بعد بہت سی لڑائی جھگڑوں کے شیراز اسکو ہاتھ لگا ۱۳۵۳ء ۷۵۴ھ میں تمام فارس پر اسکا قبضہ ہوا اور ۱۳۵۶ء ۷۵۸ھ میں اصفہان کا اور اضافہ ہوا اور ابو اسحاق قتل کیا گیا اور ۷۵۹ھ میں تبریز تک ملکوں کو فتح کرتا ہوا چلا گیا۔ بعد ازاں ۱۳۵۸ء ۷۶۰ھ مبارز الدین محمد پھر معزول ہوا اور آنکھیں اسکی نکلوائی گئیں اگرچہ وہ پھر کچھ تھوڑے دنوں کے لیے بحال ہو گیا تھا۔ مگر دوبارہ ۱۳۶۴ء ۷۶۵ھ میں جلاوطن کیا گیا اور اس دنیا سے بھی رخصت ہوا۔ اس کے جانشینوں کی سلطنت میں فارس۔ کرمان۔ کردستان جبتک کہ تیمور نے ۷۹۵ھ ۱۳۹۳ء میں طوفان اٹھایا۔ حافظ شیراز علیہ الرحمۃ اس خاندان کے بادشاہ شجاع کے دربار کو رونق دیتے تھے +

سربداریہ خراسان ۷۳۷ - ۷۸۳ھ ۱۳۳۷ - ۱۳۸۱ء

خراسان میں باشتین ایک گاؤں کے اسکا رہنے والا عبد الرزاق تھا اور ۱۳۳۷ء ۷۳۷ھ میں ابو سعید کی خدمت میں رہتا تھا۔ ایک دفعہ وہ اپنی قوم کا سرغنہ بنا جسنے حاکم ضلع کے ظلم کے سبب سے بغاوت اختیار کی تھی۔ ان باغیوں نے اپنا نام سربدار رکھا تھا جسکے معنی یہ تھی کہ ہم اپنے مقصد کے حاصل کرنے کے لیے جان کی پروا نہیں کرتے۔ سر کو دار پر لیے پھرتے ہیں۔ انھوں نے سبزوار اور قرب جوار کے ملک پر قبضہ کر لیا اور اس پر نصف صدی تک قابض رہے۔ اس عرصہ میں بارہ حکمراں ہوئے جنمیں سے نو بڑے ظلم سے مارے گئے +

کرت (ہرات) ۶۴۳ - ۷۹۱ھ ۱۲۴۵ - ۱۳۸۹ء

غور میں جو کرت کی نسل تھی وہ ایران کے سلاطین مغلیہ سے بہت دنوں پہلے سے ہرات میں حکومت کرتی تھی۔ خراسان میں جب مغلوں کا ادبار آیا تو کرت کا اقبال چمکا اور جب تک چمکتا رہا کہ تیمور نے ۱۳۸۱ء ۷۸۳ھ میں ہرات کو فتح کیا۔ کچھ دنوں یہ خاندان تابع رہ کر ۱۳۸۹ء ۷۹۱ھ میں بالکل نیست و نابود ہو گیا +

۷۸۰ - ۸۷۴ھ قراقیونلی ترکمان سیاہ میشی (آذربائیجان وغیرہ) ۱۳۷۸ - ۱۴۶۹ء

ان ترکمانوں کو قراقیونلی (سیاہ میشی) اسلیے کہتے تھے کہ وہ اپنے علم پر سیاہ بھیڑ کی تصویر دیتے تھے۔ وہ چودھویں صدی کے آخر چوتھائی حصہ میں نہروین کے جنوبی ملک میں حکومت کرتے تھے جبکہ سلطان حسین نے جسکے انھوں نے دوستی پیدا کر لی تھی اپنے خاندان کی سلطنت آرمینیا و آذربائیجان میں قائم کی تھی۔ قرا یوسف جو اس خاندان میں پہلے امیر کا جانشین ہوا اسکو تیمور نے کئی دفعہ جلا وطن کیا۔

مگر جتنی دفعہ وہ جلاء وطن ہوا اتنی ہی دفعہ وہ پھر آیا۔ اور جب تیمور ۸۰۷ھ؁ ۱۴۰۵ء میں مر گیا تو اُس نے اپنی مملکت پر پھر آن کر قبضہ کر لیا۔ ان ترکمان سیاہ بھیڑی کو ۸۷۲ھ؁ ۱۴۶۸ء میں ان کے رقیبوں ترکمان آق قیون لی (سفید بھیڑی) کے امیر ازن حسین نے معزول کیا

۷۸۰ - ۹۰۸ - ۹۱ آق قیون لی (سفید بھیڑی)۔ آذر بائیجان وغیرہ - ۱۳۷۸ - ۱۵۱۲

آق قیون لی (سفید بھیڑی)، اپنے رقیبوں قرا قیون لی (سیاہ بھیڑی) کی جگہ آذر بائیجان و دیار بکر پر مسلط ہوئے۔ مگر تیس سال بعد ۹۰۸ھ؁ ۱۵۰۲ء میں اسکو شرور کی لڑائی میں شاہ اسمٰعیل صفوی نے شکست دی کہ پھر تھوڑے دنوں کے بعد اُن کا نام نشان باقی نہیں رہا +

شاہان ایران

شاہان ایران کا سلسلہ ان پانچ خاندانوں سے جو مختلف النسل ہیں بنتا ہے صفوی افغان افشار - زند - قاچار - ان میں سے اول صفوی اپنے تئیں حضرت موسیٰ کاظم کی اولاد میں سے بتاتے ہیں۔ اس خاندان میں سے بہت سے شیخ مقدس اتقاء و ورع و زہد میں مشہور و معروف ہو گئے۔ ان سب کا سرتاج شیخ صفی الدین اردبیلی ہوا۔ اسی کے نام نامی سے اس خاندان کا لقب صفوی ہوا۔ شیخ صفوی کی اولاد کی پانچویں نسل میں حیدر پیدا ہوا جسنے اپنے آبائی پیشہ زہد پر جنگ آرائی کا ہنر زیادہ اضافہ کیا آق قیون لی ترکمانوں کے سردار ازن خاں سے لڑائی جھگڑا شروع کیا اور اسکے تیسرے بیٹے اسمٰعیل نے اپنے باپ کی تدابیر ملکی کو جاری رکھ کر شروان پر قبضہ کیا او ۹۰۷ھ؁ ۱۵۰۱ء میں شرور کے میدان میں ترکمانوں کو بڑی شکست دی اور تبریز کو اپنا دار السلطنت بنا کے تمام ایران کو فتح کر لیا۔ حاکمان بیوسیہ اور چھوٹے موٹے اور امراء سب اسکے مطیع ہو گئے اور چند سال میں شاہ اسمٰعیل کی لشکر کشی خراسان پر ہونے لگی اور ہرات تک اسکی نوبت پہونچی۔ اپنی قلمرو میں اسنے جنوبی اضلاع شامل کئے اور سوا اسکے اُسنے اپنی فتح و ظفر سے سلطنت کو ایسی وسعت دی کہ دریا جیحوں سے خلیج فارس تک اور افغانستان سے دریاء فرات تک اسی کی عملداری ہو گئی۔ اسکی ممالک عثمانیہ ممالک کے ساتھ چلنے لگے سنیوں و شیعوں میں ہمیشہ سے سخت عداوت چلی آتی ہے جب ایشیاء مائنر میں شیعوں کا پھیلاؤ بہت بسیار ہو گیا تھا تو عثمانی ترکوں سے اسکی جنگ ہونی شروع ہوئی - سلطان سلیم نے اپنی ایشیائی سلطنت

چالیس ہزار شیعہ قتل کرڈالے اور شاہ اسمٰعیل پر لشکر کشی کی اسی ہزار سوار اور چالیس ہزار پیدل کو ساتھ لیکر ایران پر چڑھ گئے اور ۱۵۱۴ء میں چالدران کے میدان میں شاہ اسمٰعیل کو مجبوری لڑنا پڑا عثمانی پاشا اور ینی چیری سپاہ کی بہادری نے میدان جیت لیا سلطان سلیم فتحمند ہوکر تبریز میں داخل ہوا دیار بکر اور اس کی نواح کے اضلاع کو اپنی مملکت میں داخل کرکے مشرق کی طرف آگے سلطنت بڑھانے سے وہ مصر پر حملہ آوری کو بہتر سمجھا۔ اس زمانہ سے ایران و ترکمان کی سرحد پر دنگہ فساد ہونا شروع ہوا اور جارجیا اور آرمینیا کے اضلاع کبھی سلطنت ایران کے ہاتھ آگئے کبھی ہاتھ سے نکل گئے۔ سرحد عام میں اسنے انقلاب نہیں ہوا مگر جب ۱۶۳۸ء میں سلطان مراد چہارم نے بغداد کو فتح کیا اور عراق کو سلطنت عثمانیہ میں شامل کیا۔ اسی طرح سے شمالی سرحد پر ازبک لڑتے رہے اور افغانستان کبھی ایران کی سلطنت کا ایک حصہ بنا کبھی ہندوستان کی سلطنت کا ۱۷۴۷ء میں احمد شاہ درانی نے افغانستان کی ایک جدا سلطنت آزاد و مطلق العنان قائم کی۔ بابر جسنے ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کی بنیاد رکھی۔ شاہ اسمٰعیل کا بڑا ایک دلی دوست تھا اور اسکے بیٹے ہمایوں کی ہندوستان کی دوبارہ سلطنت حاصل کرنے میں بہت مدد کی تھی خاندان صفویہ میں ۱۵۸۶-۱۶۲۹ء میں سب سے زیادہ عظیم الشان بادشاہ ایران کا شاہ عباس ہوا ہے سر انتھونی شرلی نے اسکی سپاہ کو ایسا آراستہ و پیراستہ کیا کہ اسنے مغربی اضلاع سلطنت عثمانیہ سے چھین لی اسکی سلطنت علم و ہنر کی قدر شناسی کے لئے بڑی مشہور ہے اسکے عہد میں علوم و فنون اور علم و ادب کی بڑی ترقی ہوئی عمارات بڑی رفیع البنیان تعمیر ہوئیں اور اسنے غیر سلطنتوں کے ساتھ اپنے تعلقات کا نہایت ہی شائستہ انتظام کیا تو یہ اس زمانہ میں تھا کہ اور ملکوں میں بھی بڑے بڑے نامور حکمران تھے جیسے سلطان سلیمان شہنشاہ اکبر اعظم۔ ملکہ الیزبیتھ خاندان صفویہ کا زوال اسی وقت سے آگیا کہ افغانوں نے محمود کو اپنا افسر بنا کے سرکشی کی اور ہرات اور مشہد پر قبضہ کرلیا اور شاہ حسین کو شکست دی اور سات مہینے محاصرہ کرکے ۱۷۲۲ء میں دار السلطنت صفاہان کو فتح کرلیا مگر مازندران میں کچھ اسکی سلطنت کی علامت باقی تھی۔ دس برس تک ایران میں طوائف الملوکی اور بدنظمی رہی اور روسیوں اور ترکوں کے حملے ہوتے رہے۔ نادر قلی ایک افشار ترک نے یہ بہانہ بناکے کہ میں خاندان صفویہ کی سلطنت کو دوبارہ زندہ کرتا ہوں اپنی قوت و قدرت و اختیارات کو بہت بڑھالیا

اور ۱۱۴۸ھ میں اصل میں ایسا بادشاہ ہوگیا کہ اُسکی سلطنت کو سب نے مان لیا۔ نادر شاہ نے ایران کی سلطنت
کو جتنی وسعت میں تھی اپنے قبضہ میں رکھا اور افغانستان کو مطیع کرلیا اور ۱۱۵۱ھ میں کابل و قندھار
کو تسخیر کیا اور لاہور پر آگے بڑھ کر آیا اور کرنال میں محمد شاہ کو شکست دی۔ دہلی کو ۱۱۵۱ھ میں لوٹا
پھر محمد شاہ سے عہدنامہ ہوگیا اور کچھ زمانہ تک ایران کی سلطنت دریاء سندھ سے لیکر جیحون
تک رہی۔ نادر شاہ نے سلطنت ایران پر بڑا احسان کیا ہے اسکے سبب اس خاندان کا نام چلا جاتا
ہے اس افشاریہ خاندان کے صرف چار بادشاہ ہوئے بعد اسکے بدنظمی ایران میں پھیلی جسمیں افغان آزاد خان
آذربائیجان کو دبا بیٹھا اور علی مردان خان بختیاری اصفہان پر مسلط ہوا محمد حسین [illegible] قوم قاجار
ترک کا افسر تھا وہ استرآباد پر فرمان روائی کرتا تھا اور شاہ رخ افشار سے تخت سلطنت لیکے [illegible]
کریم خان زند لڑا۔ آخر کو زند غالب رہا ۱۱۶۳ھ سے ۱۱۹۳ھ تک وہ کل ایران پر سوا خراسان
سلطنت کرتا رہا شاہ رخ افشار بھی اگرچہ بوڑھا اور اندھا ہوگیا تھا مگر پھر بھی سلطنت کی نمود کچھ
رکھتا تھا جب کریم خان نے رحلت کی تو بارہ برس تک زند کے جانشینوں اور آقا محمد قاجار کے
درمیان جنگ و پیکار کا ہنگامہ برپا رہا آخر کو قاجار غالب ہوا۔ اسی خاندان کے حصہ میں سلطنت آگئی
بالفعل جو شاہ ایران ہے اور طہران اسکی دار السلطنت ہے وہ چھٹا بادشاہ خاندان قاجار کا ہے۔

باب سیزدہم ماوراء النہر

۹۷ تیموریہ - ۹۸ شیبانیہ - ۹۹ جانیہ استراخان - ۱۰۰ اسنگت - ۱۰۱ خان قوقند ۱۰۲ خان خیوہ

۹۷ تیموریہ ۱۳۶۹ - ۱۵۰۰ ، ۷۷۱ - ۹۰۶

چنگیز خان سے تیمور کچھ قرابت رکھتا تھا اور اُسکے بیٹے چغتائی خان کے زمانے سے ماوراء النہر
کا وزیر کوئی تیمور کے باپ دادا میں سے تھا تیمور ۱۳۳۵ء میں پیدا ہوا اور توغا تیمور نے اسکو کش کا حاکم
مقرر کیا پھر وہ چغتائی خان سیورغامتش کا وزیر مقرر ہوا اسکی حکومت کو اُسنے ۱۳۶۹ء سے پہلے غصب
کرلیا گو اُسنے خان اور اُسکے جانشین محمود کو برائے نام سلطنت رکھنے کی ۱۳۹۰ء میں اجازت دی ۱۳۸۰ء
تیمور نے ایران میں لڑائیوں کا سلسلہ جاری رکھا اور سات برس میں خراسان۔ جرجان۔ مازندران
سیستان۔ افغانستان۔ فارس۔ آذربائیجان۔ کردستان کو تسخیر کرلیا ۱۳۹۰ء میں قبائل سیر اور [illegible] خان

تقسیم ہوئی۔ ایران میں خاندان دولت صفویہ کا اور ماوراء النہر میں دولت سامانیہ کا تسلط ہو گیا مگر اس خاندان تیموریہ میں بابر ایسا خوش اقبال دلاور فرزانہ پیدا ہوا کہ اُس نے ہندوستان میں سلطنت عظیم مغلیہ کی وہ بنیاد ڈالی کہ جسکو صدیوں کے بعد اُنیسویں صدی میں موت آئی +

۹۰۶-۱۰۰۷ ھ شیبانیہ ۱۵۰۰-۱۵۹۹ ء

ماوراء النہر کے آخر سلطان محمود کے تین بیٹے اس شکستہ حال سلطنت کے لئے آپسمیں لڑرہے تھے کہ ایک اور قوت ایسی پیدا ہوئی کہ جسنے ماوراء النہر کے تمام شہزادوں کا خاتمہ کر دیا اور طوائف الملوکی بجائے ایک زبردست سلطنت قائم کی۔ یہ قوت قوم ازبگ کی تھی جسکا سردار محمد شیبان تھا جو چنگیز خاں کے خاندان کے بڑے لڑنے والوں میں سے آخر تھا۔ انکا گھر سائبیریا میں تھا جہاں تاؤی یومین کے زار رہتے تھے جنکا ذکر پہلے ہوا مگر انمیں سے ایک بڑا گروہ ازبگ کا محمد شیبان اپنے ہمراہ لیکر ماوراء النہر میں آگیا اور شاہزادگان تیموریہ کو جو آپس میں عداوت کے سبب لڑ رہے تھے نکال دیا۔ اور قوم ازبگ کی سلطنت قائم کی جو بخارا اور خیوہ کے خانات میں جب تک زندہ رہی کہ روسیوں نے اُس کو مطیع کیا جسپر چوتھائی صدی کا عرصہ گذرا ہے۔ ازبگ کی سلطنت میں کئی خاندانوں نے سلطنت کی۔ اول شیبانیوں نے سولہویں صدی میں ماوراء النہر پر حکومت کی اور خوارزم (خیوا) میں اسی خاندان کے خان جو محمد شیبان کے اولاد میں تھے حکومت کرتے رہے۔ وہ خراسان کو دولت صفویہ دیکر یہاں آئے تھے۔ دوسرے جانی یا استراخانی فرمانروا تھے جو ماں کی طرف سے محمد شیبان سے رشتہ رکھتے تھے انھوں نے سلطنت کی لیکن سترہویں اٹھارہویں صدی میں انکی سلطنت گھٹتی گئی۔ تیسرا خاندان منگت کا تھا جس نے رشتہ شیبان کے خاندان سے مصاہرت سے پیدا کیا تھا۔ اُسنے بخارا کے خانات کا حق غصب کیا جنکا دعم ضیق میراث سے سمجھا خانات قوقند سے آرہا تھا۔ اور بہت سی ریاستیں خود مختار ہو گئی تھیں۔ جنکے نام یہ ہیں تاشقند۔ لورہتیا۔ اور اور جگہ افغانستان کے حرانی بھی ستارہے تھے۔ آخر کار ۱۸۷۳ء میں بخارا خیوا۔ قوقند سب سب روسیوں کے قبضہ میں آگئے۔ اگرچہ شیبانیوں کا دار السلطنت ثمرقند تھا مگر اکثر زیادہ طاقتور اور بعض اوقات خود مختار سلطنت بخارا میں تھی۔ کئی دفعہ امیر بخارا عملاً امیر ماوراء النہر ہو چکا تھا +

۱۰۰۷ - ۱۲۰۰ - ۹۹ جانیہ یا خاندان استراخان ۱۵۹۹ - ۱۷۸۵

جب روسیوں نے استراخان لے لیا سولہویں صدی کے وسط میں اُسکے دو امیر معزول یار محمد اور اُس کا بیٹا
جان بخارا میں اسکندر شیبانی پاس جاکر پناہ گیر ہوئے۔ اسکندر نے فوراً اپنی بیٹی جان سے بیاہ دی جس سے
باقی محمد پیدا ہوا جب اسکا ماموں عبداللہ دوم کا انتقال ہوا تو اس انتقال کے ایک برس بعد باقی محمد
اپنے ماموں کا جانشین ہوا۔ اور اوسکی اولاد نے سترہویں صدی کے اکثر زمانہ میں ثمرقند بخارا۔
فرغانہ۔ بدخشاں بلخ پر حکومت کی بعض اوقات بیچ میں خودمختار ریاست بھی ہو گئی۔ اب اس
خاندان کی سلطنت کا تنزل شروع ہوا۔ اور آخر کو درّانیوں نے انکے تمام ملک جو جیحوں کے اس طرف
تھے لے لیے ۱۷۰۰ء کے قریب خوقند (فرغانہ) میں ایک اور خان انکا رقیب کھڑا ہوا ۱۷۸۵ء میں قوم
منگت نے جان کے خاندان کو نکال دیا ہنوز آخر جانی امیر ابوالغازی سے تخت سلطنت نہیں
چھینا تھا کہ ساری سلطنت کے اختیار خان منگت کو حاصل ہو گئے تھے۔

۱۲۰۰ - ۱۲۸۴ - ۱۰۰ منگت ۱۷۸۵ - ۱۸۶۸

منگت کے معنی چوڑی ناک یا فراخ بینی والے کے ہیں۔ یہ قوم منگت ہم نسل نوگائے کی تھی سولہویں صدی
کے شروع میں انہوں نے اپنے وطن دشت قپچاق کو محمد شیبان کی تقلید کر کے چھوڑا۔ وہ دولت خانان
استراخان میں بہ تدریج ذی جاہ ہوئے۔ اور اٹھارہویں صدی کے آخر نصف میں انکے سردار فرمانروا
بخارا کے وزیر ہوئے۔ پھر جنکے وزیر بنے تھے اُنہیں کو معزول کر کے بادشاہ ہو گئے۔ اب اس مملکت
میں وہ وسعت نہیں ہی جو شیبانیوں کے عہد میں تھی وہ بہت کم ہو گئی تھی۔ معصوم شاہ نے
درّانیوں سے اسلئے لڑائیاں کیں کہ دریای جیحوں کی اس طرف کی ممالک کو پھر لے لے اسکو چند روزہ
کامیابی ہوئی۔ بالفعل جو خان ہے وہ روسیوں کا باج گزار ۱۸۶۹ء سے ہو گیا ہے +

(۹۲) - ۱۲۸۹ خیوا کے خانان ۱۵۱۵ - ۱۸۷۳

خوارزم یعنی خیوا جسمیں کسی زمانہ میں اسکے اپنے خاندان کے بڑے بڑے بادشاہ حکومت کرتے تھے وہ
جوجی خان کے خاندان کا جاگیردار تھا۔ اور وہ ماوراء النہر کے خانان سے تیمور کے وقت تک ٹھیک طور سے
کچھ تعلق نہیں رکھتا تھا اور اور قبائل سر دریا سے تعلق رکھتا تھا جب تیمور کے زمانہ کے بعد

خلفاء عرب سے کبھی ہندوستان کے کسی حصہ عظیم کا تعلق نہیں ہوا جب اہل عرب نے ہرات کو فتح کرلیا تو اسکے بعد سنہ ۴۴ ہجری میں وہ کابل میں آن دھمکے اور یہاں سے ملتان میں اترے مگر اُنھوں نے یہاں مستقل اقامت وحکومت کا ارادہ نہیں کیا جنوب کی طرف سے جو آگے بڑھے تو اُس سے نتائج مستقل پیدا ہوئے اہل اسلام نے اپنی ابتدا ہی میں بحری چھیڑ چھاڑ سمندر میں سندھ کے دہانے تک شروع کردی تھی اور سنہ ۹۳ ہجری میں محمد قاسم نے سندھ کو فتح کرلیا اور ملتان تک قبضہ کرلیا۔ مگر پھر اہل عرب نے یہاں اپنی سلطنت وسیع کرنے کا خیال نہیں کیا تقریباً دو سو برس تک اہل عرب نے سندھ پر حکمرانی کی اور یہاں حاکم اپنی طرف سے مقرر کرتے رہے +

اہل اسلام نے ہندوستان کو ملک سندھ کی راہ سے نہیں فتح کیا بلکہ افغانستان کی راہ سے ہندوکش کے جنوبی کوہستانی ملکوں کو اہل عرب کا اپنی مملکت میں ابتداءً ملانا عارضی اور چند روزہ تھا مگر سجستان کے امیر یعقوب بن لیث صفار نے اول کابل میں اہل اسلام کی مستقل حکومت جمادی دولت صفاریہ کی حکومت کے بعد دولت سامانیہ اپنی طرف سے یہاں حاکم مقرر کرنے لگی خلفاء سامانیہ کی طرف سے ایک صوبہ کا حاکم الپتگین تھا اسنے غزنی (غزنہ) میں ایک خود مختار وآزاد سلطنت دولت اسلامیہ کی قائم کی۔

اسکے بعد غزنی دو سو برس تک دار السلطنت خاندان غزنویہ کا رہا یہ خاندان بھی سلطنت اسلامیہ میں پایہ بلند رکھتا ہے سلاطین غزنویہ نے ہندوستان پر حملہ کرکے اور لاہور میں قیام اختیار کرکے دراصل ہندوستان میں سلطنت اسلامیہ کی ابتدا کی ہے لاہور میں سلطنت غزنویہ نے ہی محمد بن سام غوری کو ہندوستان میں فتح وظفر کی راہ بتائی اور دہلی میں اسی کے سبب سے وہ سلاطین ہوئے جنہوں نے سارے شمالی ہندوستان میں اپنی حکومت وتسلط کو قائم کرلیا۔ پھر بابر نے ہندوستان پر حملہ کرکے ان تمام جھگڑوں کو مٹا دیا جو دہلی کی سلطنت کی بابت آپس میں ہو رہے تھے اور جن کے سبب سے حکومت میں ضعف آگیا تھا بعد ازاں بابر کے پوتے اکبر نے کل ہندوستان پر اپنی سلطنت کا نقارہ بجوایا اور سلطنت بڑی شان وشوکت وعظمت کی قائم کی جسکا خاتمہ اس صدی میں ہوا ہے +

۳۵۱ - ۵۸۲ - ۱۰۳ غزنویہ (افغانستان وپنجاب) ۹۶۲ - ۱۱۸۶

سلاطین سامانیہ کو شوق تھا کہ وہ ترکی غلاموں کو اعلیٰ عہدے دینے اور صوبوں میں حاکم مقرر

کرنے سے بڑے خوش ہوتے تھے چنانچہ سلطان عبدالملک نے اپنے غلام الپتگین کو خراسان میں اپنی سپاہ کا سپہ سالار مقرر کیا۔ لیکن جب عبدالملک نے اس دنیا سے رحلت کی تو الپتگین اپنے منصب عالی سے محروم کیا گیا وہ ناراض ہو کر ۳۵۱ھ ۹۶۲ء میں شہر غزنی میں چلا آیا جو کوہستان سلیمان کے مرکز میں واقع تھا الپتگین کا غلام سبکتگین تھا اور بعض کہتے ہیں کہ اسکا داماد بھی تھا اس نے دولت غزنویہ کو قائم کر دیا اور اس نے اپنی سلطنت کو دونوطرف ہندوستان میں راجپوتوں کو شکست دیکر پشاور میں اپنی حکومت قایم کی اور ایران میں خراسان کو چھین لیا۔

سبکتگین کا بیٹا سلطان محمود تو ہندوستان کی سلطنت اسلامیہ کی تاریخ کا سرتاج ہے۔ اس کے بارہ حملے ہندوستان پر مشہور ہیں۔ تاریخ میں سلطان محمود کا حال مفصل پڑھ ہو گے کہ اس نے اپنی سلطنت لاہور سے ثمرقند اور اصفہان تک قائم کر لی یہ ہر ۵۸۲ھ ۱۱۸۶ء میں سلطنت غزنویہ غوریوں کے ہاتھ لگی

شجرہ خاندان غزنویہ

- ۱ الپتگین
  - ۲ اسحاق
  - ۵ سبکتگین
    - ۶ اسمعیل
    - ۷ محمود
      - ۸ محمد
      - ۹ مسعود اول
        - ۱۰ مودود
          - ۱۱ مسعود طفل
        - ۱۲ علی
        - ۱۴ فرخ زاد
        - ۱۵ ابراہیم
          - ۱۶ مسعود ثالث
            - ۱۷ شیرزاد
            - ۱۸ ارسلان
            - ۱۹ بہرام شاہ
              - ۲۰ خسرو شاہ
                - ۲۱ خسرو ملک
      - ۱۳ عبدالرشید
  - ۳ بلکاتگین
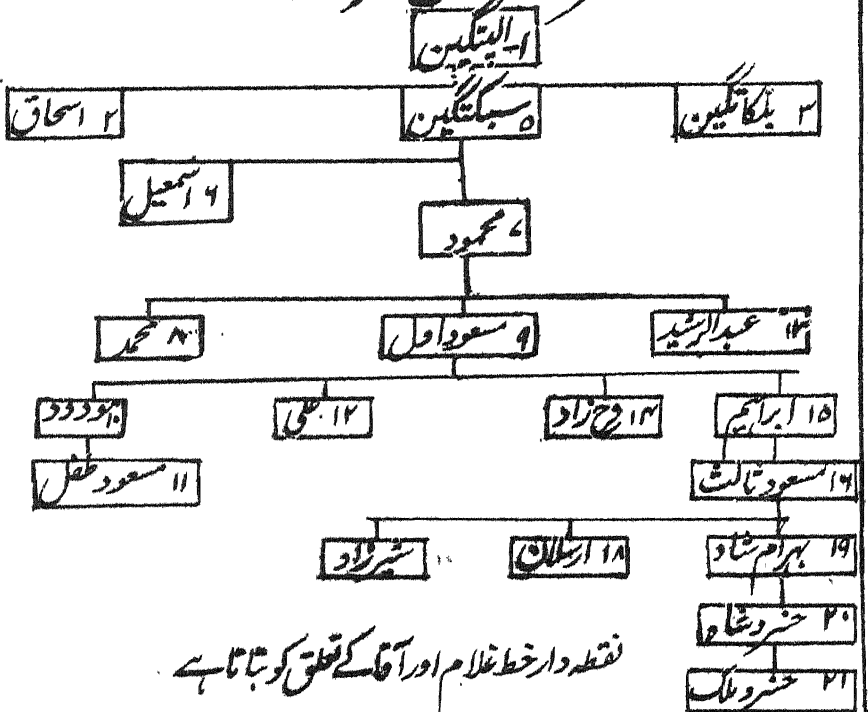
نقطہ دار خط غلام اور آقا کے تعلق کو بتاتا ہے

۵۴۳ - ۶۱۲ - ۱۰۴ - غوری (افغانستان وہندوستان) ۱۱۴۸ - ۱۲۱۵

مدتوں سے غور کا کوہستانی ضلع جو ہرات اور غزنی کے درمیان تھا ایک ریاست خود مختار چلی آتی تھی اور

فیروز کوہ اسکی دارالریاست تھی محمود غزنوی نے ۱۰۱۰ء ۴۰۱ھ میں اس ریاست کو جسوقت افغان محمد بن سوری
اس میں حکومت کرتا تھا فتح کرلیا۔ اسی سردار کی اولاد میں سے دولت غزنویہ کی طرف سے فیروز کوہ
اور بامیان میں حکمراں مقرر ہوتے تھے جب بہرام شاہ غزنوی نے اس خاندان میں سے اپنے داماد قطب الدین محمد
کو قتل کروادیا تو اسکے بھائی سیف الدین سوری حاکم غور نے انتقام لیا اور ۵۴۳ھ ۱۱۴۸ء میں غزنی کو تسخیر
کرلیا۔ مگر آیندہ سال میں بہرام شاہ پھر داخل ہوا اور اسنے سیف الدین کو قتل کرڈالا۔ مگر اس وحشیانہ قتل نے
ایک دور غزنی پر قیامت برپا کی کہ اسکے بھائی علاء الدین جہاں سوز نے شہر غزنی کو تباہ اور جلا کر خاک سیاہ
کردیا۔ اس شہر کو جلا پھونک کر وہ غور میں آیا۔ کچھ دنوں خراسان میں سلطان سنجر سلجوقی کی قید میں رہ
اور ۵۵۶ھ ۱۱۶۱ء میں مرگیا اس وقت بدنظمی پھیل رہی تھی غز خان ترکمان افغانستان کو پامال کررہا تھا
اور اسنے دونو غزنی والوں اور غوریوں کی حکومت کو اٹھا دیا تھا۔ غز خاں تو یہاں سے ایران کو گیا
علاء الدین جہاں سوز کے دو بھتیجوں نے دولت غوریہ کو پھر قائم کردیا۔ بڑا انمیں غیاث الدین
بن سام تھا اسنے ۵۶۹ھ ۱۱۷۳ء میں غز سے غزنی لے لیا اور دو برس بعد ہرات کو اپنی مملکت میں شامل
کرلیا غرض وہ اپنی زندگی میں اپنے خاندان کی کل مملکت پر بادشاہ رہا اور ۵۹۹ھ ۱۲۰۲ء میں اس جہان سے
رخصت ہوا۔ اسکا چھوٹا بھائی شہاب الدین جسکو معز الدین بھی کہتے ہیں جسکا عرف محمد غوری ہے
وہ اس مملکت کا بادشاہ ہوا اور اسنے اپنی سلطنت کو وسعت دی اسنے سلجوقیوں سے خراسان کا
ایک حصہ چھین لیا اور پھر ہندوستان پر حملوں کا سلسلہ باندھ دیا ۵۷۱ھ میں سندھ و ملتان کو فتح کرلیا۔
یہاں کے لوگ غزنی حاکموں کی سلطنت کے سبب سے مسلمانوں کی سلطنت سے آشنا ہو گئے خاندان غزنویہ
کو محکوم کیا جو بھاگ کر آخر کو ۵۸۳ھ ۱۱۸۶ء میں لاہور میں آرہے تھے۔ پھر اسنے اجمیر کے راجہ پرتھوی ناتھ چوہان
سے لڑائی کی۔ مگر ۵۸۷ھ کی لڑائی میں اسکا بڑا نقصان ہوا۔ سال آیندہ میں تھانیسر کے میدان میں
اس راجہ کو شکست فاش دی۔ اس میں راجہ بھتی راج اور ۱۵۰ راجہ جو ہندوستان کی حفاظت کے
لیے جمع ہوئے تھے مارے گئے۔ اس فتح سے سارے شمالی ہندوستان کو مسلمانوں کا محکوم بنا دیا ۱۱۹۴ء میں
قنوج فتح ہوا اور محمد غوری کے سپہ سالاروں نے گوالیار۔ بندیل کھنڈ۔ بہار۔ بنگال بعد ایک دوسرے
کے فتح کیے یہ اول دفعہ تھی کہ کل ہندوستان مسلمانوں کا کم و بیش مطیع ہوگیا +

جب تک محمد غوری کا بھائی غیاث الدین زندہ رہا وہ اُسکا نائب وفادار اور خیر خواہ رہا جب ۵۹۹ھ میں اُس نے انتقال کیا تو اسکا جانشین ہوا اول کام اسکا یہ تھا کہ وہ خوارزم شاہ سے اپنی سلطنت کو بچائے خوارزم شاہ نے ایران کو فتح کر لیا تھا اور افغانستان کی طرف وہ بزور دخل کرتا ہوا چلا آتا تھا - اُسکے حملہ آوری میں محمد غوری کو ۶۰۲ھ میں گکھڑوں نے قتل کر ڈالا پھر اُسکے خاندان میں بہت دنوں تک سلطنت نہیں باقی رہی اسکا بھتیجا محمود اس سلطنت عظیم میں کہ چچا نے پیدا کی تھی سلطان ہوا غوری کی غلام جو محمد کی سلطنت میں سپہ سالار تھے وہ خود مختار اور آزاد ہو گئے - غلام بادشاہوں میں اول مسلمان بادشاہ ہندوستان کا قطب الدین ایبک دہلی میں ہوا - سندھ میں ناصر الدین قباچہ حکومت کرنے لگا غزنی میں یلدز خان سلطنت کرتا تھا جو غوریوں کے برائے نام سلطان فیروزہ کوہ میں ہوتے تھے وہ فقط مغربی افغانستان میں غور اور ہرات پر حکومت کرتے تھے کچھ حصہ خراسان کا بھی انکے پاس تھا - ۶۱۲ھ میں خوارزم شاہ نے ان بلاد سے بھی غوریوں کو نکال دیا - اسکے بعد اس خاندان نے اپنی موروثی سلطنت کا کچھ حصہ پھر لے لیا ہرات کے شاہزادہ کرت اپنے تئیں سلطان محمود غوری کی اولاد سے بتاتے ہیں +

غوریہ

عزالدین حسن غوری
غور

قطب الدین محمد غوری کوہ میں بہرام شاہ نے مارا

۲ سیف الدین سوری غور - غزنی ۵۴۳ھ بہرام شاہ نے ۵۴۴ھ میں مارا

۳ - علاء الدین حسن جہاں سوز غور (۵۴۴ - ۵۵۶) غزنی (۵۵)

بہاء الدین سام (فیروزہ کوہ - ۵۴۴)

شہاب الدین محمد (بادین)

شجاع الدین علی (خراسان)
۱۰ - علاء الدین محمد غور و فیروزہ کوہ (بامکست) ۵۹۹ - ۶۰۲
بحال ۶۱۰
خوارزم شاہ کی جانب (۶۱۲)

بامیان کا خاندان
اول فخر الدین مسعود (۵۵۰)

شہاب الدین غوری غزنی ۵۶۹ - ۵۸۲ ہندوستان ۵۸۸ (۶۰۲ - ۵۹۹)

غیاث الدین محمد غور (۵۵۸) (۵۹۹ - ۵۵۸)

۹ - علاء الدین غور ۱۰۷ - ۶۱۰

سیف الدین غور ۵۵۸ - ۵۵۸

محمود (۵۹۹) فیروزہ کوہ ۶۰۲ - ۶۰۷

بہاء الدین سام ۶۰۷

شمس الدین محمد

بہاء الدین سام ۶۰۲

۶۰۲ - ۹۶۲ - ۱۰۵ سلاطین دہلی ہندوستان ۱۲۰۶ - ۱۵۴

چونکہ تمام سلاطین کا حال مفصل تاریخ میں بیان کیا گیا ہے اسلئے یہاں فقط بادشاہوں کے نام اور انکی تخت نشینی کے سنہ لکھتے ہیں

ا غلام بادشاہ

ہجری سنہ	نام بادشاہ	سنہ عیسوی
۶۰۲	قطب الدین ایبک	۱۲۰۶
۶۰۷	آرام شاہ	۱۲۱۰
۶۰۷	شمس الدین التمش	۱۲۱۰
۶۳۳	رکن الدین فیروز شاہ اول	۱۲۳۵
۶۳۴	رضیہ بیگم	۱۲۳۶
۶۳۷	معز الدین بہرام شاہ	۱۲۳۹
۶۳۹	علاء الدین مسعود شاہ	۱۲۴۱
۶۴۴	ناصر الدین محمود شاہ	۱۲۴۶
۶۶۴	غیاث الدین بلبن	۱۲۶۵
۶۸۶	معز الدین کیقباد	۱۲۸۷

ب خلجی بادشاہ

ہجری سنہ	نام بادشاہ	سنہ عیسوی
۶۸۹	جلال الدین فیروز شاہ دوم	۱۲۹۰
۶۹۵	رکن الدین ابراہیم شاہ	۱۲۹۵
۷۱۵	علاء الدین محمد شاہ	۱۲۹۵
۷۱۵	شہاب الدین عمر بادشاہ	۱۳۱۵
۷۱۶	قطب الدین مبارک شاہ	۱۳۱۶
۷۲۰	ناصر الدین خسرو شاہ	۱۳۲۰

ت تغلق بادشاہ

ہجری سنہ	نام بادشاہ	سنہ عیسوی
۷۲۰	غیاث الدین تغلق شاہ	۱۳۲۰
۷۲۵	محمد دوم بن تغلق	۱۳۲۴
۷۵۲	فیروز شاہ سوم	۱۳۵۱
	تغلق شاہ دوم	۱۳۸۸
۷۹۱	ابوبکر شاہ	۱۳۸۸
۷۹۲	محمد شاہ سوم	۱۳۸۹
۷۹۵	سکندر شاہ اول	۱۳۹۳
۷۹۵	محمود شاہ دوم	۱۳۹۳
۷۹۷	نصرت شاہ (وقفہ)	۱۳۹۴
۸۰۲	محمود ثانی بحال ہوا	۱۳۹۹
۸۱۵	دولت خاں لودی	۱۴۱۲

ث سید بادشاہ

ہجری سنہ	نام بادشاہ	سنہ عیسوی
۸۱۷	خضر خاں	۱۴۱۴
۸۲۴	معز الدین مبارک شاہ دوم	۱۴۲۱
۸۳۷	محمد شاہ چہارم	۱۴۳۳
۸۴۷	عالم شاہ	۱۴۴۳

ج لودی بادشاہ

ہجری سنہ	نام بادشاہ	سنہ عیسوی
۸۵۵	بہلول لودی	۱۴۵۱
۸۹۴	سکندر شاہ دوم بہلول	۱۴۸۸
۹۲۳	ابراہیم بن سکندر	۱۵۱۷
۹۳۰	حملہ بابر	۱۵۲۶

ح افغان بادشاہ

ہجری سنہ	نام بادشاہ	سنہ عیسوی
۹۴۶	شیر شاہ	۱۵۳۹
۹۵۲	اسلام شاہ	۱۵۴۵
۹۶۰	عادل شاہ	۱۵۵۲
۹۶۱	ابراہیم شاہ سور	۱۵۵۳
۹۶۲	سکندر شاہ سور	۱۵۵۴

غلام بادشاہ
۱- قطب الدین ایبک غلام محمد غوری
۲- آرام شاہ
دختر
۳- التمش
۴- فیروز شاہ اول
۵- رضیہ بیگم
محمود بنگال
۶- بہرام
۸- محمود اول
دختر
۹- بلبن
مسعود اول
بغرا خاں بنگال
خاندان بلبن
فیروز شاہ بنگال
کیکاؤس بنگال
۱۰- کیقباد
بغرا شاہ مغربی بنگال
بہادر شاہ مشرقی بنگال
ناصر الدین لکھنوتی
قتلو خاں
حاتم خان بہار

ہندوستان
ب ۔ شاہان خلجی
۱۱۔ فیروز شاہ
۱۰۔ معلوم
۱۲۔ ابراہیم اول
۱۳۔ محمد اول
۱۴۔ عمر
۱۵۔ مبارک اول
۱۶۔ خسرد
ت ۔ شاہان تغلق
۱۷۔ تغلق اول
سپہ سالار پنجاب
۱۸ ۔ محمد جونا
۱۹۔ فیروز شاہ سوم
محمود
فتح خاں
ظفر خان
۲۱۔ محمد خاں سوم
۲۰ تغلق دوم
۲۵ نصرت
۲۳۔ سکندر اول
۲۴ محمود دوم
ث ۔ شاہان سید
۲۷ ۔ خضر
۲۸ مبارک شاہ دوم
فرید
۲۹۔ محمد چہارم
۳۰ شاہ عالم

افغان بادشاہ

- ۳۳ شیر شاہ
  - ۳۵ اسلام شاہ
- نظام خاں سور
  - ۳۶ محمد عادل شاہ
    - شیر خاں
- غازی خاں سوری
  - ۳۷ ابراہیم سوم سوری
    - فیروز
- ۳۸ سکندر سوم

ہندوستان کے صوبوں میں چھوٹی بادشاہی کی

محمد تغلق کی سلطنت میں سارا ہندوستان داخل تھا بنگالہ اور اضلاع دکن بھی اسمیں شامل تھے اسکی موت سے پہلے دو بڑے اضلاع نے خودمختاری اختیار کی تھی اور پندرہویں صدی کا آغاز ہی تھا کہ اسکی مملکت کا بڑا حصہ سوا ہندو راجاؤں کے سات مسلمانی خاندانوں کے تصرف میں تھا۔

سنہ ہجری		سنہ عیسوی
۹۸۴ — ۷۰۴	۱۔ حکام اور بادشاہ بنگال	۱۵۷۶ — ۱۳۰۳
۹۰۵ — ۷۹۶	۲۔ جونپور کے شاہان شرقی	۱۵۰۰ — ۱۳۹۴
۹۳۷ — ۸۰۴	۳۔ شاہان مالوہ	۱۵۳۰ — ۱۴۰۱
۹۸۰ — ۷۹۹	۴۔ شاہان گجرات	۱۵۷۳ — ۱۳۹۶
۹۹۵ — ۷۳۵	۵۔ شاہان کشمیر	۱۵۸۷ — ۱۳۳۴
۱۰۰۸ — ۸۰۱	۶۔ خاندیس کے شاہان فاروقی	۱۵۹۹ — ۱۳۹۹
۹۳۳ — ۷۴۸	۷۔ گلبرگہ کے شاہان بہمنہ	۱۵۲۶ — ۱۳۴۷

جب شاہان بہمنہ کا زوال آیا تو اُن کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اس طرح تقسیم ہوئی

سنہ ہجری		سنہ عیسوی
۹۸۰ — ۸۹۰	۸۔ عماد شاہیہ برار	۱۵۷۳ — ۱۴۸۴
۱۰۰۴ — ۸۹۶	۹۔ نظام شاہیہ احمدنگر	۱۵۹۵ — ۱۴۹۰
۱۰۱۸ — ۸۹۰	۱۰۔ بریدشاہیہ بیدر	۱۶۰۹ — ۱۴۹۲
۱۰۹۷ — ۸۹۵	۱۱۔ عادل شاہیہ بیجاپور	۱۶۸۶ — ۱۴۸۹
۱۰۹۸ — ۹۱۸	۱۲۔ قطب شاہیہ گولکنڈہ	۱۶۸۷ — ۱۵۱۲

اکبر نے دکن میں بنارد راجاؤں کے ملک کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ اورنگ زیب نے ان مسلمانوں کی مملکتوں کو اپنی سلطنت میں داخل کر لیا۔

۵۹۹ھ - ۹۸۴ھ - ۱۲۰۳ء - ۱۵۷۶ء بنگال کے حاکم اور بادشاہ

بنگال کا اول فتح کرنے والا اور حاکم بختیار تھا۔ اس وقت جو صوبہ بنگال ہے زیادہ تر اسکا ایک حصہ اسنے اپنی دارالسلطنت لکھنوتی کے گرد فتح کیا تھا۔ تیرہویں صدی کے پہلے حصہ میں ستارگاؤں (سات گاؤں) کو مسلمانوں نے اپنے حاکموں کے رہنے کے لئے دارالخلافت مقرر کیا۔

فیروز آباد (بنڈوہ) تین صوبوں کا دارالحکومت ۷۴۶ھ سے ۷۹۶ھ تک رہا۔ اسکے بعد پھر دارالحکومت لکھنوتی میں منتقل ہوا جسکا نام پہلے پہل گور مشہور ہوا اور وہ ۸۴۶ھ تک ۹۸۴ھ دارالحکومت رہا۔ پھر اسکے بعد ٹانڈہ دارالحکومت مقرر ہوا۔ بعض اوقات بنگال کے حاکموں کے ماتحت بہار رہتا تھا اور کبھی کبھی چاٹگام (چٹاگام) اور اڑیسہ بھی انکے زیر فرمان رہتے تھے جیسا ہاں دہلی کی قوت و قدرت میں ضعف آتا تو حاکمان بنگالہ خود مختاری اختیار کرتے اور بعض حاکموں کے خاندان بادشاہی حاصل کر لیتے۔ بنگال میں ہمایوں ۹۴۴ھ میں تھا مگر جب ۹۴۶ھ ۱۵۳۹ء میں شیر شاہ نے شکست دی تو پھر حاکم مقرر ہونے شروع ہوئے اور ۹۶۰ھ میں پھر وہ آزاد و خود مختار ہو کر بادشاہ بن بیٹھے۔ شہنشاہ اکبر نے بہار کو ۹۸۲ھ میں فتح کیا اور ۹۸۴ھ ۱۵۷۶ء سے سلاطین مغلیہ کا تسلط پورا ہو گیا۔

۱۔ حاکمان بنگالہ

محمد بختیار خاں خلجی	۵۹۹ / ۱۲۰۳	عزیز الدین طغرل توغان خاں	۶۳۱ / ۱۲۳۳
عزیز الدین محمد شیران	۶۰۲ / ۱۲۰۵	قمر الدین تمر خاں قران	۶۴۳ / ۱۲۴۴
علاء الدین مردان	۶۰۵ / ۱۲۰۸	اختیار الدین مغیث الدین یوسبک	۶۴۴ / ۱۲۴۶
غیاث الدین عوض	۶۰۸ / ۱۲۱۱	جلال الدین مسعود ملک جانی	۶۵۶ / ۱۲۵۸
ناصر الدین محمود	۶۲۴ / ۱۲۲۶	عز الدین بلبن	۶۵۷ / ۱۲۵۸
علاء الدین جانی	۶۲۷ / ۱۲۲۹	محمد ارسلان تاتار خاں	۶۵۹ / ۱۲۶۰
سیف الدین ایبک	۶۲۷ / ۱۲۲۹	شیر خاں	

امین خان

مغیث الدین تغلق طغرل ۶۷۸ / ۱۲۷۹

ناصر الدین بغرا خاں ۶۸۱ / ۱۲۸۲

رکن الدین کیکاؤس ۶۹۱ / ۱۲۹۱

شمس الدین فیروز شاہ ۷۰۲ / ۱۳۰۲

شہاب الدین بغرا شاہ مغربی بنگال ۷۱۸ / ۱۳۱۸

غیاث الدین بہادر شاہ مشرقی بنگال ۷۱۰ / ۱۳۱۰

تمام بنگال ۷۱۹ / ۱۳۱۵

یہ حصہ حاکم سلطان بلبن دہلی کے خاندان کے ہیں

ناصر الدین ۷۲۳ – ۶ / ۱۳۲۳ – ۵

بہادر شاہ بہرام کے ساتھ مشرقی بنگال ۷۲۵ – ۳۰ / ۱۳۲۴ – ۳۰

بہرام شاہ تنہا ۷۳۱ – ۹ / ۱۳۳۰ – ۸

قدر خاں لکھنوتی ۷۳۶ – ۴۰ / ۱۳۳۵ – ۳۹

عز الدین اعظم الملک ستگاؤں ۷۳۴ – ۴۰ / ۱۳۳۳ – ۳۹

[illegible] ۱۳۳۸ – ۱۵۴۶

[illegible] ۱۳۳۸ – ۴۹

۷۵۰ – ۳ اختیار الدین غازی شاہ مشرقی بنگال ۱۳۴۹ – ۵۲

۷۴۰ – ۶ علاء الدین علی شاہ مغربی بنگال ۱۳۳۹ – ۴۵

خاندان الیاس

۷۴۰ – ۶ شمس الدین الیاس شاہ (مغربی بنگال) ۱۳۳۹ – ۴۵

۷۴۶ (مغربی بنگال) ۱۳۴۵

۷۵۳ – ۹ تمام بنگال ۱۳۵۲ – ۸۹

۷۵۹ – ۹۲ سکندر شاہ اول بن الیاس

۷۹۲ – غیاث الدین اعظم شاہ بن سکندر نے سرکشی کی اور سلطنت کی ۱۳۸۹

۷۹۹ سیف الدین حمزہ شاہ بن اعظم ۱۳۹۶

۸۰۹ شمس الدین احمد شاہ بن محمد ۱۴۳۱

راجہ کنس کا خاندان

۸۱۲ شہاب الدین بایزید شاہ (راجہ کنس کے ساتھ) ۱۴۰۹

۸۱۷ جلال الدین محمد شاہ بن راجہ کنس ۱۴۱۴

۸۳۵ شمس الدین احمد شاہ بن محمود شاہ ۱۴۳۱

خاندان الیاس بہر بحال ہوا

۸۴۶ نصیر الدین محمود شاہ ۱۴۴۲

۸۶۴ رکن الدین باربک شاہ ۱۴۵۹

۸۷۹ شمس الدین یوسف شاہ بن باربک ۱۴۷۴

سکندر شاہ دوم بن یوسف ۸۸۶ ۱۴۸۱

۸۸۶ جلال الدین فتح شاہ بن محمود اول ۱۴۸۱

شاہان حبشی

۸۹۲ سلطان شہزاد باربک ۱۴۸۶

۸۹۲ سیف الدین فیروز شاہ ۱۴۸۶

۸۹۵ ناصر الدین محمد شاہ دوم بن فتح شاہ خاندان الیاس ۱۴۸۹

۸۹۶ شمس الدین ابو نصر مظفر شاہ ۱۴۹۰

خاندان حسین شاہ

۸۹۹ علاء الدین حسین شاہ ۱۴۹۳

۹۲۵ ناصر الدین نصرت شاہ بن حسین ۱۵۱۸

۹۳۹ علاء الدین فیروز شاہ دوم بن نصرت ۱۵۳۲

۹۳۹ غیاث الدین محمد شاہ سوم بن حسین کچھ حصہ پہ فرماں روا ۱۵۴۲-۱۵۳۲

۹۴۴ ہمایوں کی فتح ۱۵۳۷

خاندان محمد افغان سعود

۹۶۰ شمس الدین محمود - غازی شاہ پور ۱۵۵۲

۹۶۲ بہادر شاہ (خضر) محمد غازی شاہ سور ۱۵۵۴

۹۶۸ غیاث الدین جلال شاہ بن محمد غازی خاں سور ۱۵۶۰

۹۷۱ اوپر کے بادشاہ کا بیٹا ۱۵۶۴

خاندان سلیمان قرارانی (کرانی)

۹۷۱ سلیمان خان قرارانی (بہار و بنگال) ۱۵۶۳ء

۹۸۰ بایزید شاہ بن سلیمان ۱۵۷۲ء

۹۸۰ داؤد شاہ بن سلیمان ۱۵۷۲ء

۹۸۴ شاہان مغلیہ ۱۵۷۶ء

۷۹۶ - ۹۰۹ - ۱۰۷ مشرقی شاہان (جونپور) ۱۳۹۴ - ۱۵۰۰

شاہان شرقی

تغلق کے گھرانے میں سلطان محمود کا وزیر خواجہ جہان تھا۔ وہ اپنی بادشاہ صغیر سن کو چھوڑ کر جونپور میں چلا آیا اور یہاں جا اپنی خودمختار سلطنت قائم کی۔ اُسنے اور اُسکے جانشینوں نے بہار اودھ قنوج۔ بہرائچ اور کچھہ دور ملک تک خوب سلطنت کی۔ اُنکی عمدہ یادگاریں اس امر کی شہادت دیتی ہیں اور شاہان دہلی سے جو اُنکے آقا تھے خوب لڑائیاں لڑے۔ شاہان دہلی اور شاہان مالوہ نے دو دفعہ انکا محاصرہ کیا ۱۴۷۶ء میں اور بعض کے نزدیک ۸۷۹ھ میں سکندر بن بہلول نے جونپور کو فتح کر کے دہلی میں شامل کر لیا۔ مگر حسین شاہ مخروج کے جو البتہ تھی اُنھوں نے کئی برسوں تک پھر اُسکے آزاد کرکے بحال کرنے میں کوشش کی +

سنہ ہجری

۷۹۶ خواجہ جہان ۱۳۹۴ء

۸۰۳ مبارک شاہ ۱۳۹۹

۸۰۴ شمس الدین ابراہیم شاہ شرقی بن مبارک شاہ ۱۴۰۰ء

۸۴۴ محمود شاہ بن ابراہیم شاہ ۱۴۴۰ء

۸۶۱ محمود شاہ بشراکت اپنے باپ محمود ۱۴۵۸

۹۰۵ بنگال کو بھاگا ۸۸۱ مر گیا (۹۰۵) ۱۵۰۰ بعدازاں سلاطین دہلی کی سلطنت شروع ہوئی

۸۰۴ - ۹۳۷ شاہان مالوہ ۱۴۰۱ - ۱۵۳۰

مالوہ راجپوتوں کی قدیمی سلطنت تھی انہنے مسلمانوں کے حملوں کا بہت دنوں تک مقابلہ کیا۔ یہاں کے

رجپوتوں کا خاندان بڑا مشہور اور نامور تھا اور انکا دار السلطنت اجین تھا جو علم و فضل و ہنر میں بے نظیر ہندوستان میں نہیں رکھتا تھا۔ تین سو برس تک لڑتے رہے مگر آخر کو سلطان بلبن نے اُسے فتح کر لیا۔ اُسکی قدرتی حدود یہ تھیں جنوب میں دریاء نربدا شمال میں دریائے چنبل اور مغرب و مشرق میں گجرات اور بندیل کھنڈ۔ شاہان خلجی کے عہد میں اس میں ہوشنگ آباد۔ اجمیر۔ رنتھنبور اور ایلچپور بھی داخل تھے اور کبھی کبھی وہ چتوڑ سے بھی زبردستی خراج لیتا تھا۔ اس میں مسلمانوں کی دار السلطنت پانڈو تھی جسکی بنیاد ہوشنگ غوری نے رکھی تھی۔ وہ ایک مرتفع زمین پر واقع ہے اور پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے اس میں محل اور مساجد بڑی رفیع الشان اور عظیم البنیان بنے ہوئے ہیں — اس میں دو مسلمانوں کے خاندانوں نے سلطنت کی ہے ایک خاندان کا بانی اول دلاور خاں تھا جسکو دہلی کے بادشاہ نے وہاں حاکم مقرر کیا تھا اس خاندان میں فقط اُسنے اور اسکے بیٹے اور پوتے نے سلطنت کی دوسرے خاندان کا بانی اول محمود خلجی تھا جو دلاور خاں کے پوتے کا وزیر تھا۔ اس خاندان کا جب زوال آگیا کہ ۹۳۷ھ ۱۵۳۰ء میں ہمسایہ میں شاہ گجرات نے مالوہ اپنی سلطنت میں شامل کر لیا اسکے ساتھ مالوہ کے حاکم ہمیشہ لڑائیاں لڑتے رہے خلجیوں کی قوم جنگ جو تھی اور وہ مالوہ کے ہتیاروں کو شمال میں دہلی کے دروازہ تک لی گئی تھی اور جنوب میں بیدر تک چتوڑ اور چندیری کے رجپوتوں سے ہمیشہ انکا عناد و فساد رہا +

اول غوری

سنہ ہجری		
	دلاور خاں غوری	۱۴۰۱
۸۰۸	ہوشنگ کرامت خان بن دلاور خاں	۱۴۰۵
۸۳۸	محمد غزنی خاں بن ہوشنگ	۱۴۳۴

دوم خلجی

۸۳۹	محمود شاہ اول خلجی	۱۴۳۵
۸۸۰	غیاث شاہ بن محمود	۱۴۷۵
۹۰۶	ناصر شاہ بن غیاث	۱۵۰۰
۹۱۶	محمود دوم بن ناصر	۱۵۱۰
۹۳۷	شاہان گجرات	۱۵۳۰

شاہان کشمیر

عالم کے مشہور ملکوں میں کشمیر بھی ہے اسکا مفصل حال ہماری تاریخ میں آئیگا۔ شاہان کشمیر کے خاندان کا بانی اول شاہ مرزا کشمیر کے راجہ کا وزیر تھا اُسنے اپنے تئیں بادشاہ بنایا اور اپنا خطاب شمس الدین رکھا اور سکہ اور خطبہ اپنے نام جاری کرایا اسکے بعد اسکا بیٹا شاہ جمشید تخت نشین ہوا۔

شاہان کشمیر

شمس الدین
شاہ جمشید
سلطان علاء الدین
سلطان شہاب الدین شیراساک
سلطان قطب الدین ہندال
سکندر بت شکن
علی شاہ
سلطان زین العابدین
ان بادشاہوں کے سنہ جلوس اچھی طرح نہیں معلوم

شاہ حیدر حاجی خاں
شاہ حسن
محمد شاہ
فتح شاہ
ابراہیم شاہ
نازک شاہ
شمس الدین بن محمد شاہ
اسمعیل شاہ
حبیب شاہ
غازی شاہ
حسین شاہ
علی شاہ
یوسف شاہ
سلطنت مغلیہ

۷۹۹ - ۹۸۰ ۱۰۹ شاہان گجرات ۱۳۹۶ - ۱۵۷۲

گجرات ایسی ایک قلعہ دشوار گذار بلاد تھی کہ وہ مسلمانوں کے حملوں سے مدت تک بچی رہی صحراؤں اور پہاڑوں سے جو اُسکو ہندوستان کے دیگر علاقوں سے جدا کرتی ہیں اور سندھ یا ساحل کو ملاتے ہیں اس وہ گھری ہوئی تھی کہ اسپر حملہ کرنا سوا سمندر کی طرف کے دشوار تھا۔ تیرہویں صدی عیسوی کے آخر میں سلطان علاء الدین نے اُسکو فتح کر کے مسلمانوں کی سلطنت کا ایک صوبہ بنایا۔

چودھویں صدی کے آخر میں پھر وہ خود مختار ہو گئی مگر اسکے فرمانروا بجائے ہندوؤں کے مسلمان تھے۔

ظفر خاں پہلے رجپوت تھا پھر مسلمان ہو گیا وہ ۷۹۳ھ میں گجرات کا حاکم مقرر ہوا وہ ۷۹۹ھ ۱۳۹۶ء میں خود مختار حاکم بن بیٹھا۔ اُس کو چاروں طرف سے رجپوت راجاؤں اور وحشی اقوام بھیل نے گھیر رکھا تھا یہ دونوں اُسکے دشمن تھے۔ اُسکے پاس فقط پہاڑوں اور سمندروں کے درمیان ایک چھوٹی سی سرزمین تھی زیادہ اس میں ساحل بحر سورت تک تھا۔ اسنے ایدر اور دیو کو فتح کر کے اپنی سلطنت کو وسعت دی جھالور تاخت و تاراج کی اور ۸۰۴ھ میں کچھ مدت کے لئے مالوہ پر تسلط کیا اسکا قائم مقام احمد شاہ اول ہوا اُسنے احمد آباد کو آباد کیا جو اس خاندان کا دار السلطنت ہوا اور سلاطین مغلیہ کے صوبہ کا صدر مقام ہوا اب بھی وہ نہایت عمدہ شہر ہے۔ محمود شاہ اول نے مالوہ اور خاندیس سے اپنے خاندان کی طرف سے لڑائیاں لڑا اور جوناگڈھ کے قلعے کو کاٹھیاواڑ میں اور چمپانیر کو اپنی سلطنت میں اضافہ کیا اور ایک بڑا بیڑا ابنائے جزائر کے بحری قزاقوں کو ٹھیک بنایا اور پرتگیزوں پر حملہ کیا۔ بہادر شاہ نے مالوہ کو فتح کر لیا اور پرتگیزوں کو اجازت دیدی کہ وہ دیو میں اپنی کوٹھی بنالیں پرتگیزوں ہی کے ہاتھوں سے اسکی موت آئی۔ اس سلطنت کا زوال اسطرح آیا کہ اُنکی سلطنت میں باہم نفاق ہوا اور بادشاہ اُنکے ہاتھ میں کاٹھ کی پتلی بنگئے آخر کار ۹۸۰ھ ۱۵۷۲ء میں شہنشاہ اکبر نے گجرات کو فتح کر کے اسمیں امن و امان قائم کر دیا

۷۹۹	ظفر خاں مظفر شاہ اول	۱۳۹۶
۸۱۴	احمد شاہ اول	۱۴۱۱
۸۴۶	محمد شاہ	۱۴۴۳
۸۵۵	قطب الدین	۱۴۵۱
۸۶۳	داؤد شاہ	۱۴۵۸
۸۶۳	محمد شاہ اول بیکر	۱۴۵۸
۹۱۷	مظفر شاہ دوم	۱۵۱۱
۹۳۲	سکندر شاہ	۱۵۲۵
۹۳۲	ناصر خاں محمود دوم	۱۵۲۵
۹۳۲	بہادر شاہ	۱۵۲۶

٩٤٣	میران محمد شاہ فاروقی (خاندیس)	١٥٣٦
٩٤٤	محمود شاہ سوم	١٥٣٧
٩٦١	احمد شاہ دوم	١٥٥٣
٩٦٩	حبیب مظفر شاہ سوم	١٥٦١
٩٨٠	سلاطین مغلیہ	١٥٧٢

شاہان گجرات

۸۰۱ - ۱۰۰۸ شاہان خاندیس ۱۳۹۹ - ۱۵۹۹

خاندیس میں اول مسلمان حاکم ناصر خاں تھا جنے شاہان دہلی سے اپنا تعلق چھوڑا اور خودمختار آزاد فرمانروا بنا اور اپنے تئیں فاروقی یعنی حضرت عمر کی اولاد میں بتلایا۔ شاہان گجرات سے رشتہ مصاہرت کیا تھا۔ خاندیس جس میں وادی زیریں تاپتی بھی داخل ہی اور گجرات کی سلطنت کے درمیان ایک جنگل کا حلقہ حد فاصل تہا۔ حلقہ اسیر گڈہ کے پاس برہان پور کو آباد کرکے دار السلطنت اُسنے بنایا۔ شہنشاہ اکبر نے ۹۶۲ھ میں برہان پور کو فتح کرلیا اور یہاں کے بادشاہ کو باج گزار بنایا۔ مگر ۱۰۰۸ھ ۱۵۹۹ء میں قلعہ اسیر گڈہ فتح ہوا ہے تو خاندیس پوری طرح سے سلطنت مغلیہ میں شامل ہوا ہی اسیر گڈہ چھ مہینے کے محاصرہ میں فتح ہوا ہی۔

۷۷۲	ملک رجا	۱۳۷۰
۸۰۱	ناصر خاں	۱۳۹۹
۸۴۱	میراں عادل خاں اول	۱۴۳۷
۸۴۴	میراں مبارک اول	۱۴۴۱
۸۶۱	عادل خاں دوم	۱۴۵۷
۹۰۹	داؤد خاں	۱۵۰۳
۹۱۶	عادل خاں سوم	۱۵۱۰
۹۳۶	میراں محمد شاہ اول	۱۵۳۰
۹۴۲	میراں مبارک دوم	۱۵۳۵
۹۷۴	میراں محمد دوم	۱۵۶۶
۹۸۴	علی خان	۱۵۷۶
۱۰۰۵	بہادر شاہ	۱۵۹۶
۱۰۰۸	سلاطین مغلیہ	۱۵۹۹

دکن

۷۴۵ - ۹۳۳ - ۱۱۱ شاہان بہمنیہ ۱۳۴۷ - ۱۵۲۶

شاہان گلبرگہ وغیرہ

دکن کا کچھ حصہ سلطان علاءالدین دہلی نے فتح کیا تھا ۱۲۹۴ء میں اُس نے دیوگیری اور ایلیچ پور کو فتح کرکے ایک نیا صوبہ کوہستان ست پڑہ کے جنوب میں بنایا تھا محمد بن تغلق نے اس دکنی صوبہ کو زیادہ وسعت دی ۱۳۲۳ء میں تلنگانہ پر حملہ کیا اور کچھ دنوں دیوگیری کا نام دولت آباد رکھکر اپنی سلطنت کا دارالسلطنت بنایا جب اسکی سلطنت میں بہت سی بغاوتیں و فساد برپا ہوئے تو سب اول یہ صوبہ دکن آزاد ہوا ۱۳۴۷ء سے تقریباً دوسو برس تک شاہان بہمنیہ گلبرگہ - ورنگل - بیدر نے دریا کشنا سے اوپر نصف شمالی دکن پر اپنا تسلط رکھا - بانی اس خاندان کا حسن گانگوئی تھا جو دہلی کے ایک برہمن کا ملازم تھا - سلاطین تغلق کے عہد میں وہ بلند پایہ اور اعلیٰ درجہ پر پہونچا اور اُس کو ظفرخاں کا خطاب ملا - جب دکن میں محمد بن تغلق کے عہد میں بغاوت برپا ہوئی تو باغیوں کا سرغنہ حسن تھا - جسنے بادشاہی سپاہ کو دکن سے بالکل خارج کردیا - اور گلبرگہ میں تخت سلطنت پر جلوس کیا اور اپنا لقب علاءالدین حسن گانگوئی بہمنی رکھا - اسکی سلطنت شمال میں برار کی طرف اور مشرق میں تلنگانہ میں پہونچی اور جنوبی مغربی حدیں اسکی دریاء کشنا اور سمندر پر قائم ہوئیں اِس میں زیادہ تر نظام حیدرآباد کا ملک اور احاطہ بمبئی کا ملک جو سورت کے جنوب میں ہے شامل تھا - سوا اسکی تلنگانہ اور پیچھے تک کے راجاؤں سے بزور شمشیر خراج لیتا تھا - علاءالدین احمد دوم نے کونکان کو تسخیر کیا - اور ہمسایہ کے شاہان خاندیس اور گجرات کو شکستیں دیں ۱۴۷۱ء میں محمد شاہ دوم نے اڑیسہ پر لشکرکشی کی - اور کنجی ورم کو لے لیا - اور جنوب میں لجہ بنگال سے لڑا - غرض شاہان بہمنیہ کی حکومت سمندر سے سمندر تک ہو گئی جنوب میں بھی - جب سلطنت میں ملک بڑھا تو اُس کی ضرورت ہوئی کہ وہ صوبوں میں تقسیم ہو اور اِن صوبوں کی تقسیم نے اِس وسیع سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کردئیے اور بہم

ٹکڑے میں ایک جدا خود مختار فرمان روا بن بیٹھا یوسف عادل شاہ جو محمد شاہ دوم کا فتحیاب سپہ سالار
تھا وہ صوبہ جدید بیجاپور میں خود مختار حکمراں ہوگیا۔ نظام الملک نے جونیر کو جدا کر لیا عماد الملک
برار میں بادشاہ بن گیا۔ جب سلطنت سے یہ صوبے نکل گئے تو باقی ملک میں سلطنت باقی
نہ رہی اور خاندان بہمنیہ کا جو سب کا مربی تھا خاتمہ ہوا۔ برار میں عماد شاہ۔ احمد نگر میں نظام شاہ
بیدر میں برید شاہ۔ بیجاپور میں عادل شاہ۔ گول کنڈہ میں قطب شاہ بادشاہ بن گئے اور
ممالک بہمنیہ انھیں تقسیم ہوگئی

۷۴۸	حسن گانگوئی علاء الدین ظفر خان	۱۳۴۷
۷۵۹	محمد شاہ اول	۱۳۵۸
۷۷۶	مجاہد شاہ	۱۳۷۵
۷۸۰	داؤد شاہ	۱۳۷۸
۷۸۰	محمود شاہ اول	۱۳۷۸
۷۹۹	غیاث الدین	۱۳۹۷
۷۹۹	شمس الدین	۱۳۹۷
۸۰۰	تاج الدین فیروز شاہ	۱۳۹۷
۸۲۵	احمد شاہ اول	۱۴۲۱
۸۳۸	علاء الدین احمد شاہ دوم	۱۴۳۵
۸۶۲	علاء الدین ہمایوں شاہ	۱۴۵۷
۸۶۵	نظام شاہ	۱۴۶۱
۸۶۷	محمد شاہ دوم	۱۴۶۳
۸۸۷	محمود شاہ دوم	۱۴۸۲
۹۲۴	احمد شاہ سوم	۱۵۱۸
۹۲۷	علاء الدین شاہ	۱۵۲۰
۹۲۹	ولی اللہ شاہ	۱۵۲۲
۹۳۲	کلیم اللہ شاہ	۱۵۲۵
۹۳۳	خاندان دکن	۱۵۲۶

بہمن گانگوی

- ۱ حسن گانگوی
  - ۲ محمد شاہ اول
    - ۳ مجاہد شاہ
  - ۴ داؤد شاہ
    - ۸ فیروز شاہ
    - ۹ احمد شاہ اول
      - ۱۰ احمد شاہ دوم
        - ۱۱ ہمایوں شاہ
          - ۱۲ نظام شاہ
          - ۱۳ محمد شاہ دوم
            - ۱۴ محمود شاہ دوم
              - ۱۵ احمد شاہ سوم
                - ۱۸ کلیم اللہ شاہ
              - ۱۶ علاء الدین
              - ۱۷ ولی اللہ شاہ
      - احمد شاہ
  - ۵ محمود شاہ اول
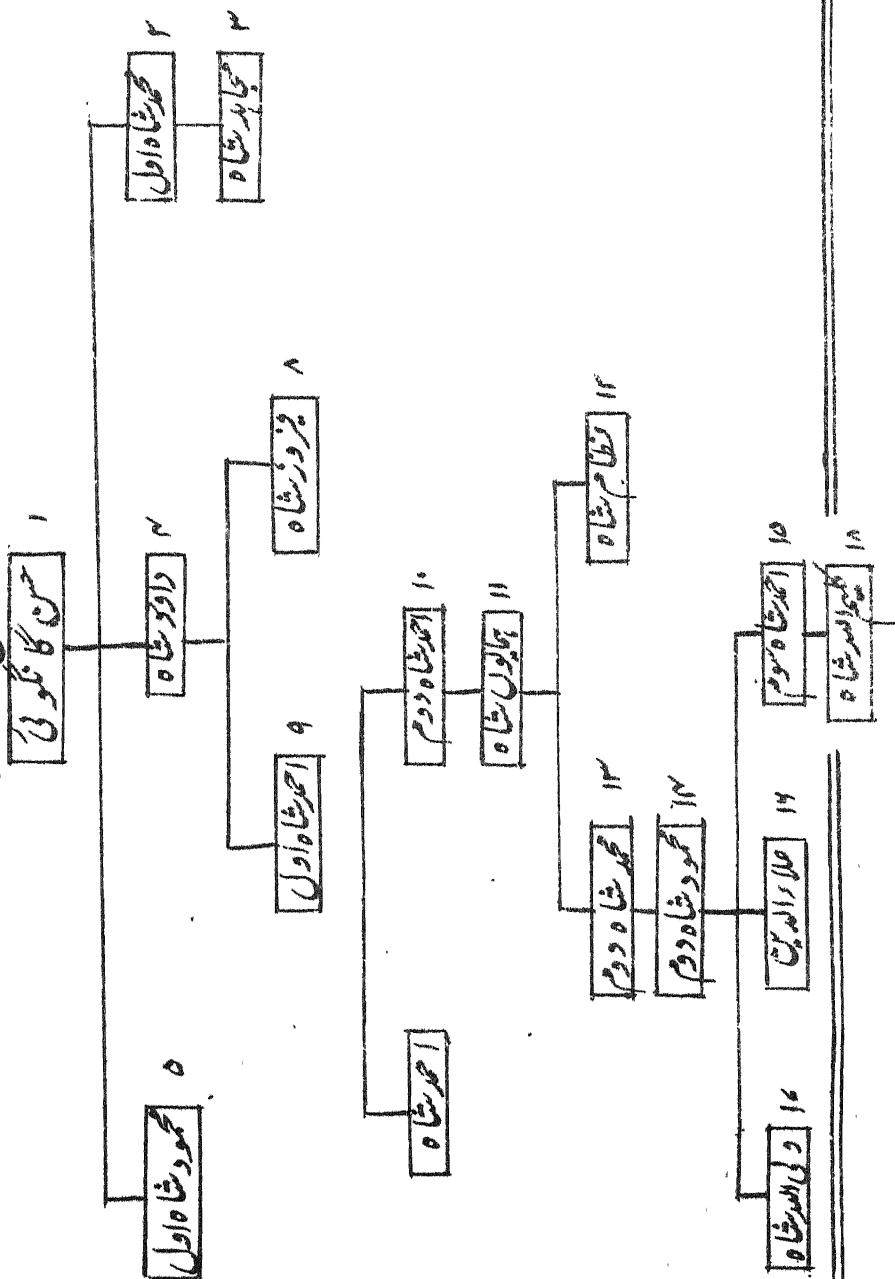
۸۹۰ - ۹۸۰ - ۱۱۲ عماد شاہیہ برار ۱۴۸۴ - ۱۵۷۲

ہجری	نام	عیسوی
۸۹۰	فتح اللہ	۱۴۸۴
۹۱۰	علاء الدین	۱۵۰۴
۹۳۶	دریا شاہ	۱۵۲۹
۹۶۸	برہان شاہ	۱۵۶۰
۹۷۶	تو فال (غاصب)	۱۵۶۸
۹۸۰		۱۵۷۲

نظام شاہیہ احمد نگر

ہجری	نام	عیسوی
۸۹۶	احمد شاہ اول بن نظام شاہ	۱۴۹۰
۹۱۴	برہان شاہ اول	۱۵۰۸
۹۶۱	حسین شاہ	۱۵۵۴
۹۷۲	مرتضٰے شاہ	۱۵۶۵
۹۹۶	میران حسین شاہ	۱۵۸۸
۹۹۷	اسمٰعیل	۱۵۸۹
۹۹۹	برہان شاہ دوم	۱۵۹۰
۱۰۰۳	ابراہیم شاہ	۱۵۹۴
۱۰۰۴	احمد شاہ دوم	۱۵۹۴
۱۰۰۴	بہادر شاہ	۱۵۹۵

سلاطین مغلیہ

مرتضیٰ دوم برائے نام بادشاہ ۱۵۹۸-۱۶۰۷ء میں سارا اختیار ملک عنبر کے ہاتھ میں تھا۔

۸۹۷ - ۱۰۱۸ - ۱۱۴ - برید شاہیہ بیدر ۱۴۹۲ - ۱۶۰۹

ہجری	نام	عیسوی
۸۹۷	قاسم شاہ اول	۱۴۹۲
۹۱۰	امیر شاہ اول	۱۵۰۴
۹۴۵	علی شاہ	۱۵۳۹
۹۷۰	ابراہیم شاہ	۱۵۶۲

٩٧٧ قاسم شاہ دوم ١٥٦٩

١٠٠٠ مرزا علی شاہ ١٥٧٢

١٠١٨ امیر شاہ دوم ١٦٠٩

٨٩٥ - ١٠٩٧ - ١١٥ عادل شاہیہ بیجاپور ١٤٨٩ - ١٦٨٦

٨٩٥ یوسف عادل شاہ ١٤٨٩

٩١٦ اسمعیل شاہ ١٥١١

٩٤١ ملو شاہ ١٥٣٤

٩٤١ ابراہیم عادل شاہ اول ١٥٣٥

٩٦٥ علی عادل شاہ ١٥٥٧

٩٨٧ ابراہیم عادل شاہ دوم ١٥٧٩

١٠٣٥ محمد شاہ ١٦٢٦

١٠٧٠ علی شاہ دوم ١٦٦٠

١٠٩٧ سلاطین مغلیہ ١٦٨٦

٩١٨ - ١٠٩٨ - ١١٦ قطب شاہیہ گولکنڈہ ١٥١٢ — ١٦٨٧

٩١٨ سلطان قلی ١٥١٢

٩٤٠ جمشید ١٥٤٣

٩٥٧ سبحان قلی ١٥٥٠

٩٥٧ ابراہیم شاہ ١٥٥٠

٩٨٩ محمد قلی ١٥٨١

١٠٢٠ عبداللہ شاہ ١٦١١

١٠٨٣ ابو الحسن ١٦٧٢

١٠٩٨ سلاطین مغلیہ ١٦٨٧

٩٣٢ - ١٢٧٥ - ١١٧ سلاطین مغلیہ ١٥٢٥ - ١٨٥٧

ہم مغلوں کی سلطنت کا حال مفصل تاریخ میں لکھینگے یہاں فقط فہرست انکے سنہ جلوس وغیرہ اور شجرہ لکھ دیتے ہیں

٩٣٢ ظہیر الدین بابر شاہ ١٥٢٦

٩٣٧ ناصر الدین ہمایوں شاہ ١٥٣٠

ل الدین اکبر شاہ ۱۵۵۶

الدین جہانگیر شاہ ۱۶۰۵

۱۰۳۷ داور بخش ۱۶۲۷-۸

۱۰۳۷ شہاب الدین شاہجہان ۱۶۲۸

۱۰۶۸ مراد بخش گجرات میں ۱۶۵۸

۱۰۶۸ شجاع بنگال میں ۱۶۵۸-۶۰

۱۰۶۹ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر ۱۶۵۹

۱۱۱۸ اعظم شاہ ۱۷۰۷

۱۱۱۹-۲۰ کام بخش ۱۷۰۸

۱۱۱۹ قطب الدین شاہ عالم بہادر شاہ ۱۷۰۷

۱۱۲۴ معز الدین جہاندار شاہ ۱۷۱۳

۱۱۲۴ فرخ سیر ۱۷۱۳

۱۱۳۱ شمس الدین رفیع الدرجات ۱۷۱۹

۱۱۳۱ رفیع الدولہ شاہجہان دوم ۱۷۱۹

۱۱۳۱ نیکوسیر ۱۷۱۹

۱۱۳۲ ابراہیم ۱۷۲۰

۱۱۳۱ ناصر الدین محمد شاہ ۱۷۱۹

۱۱۶۱ احمد شاہ ۱۷۴۸

۱۱۶۷ عزیز الدین عالمگیر ثانی ۱۷۵۴

[illegible] شاہجہان سوم ۱۷۵۹-۶۰

۱۱۷۳ جلال الدین شاہ عالم ۱۷۵۹

۱۲۰۳ [illegible]

۱۲۲۱ محمد اکبر شاہ دوم [illegible]

۱۲۵۳ بہادر شاہ [illegible]

۱۲۷۵ سلطنت انگ[illegible] ۱۸۵۷

- ۱ بابر
  - ۲ ہمایوں
    - محمد حکیم حاکم کابل ۹۹۳ھ
    - ۳ اکبر شاہ
      - ۴ جہانگیر
        - خسرو ۱۰۳۱ھ
          - داور بخش ۱۰۳۷ھ
        - پرویز ۱۰۳۶ھ
        - ۵ شاہجہاں
          - دارا ۱۰۶۹ھ
          - شجاع
          - ۶ اورنگزیب عالمگیر
            - محمد شاہ ۱۰۸۸
            - اعظم شاہ ۱۱۱۸
              - عظیم الشان ۱۱۲۴
                - ۹ فرخ سیر
              - رفیع الشان ۱۱۲۴
                - ۱۱ رفیع الدولہ
                - ۱۰ رفیع الدرجات ابراہیم
            - ۷ شاہ عالم بہادر شاہ
              - ۸ جہاندار شاہ
                - ۱۴ عالمگیر ثانی
                  - ۱۵ شاہ عالم
                    - ۱۶ محمد اکبر شاہ
                      - ۱۷ بہادر شاہ دوم
              - خجستہ اختر
                - ۱۲ محمد شاہ
                  - ۱۳ احمد شاہ
                    - بیدار بخت ۱۲۰۳
            - اکبر شاہ ۱۱۱۷
              - نکوسیر ۱۱۳۵
            - کام بخش ۱۱۱۹
              - [illegible] الدین
                - شاہجہان سوم ۱۱۴۷
          - مراد بخش ۱۰۶۸
        - جہاندار ۱۰۳۵ھ
        - ۵ شہریار ۱۰۳۷ھ

۱۱۶۰ - ۱۳۱۱ امیران افغانستان ۱۷۴۷ - ۱۸۹۳

افغانستان میں جب سے کہ خاندان غوریہ کا زوال آیا تو پھر اسمیں خود اس کے اپنے فرمانروا ہونے موقوف ہوئے اور وہ کسی سلطنت عظیم کا ایک صوبہ رہا کبھی وہ ایران کا شاہان ایل خاں کے عہد میں صوبہ بنا کبھی ہندوستان کا شاہان تموریہ کے عہد میں صوبہ رہا۔ ان سلطنتوں میں کبھی کبھی وہ پورا صوبہ بنتا تھا مگر اکثر اسمیں منقسم رہتا تھا۔ شاہان مغلیہ کی سلطنت میں کابل و قندہار اکثر رہتے تھے۔ اورنگ زیب کے مرنے کے بعد ایران سے ہرات متعلق ہوگیا۔ ہرات اس حال میں مستثنی رہا کہ افغان کسی سلطنت عظیم کا صوبہ بنتا تھا۔ اس میں کرت خودمختار حکومت کرتے تھے نادرشاہ شاہ ایران نے کابل و قندہار کو لے لیا ۱۷۴۷ء میں وہ قتل کیا گیا تو افغانوں نے ارادہ کیا کہ ایران کی اطاعت سے آزادی حاصل کیجیے۔ احمد شاہ کو جو ابدالی یا درانی قوم کا سردار تھا اپنا بادشاہ بنایا۔ اور جمال خاں جو بارک زئی قوم کا سردار تھا وزارت دی اور ایک صدی تک اسمیں یہ انتظام جاری رہا کہ بادشاہ درانی ہوا اور وزیر بارک زئی ہو۔ احمد شاہ نے کل افغانستان پر قبضہ کر لیا۔ ہرات اور خراسان کو فتح کر لیا اور کئی دفعہ ہندوستان پر حملہ کیا اور کچھ دنوں دہلی میں رہا۔ کشمیر۔ سندھ اور پنجاب کے ایک حصہ کو اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ مگر ہندوستان میں جو ممالک اس کے پاس تھی وہ سکھوں نے اس سے چھین لی۔ اٹھارہویں صدی کے ختم ہونے سے پہلے پنجاب کے مالک سکھ ہوگئے۔ احمد شاہ کے پوتے زماں شاہ قوم بارک زئی کے آدمی بہت مارڈالے اس قتل ہونے سے بارک زئی کا تنزل نہیں ہوا بلکہ اور زیادہ انکا عروج ہوا۔ مصرع

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد + انکے اختیارات محمود شاہ کی سلطنت اور شاہ شجاع کی آئندہ سلطنت میں بہت بڑھ گئے۔ بہت دفعہ درانیوں نے کوشش کی کہ بارک زئی کو زیر کریں اور ان کی قدرت اور اختیار کو گھٹائیں۔ مگر جب ۱۸۱۸ء میں فتح خان بارک زئی کو اندھا کر کے قتل کیا ہے گویا وہ درانی خاندان کے ادبار کے آثار تھے کچھ دنوں بدنظمی کے بعد دوست محمد خاں جو فتح خاں کا بھائی تھا تخت سلطنت پر بیٹھا وہ اول افغانستان کا امیر بارک زئی تھا۔ افغانستان کے زمانہ حال کی تاریخ ۱۸۴۲ء سے شروع سمجھنی چاہیے جب درانیوں کی سلطنت کم ہوگئی

تو ایرانیوں نے ہرات اپنے زور سے دبا یا - جب احمد شاہ درانی نے ہرات کو فتح کیا ہے تو اس
شہر میں بہت افغان شاہزادے رہتے تھے اور وہ کچھہ شاہ کابل کی اطاعت برائے نام کرتے تھے
۱۸۱۶ء میں ایرانیوں نے ہرات پر حملہ کیا جسکو فتح خاں بارک زئی نے پرے ہٹا دیا - ہرات کو
کلید ہند کہتے ہیں ۱۸۳۷ء میں روسیوں کی تحریک سے پھر شاہ ایران نے ہرات پر حملہ کیا - دس مہینہ
تک اسکا محاصرہ رکھا - مگر ایلڈرڈ پوتنجر صاحب نے اس محاصرہ کا مقابلہ ایسی عقلمندی و بہادری و
وجوانمردی سے کیا ۱۸۳۸ء میں ایرانیوں کو پس پا کیا شاہ شجاع درانیوں کا معزول شاہ کابل
برٹش گورمنٹ کے پاس آیا جسکی تخت نشینی کے لیے برٹش گورمنٹ نے افغانستان پر ۱۸۳۹ء میں
فوج کشی کی اور شاہ شجاع کو تخت پر بٹھایا - اور سر ولیم میکناٹن کابل میں برٹش رزیڈنٹ مقرر
ہوئے - دوست محمد خاں نے اپنے تئیں حوالہ کر دیا اور چپ چاپ رہا - مگر اسکا بیٹا اکبر خاں
بارک زئی قوم کو ساتھ لیکر مقابلہ کرتا رہا ۱۸۴۱ء میں میکناٹن صاحب برنس صاحب مارے گئے
اور سولہ ہزار سپاہ انگریزی میں صرف ایک آدمی بچا جس نے سب کے قتل ہونے کے حال سے
مطلع کیا - پالک صاحب نے ۱۸۴۲ء میں اس قتل کا انتقام لیا - پھر اس زمانہ سے افغان اپنے ملک کے
آپ منتظم وحاکم ہوئے - دوست محمد خاں نے ۱۸۶۳ء میں اس دنیا سے رحلت کی - بعد ازاں اسکے
بیٹوں اور پوتوں میں تخت نشینی کے لیے جھگڑے ہوتے رہے - پھر برٹش گورمنٹ نے اپنا
رزیڈنٹ کابل میں مقرر کرنا چاہا کہ وہ روسیوں کے دخل کو افغانستان میں روکے جسکا نتیجہ یہ ہوا
کہ ۱۸۷۹ء میں امیر شیر علی خاں معزول ہوا - کیوگناری جو رزیڈنٹ مقرر ہوا تھا قتل کیا گیا
اور جنرل سٹورٹ اور جنرل رابرٹس صاحب نے فوج کشی کی سب کا انجام یہ ہوا کہ امیر عبدالرحمن خاں
کل افغانستان کا امیر ہوا - برٹش گورمنٹ کے ساتھ اسکا اتحاد ہے اور وہ اسکی بڑی حامی و
مددگار ہے اور دوستانہ سالانہ روپیہ بھی اُس کو دیتی ہے +

باب سوم

ملک سندھ کی تاریخ اور اسکے تاریخی افسانے اُس زمانہ تک کہ اس کا سلسلہ خلافت سے انقطاع ہوا

سندھ ایک ملک کا نام بھی ہے اور ایک دریا کا نام بھی ہے جسکو انگریز انڈس کہتے ہیں ہندو اٹک
چینی سن تاؤ ایک دریا نام اسکا آباسن ہے جسکا لفظی ترجمہ دریاؤں کا باپ ہے۔ وہ مان سرور
جھیل کے شمالی برفستانی پہاڑوں کی چوٹی کیلاس کی ڈھلان سے سن گایاب (دہن شیر)
سے نکلتا ہے اور ۱۸۰۰ میل بہہ کر بحر عرب میں جا ملتا ہے اور ۳۷۲۰۰۰ مربع میل زمین کے پانی
کا نکاس اُس میں ہوتا ہے پس اس سرزمین کے مختلف حصوں کا نام مختلف زبانوں میں ملک
سندھ رہا ہے۔ قدیمی ملک سندھ کا جغرافیہ اب اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ اسلئے کہ جو شہر
پہلے اُس میں آباد تھے وہ ایسے برباد ہو گئے ہیں کہ انمیں سے بعض کا نشان سارے ملک کی
خاک چھاننے تو نہیں ملتا بعض کے کھنڈر ڈھیر موجود ہیں تو وہ اپنے نام بتانے میں گونگے
ہیں اشاروں سے جو اپنے نام بتاتے ہیں وہ سمجھ میں نہیں آتی بعض کے ناموں کی تحریف ایسی
ہوگئی ہے کہ وہ حال کے شہروں کے ناموں سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے۔ گو دریا اور پہاڑ
اپنی جگہ سے نہ ٹلے ہوں مگر انکے نام کچھ سے کچھ ہو گئے ہیں محققین جغرافیہ جو انکے ناموں کے
مطابقت بتلاتے ہیں وہ قیاسی ہوتی ہے کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے۔ ابن حوقل
کی کتاب المسالک والممالک کے ایک نقشہ کی نقل اتار کر اس کتاب میں درج کرتے ہیں اس میں
کل ملک سندھ اور اُس کے مضافات اور کچھ حصے ہند و توران و بدھ کے ملکوں کے کھنچے ہوئے
ہیں اسکی ساری مشرقی سرحد پر بحر فارس ہے مغربی حد پر کرمان و سجستان اور اسکے متعلقات۔
شمالی سرحد پر بلاد ہند جنوب میں وہ صحرا ہے جو مکران اور ان پہاڑوں کے درمیان ہے جس
پرے ساحل بحر فارس ہے۔ اس نقشہ سے تم پر عیاں ہے کہ کرمان و سجستان سے جو ملک ایران
کے بلاد ہیں ملک سندھ کی سرحد ملی ہوئی ہے پس جب سنہ ھ کی اندر ہی ملک ایران پر اہل عرب کا
متسلط ہو گیا اسلئے انکو کرمان اور سجستان پر بھی قبضہ رکھنا ضرور پڑا اس طرح ملک سندھ سے

ان کی سلطنت کا ڈانڈا مینڈا آن ملا۔ اور اہل عرب کے حملے ملک سندھ پر شروع ہوئے۔ مگر ہم پہلے اسکے کہ ملک سندھ پر اہل اسلام کی حملہ آوری اور فتحیابی کا بیان کریں۔ ملک سندھ کے حالات بیان کرتے ہیں کہ اس وقت میں کیا تھے + تحفۃ الکرام میں لکھا ہے کہ اگرچہ ملک سندھ کے قدیم راجاؤں کی ابتدا نہیں معلوم کہ کب سے ہوئی۔ مگر صرف پانچ راجاؤں کے نام بیان کئے جاتے ہیں جو مشہور اور نامور ہیں اور انکا زمانہ سلطنت ۱۳۷ سال ہے +

راجہ دیوائج یہ بڑا صاحب اختیار راجہ تھا اسکا دار السلطنت شہر الور تھا اسکی مملکت کی یہ حدود تھیں مشرق میں کشمیر و قنوج مغرب میں مکران اور ساحل بحر عمان یعنی دیبل کا ایک حصہ جنوب میں بندرگاہ سورت (سوراشٹرا) اور شمال میں قندہار اور سیستان۔ اور کیکانان۔ اس ملک پر وہ فرمانروائی کرتا تھا۔ ہند کے بہت سے راجاؤں سے رابطہ اتحاد رکھتا تھا اسکے تمام ملک میں کاروان بحفظ و امان رواں رہتے تھے اسکے مرنے کے بعد اس کا بیٹا راجہ سہی ہرس تخت پر بیٹھا۔ باپ ہی کی سی روش پر چلا۔ اسکا عہد سلطنت بہت مدت تک رہا اور سارے ملک میں امن امان چین و آرام رہا۔ اسکے بعد اسکا نامور پسر راے ساہ سی کے ہاتھ میں عصا سلطنت آیا۔ بڑی شان و شکوہ سے سلطنت کی باپ دادا کے زمانہ سے جو دستور و آئین چلے آتے تھے اُن کو بدستور قائم رکھا اور اپنی ساری دلی تمناؤں کو پورا کیا۔ بعد اسکے اسکا بیٹا سہی ہرس دوم راجہ ہوا جسکا بیان چچ نامہ میں اس طرح لکھا ہے کہ دریاے مہران (دریاے سندھ کو پہلے دریاے مہران کہتے تھے) ملک ہند و سند کا دار الملک الور تہا۔ یہ شہر وسعت میں بڑا تھا طرح طرح کے باغوں اور محلوں حوضوں نہروں سے آراستہ تہا۔ یہاں کے راجہ سہی ہرس پاس بڑے بڑے دفینے اور خزانے تھے۔ سارے ملک میں اس راجہ کی عدالت و سخاوت کی دھوم مچی ہوئی تھی اسکی ممالک و مسالک کی حدود یہ تھیں کہ جانب شرقی کشمیر تک طرف غربی حد مکران تک۔ حد جنوبی محیط آب شور و دیبل تک طرف شمالی کوہ کردان و کیکانان تک اس ملک کو اب یوں سمجھنا چاہیئے کہ وہ سندھ و ملتان اور شائد اٹک کے پاس کا میدان کالا باغ کے پہاڑوں تک تھا۔ اسنے اپنے ملک کو ان چار حصوں میں تقسیم کیا تھا ایک حصہ میں برہمن آباد

وحصار نیرون ودیبل ولوہانہ ولاکھہ وسمہ تا زیر دریا - دوسرے حصہ پر سیوستان - و بودھ بیہ
سکن کان - وکوہ پایہ روجہان - تا حد مکران - سوم حصہ میں حد ما اسکندہ و بابیہ جسکو
تلواڑہ و چھچپورہ بھی کہتے ہیں اور اُسکے مضافات تا حد لودھ بیہ - چہارم ملتان سکہ برہمپور
کرور - کمبھہ - سرحد کشمیر تک - مہاراجہ خود دار الملک الور میں رہتا تھا - اور خاص اپنے تحت حکومت
کرمان کیکانان رکھتا تھا - اور باقی چار حصوں میں ہر ایک حصہ میں اپنی طرف سے راجہ مقرر کرتا
تھا اور ہر ایک پر تاکید رکھتا تھا کہ وہ سامان جنگ کے لئے گھوڑوں اور ہتھیاروں کو تیار رکھے
اور اُس کو حکم دیتا رہتا تھا کہ رعایا کی بہبودی ورفاہ میں اور عمارات کی تعمیر میں ایسی کوشش
کرتا رہے کہ جس سے ملک محفوظ و مصئون رہے - (ملک کو حصوں میں تقسیم کرنے کا اور اُن میں اپنے
بھائی بندوں کو راجہ مقرر کرنے کا ڈھنگ راجپوتوں کا سا تھا) کل ملک کے اندر کوئی اسکا بیری
بدخواہ ایسا نہ تھا کہ شور و فساد مچاتا - مگر یہ از غیبی گولا آن گرا کہ پارس کے بادشاہ نیمروز
کا لشکر مکران کی طرف وارد ہوا - راجہ سہسی ہر سال بے فکر و دماغ با تکبر رکھتا تھا - فارس کے
لشکر کی جب اُس کو خبر ہوئی وہ آگے جا کر لڑنے لگا طرفین سے مردان نامدار و دلیران کارزار
تیغ خونخوار کے طعمہ بنے اہل فارس نے اس کے لشکر پر حملہ کر کے شکست دی اور بھگا دیا - مگر راجہ
اپنی جگہ جما رہا اور لڑتا رہا جب تک کہ دم میں دم رہا - شاہ فارس اس شکست دینے کے بعد اپنے ملک کو
چلا گیا - یہاں ساہسی اپنے باپ کی گدی پر بیٹھا اور باپ کی ساری مملکت پر اپنی فرمانروائی
کا سکہ خوب جما لیا - ملک کے چاروں حصوں کے راجہ اسکے مطیع و فرمان بردار تھے اور ہمیشہ اس کے
خزانہ میں روپیہ داخل کرتے تھے - سب طرح سے ملک کا انتظام کر لیا - اس شرط پر رعایا کی مالگزاری
بھر دینے کا وعدہ کیا کہ وہ چھ قلعوں میں مٹی کا کام ہی بنا کے پورا کر دیں - اسکے بنائے سے رعایا
بڑے سکھ چین سے رہتی تھی - اسکا وزیر بدھیمن تھا اور اسکا کاربردار سلطنت یعنی حاجب
رام بیٹا آبی کا تھا - راج کا سارا کام کاج اسکے حوالے تھا جو چاہے سیاہ سفید کرے - کوئی شخص
اسکے کام کاج میں دخل دے سکتا تھا نہ مزاحمت کر سکتا تھا - اسکے سب احکام نافذ و ناطق ہوتے
وہ بڑا حکیم و عالم تھا راجہ اسکی قلم بلاغت رقم پر بڑا اعتماد رکھتا تھا +

ایک دن دیوان عام میں بدھی من وزیر اور رام دونو بیٹھے ہوئے تھے کہ چچ بن سیلایج وہاں ادہر آ ہوا رام نے پوچھا کہ یہاں آپ کا آنا کیونکر ہوا۔ چچ نے عرض کیا کہ جناب کی بلاغت و فصاحت کی شہرت مجھے یہاں لائی ہے کہ خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر اس سے مستفیض ہوں رام نے کہا کہ آپ کے کلام سے تو خود فصاحت بلاغت ٹپکتی ہی ہے چچ نے کہا کہ ہاں مجھے چاروں وید برزبان ہیں اور کچھ اور استعداد بھی رکھتا ہوں۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ دیبل کی طرف سے کچھ کاغذات رام کی رائے کے لیے آئے۔ اُسنے چچ کو وہ کاغذات دیدیئے۔ چچ نے رائے نہایت بلیغ عبارت میں اور پاکیزہ خط میں لکھ کر رام کے سامنے پیش کی۔ وہ اس کو پڑھ کر نہایت مسرور ہوا اور چچ کی نہایت ستائش کی اور اس کو اپنا نائب مقرر کر دیا۔ ایک روز یہ اتفاق ہوا کہ راجہ ساہسی دربار میں بیٹھا ہوا تھا کہ سیوستان سے کچھ کاغذات آئے۔ راجہ نے رام کو یاد کیا۔ وہ موجود نہ تھا چچ نے عرض کیا کہ بندہ اسکا نائب حاضر ہے جو ارشاد ہو اُس کو بجا لاؤں۔ راجہ نے وہ کاغذات چچ کو دئے اُس نے راجہ کے روبرو اُن کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ پڑھا اور جواب باصواب انکا لکھدیا۔ راجہ خود علم بلاغت سے ماہر تھا۔ اس نے چچ کی تحریر کی داد دی جب رام سے ملا تو اس نے کہا کہ یہ برہمن تم کو خوب مل گیا ہے۔ اس پر ایسی مہربانی رکھو کہ وہ کہیں اور جانے کا قصد نہ کرے۔ غرض جب رام کو موت کا پیغام آیا تو اسکی جگہہ راجہ نے چچ کو حاجب مقرر کیا۔ چچ نے لوگوں کے ساتھ وہ مروت و محبت کا طریقہ برتا کہ وہ اس کے مطیع ہو گئے اور کل کام اسکی صلاح پر ہونے لگے۔ غرض چچ کو اپنی چرب زبانی اور سخن سرائی کی بڑی قیمت مل گئی اور تھوڑے زمانہ میں وہ والا پائگی پر پہونچ گیا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ راجہ و رانی سوبھی دیبی اپنے محل میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ کسی اشد ضرورت کے سبب سے راجہ نے چچ کو خلوت خانہ میں بلا لیا۔ جو کام تھا وہ لیکر راجہ نے اُس کو رخصت کیا مگر رانی صاحبہ کی نظر اس نوجوان برہمن خوش رو پر پڑی۔ دیکھتے ہی دل و جان سے اُس پر فریفتہ ہو گئی۔ اُسنے کسی اپنی بڑی بی کو بلا کر کہا کہ میں چچ کے عشق میں بے قرار ہو رہی ہوں اگر تو میری چارہ سازی نہ کرے گی اور چچ پاس جا کر اُس کے وصال کے دواخانہ سے دوا نہ لائیگی تو میں ہلاک ہو جاؤنگی۔ بڑی بی چچ پاس پہونچی اور یہ سندیسا سُنایا۔

رام سے چچ کا ملنا اور اسکی جگہ مقرر ہونا

رانی سوبھی دیبی کا چچ پر عاشق ہونا

چچ نے کانوں پر ہاتھ دہرے کہ مجھ سے یہ کام ہرگز نہ ہوگا اسمیں جان کا خطرہ ہے - آخرت کی عذاب
کی گرفتاری ہی اور دنیا کی بدنامی ہی حکما کا قول ہی کہ بادشاہ آتش ہی مار و آپ پر اعتماد نہیں چاہیے
ابھی راجہ کو اسکی خبر ہوجائے اور اُسکو غصہ آئے تو میری جان مفت جائے - بڑی بی نے چچ کی یہ باتیں
سُن کر رانی سے آن کر کہیں رانی نے پھر اُس کو چچ پاس بھیجا اور کہا کہ میری طرف سے چچ سے
کہو کہ اگر آپ کو میری موالست سے احتراز ہے تو گاہے گاہے یہ عنایت تو مجھ پر کیجیے کہ اپنے
جمال کو دکھا کر میرے دل بیقرار کو تسکین دیجیے + اشعار +

خرسندم اگر سال بسالت ببینم در دورِ عمر [illegible] بینم
نومیدم مگردم از خیالت صنما آخر روز شبے وصالت بینم

آخر کو ان دونوں میں موافقت ہوگئی اور محبت الفت ایسی بڑھ گئی کہ لوگوں کو بدگمانی
ہونے لگی انھوں نے راجہ کے کان بھرنے شروع کیے کہ چچ نے اپنی بدگوہری اور تباہ سرشتی سے
رانی سے یہ پیوند دوستی پیدا کیا ہی مگر راجہ کو چچ پر ایسا اعتماد تھا کہ کسی کے کہنے سننے پر اعتبار
نہ ہوا - اپنی سلطنت کے سارے چھوٹے بڑے کام اُسکو سپرد کر دیے جو کام وہ کرتا راجہ کو پسند آتا
اسکے صلاح مشورہ بغیر کوئی کام نہ کرتا غرض ساری سلطنت پر چچ ہی کے احکام جاری ہوتے تھے +
راجہ ساہسی ایسا بیمار ہوا کہ موت کے آثار نمودار ہوے اُسنے چچ کو بلا کر کہا کہ اب میرے مرنے کا وقت قریب
آگیا ہے کوئی میرا بیٹا نہیں کہ وارث تاج و تخت ہو - ضرور میرے مرنے کے بعد میرے اقربا ملک پر
قابض ہونگے اور دشمنی کے سبب سے میرے نام کو مٹائینگے جب میری زندگی میں وہ مجھ پر طعن
کرتے تھے تو مرنے پر معلوم نہیں کیا میری دُردشا کرینگے - اسلئے میری راے میں یہ تدبیر نیک
معلوم ہوتی ہی کہ تجھے اپنا جانشین بنا جاؤں - چچ نے سُنکر کہا کہ آپ کے فرمان پر میرے
دل و جان قربان حضور کا ارشاد عین مصلحت ہی لیکن خاص مخلص خدمتگاروں سے بھی
اسمیں مشورت کرنی واجب ہے - غرض صلاح و مشورہ ہوکر راجہ نے چچ کو حکم دیا کہ تو بہت سے عمدہ
زنجیر و طوق تیار کرا اور انکو راتوں رات لاکر مکان میں چھپا دے - پس چچ نے اس حکم کی تعمیل کی
اتنی دیر میں راجہ کی نزع کی نوبت پہونچی - اطبا مایوس ہوکر اپنے گھر جانے لگے - رانی

شبھ دیوی نے انھیں ہر وکار ایک مکان میں انکو بٹھا اور دروازہ بند کر دیا اور سہرساہ سی پاس
موت کا پیغام آیا اور مہارانی نے اس تمام رشتہ داروں کو جو سلطنت کے مدعی تھے پیغام بھیجا کہ بفضل
الٰہی آج راجہ کی طبیعت اچھی ہے تمکو کسی امر کی مشورت کیلئے وہ بلاتا ہے اس بلاوے سے جو رشتہ دار
آتا اسکو وہ گھر بتایا جاتا جس میں طوق و زنجیر اسکے منتظر تھے اسکے آتے ہی ایک گلے لگتا
دوسرا پاؤں پڑتا جب بڑے بڑے امیر اقرباؤں اسیر ہو گئے تو انکے مفلس اقرباؤں کو یہ فرمائش
ہوئی کہ وہ رشتہ دار جنکی عداوت تمکو چین سے رات میں سونے نہیں دیتی تھی وہ راجہ کے عتاب میں
آکر اسیر ہوئے ہیں اگر تم کو اپنے فقر و فاقہ سے افاقہ منظور ہو تو قیدخانہ پر جاؤ اور اپنے دشمن کا سر
اڑاؤ اور اسکے کل مال و متاع ۔ اندھے کو دو آنکھیں وہ
لوٹ دوڑے گئے اور اپنے دشمنوں کو مار کر انکے گھر گئے اور سارے گھر کے مالک ہو گئے
غرض ایک رات میں چچ اور اسنا پارسارانی نے یوں سازش کرکے تمام سران لشکر و مدعیان
سلطنت کو ایک کونہ میں بٹھا کے انھیں کے بھائی بندوں کے ہاتھوں سے قتل کرا دیا۔ تو پھر دربار عام بڑی
دھوم دھام سے ہوا سنگاسن زر جواہر سے آراستہ ہوا۔ پردہ کے اندر مہارانی دیوی جلوہ افروز
ہوئی اور وزیر بدھی من یوں سخن سرا ہوئے کہ اگرچہ بفضل الٰہی راجہ صاحب تندرست ہو گئے ہیں مگر
ابھی اٹھنے کی قوت اور کاروبار سلطنت کرنے کی طاقت نہیں ہے اسلئے وہ بھتیجے جی اپنے چچ کو اپنا
قائم مقام مقرر کرتے ہیں تاکہ رعایا کی داد رسی میں التوا نہ ہو۔ حاضرین دربار نے یہ سنکر عرض کیا
کہ راجہ کا حکم ہمارے سر و چشم پر۔ رانی شبھ دیوی نے اپنے مخلص تابعین و روساء و مقدمین و
سپہداروں کو بڑے بڑے گراں بہا خلعت عنایت کیے اور بدھی من کو از سر نو عہدۂ وزارت پر
مامور فرمایا۔ خواص کو انعام اور امرا کو جاگیریں عطا کیں۔ چھ مہینے یونہیں گذرے کہ اس
عرصہ میں راجہ ساہ سی کے مرنے کی خبر اسکے بھائی دھرٹ راجہ جے وار کو پہنچی۔ وہ
فوراً لشکر جرار تیار کرکے آندھی کی طرح الور پر چڑھ آیا اور اس سے ایک فرسنگ پر خیمے ڈیرے
ڈالدیے اپنے خاص معتمدین کو چچ کے پاس بھیجا کہ اسکو میری طرف سے یہ پیغام پہنچائیں کہ
میں اس ملک کا حقیقی وارث ہوں میرے باپ دادا کا یہ ملک ہے میرے بھائی کا ملک آخر کار مجھے عنایت کیجیے

اور آپ خود بدستور اپنے عہدہ حجابت پر قائم رہے ہیں ہمیشہ آپ کا خیر خواہ اور خیر طلب رہونگا۔ یہ سنکر
چچ سیٹ پکڑے ہوئے حیران پریشان رانی پاس آیا اور گھبرا کر کہنے لگا کہ دشمن تو گھر میں آپہنچا۔ ملک میراث
کا دعویٰ وہ کر رہا ہے اب میں کیا کروں۔ رانی یہ حال دیکھکر ہنسی اور کہنے لگی کہ میں تو پردہ نشین عورت
ہوں اگر میدان جنگ میں جانے کے لئے میری ضرورت ہے تو میرے کپڑے تم پہنو اور اپنے کپڑے مجھے
پہننے کو دو کہ باہر جاکر ہنگامہ کارزار گرم کروں۔ میں حیران ہوں کہ یہ بات مشکل کیا ہے اسمیں مجھسے
مشورہ وصلاح کی حاجت کیا ہے میاں تم مستعد و کمربستہ ہو کر شیر کی طرح دشمن پر جا پڑو اور اس کے
رفع دفع کرنے میں کوشش کرو عزت کے ساتھ مرنا ذلت کے ساتھ جینے سے بہتر ہے۔ اشعار۔

ہم فیلداری و ہم حشم ۞ ہم خیل [illegible]

چچ رانی کا یہ جواب سنکر شرمندگی کے مارے پانی پانی ہوگیا۔ فوراً مسلح ہوگیا اور لشکر کو لیجا کر میدان
جنگ گرم کیا طرفین سے مردان دلاور مارے جانے لگے تو راجہ دمہرت نے چچ سے کہا کہ دشمنی و عداوت تو
ہم میں اور تم میں ہے آؤ ہم تم لڑکر فیصلہ کرلیں جو زندہ رہے وہ مالک تخت وتاج رہے ناحق [illegible]
کی جانیں کیوں ضایع کرتے ہو چچ نے بھی دمہرت کی اس درخوا[illegible]
لئے روبرو آیا۔ اسنے راجہ سے کہا کہ میں برہمن ہوں گھوڑے پر سوار ہوکر نہیں لڑ سکتا ہوں آپ پیادہ
ہوکر لڑنے کے لئے آئیے۔ راجہ صاحب غرور شجاعت کے گھوڑے پر سوار تھے چچ کی حقیقت انکے
آگے کیا گنتے تھے جھٹ گھوڑے سے اُترکر کہا کہ آؤ ہم پیادہ ہی لڑنے کو تیار ہیں۔ چچ بھی پیادہ پا
ہوا مگر یہ چال چل گیا کہ سائیس سے کہہ دیا کہ میرے پیچھے پیچھے گھوڑے کو ساتھ لاؤ جب دونو
آپس میں نزدیک ہوئے تو چچ نے جھٹ پٹ گھوڑے پر چڑھ کر راجہ دمہرت کا سر تن سے اُتار لیا جب
راجہ کا سر کٹ گیا تو اسکا لشکر بھی بن سر ہوکر تتر بتر ہوگیا چچ سے امان کا خواہاں ہوا اسے امان
پانے پر اطاعت قبول کی چچ اس فریب سے فتح پاکے شہر الور میں آئے اور اس فتح کی خوشی میں ایک
جشن شاہانہ کیا +

جب یہ فتح حاصل ہوئی تو رانی نے تمام اعیان و اکابر شہر کو بلاکر انسے کہا کہ راجہ ساہسی مر گیا
ہے مجھسے کوئی اولاد اسکی نہیں بچی ہوئی کہ وہ وارث تخت وتاج ہوتی اسلئے یہ سلطنت چچ کو دیدی گئی ہے

اسے اپنا بیاہ کرتی ہوں رؤسانے بالاتفاق دربار میں رانی سُبھ دیوی کا بیاہ چچ سے کر دیا جس سے [illegible] بیٹے داہر اور دہرسیہ اور ایک بیٹی مائی پیدا ہوئی چچ نے اپنے بھائی چندر کو بلا کر الور میں اپنا نائب مقرر کر دیا +

بدھی من وزیر کو چچ نے بلایا اور اس سے کہا کہ آپ مجھے یہ بتلایئے کہ ساہسی کے تحت اقتدار میں جو چہار ملک تھے وہ کون کونسے تھے۔ انکی حدود کیا تھیں تا کہ میں اُن پر جاؤں اور ہر ایک کی اطاعت و مخالفت کا امتحان کروں۔ جو اُن میں سے مطیع ہوں انپر عنایت کروں جو مخالف ہوں انپر عتاب کروں اُن کے دفع کرنے کا تدارک کروں جس سے سارے ملک قبضۂ اقتدار میں آ جائیں اور کوئی مخالف سرکش فساد کرنے والا باقی نہ رہے۔ یہ سُن کر بدھی من نے سر جھکایا اور عرض کیا کہ مہاراج یہ [illegible] سلطنت ایک راجہ کی [illegible] تولیت میں تھی [illegible] اور راجہ اسکی اطاعت و فرمانبرداری کرتے تھے سب [illegible] دیوائج کو پہنچی [illegible] وہ لشکر فارس کے ہاتھ سے معدوم ہوا تو ساہسی راجہ ہوا۔ اُسنے چار و ں لجاؤں کو اسلئے مقرر کیا کہ خزانہ شاہی کے لئے وہ تحصیل اموال کریں اور ملک کی حفاظت کریں آپ کو چاہئے کہ ان چاروں راجاؤں کو [illegible] سارا ملک اُنکے ماتحت رہے +

بدھ من کا یہ کہنا اسکے دل پر جادو کا سا اثر کر گیا۔ اس کو اپنے لئے بشارت غیبی وہ سمجھا۔ نہایت شاد و خرم ہو کر اس وزیر کی تقریر کی نہایت تحسین و آفریں کی اور اطراف کے معتمدان پاس فرمان روانہ کئے اور ملوک نواحی سے امداد طلب کی اُسنے یہ کہہ کر کہ ملک ہند میں وہاں تک میں جاؤنگا جہاں اسکی سرحد ملک ترک سے ملتی ہے بڑا لشکر تیار کیا منجموں سے طالع سعد صحیح استخراج کر اکے منزل پیما ہوا اور بہت سی منزلیں طے کر کے قلعہ پابیہ کے پاس پہنچا جو دریا بیاس کے جنوبی کنارہ پر ہے۔ وہاں کا راجہ بمقابلہ پیش آیا لڑائی ہوئی۔ راجہ پابیہ کو ہزیمت ہوئی وہ قلعہ کے اندر چلا گیا۔ رائے چچ غالب ہوا۔ ایک مدت تک قلعہ کو حصار کئے رہا جب اہل حصار کو غلہ کی تنگی نے اور گھاس لکڑی ایندھن کے توڑے نے تنگ کیا تو وہ جسوقت کہ عالم نے سیاہ کمبل اوڑھا اور شاہ انجم نے تاریکی شب کی چادر اوڑھی تو راجہ اس حصار سے نکل کر قلعہ اسکندہ یا اسکلندہ کی نواح میں جا کر فروکش ہوا قلعہ پابیہ سے یہ قلعہ زیادہ مستحکم تھا اور اسکے [illegible] مستحکم تھا یہاں سے اُسنے دشمن کے احوال دریافت کرنے کے لئے جاسوس بھیجے۔ اُنہوں نے آن کر خبر دی کہ

پاپیہ کے قلعہ کے اندر چچ موجود ہے +

جب چچ کو معلوم ہوا کہ دشمن اسکلندہ کے قلعہ میں چلا گیا ہے تو اُس نے یہاں قلعہ میں ایک نائب مقرر کیا اور خود اسکلندہ کی طرف چلا۔ وہاں پہنچ کر اُسکے گرد لشکر کو اُتارا۔ اِس حصار میں اُس کا ایک قدیمی یار با وفا فرماں بردار مقدم رہتا تھا۔ وہ بڑا شجاع تھا۔ اہل حصار پر اسکا بڑا رعب داب تھا۔ اہل حصار اُسکی رائے صواب سے استصواب کرتے اور کبھی اُس سے تجاوز نہ کرتے۔ اِس پاس چچ نے یہ پیغام بھیجا کہ اگر وہ جھترا راجہ پاپیہ کو قید کرلے یا مار ڈالے تو اِس خدمت کے صلہ میں یہ قلعہ اور قلعہ پاپیہ دونوں اُسکے حوالہ کر دیے جائینگے۔ مقدم نے چچ کی اِس شرط کو قبول کرلیا اور چچ کے پاس اپنے بیٹے کو بھیجدیا اور خود جھترا کی نظر میں ایسا اعتبار پیدا کرلیا کہ اُسکے دربار میں رات کو دن کو بے روک ٹوک جانے لگا۔ ایک دن آدھی رات کو فرصت پاکر جھترا کو مار ڈالا اور اُس کے سر کو چچ پاس بھیجدیا۔ رائے چچ نے اس کام کے عوض میں اُسکو بہت انعام دیا اور یہ قلعہ اُس کو دیدیا۔ اور رسا اعیان شہر سے اُس کو نذریں دلوائیں اُسکی اطاعت کے لیے قول و قسم لئے۔ اور اُسکو ایسی نصیحتیں کیں کہ وہ ہمیشہ اُسکا مطیع رہا

چچ مہم اسکلندہ سے فارغ ہوکر سکہ اور ملتان کی طرف چلا۔ یہاں راجہ بجھرا راج کرتا تھا۔ وہ بڑی قابلیت و لیاقت رکھتا تھا۔ مملکت اُسکی وسیع تھی۔ مہاراجہ ساہسی کا وہ رشتہ دار تھا۔ جب اُسکو چچ کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ دریا راوی کے کنارہ پر آیا۔ ملتان کے محاذی مشرق میں سکہ تھا اُس میں بھتیجا سہی ول حاکم تھا۔ اُسین عمزادہ بجھرا ایک ٹڈی سے لشکر کے ساتھ چچ سے لڑنے کے لیے آیا۔ چچ نے بیاس کی گذرگاہ میں تین ماہ اقامت کی جب دریا کا پانی اُتر گیا تو وہ مع لشکر دریا سے اُتر کر قصبہ سکہ میں آیا۔ سہی ول سے لڑائی شروع ہوئی چچ کے تھوڑے سے آدمی اور مخالفوں کے بہت سے آدمی مارے گئے + تو سہی ول بھاگ کر حصار ملتان کو چلا گیا اور دریاء راوی کے کنارے جنگ کے لیے مستعد ہوا۔ چچ نے قلعہ سکہ پر قبضہ کیا۔ پانچ ہزار سپاہیوں کو مار ڈالا اور وہاں کے باشندوں کو لونڈی غلام و اسیر کیا اور یہاں امیر علاء الدولہ یا عین الدولہ کو اپنی طرف سے منتظم و حاکم مقرر اور خود دریا کو عبور کرکے ملتان کی جانب چلا۔ دونو لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ راجہ بجھرا لشکر جرار و جنگی ہاتھی و جنگی مرد ساتھ لیکر باہر لڑنے کے لیے آیا۔ و چچ سے جنگ شروع کی خوب لڑائی ہوئی

چچ کا حصار اسکلندہ میں جانا +

طرفین سے بہت آدمی مارے گئے تو بجہرہ حصار میں چلا گیا - اور کشمیر کو خط بدین مضمون کے قاصد کے ہاتھ بھیجا کہ برہمن چچ بن سلائج بلاد الملک الور کا ولی ہو گیا اور لشکر فراواں لیکے جلد جلد چلا آتا ہے اور اُسنے سارے حصار فتح کر کے استوار بنا لئے ہیں ہم میں اُس سے لڑنے کی قدرت نہیں ہے حصنہا حصین اُسکے تحت فرمان ہیں اب تک کوئی امیر اُس سے لڑکر فتحیاب نہیں ہوا - ملتان میں وہ پہنچ گیا ہے ایسے بُرے وقت میں آپ ہماری مدد و اعانت کیجئے +

کشمیر میں اس قاصد کے پہنچنے سے پہلے وہاں کے راجہ کو موت کا پیغام آچکا تھا - اُسکا لڑکا گدی بیٹھا تھا - وہاں وزرا اور ندما و خواص اکابر و اعیان ملک نے آپس میں اس بات میں مشورہ کیا اور بجہرہ کے خط کا خوب جواب لکھا کہ راے کشمیر تو دار البقا کو سدھارا اُسکا چند سال کا بیٹا تخت پر بیٹھا ہے سپاہ جا بجا بگڑی بیٹھی ہے - ہمکو اول اسکی درستی ضرور ہے اسواسطے تمہاری مدد کا سامان ہم سے مہیا نہیں ہو سکتا - تم خود اپنے کام کا آپ انتظام کرو - جب خط کا جواب قاصد لایا تو راے بجہرہ کشمیر کی استعانت سے مایوس ہوا - ناچار راے سے چچ سے یہ درخواست کی کہ میں آپ کو قلعہ خالی کر کے حوالہ کرتا ہوں آپ مجھے بغیر کسی روک ٹوک کے جب تک کہ میں کسی امن کی جگہہ پہنچ جاؤں یا سر جانے دیجئے - چچ نے اس درخواست کو قبول کر لیا بجہرہ کو امان دی - وہ مع اپنے متعلقین کے کوہ کشمیر کو چلا گیا - بعد اُسکے چچ نے قلعہ میں اپنا عمل دخل کر لیا +

جب حصار ملتان پر چچ کا قبضہ خاطر خواہ ہو گیا تو وہاں اپنا نائب ایک ٹھاکر مقرر کیا - خود یہاں سے روانہ ہوا - راہ میں برہم پور سکر و اشہار کے حاکموں نے اطاعت قبول کی - یہاں سے وہ کشمیر کی حد تک گیا - کسی راہ میں کوئی اُسکے سامنے نہ لڑنے کو آیا نہ کسی اور طرح کا مقابلہ کیا - قاعدہ ہے خدا تعالی جب کسی کو بزرگ بناتا ہے تو ساری مصیبتیں آسان و مشکلیں سہل کر دیتا ہے اور اُس کی آرزوئیں پوری کرتا ہے - جہاں چچ گیا وہاں اُس کو لوگوں نے سر آنکھوں پر بٹھایا خدمت و اطاعت کیلئے تیار رہے - یوں وہ حصار شاہ کلہا پہنچا - اس موضع کی ایک جگہ بلند جسکو کنبہہ کہتے ہیں اور سرحد کشمیر پر وہ ہے - وہاں ایک مہینے اُسنے قیام کیا - اس نواح کے بعض راجاؤں کو اُسنے سزا دی اور امرا اور راجاؤں سے عہد و پیمان لئے اور ساری علاقات پر اپنا قبضہ کیا - اور یہاں ایک لشکر فراواں جمع کیا پھر اُسنے دو درخت

پیغام [illegible] کشمیر کے راجہ کا [illegible] قاصد [illegible] بجہرہ واپس [illegible] +

ملتان میں چچ کا [illegible] اور [illegible] کشمیر کی حد تک جانا

ایک سیسر یعنی سفیدے کا دوسرا دیودار کا منگا کر سرحد کشمیر پر پنج ماہیات ندی کے کنارہ پر لگائے یہ ندی
کوہ کشمیر سے متصل تھی جس سے چشمے جاری رہتے تھے۔ یہاں چچ نے جب تک اقامت کی کہ اِن درختوں
کی شاخیں بڑھ کر ایک دوسرے سے آپس میں جب شاخیں مل گئیں تو پھر اُس نے یہاں یہ نشان کندہ کیا
کہ اے کشمیر کے اور میرے ملک کی یہ سرحد ہے اِسے آگے میں نہیں جاؤنگا +

چچ جب کشمیر کی حد پر اپنی سرحد مقرر کرچکا تو وہاں سے اپنے دارالملک الور کو چلا آیا اور ایک
سال تک یہیں مقیم رہا جس میں خود سفر کی تکان اُتار کر آسودہ ہوا۔ اِس عرصہ میں اور سرداروں نے
اسباب و آلات جنگ کو بھی مہیا کر لیا۔ ایک دن اُسنے اپنے وزیر کو بلا کر کہا کہ اب مشرق کی طرف سے
میرا دل فارغ ہے مغرب و جنوب کی طرف کا قصد ہے اسلیے حالات پر آپ مطلع فرمایئے یہ سنکر وزیر نے
عرض کیا کہ بادشاہوں کی یہ برگزیدہ خصلت ہے کہ وہ اپنی ولایت کے اخباروں کی تفحص میں رہا کریں۔
مہاراج وہاں کا حال یہ ہے کہ آپ کی غیبت کے سبب سے اضلاع بالا کے حاکموں کے دماغ میں یہ غرور سما رہا
ہے کہ راجہ ساہسی کے بعد کوئی ہم سے خراج ملکی لینے والا نہیں رہا۔ اسیے وہاں ضرور فساد و فتور
برپا ہونے والا ہے یہ سُن کر اُسنے ساعت گھڑی سفر کے لئے پوچھی اسمیں حصار بدھیہ و سوستان کی
طرف روانہ ہوا اُس وقت حصار سوستان میں حاکم مہتہ تھا دریا مہران سے عبور اس موضع سے کیا جسکو وہ با
کہتے تھے اور سمہ اور الور کے درمیان وہ حد فاصل تھی اِس جگہ سے بدھیہ کا قصد کیا جس میں حاکم
کوتل بن بھندرگو بھگو تھا اور دارالملک سکا کا راج یا نا نا راج تھا اور یہاں کے رہنے والوں کو سوسیا
کہتے تھے چچ نے حملہ کر کے حصار سوسیس کو فتح کر لیا۔ کباب کا کا آگے آیا اسنے اور راجہ کے اور متعلقین نے
امان چاہی خراج دینے کا اور اطاعت کا وعدہ کیا +

یہاں سے چچ سوستان گیا وہاں مہتہ بہسایا ان کے ساتھ لشکر لیکر چچ سے لڑنے آیا مگر شکست پاکر
قلعہ میں چلا گیا۔ چچ نے حصار کا محاصرہ کیا ایک ہفتہ میں محصورین نے عاجز ہو کر اپنے تئیں حوالہ کیا اور
امان چاہی بشرط صلح منظور ہو میں اہل حصار باہر آئے حصار کی کنجیاں افسران چچ کے حوالہ ہوئیں
چچ نے اپنی بڑی مہربانی کی مہتہ ہی کو حصار کی ریاست دیدی اور ایک شحنہ معتمد اپنی طرف سے وہاں مقرر
کر آیا۔ یہاں چند روز چچ نے اسلئے اقامت کی کہ ملکی کام درست اور ٹھیک ہوجائیں +

جب سیستان کی مہم سے چچ کو فراغت ہوئی تو اُسنے اکھم لوہانہ حاکم برہمن آباد یعنی کلہاوسر و سیہال کو خط لکہا کہ میری اطاعت اختیار کیجئے۔ چچ چند دنوں کی راہ پر مکران سے تھا کہ پیادوں نے جو اُسکے اوپہ متعین کئے تھے ایک قاصد کو پکڑا جسکے پاس خطوط اکھم کے مہتہ حاکم سوستان کے نام لکھے ہوئے نکلے جنکا مضمون یہ تھا کہ ہمیں نے ہمیشہ آپکے ساتھ الفت اور ہواخواہی کا طریقہ جاری رکھا کسی وقت آپسے مخالفت و منازعت نہیں کی خط جو آپنے بطریق مودت ارسال کئے تھے وہ میرے پاس پہونچے اور پڑہنے سے مجھے فخر حاصل ہوا۔ میری اور آپکی موافقت ہمیشہ مستحکم رہیگی اور کبھی آپسمیں مخالفت نہیں ہوگی میں آپکے حکموں کی تعمیل کرونگا آپ راجہ اور ابن راجہ ہیں ہم اور آپ ایک ہیں ہمیشہ ایسی حالتیں بہت آدمیوں کو پیش آتی رہتی ہیں کہ وہ بلاؤں سے بچنے کے لئے اوروں کی امداد کے خواستگار ہوا کرتے ہیں۔ آپ کا اعانت چاہنا کوئی نئی بات نہیں ہے آپ کو اجازت ہے کہ نواح برہمن آباد سے لیکر بحر دیبل تک جس موضع میں آپ کی رائے ہو اقامت کیجئے اور اگر کسی اور طرف جانے کا قصد ہو تو کوئی آدمی آپکا مانع اور مزاحم نہیں ہوگا خواہ آپ کہیں ہوں میں آپ کا معین و مددگار ہوں میرے پاس اتنا لشکر و سپاہ ہے کہ میں لڑنے سے آپکی مدد کرسکتا ہوں مہتہ کی رائے میں یہ مناسب معلوم ہوتا کہ وہ ناحیہ ہند میں راجہ رمل پاس جائے جس کو جٹی کہتے تھے +

اکھم لوہانہ کو خط میں چچ نے لکہا کہ تم اپنی قوت شوکت اصل لشکر کے سبب سے اپنے تئیں بادشاہ وقت گنتے ہو اگرچہ یہ مملکت و سلطنت و اموال و نعمت و مکنت و مقدرت مجھے آبا و اجداد سے میراث میں نہیں ملی ہیں مگر عنایت و فضل الٰہی سے عطا ہوئی ہیں۔ ملک کو لشکر سے میں نے نہیں حاصل کیا بلکہ خدائے یگانہ بیچون نے سیلائج پر مہربانی کرکے مجھے عنایت کیا ہے ہر حال میں خدا ہی سے مدد پاتا ہوں کسی دوسرے آدمی کی عنایت کا محتاج نہیں ہوتا وہی میرا پروردگار میرے کاموں کا اہتمام کرنے والا ہے۔ وہی مہمات میں میرا یاوری دینے والا ہے۔ وہی کل منازعات و مخالفات میں نصرت و فتح کا بخشنے والا ہے اُسی نے مجھے دو جہان کی نعمتیں دی ہیں۔ اگر تم کو حول و قوت اپنی شہامت و صولت حدت و ابہت پر ہو تو ضرور اسپر زوال آئیگا۔ تمھاری جان کا لے لینا حلال ہوگا +

اکھم لوہانہ کا خط بنام مہتہ حاکم سوستان

جچ کا خط بنام اکھم لوہانہ

اب راے چچ نے اکھم لوہانہ سے لڑنے کا عزم کیا۔ وہ برہمن آباد سے اپنے ملک میں کہیں گیا ہوا تھا
جب اُسنے چچ کے آنے کی خبر سُنی تو وہ برہمن آباد میں آیا اور لڑائی کا سارا سامان تیار کرنے لگا۔ جب
چچ نے برہمن آباد میں قدم رکھا تو وہ اُس سے لڑنے کو کھڑا ہوا طرفین سے بڑے بڑے نامدار لڑنیوالے
مارے گئے آخر کو اکھم کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ حصار میں چلا گیا۔ چچ نے حصار کا محاصرہ کیا اور
یہ محاصرہ ایک سال تک جاری رہا۔ اسوقت ملک ہندوستان میں یعنی کنّوج (قنوج) میں ستّ بال
راج کرتا تھا اکھم نے اسے لکھ کر امداد کی درخواست کی۔ جواب آنے پایا کہ اکھم مر گیا اور اُسکا بیٹا
باپ کا جانشین ہوا۔ اکھم کا ایک دوست سمنی بدھ دھکو (یعنی محفوظ الصنم تھا) اُسکے پاس ایک بت کدہ
تھا جسکا نام بدھ نو وہار تھا اور اُسکے بدھ کا نام دلہا تھا۔ وہ اُسکا پوجاری تھا۔ بڑا عابد زاہد مشہور تھا
اِس نواح کے سب آدمی اُسکے تابع تھے۔ اکھم بھی اُسکا معتقد تھا۔ اسی کا مذہب اختیار کر لیا تھا اسی کو
اپنا قطب سمجھتا تھا۔ جب اکھم حصار میں محصور ہوا تو سمنی نے اُسکی امداد کی تھی۔ وہ لڑا نہیں عبادت خانہ
میں کتابیں پڑہتا رہا۔ جب اکھم مرا اور اُسکا بیٹا جانشین ہوا تو سمنی ہراساں ہوا اُسکو ایذا ابھی نہ
پہنچی وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ ملک و اسباب و اقطاع میرے ہاتھ سے نکل جائیں اس اضطراب میں اُس نے
دیکھ بھال کر حکم لگایا کہ چچ کے حوالہ ملک ہوگا وہ مجھسے موافق ہوگا۔ جب اکھم کا بیٹا لڑنے سے عاجز
ہوا۔ لشکر نے بھی لڑنے سے ہاتھ کھینچے تو حصار چچ کو سپرد کیا گیا اور اسے اپنی حکومت کو مستحکم کیا۔

جب چچ نے سمنی کا حال سُنا کہ اُسنے اکھم اور اُسکے بیٹے سے بیعت کی ہے اور اسی کے سحر و
تلبیس اور جادوگی و تدبیر سے یہ ایک سال قلعہ کی فتح میں التوا ہوا تو اُسنے قسم کھائی تھی کہ اگر اس قلعہ
مجھے فتح نصیب ہوئی تو سمنی کو گرفتار کرکے کھال اُسکی کھچواونگا اور حکم دونگا کہ نقاروں پر وہ منڈھی
جائے اور اُسکے بدن کے پرزے پرزے اُڑائے جائیں۔ جب سمنی نے اِس قسم کو سُنا تو ہنسا اور کہنے
لگا کہ چچ کو یہ دسترس نہیں ہوگی کہ وہ مجھے ہلاک کر سکے۔ برہمن آباد والے مدت تک لڑتے
رہے اور بہت آدمی ہلاک ہوئے تو انھوں نے لڑائی سے ہاتھ کھینچا اور صلح کی درخواست کی
معتمد و معتقد ہونے دونوں کے درمیان پڑکر صلح کرادی اور حصار چچ کو سپرد ہوا۔ اور چچ نے اہل حصار سے
کہدیا کہ جسکا جی چاہے یہاں سے چلا جائے کوئی مانع و مزاحم نہیں ہوگا جس کا جی چاہے یہاں رہے

جب اکھم کے بیٹے سرہند نے چچ کی یہ مہربانی دیکھی تو وہ مع متعلقین کے یہیں رہ گیا۔ چچ یہیں مقیم رہا تاکہ
رعایا کی مزاج شناسی کرے۔ چچ نے سرہند کی ماں سے پیغام اپنے بیاہ کا بھیجا۔ ماں کو بیٹا لے آیا اور بیاہ
ہوگیا۔ چچ نے اپنے برادرزادہ کی لڑکی دھنسہ کو سرہند سے بڑی دھوم دھام سے بیاہ دیا۔ چچ نے ایک
سال یہاں قیام کیا اور اپنی طرف سے عمال مقرر کئے کہ وہ خراج وصول کریں گرد لوہانہ کے حاکموں کو بھی
اُسنے محکوم کیا۔ آخرکار اُسنے یہ پوچھا کہ وہ سمانی ساحر کہاں ہے اُس سے ملنا چاہتا ہوں لوگوں نے کہا کہ
وہ بڑا راہب ہے اور وہ راہبوں ہی میں رہتا ہے وہ حکمار ہند میں یکتا ہے وہ بدھ نووہار کے بت کدہ کا
محافظ ہے اور وہ کل راہبوں میں بڑا اور صاحب کمال ہے اس کو وہ سحر و منتر آتے ہیں کہ اُس نے ایک عالم
کو تسخیر کر رکھا ہے۔ وہ اپنے علم سحر کے زور سے تمام حوائج کو خود دفع کرلیتا ہے۔ وہ سرہند کا بھی دوست تھا
اُسکے باپ کا دوست تھا۔ یہ اسی کی کرامت تھی کہ لڑائی میں ایک سال کا عرصہ لگ گیا

جب حصار برہمن آباد فتح ہوگیا تو چچ سلحداروں و جانداروں کو ساتھ لیکر سمنی کے ارنے کے قصد سے
بدھ نووہار کو روانہ ہوا سلاحداروں کو سکھا دیا کہ جب میں اس سے باتیں کرکے چکا ہوں اور تم کو دیکھوں
تو تم تلوار کھینچ کر اُسکا سر تن سے اتار لینا جب بدھ نووہار میں چچ گیا سمنی کو دیکھا کہ وہ کرسی پر بیٹھا ہوا
معتکف عبادت ہے اور خارہ کی گِل اُسکے ہاتھ میں ہے اور بدھوں کو بنا رہا ہے اور ایک مہر اُسکے
پاس ہے جسکے لگانے سے صورت بدھ کی اس مٹی پر بن جاتی ہے اسطرح وہ بدھوں کو بنا کر رکھتا جاتا
تھا۔ چچ اسکے سرپر کھڑا رہا مگر وہ اُسکی طرف ملتفت نہ ہوا اسمیں ایک گھنٹہ گذر گیا وہ بدھوں کے بنانے
سے فارغ ہوا۔ تو اُسنے سر اٹھایا اور بولا کہ لیسر سلائج آیا ہے۔ چچ نے جواب دیا کہ ہاں اے ناستک
دبدہ مذہب الاسمنی نے کہا کہ تم کس کام کے لئے آئے ہو۔ چچ نے کہا مجھے آپکے دیکھنے کی تمنا تھی
اسلئے آیا ہوں۔ اُسنے ایک عمدہ فرش بچھا کر چچ کو بٹھایا۔ اور اس سے پوچھا کہ آپ کی کیا حاجت ہے
چچ نے کہا کہ میری یہ آرزو ہے کہ میرے ساتھ آپ موافقت کریں اور حصار برہمن آباد میں تشریف لائیے
تاکہ میں آپکو وہاں عامل بناؤں اور بڑے بڑے کام سپرد کروں آپ سرہند کے ساتھ رہیے اور اُسکو
تدابیر و رائے بتلائیے۔ ناستک نے کہا کہ مجھے آپکے ملک کی ضرورت نہیں ہے اشغال دیوانی
سے مجھے رغبت نہیں ہے۔ کاربار دنیوی کی مجھے خواہش نہیں ہے۔ پھر چچ نے اُس سے پوچھا

اگر یہ حال ہے تو پھر حصار برہمن آباد میں کیوں آدمیوں کی طرفداری کرتے تھے۔ اُسنے کہا کہ جب لکھم
لوہانہ مرگیا تو اُس کا بیٹا سر بند باپ کی جدائی سے نہایت غمناک تھا میں اُس کو صبر کرنے پر تنبیہ کرتا
تھا اور خدا کی درگاہ میں دعاء صالحہ کرتا تھا کہ مخالفوں میں صلح و موافقت وہ ظاہر کردے میرے نزدیک
یہی بہتر ہے کہ میں بدھ کی خدمت کروں اور نجات آخرت کی طلب کروں اور اشغال جھگڑے دنیوی سے
پرہیز کروں۔ مگر تم اس ساری مملکت کے راجہ ہو تمہارے حکم سے میں کل قبائل کو لیکر حصار میں چلا جاؤنگا
اگرچہ مجھے یہ خوف ہے کہ اہل حصار زراعت سے بدھ کراہت کرینگے اور ایذا پہنچائینگے چچ نے کہا کہ بدھ کی پرستش
بڑی معظم ہے اور اُس پر مداومت کرنی اولیٰ تر ہے لیکن کوئی تیری حاجت ہو تو مجھ سے کہہ میں
اُس کے پورا کرنے میں اپنی سعادت سمجھونگا۔ ناسک نے کہا کہ مجھے کوئی حاجت دنیاوی نہیں خدا
مجھے مہات اخروی کی توفیق دے۔ چچ نے کہا کہ میں بھی نجات اخروی کا خواستگار ہوں تو مجھے
ہدایت کر کہ میں یہ جانوں کہ کسی کام میں اعانت کرنی میری نجات کا سبب ہوگی۔ سمنی نے کہا کہ تیری
ہمت امور خیرات پر و خرید حسنات پر مقصور ہے تو میں تجھکو بتاتا ہوں کہ ایک پرانی پرستش گاہ ہے
جسکا نام بدھ نوو بہار مشہور ہے۔ زمانہ کے ہاتھ سے اسمیں خلل و زلل آگیا ہے اپنی گرہ کے روپیہ سے
از سر نو تعمیر کرادے اسطرح تیری اعانت سے مجھے فائدہ ہوگا۔ چچ نے کہا کہ میں آپ کی اس عنایت کا
شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جب چچ یہاں سے برہمن آباد کو سوار ہو کر گیا تو وزیر نے پوچھا کہ آپ کا تو عزم
مصمم یہ تھا کہ سمنی کو قتل کرائیے جب آپ اُس کے سامنے گئے تو آپ اُسکی رضا جوئی کے خود خواستگار
ہوئے اور اُسکی درخواست کو منظور کرلیا۔ چچ نے کہا کہ جب میں اُس کے پاس گیا تو مینے دیکھا کہ کوئی
چیز سحر و شعبدہ کی نہیں ہے اور مینے یہ معائنہ کیا کہ میری نظر کے سامنے اُسکے سر پر ایک پیکر کھڑی
ہوئی ہے جب میں بیٹھا تو اُسکی صورت مجھے مکروہ و مہیبناک بدرو معلوم ہونے لگی اُسکی آنکھیں
آگ کی طرح چلتی تھیں غصہ سے بھری ہوئی تھیں اُسکے ہونٹ موٹے اور لمبے تھے اور اُس کے
دانت مثل سنان تھے اُسکے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا جو الماس کی طرح تابان تہا یہ معلوم ہوتا تھا کہ
اب وہ کسی پر اُسکو چلائیگی اُسے دیکھکر میں بہت ڈرا اور اُس سے کوئی بات ایسی نہیں کرسکتا
تہا جسکو تم سن سکو مجھے اپنی بچانے کی فکر تھی میں اُسکی اعانت کرکے اپنی جان بچالایا +

برہمن آباد میں چچ جب تک مقیم رہا کہ مملکت کے تمام کام وجوہ مال و ترفیہ رعایا کا استحکام ہوا اُس نے جاٹوں اور لوہانیوں کو بڑا ذلیل کیا اور اُنکے سرداروں کو سزا دی۔ اُنسے اول لیکر برہمن آباد میں قید کیئے اور یہ شرائط ان کو مجبور کر کے ٹھیرائیں کہ وہ کبھی تلوار نہ باندہیں اگر باندہیں تو نقلی تلوار اور وہ کبھی جامہ زریں پشمینی و مخملی و ریشمی نہ پہنیں اگر چادر ریسمانی پہنیں تو سرخ و سیاہ رنگ کی ہو بے زین اسپ پر سوار ہوں۔ سر و پا برہنہ رکھیں گھر سے باہر نکلیں تو کتے ساتھ رکھیں والی برہمن آباد کے باورچی خانہ کے لیے لکڑیاں بہم پہنچائیں۔ رہبری و جاسوسی کے لئے وہ آدمی بھیجیں جو مخصوص اخلاص کے ساتھ ہوں سرہند بسر اکہم کے ساتھ موافقت رکھیں اگر کوئی اُسکا دشمن اس ملک میں لڑنے بھڑنے آئے تو اپنے اوپر سرہند کی مدد کرنی واجب جانیں۔ غرض اُس نے یہ سب کام کر کے اپنی سلطنت کو مستحکم کر لیا اور جس نے گردن کشی کی و عداوت کی اُس سے اول لئے اور اُس کو ... تاکہ وہ اپنے تئیں درست کرے +

جب چچ کو ان کاموں سے فراغت ہوئی تو اُسنے یہ ارادہ کیا کہ کرمان کی حدود کو متعین کرے کہ ہند کی سلطنت کی حدود سے ملی ہوئی تھیں کسریٰ بن ہرمز کے مرنے اور ملک فارس کی بربادی کے بعد اس وقت سلطنت میں امور سلطنت ایک شہزادی دختر توران یا دختر زمان کے ہاتھ میں تھی جب چچ کو یہ معلوم ہوا تو اُسنے لشکر اعظم کو ساتھ لیکر کرمان جانے کا ارادہ کیا۔ اور جوتشیوں نے سفر کی ساعت نیک مقرر کی اُسمیں وہ ارمابیل کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں کا حاکم اُسکے استقبال کو آیا۔ باہم قول و قرار ایسے ہو گئے کہ جنسے اُنکے درمیان مودت و محبت دلوں میں قائم ہو گئی۔ یہاں سے وہ مکران کو روانہ ہوا۔ راہ میں جو رئیس ملا اُسنے اطاعت اُسکی اختیار کی۔ بلاد مکران اور کوہستان سے نکل کر وہ ارمائیل کے بلاد میں پہنچا۔ یہاں ایک پرانا حصار کہ بوریتھا اُسکے از سر نو تعمیر کرنے کا حکم دیا اور تمام گرد کے دہاقین کو جمع کر اس عمارت کو پورا بنوا دیا اور یہ حکم جاری کیا کہ ہر روز صبح شام پانچ باجوں کی نوبت بجا کریں۔ یہاں سے پھر کرمان کی طرف گیا ایک ندی کے کنارہ پر ٹھیرا کہ مکران اور کرمان کے درمیان رواں تھی۔ یہاں شرقی حد مقرر کی اور اس ندی کے کنارہ پر کھجور کے درخت لگائے اور یہ نشان کر دیا کہ چچ بن سلائج بن بسالس کے عہد میں ہند کی حد تھی اور آج وہ ہمارے قبضہ میں آئی۔ یہاں سے چل کر وہ ارمابیل میں آیا۔ اور توران کے ملک میں گذر کر

دشت تورانی میں آیا۔ سدراہ میں کوئی شخص اُس سے لڑنے کو نہیں کھڑا ہوا۔ پھر وہ بلاد قندابیل (قندھار)
میں آیا۔ یہاں بھی بیابان کو طے کر کے حصار کا قصد کیا۔ آدمیوں نے اس میں پناہ لی۔ پس جب
ندی سیتی کے کنارہ آیا تو یہاں خیمہ لگایا۔ اہل حصار کو ایسا تنگ کیا کہ مال گزاری کے لئے انھوں
نے لاکھ درہم اور ایک ہزار کوہی اسپ سالانہ دینے کا اقرار کیا۔ یہاں سے اپنی دار السلطنت الور
میں آیا۔ یہیں مقیم رہا جب تک کہ سفر آخرت پیش آیا۔ چالیس برس تک سلطنت کی اور ملک کی آبادی
اور افزائش میں کوشش کی +

چچ کے بعد چندر بن سلائج کا تخت نشین ہونا +

چچ کی وفات کے بعد اُسکا بھائی چندر بن سلائج دار الملک الور میں تخت نشین ہوا۔ اسنے
راہبوں اور ناستکوں (بدھوں) کے مذہب کو بڑی تقویت دی اور اس مذہب کے مسائل کو رواج دیا
بہت سے آدمیوں کو بزور شمشیر اس مذہب میں داخل کیا۔ اسکو سلاطین ہند نے بہت سے خطوط و مکتوب لکھے
جب مہتہ رئیس سوستان راجہ کنوج (قنوج) پاس پہنچا۔ ہندوستان کا ملک اس وقت
نہایت سرسبز ہو رہا تھا۔ قنوج میں سہی رس بن راسل راجہ تھا۔ مہتہ نے اس پاس جاکر یہ کہا کہ
چچ بن سلائج مرگیا اور اُسکا بھائی چندر جو راہب ہے تخت نشین ہوا۔ وہ ناستک ہی عبادت خانہ
میں سارے دن وہ ناستکوں اور راہبوں اور مذہبی آدمیوں کے ساتھ تدریس علم میں مشغول رہتا ہے ایسے آدمی سے
سلطنت کا چھین لینا سہل ہے اگر راجہ اس ملک پر قبضہ کرکے مجھے عنایت کرے تو اس نواح
کی مال گزاری میں اپنے ذمہ لیکر راجہ کے خزانہ میں بھیجا کروں۔

سہی رس نے مہتہ سے کہا کہ چچ کا ملک بزرگ اور ولایت اسکی وسیع تھی وہ مرگیا اگر اُسکے
ملک پر میں قبضہ کرلوں اور کسی حصے میں تجھے حاکم مقرر کروں تو میری مملکت وسیع ہوجائے اور
پس سہی رس نے اپنے بھائی برہاس بن کسائس کو روانہ کیا۔ ملک کشمیر ورمل میں چچ کا نواسہ
راج کرتا تھا اُسنے بھی برہاس کے شریک ہونیکا وعدہ کیا اور دونو لشکر لیکر روانہ ہوئے اور وہ ہاکڑہ
ندی کے کنارہ پر پہونچے حصار دیول میں جو چندر کے گماشتے اور اہلکار تھے وہ بھاگ گئے
اس حصار پر حملہ آور ہوئے قبضہ کیا اور آگے بڑھے اور سند کا ہوپہ پر پہونچے۔ یہاں ایک مہینہ
قیام کیا اور بدہ کی پوجا کی چندر بن سلائج پاس قاصد اور نامہ بھیجا کہ تم یہاں آؤ اور ہماری اطاعت

اختیار کریں اور ہم تمہاری حفاظت کریں چندر نے اُنکے اور اطاعت سے انکار کیا اور سامان جنگ مہیا کیا
سی ہرش نے داہر پاس ایلچی بھیجا۔ کچھ دنوں فریب کی چالیں چلا مگر کوئی داؤ نہ چلا
پھر شہر برہمن آباد میں سلطنت قائم ہو گئی۔ چندر کی سلطنت قائم ہو گئی۔ وہ نہایت طمع سے رہنے لگی سات برس تک اس نے راج کیا
آٹھویں سال موت آگئی۔ الور کے تخت پر داہر بیٹھا اور برہمن آباد میں چندر کا بیٹا راج راجہ ہوا
مگر یہاں راج کی حکومت ایک برس رہی کہ وہ مر گیا۔ اسکے بعد دھرسیہ بن چچ نے اس ملک پر
قبضہ کیا۔ اسکی بہن مائی اس بھائی کے ساتھ بہت موافقت رکھتی تھی اور اُس کی اطاعت
کرتی تھی الھم کے بیٹی سے دھرسیہ نے شادی کی اور وہ پانچ برس تک برہمن آباد میں رہا۔ اطراف کے
روساء نے اُسکی اطاعت اختیار کی۔ کچھ دنوں وہ قلعہ راور میں رہا۔ اس قلعہ کی بنیاد چچ نے
ڈالی تھی۔ مگر اسکو پورا بنا ہوا اپنی زندگی میں نہیں دیکھ سکا۔ مگر دھرسیہ نے اس کام کو پورا کیا اور
آس پاس کے باشندے یہاں بسائے اور اسکا نام راور رکھا اور پھر وہ برہمن آباد چلا گیا اور یہاں اپنی
سلطنت کو نہایت مستحکم کیا۔

ایکدن دھرسیہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میری بہن بیاہنے کے قابل ہو گئی ہے اور کہیں اسکا بیاہ
نہیں ہوتا کہ اس کے پاس قاصد یہ پیغام لیکر آئے کہ ملک رامل میں جو بھاٹیہ کا راجہ سوہن ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ
آپ اپنی بہن کا بیاہ اُسکے کر دیں اُسنے بہن کا جہیز شاہانہ تیار کیا اور سات سو گھوڑے اور پانچ سو پیادے
بہن کے ہمراہ کر کے الور کو راجہ داہر پاس بھیجدیا۔ اور بھائی کو لکھا کہ وہ بہن کی شادی بھاٹیہ کے راجہ
سے کر دے اس راجہ نے یہ اقرار کر لیا ہے کہ وہ حصار کو اپنی بیوی کے مہر میں دیدیگا۔ قاصد الور
میں آیا اور ایک مہینہ تک ٹھہرا رہا۔ ارکان شاہی میں سے کسی ایک نے راجہ داہر سے کہا کہ ایک منجم بڑا صاحب
کمال آیا ہے۔ راجہ نے کہا کہ تم جاکر ہمارے سفر و حضر و رونق مملکت و امور سلطنت کے باب میں استفسار
کرو اُسنے کہا کہ مہاراج راجاؤں کو یہ زیبا نہیں ہے کہ حکماء و علماء و فضلاء کے لئے اپنے دربار میں آنے کا
وقت تنگ کریں کیونکہ یہی ہمارے امام اور پیشوا ہیں اُنکی خدمت میں جانا اور اُنکا احترام کرنا اپنے
اوپر لازم کرنا چاہئے کہ اُنکی رضا سے جاہ و مراتب کو ازدیاد و دوام ہوتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ آپ
خود روبرو ہو کر منجموں سے پوچھیں گچھیں یہ سنکر راجہ داہر خود منجم پاس گیا اور بہت سے سوالات کیے

منجملہ انکے ایک یہ بھی تھا کہ ہماری بہن مائی کے طالع کی کیفیت کیا ہے منجم نے کہا کہ حساب سے یہ معلوم
ہوتا ہے کہ وہ حصار الور سے باہر نہیں جائیگی اور جس شخص کے تحت فرمان ملک ہندوستان ہوگا
اسسے اس کا بیاہ ہوگا۔ منجم سے یہ بات سن کر راجہ کو فکر ہوا وزیر بدھی من اپنے باپ کے وزیر کو بلایا۔ یہ
سارا حال اسکو سنایا۔ وزیر نے کہا کہ مہاراج یہ چار چیزیں جب اپنے مقام سے نکل جاتی ہیں تو پھر
اپنی جگہہ پر قائم نہیں ہوتیں بادشاہ اپنے ملک سے۔ وزیر اپنی وزارت سے۔ گردا اپنے جیلوں سے
بال اپنے ن سے۔ بادشاہ مملکت کے لئے اپنے بھائیوں اور عزیزوں کی جان لے لیتے ہیں ان کو جلاوطن
کر دیتے ہیں اور انکی مداخلت اور مشارکت کو ملک داری میں روا نہیں رکھتے جب بادشاہ معزول ہو جاتا
ہے تو عوام الناس کے مساوی ہو جاتا ہے۔ منجم نے جو حکم لگایا ہے اسکے موافق آپ کو اپنی بہن کے ساتھ
بیاہ کر لینا چاہئے۔ اور اس کو اپنے تخت پر اپنی برابر بٹھانا چاہئے تاکہ یہ مملکت تیری قائم رہے
داہر نے وزیر سے یہ پوچھہ کر ان پانچ سو آدمیوں کو جو اسکے خواص اور معتقد تھے بلایا۔ اور یہ فرمایا
کہ مجھے ہر حال میں اعتقاد اور اعتضاد تمھاری کفایت وشہامت پر ہے تمھاری مشاورت و صلاح بغیر
میں کوئی کام سلطنت کا نہیں کرتا۔ منجم نے یہ کہا ہے کہ مائی اس حصار کے باہر نہیں جائیگی اور شوہر اسکا
وہ شخص ہوگا جسکے قبضہ میں مملکت ہوگی۔ ایسا نہ ہو کہ سلطنت کا انقلاب ہو۔ راج پاٹ چھوڑنا
بڑا دشوار ہے۔ بدھی من وزیر نے جو مصلحت بتلائی ہے وہ نہایت شرمناک ہے اس سے برہمنوں کے
خاندان کا منہ کالا ہوتا ہے جب اسکا شہرہ ہوگا تو اور راجا اور پرجا ذات سے نکال دینگے اب تم
سب سوچ کر جواب دو۔ راجہ کی اس وسوسہ کے دور کرنے کے لئے بدھ من وزیر نے یہ حکمت نکالی
کہ ایک بکری کی پشم پر خشخاش کے دانے بو کر اسکو سرسبز کیا اور اسکو شہر میں چھوڑ دیا سارے شہر
میں اسکی دھوم مچ گئی۔ جو ہے اسی کا ذکر کرتا ہے اور تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہے مگر تین روز کے بعد
پھر کسی نے اسکو نہ پوچھا کہ وہ کیا ہے۔ وزیر نے یہ تماشا دکھا کر راجہ سے کہا کہ جو کام نیک و بد
ہوتا ہے اسکا چرچا تین چار روز تک رہتا ہے پھر کوئی اسکی خیر و شر کو یاد نہیں کرتا۔ بادشاہ پر
یہ فرض ہے کہ وہ کام کرے جس سے سلطنت ہاتھ سے نہ جائے غرض وزیر کی اس فہمائش سے ان پانچسو
آدمیوں نے بھی اس پر اتفاق کر لیا کہ راجہ اپنی بہن سے بیاہ کر لے۔ راجہ نے بھی کہا کہ بہن سے شادی کر لی

اور اسکا حال سب خاص و عام پر کھل گیا - اسکے بعد راجہ داہر نے اپنے بڑے بھائی دھرسیہ کو
بقصد تعظیم و تکریم خط میں سارا حال اول سے آخر تک لکھا - دھرسیہ نے اس خط کے جواب میں لکھا
کہ یہ کام تم نے خواہ بمجبوری کیا ہو یا باختیار کسی طرح اچھا نہیں تمہارا عذر قابل پذیرائی نہیں ہے
یہ خط دھرسیہ کا داہر پاس پہنچا تو اُسنے ارادہ کیا کہ بھائی پاس جایئے اور معذرت کیجئے - اس کی
صلاح وزیر سے پوچھی - وزیر نے کہا اگر وہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو تو پہلے جان سے ہاتھ دہو لو
اِس معاملہ میں دونو بھائیوں میں بہت کچھ خط کتابت ہوئی جسکا انجام یہ ہوا کہ الور پر دھرسیہ نے
چڑھائی کی - بہت دنوں تک داہر کی گرفتاری کی فکر میں رہا - اُس کو اپنے پاس بلاتا رہا - داہر کو
بدھی من وزیر سمجھاتا رہا کہ تو بھائی پاس گیا نہیں کہ مارا گیا نہیں غرض دونو بھائیوں میں خوب دانو
پیچ ہوئے مگر ایک دوسرے کو پچھاڑ نہ سکا - دھرسیہ کو ان رنجشوں سے ایک دن تپ چڑھی دوسرے
دن بدن پر آبلے نکلے چوتھے روز جان عزیز رخصت ہوئی - داہر کو اسکی خبر ہوئی اُس نے بھائی کے
لشکر میں جانے کا قصد کیا اس حال میں بھی بدھی من وزیر نے جانے سے منع کیا اور یہ لومڑی کی
نقل سنائی کہ ایک لومڑی چلنے پھرنے سے جب عاجز ہوئی تو مردہ بن کر وہ لیٹ جاتی مردار خوار جانور
اُسکے کھانے کو کٹھے ہوتے یہ اُنہیں سے کسی کو نوش جان کرتی - راجہ صاحب کہیں یہی واقعہ آپ کو
نہ پیش آئے - غرض جب سب طرح سے تحقیق ہو گیا کہ دھرسیہ حقیقت میں ہی گیا ہے تو داہر اُسکے
لشکر میں گیا اور اُس کی لاش کو جلایا +

داہر برہمن آباد میں آنکر ایک سال مقیم رہا کہ اطراف ملک کے رئیسوں کو مطیع کرے اُس دھرسیہ کے
بیٹے پر بڑی مہربانی اور شفقت کی - پھر وہ سوستان گیا - وہاں سے راور جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے - یہاں کی
آب و ہوا خوش تھی جاڑے کے چار مہینے یہیں بسر کئے - آٹھ برس تک وہ ملک کے انتظام میں ساعی رہا تو اسکی
سلطنت ہندوستان میں بخوبی قائم ہو گئی - اِس کے راج کی دھوم مچ گئی - رمل کے رئیسوں کو اسکی
دولت اور ہاتھیوں کا حال معلوم ہوا -

رمل کے رئیس ایک لشکر جرار اور ہاتھیوں کو ساتھ لیکر بڑے ساز و سامان سے داہر سے لڑنے
لیئے بدھیہ کی راہ سے قلعہ اور پر آئے اور اُسکو فتح کرکے وہ الور پہنچے - داہر کو جب اسکی

+ [illegible]

خبر پہونچی تو اُسنے بدہی من وزیر کو بلا کر کہا کہ ایک دشمن قوی ہماری ولایت میں آگیا ہے آپ کی صلاح
و مشورہ اسکے دفع کرنے کے لئے کیا ہے مطلع کیجئے۔ وزیر نے کہا کہ بقا پادشاہ را۔ اگر آپ حرب کی
تقویت و شوکت ایسی رکھتے ہیں کہ اُس سے لڑ سکتے ہیں تیغ تلوار میان سے نکالئے اور لڑائی کے لئے
کمر باندہیے اور دشمن کو دفع کیجئے اگر یہ نہیں ہو سکتا تو مصالحت و موافقت کیجئے۔ اہل دنیا بادشاہ
اسی دن کے لئے دفینے رکھتے ہیں کہ کیا اسکو سپاہ میں خرچ کرکے دشمن سے لڑتے ہیں یا اُسکو بخشش
دیکر دفع کرتے ہیں آدمی کے دین دنیا کے کام دولت ہی سے سرسبز ہوتے ہیں دنیا میں دشمنوں کو وہ
دفع کر دیتی ہے آخرت کے لئے وہ زاد راہ تیار کر دیتی ہے۔ داہر نے کہا کہ مجھے اس عار اٹھانے سے کہ دوسرے
کے آگے سر جھکاؤں مرنا بہتر معلوم ہوتا ہے

محمد علافی بنی سامہ میں سے داہر کے پاس پانسو عرب لیکر آگیا تھا اُسکا حال پیچھے بیان ہوگا
اُسکو بدہی من وزیر نے راجہ داہر کو بتلایا کہ اہل عرب کی برابر کوئی شیوہ جنگ نہیں جانتا اُس سے
کہ وہ تیری طرف سے لڑے۔ راجہ داہر ہاتھی پر بیٹھ کر اُسکے گھر گیا اور کہا کہ اے وجیہ العرب میں تجھے
عزیز رکھتا ہوں اور بہت رعایت تیرے ساتھ کرتا ہوں مجھ پر یہ کڑا وقت آیا ہے کہ ایک دشمن قوی
سر پر آگیا ہے اس میں تیری رائے صواب کیا ہے اس سے اطلاع دے جو کچھ تو کر سکتا ہے۔ اُسنے کہ محمد علافی
نے کہا کہ راجہ کو خوشدل ہونا چاہیے اور کوئی اندیشہ نہ کرنا چاہیے کہ میری تدبیر دشمن کے مٹا دینے کے
لئے کافی ہوگی۔ محمد علافی نے پانسو عربی سپاہیوں اور باقی ہندی سپاہیوں کے ساتھ اہل کے لشکر پر شب خون
مارا اور چاروں طرف سے گھیر لیا۔ دشمن کا لشکر پریشان ہو گیا۔ اسی ہزار آدمی اور پچاس ہاتھی گرفتار
کئے اور گھوڑوں اور ہتیاروں کا تو حساب ہی نہیں کہ کتنے ہاتھ آئے غرض بڑی فتح نمایاں حاصل کی۔
دوسرے روز قیدی آئے اُنکے قتل کا حکم ہوا۔ مگر وزیر علافی نے کہا کہ جب بادشاہوں کو خدا تعالے
فتح دے اور دشمن کے اکابر و اعیان اسیر ہوں تو اُنپر رحم کرنا چاہئے۔ بہتر ہے کہ ان قیدیوں کی
جان بخشی کی جائے۔ اس سفارش سے داہر نے قیدیوں کو رہا کر دیا۔ داہر نے وزیر مبارک تدبیر
محمد علافی سے کہا کہ جو کچھ تم چاہتے ہو وہ مانگو۔ وزیر نے کہا کہ میرے بیٹا کوئی نہیں ہے کہ میرا
نام دنیا میں زندہ رہے اسلئے آپ یہ حکم دیجئے کہ دار الضرب میں جو سکے ڈھلیں ونکے ایک طرف

میرا نام ہو اور [illegible] کی طرف آنکھا جس سے ملک سندھ میں میرا نام ہمیشہ یادگار رہے۔ راجہ نے یہی حکم دیدیا اُس کی سلطنت کو پھر استحکام ہوگیا۔ یہی راجا فی حقیقت سرتاج ہا کہ مسلمانوں کی مداخلت اس کے راج میں شروع ہوئی

تحفۃ الکرام میں لکھا ہے کہ چچ نے وہرت راجہ چتور یا جی پور کو مار کر اپنی سلطنت سنہ ہجری میں جمائی چالیس برس سلطنت کی۔ اس کے بعد راجہ چندر راجہ ہوا اُس نے آٹھ برس راج کیا اُس کے بعد راجہ داہر ۳۳ برس سلطنت کر کے سنہ ۹۳ھ میں مارا گیا + ان برہمنوں بنس کی راج کی مدت ۹۲ سال ہوتی ہے مگر جو اوپر اُس نے تفصیل لکھی ہے اُس سے ان تینوں سلطنتوں کی مدت ۸۱ سال ہوتے ہیں +

ملک سندھ پر اہل عرب کی حملہ آوری اور فتحیابی

ہم نے پہلے بیان کیا کہ بلاد کرمان و سجستان کی فتح سے اہل عرب کی سلطنت کا ڈانڈا ملک سندھ کی سلطنت سے مل گیا تھا۔ قاعدہ ہے کہ زبردست سلطنت کی ہمسایہ میں جو کمزور سلطنت ہوتی ہے ہمیشہ زبردست سلطنت کی محکوم ہوجاتی ہے اسلیے ضرور تھا کہ ملک سندھ پر اہل عرب کا تسلط ہو۔ آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر کے زمانہ تو اہل عرب کو ملک سندھ کی طرف کچھ خیال نہیں ہوا مگر بعد اس زمانہ کے خلفاء کے عہد میں عربوں نے اس ملک پر حملے کیے اور فتحیں پائیں یوں حملات و فتوحات کو بالترتیب اول سے اس زمانہ تک کہ سلسلہ خلافت عرب سے ملک سندھ جدا ہوگیا بیان کرتے ہیں

خلفاء راشدین

اِس خلافت میں سنہ ۱۵ھ میں عثمان بن عاص ثقفی حاکم بحرین و عمان نے حضرت عمرؓ سے کچھ بغیر صلاح و مشورہ عمان کی راہ سے ساحل ہند پر ایک لشکر جنگ و غزا کے لئے بھیجدیا۔ وہ بمبئی میں تانک آیا اُسپر حضرت عمرؓ نے ناراض ہوکر یہ خط لکھا کہ اے برادر ثقفی تو نے لکڑی میں گھن لگادیا اس مہم میں میرے آدمی [illegible] اُتنے آدمی تیرے قبیلے سے قتل کرتا +

اسی زمانہ [illegible] عثمان جو بحرین کا حاکم [illegible] بھروچ پر فوج بھیجی کشتیاں لشکر سمیت دریا کی راہ سے روانہ کیں اور اس لشکر کا سردار اپنے بھائی [illegible] بن العاص کو مقرر کیا۔ تاکہ اُس نے دیبل پر پہنچے اس زمانہ میں ملک سندھ میں [illegible] بن سلاج [illegible] سے چلا آتا تھا۔

یہاں کے رہنے والے تجارت پیشہ تھے سہبا بن دیو رائج یہاں چچ کی طرف سے حاکم تھا جب اہل عرب کا
لشکر دیبل پر پہنچا تو وہ اُنسے لڑنے آیا لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ ایک شخص ثقفیوں میں سے یہ حکایت کرتا ہے
کہ مغیرہ ابن العاص کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی اور زبان پر بسم اللہ فی سبیل اللہ کا کلمہ تھا وہ شہید ہوگیا۔ اُسسے
لوگوں نے پوچھا کہ تو تو لڑ رہا تھا تو نے یہ آواز کہاں سے سن لی اُس نے کہا کہ ہاتھ لڑتا تھا گوش اِس آواز سنتا تھا

تھوڑے دنوں کے بعد عراق کا حاکم ابو موسی اشعری مقرر ہوا۔ ربیع بن زیاد حارثی کو اُس نے
بلاد کرمان و مکران میں حاکم مقرر کیا۔ دار الخلافت سے ابو موسی اشعری کے نام حکم آیا کہ ممالک و مسالک سند
کا حال حتی الوسع دریافت کرکے اطلاع دے۔ ابو موسی اشعری ابھی مغیرہ کی مہم کا حال دیکھ چکا
تھا اُسنے خلیفہ کو جواب لکھا کہ ہند و سند کا راجہ بڑا طاقتور اور متکبر خبیث الباطن و بدہ پرست ہے
اُس پر حضرت عمرؓ نے تاکیدی احکام جاری کر دیے کہ ہند پر جہاد نہ کیا جاوے۔ بحری مہمات حضرت عمرؓ کو
پسند خاطر نہ تھیں اسمیں بہت سی مصلحتیں تھیں وہ خوب جانتے تھے کہ اہل عرب سطح و ساحل بحر
پر بحری کاموں میں مشاق نہیں ہیں بحر قلزم کے ساحل پر اہل عرب بحری کاموں میں ایسے مشاق
وچست و چالاک نہ تھے جیسے کہ بحر ہند کے ساحل پر۔ جب ملک مصر فتح ہوا ہے تو انہوں نے عمرو بن
عاص سے پوچھا کہ سمندر کا حال کیا ہے تو اُسنے جواب میں لکھا کہ سمندر ایک بڑا لو کھر ہے جسمیں بعض
پانی کو اسطرح کاٹ کے چلتے ہیں جسطرح لکڑی کے شہتیروں کو کیڑے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے
بحری مہمات کی ممانعت فرمادی حضرت عثمانؓ کی خلافت میں یہ ممانعت دور ہوئی۔ امیر معاویہ نے
۲۸ھ میں جزیرہ قبرس پر جسکو اب سائی پرس کہتے ہیں حملہ کیا ہے۔ پھر مسلمانوں میں بحری مہمات کا
آغاز ہوا۔ اور امیر معاویہ نے اپنی خلافت میں تو دشمنوں کے مقابلہ میں بحری لشکر روانہ کئے۔

۲۳ھ میں عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ کرمان کو فتح کرکے سیستان یا سجستان میں داخل ہوا اور اُسکی
دار السلطنت کو جو اشیر کو جوشش خیمہ بے چوب تھا فتح کیا اور مکران میں آگے قدم بڑھایا۔ اہل مکران نے
فرمان رواے سندہ سے امداد طلب کی۔ اُسنے اپنا لشکر اُنکی امداد کے لئے بھیجا مگر دونوں لشکروں نے اہل لشکر
اسلام سے ایک رات میں ہزیمت پائی کوفی لکھتا ہے کہ اس لڑائی میں ہند و سند کا فرمان روا بھی مارا
ان فتوحات کے جوش میں آکر عبد اللہ بن عامر نے حضرت عمرؓ سے دریاے سندہ کے عبور کرنیکی درخواست کی

مگر وہ اپنی اسی محتاط تقریر کے پابند تھے اسلئے یہ درخواست نامنظور فرمائی۔ اس خلافت میں شہر بصرہ کی
بنیاد بھی اس نظر سے ڈالی گئی کہ فارس اور ہند کے رستہ پر قبضہ ہوجاوے اور خلیج فارس کی آمد و رفت
پر اختیار ہوجائے اور شاہی خاندان فارس کے بھاگ جانیکا یہ رستہ بھی بند ہوجاوے۔ بصرہ کے بندرگاہ
میں اب تک یورپ کے جہازوں کی آمد و رفت ہے ہند کی تجارت کے لئے یہ عمدہ رستہ و قیام گاہ ہے۔

خلافت حضرت عثمانؓ

اس خلافت میں ہر دل عزیز ابو موسیٰ اشعری کی جگہ عبد اللہ بن عامر بصرہ میں حاکم مقرر ہوا
اسنے یہ خیال کرکے کہ مشرق میں سلطنت بڑہانیکا موقع یہ خوب ہے خلیفہ سے اجازت حاصل کر کے
حکیم بن جبلہ العبدی کو اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ سجستان و مکران کا اور نیز ملک سندھ کا
حال تحقیق کر کے اطلاع دے حکیم بڑا سخن گو اور شاعر کامل تھا بعض کہتے ہیں کہ امیر المومنین عثمان رضی
عبد اللہ بن عامر کو لکھا تھا کہ حکیم ابن جبلہ کو ہندوستان روانہ کرے کہ وہ ممالک ہند و سند کا حال
تحقیق کرے۔ عبد اللہ نے اُسے بھیجا یا وہاں سے اُسنے سارے حالات تحقیق کر کے عبد اللہ کے پاس آیا۔ اور اُنکو
بشرح و بسط اُسکے روبرو بیان کیا عبد اللہ نے اُسکو امیر المومنین عثمانؓ پاس بھیجدیا۔ وہ جب اُن کی
خدمت میں حاضر ہوا تو اُنھوں نے اُس سے پوچھا کہ اے حکیم تو نے ہندوستان کو دیکھا وہاں کے حالات
کیا ہیں اُسنے کہا کہ ہاں میں نے دیکھا کہ آب کم یاب ہے میوہ ترش و بے مزہ۔ زمین سنگ لاخ۔ باشندے وہاں کے
بہادر اگر تھوڑی فوج وہاں جاوے تو اُسے وہاں کے آدمی کھا جائیں اور اگر زیادہ جاوے تو بھوکی پیاسی
مرجائے اسپر حضرت عثمان نے پوچھا کہ عہد و پیمان کے ایفا میں اہل ہند کا کیا حال ہے تو اُس نے جواب دیا
کہ بڑے خائن اور غدار ہیں یہ حالات سُن کر خلیفہ نے عبد اللہ کو لکھہ بھیجا کہ سندھ پر لشکر کشی سے
احتراز کرے حکیم ملک کے ایسے بڑے حصہ میں آیا کہ جسکے حالات دریافت ہونے سے اہل عرب کا
خیال اس طرف فتوحات کا سرد ہوگیا +

خلافت حضرت علیؓ

حضرت علی مرتضیٰ رضی کی خلافت میں عامر بن حارث یہ روایت کرتا ہے کہ انہوں نے تاغر بن دعور کو
سرحد ہند کے لشکر پر افسر مقرر کیا۔ اور ایک لشکر اُسکے ساتھ کیا جسمیں ایک جماعت اکابر و اعیان
کی تھی ۳۸ھ میں وہ براہ بہرج و کوہ پایہ سے روانہ ہوا۔ جہاں گیا وہاں مظفر و منصور ہوا غنیمت و
لونڈی غلام اسکے ہاتھہ لگے اسی طرح کیکانان یعنی کنکان میں پہنچا جہاں کے بیس ہزار آدمی اُسکے

روکنے اور لڑنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ اس لشکر میں حارث بن مرہ بڑا مرد شجاع تھا۔ ایک ہزار سوار مبارز اسکے لشکر میں تھی سخت لڑائی شروع ہوئی کہ اہل عرب کا رستہ اہل کیکان بند کرنا چاہتے تھے مگر اہل عرب نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ سارے چپ و راست کے پہاڑ گونج اٹھے اور دشمنوں کے لڑائی سے پیر اکھڑ گئے۔ بعض نے آنکر اسلام قبول کیا۔ باقی حیران و پریشان فرار ہوگئے۔ یہ ایک افسانہ مشہور ہے لوگ کہتے ہیں کہ آج تک ان پہاڑوں سے اللہ اکبر کی آواز آتی ہے۔ یہ فتح حاصل ہو ہی رہی تھی کہ امیر المومنین حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر آئی جب وہاں سے لشکر پھر کر مکران میں آیا تو سنا کہ امیر معاویہ خلیفہ ہوگیا۔ اس لڑائی میں حارث بن مرہ نے بڑا نام پایا +

خلفاء خاندان اموِیہ یعنی بنی امیہ کی خلافت ۴۱ھ-۱۳۲ھ ۶۶۱-۷۵۰ء

اس خاندان میں اول خلیفہ امیر معاویہ ہوا اُسنے عبداللہ بن سوار کو چار ہزار سوار دیکر ہند کی سرحد پر جو کیکان کی طرف ہے حاکم مقرر کیا۔ عبداللہ کی سخاوت کا حال یہ تھا کہ سوا اُسکے گھر کے کسی اور شخص کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ مشرقی سرحد پر اُسنے بہت غنیمت حاصل کی جب وہ امیر معاویہ پاس گیا تو اُسنے کیکان کے گھوڑے نذر کئے۔ وہ تھوڑے دنوں امیر معاویہ کی خدمت میں رہا۔ پھر کیکان میں آیا جہاں ترکوں نے اپنا سارا لشکر جمع کرکے اُسسے لڑے اور اُسکو مار ڈالا +

اسی حال کو چچ نامہ میں یوں لکھا ہے کہ امیر معاویہ نے عبداللہ بن سوار کو چار ہزار سوار دیکر ولایت سندھ حوالہ کی اور یہ کہا کہ وہاں ایک کوہ کیکان ہے جہاں کے گھوڑے بلند قامت و موزوں صورت ہوتے ہیں وہ پہلے غنائم میں میرے پاس آ چکے ہیں مگر وہاں کے آدمی غدار ہیں پہاڑوں میں پناہ گیر ہوکر اپنے تمرد اور سرکشی کی سزا سے بچ جاتے ہیں عمرو بن عبداللہ بن عامر کو زابل کو فتح کرنیکے لئے بھیجا۔ اوپر کے واقعہ کی روایت اسطرح ایک اور طرح سے بھی کی گئی ہے کہ جب عبداللہ بن سوار چار ہزار سوار کے ساتھ بھیجا گیا تو کوئی شخص اسکے لشکر میں آگ نہیں جلاتا تھا کل زاد راہ ہمراہ تھا۔ ایک رات کو شعاع آتش نمایاں ہوئی جب اُسکی تحقیقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ کسی زن حاملہ کو آگ کی ضرورت پڑی تھی اُسنے آگ روشن کی تھی عبداللہ نے اس عورت کو آگ روشن کرنے کی اجازت دیدی تو وہ ایسی خوش ہوئی کہ تین دن تک سارے لشکر کو کھانا کھلایا۔ پس جب وہ بلاد کیکان میں پہنچا تو دشمنوں کا غلبہ ہوا پہاڑ کے تمام دروں

دشمنوں نے بند کر دیا عبد اللہ اپنے سلاحداروں اور خواص کے ساتھہ لڑنے کھڑا ہوا اور پکار کرکے کہا کہ ای فرزندان مہاجرین و انصار دشمنوں سے لڑنے میں روگردانی مت کرو اور اپنے ایمان میں خلل مت ڈالو شہادت پاؤ مگر کیکانیوں نے لشکر اسلام کو شکست دیدی اور عبد اللہ بن سوار شہید ہوا۔ اُسکی جگہہ سنان بن سلمہ مقرر ہوا۔ اسکے بعد امیر معاویہ نے زیاد والی عراق کو لکھا کہ کسی ایسے شخص کو انتخاب کرو کہ وہ ملک ہند کے لئے لائق و شائستہ ہو۔ زیاد نے حنف قیس کو انتخاب کیا جو مومنین میں سب میں لائق تھا۔ وہ مکران میں گیا اور دو سال ایک مہینہ کے بعد وہ معزول ہوا+

ایک مورخ اس طرح اس اوپر کے حال کو لکھتا ہے کہ زیاد بن ابوسفیان نے سنان بن سلمہ کو ہند کی حکومت حوالہ کی وہ بڑا لائق اور خداترس تھا۔ یہی اول شخص تھا کہ جس نے سپاہیوں کے حلف میں بیوی کے طلاق دینے کی سزا داخل کی۔ اُس نے اپنے منصب کے کاموں کو بہت اچھی طرح سے کیا۔ مکران کو زیر کیا اور وہاں شہر آباد کئے۔ وہیں سکونت اختیار کی اور تمام اضلاع سے مالگزاری کا روپیہ وصول کیا۔ ابن الکلبی اس فتح کو حکیم سے جسکا اوپر ذکر ہوا منسوب کرتا ہے۔ ہندلی روایت کرتا ہے کہ جب زیاد نے بن سلمہ کو معزول کیا تو اُسکی جگہہ راشد بن عمر المندر کو مقرر کیا۔ راشد شریف اور بزرگ بہت تھا۔ امیر معاویہ نے اُسے بلایا اور اپنے پاس تخت پر بٹھایا اور بزرگان سلطنت سے اُسنے کہا کہ راشد مرد شریف ہے۔ اسکی اطاعت سب پر واجب ہے جانیں لڑائی میں اُسکی مدد کریں تمہارا اسکو یہ چھوڑیں جب وہ مکران میں گیا تو اپنے اعیان اور بزرگوں کے ساتھہ سنان سے ملاقات کرنے گیا۔ اُس کو کامل قوی سے اور لشکر کشی کے لئے ایک مرد بزرگ دیکھا دونو ساتھہ ملے امیر معاویہ نے سنان کو لکھہ بھیجا تھا کہ تم راشد سے ملکر سندو ہند کے کل رازکے معاملات پر اسے مطلع کردو۔ راشد نے سنان سے سب مخفی معاملات ہند و سند خوب دریافت کرکے سرحد کی طرف لشکرکشی کا ارادہ کیا۔ کوہ پایہ سے مالگزاری کا روپیہ وصول کیا۔ یہاں سے کیکان گیا۔ وہاں سال حال کی اور سال گذشتہ کی باقی مالگزاری کا روپیہ وصول کیا۔ بہت کچھہ غنیمت حاصل کی اور سرکشوں کو لونڈی غلام بنایا۔ ایک سال وہاں ٹھیرکر سیستان کی راہ سے مراجعت کا ارادہ کیا۔ اور کوہستان مندر اور بہج میں پہونچا۔ ان پہاڑیوں کی جماعت پچاس ہزار کی جمع ہوگئی اور راہیں ساری اُنہوں نے بند کردیں صبح سے

شام تک لڑائی رہی حبیب ابن اشد شہید ہوا تو سنان بن سلمہ اسکی جگہہ نہایت اعزاز کے ساتھہ پھر مقرر ہوا وہ کیکانان کی طرف روانہ ہوا سب جگہہ اسکو کامیابی اور فتحیابی ہوئی - وہ اس طرح فتحیاب ہوتا ہوا بدھیہ پر پہنچا - یہاں کے آدمیوں نے غدر مچا کے اسکو شہید کیا - بعض کہتے ہیں کہ اُسنے قصدار کو فتح کیا اور یہیں وفات پائی +

سنہ ھ میں بیان کیا گیا ہے کہ سرحد ہند کی حکومت کا خلعت منذر بن جارود کو بھیجا گیا جسوقت وہ روانہ ہوا تو اُسکا کپڑا کسی لکڑی میں پھنس کر پھٹ گیا تو عبداللہ بن زیاد اس کو فال بد سمجھا اُسکو رخصت کیا اور رویا کہ منذر اس سفر سے زندہ سلامت نہیں آئیگا وہ ہلاک ہوگا (خیال ایسا ہی تھا جیسا کہ سموائل کی کتاب میں ۱۵ باب ۲۷ و ۲۸ آیت میں لکھا ہے کہ جب سموائل پھر کے روانہ ہو تو اُسنے اُسکی چادر کا کونہ پکڑا اور وہ چاک ہوگیا تب سموائل نے اُس سے کہا کہ خداوند نے تیری بادشاہت جو تو بنی اسرائیل پر کرتا تہا تجھہ سے آج ہی چاک کرلی) پس جب منذر سرحد توران پر پہنچا تو بیمار ہو کر مر گیا - اسوقت اُسکا بیٹا حکم کرمان میں تھا وہ عبداللہ کے پاس آیا تو اُسنے اُس کو باپ کی جگہہ چھہ مہینے کے لئے مقرر کیا اور بیس ہزار درہم عنایت کئے +

خلیفہ عبدالملک کے عہد میں مورخ کہتے ہیں کہ سنہ ۶۵ھ میں سندہ کی راہ سے رجپوتانہ پر مسلمانوں نے حملہ کیا اور اونکے ساتھہ لڑائی میں اجمیر کا راجہ مانک رائے اور اُسکا بیٹا دونو مارے گئے +

جب عبدالملک اپنے باپ کی مسند خلافت پر بیٹھا ہی تھا تو مملکت میں بہت طرف شور و فساد برپا تھا مگر اُسنے ان تمام فسادوں کو مٹا کر اور اپنے ملک پر پورا تسلط کر کے سلطنت کے وسیع کرنے پر کمر ہمت چست کی - اُسنے اپنے فتحمند سپہ سالار حجاج بن یوسف کو عراق کا حاکم مقرر کیا - اسنے سعید بن اسلم کلابی کو مکران کی حکومت پر مقرر کیا جب وہ یہاں آیا تو اُسنے سفہوی بن لام الحماقی کو مار ڈالا اور کھال اتروا کے سر کو حجاج پاس بھیجدیا اور اُس نے تحصیل مال کرنے کے لئے معتمدوں کو مقرر کیا بہت کچھہ مال وصول کیا (مال اس خراج سے مراد ہے جو زمین کی پیداوار پر لیا جاتا تہا -) سعید کو اپنی بدنصیبی سے حرث کے بیٹوں معاویہ و محمد سے جنکے ناموں کے اول علافی لگایا جاتا تہا مقابلہ کرنا پڑا - یہ علافی علاف کی اولاد میں سے تھے سفہوی جنکی جان سعید نے لی تھی وہ ان علافیوں کا رشتہ دار تہا

اسلئے علافیوں نے سعید پر حملہ کیا اور اُسکو پکڑکر بدن کی کھال اُتروائی۔ اور مکران پر قبضہ کر لیا حجاج نے یہ سنکر سلیمان علافی کو جو علافیوں کے قبیلہ کا ایک سردار تھا حکم دیکر قتل کرا دیا اور اُسکے سر کو سعید کے اہل وعیال کے پاس بھجوا دیا جسے دیکھکر وہ شاد شاد ہوئے۔ اسلئے حجاج نے عبدالرحمن بن عشام کو علافیوں سے لڑنے کے لئے بھیجا۔ علافیوں نے اسے مار ڈالا۔ حجاج نے جب مجاعہ بن سعید کو خراسان میں حاکم مقرر کیا تو اُس سے علافیوں نے لڑنا مناسب جانا وہ ۸۵ھ میں بھاگ کر ملک سندہ میں راجہ داہر پاس چلے آئے جسنے انپر یہ مہربانی کی کہ اُنکو نوکر رکھ لیا۔ یہ علافی سندہ میں جبتک کہ یہاں محمد قاسم آیا رہے مکران میں مجاعہ ایک سال حاکم رہا اور پھر بیمار ہو کر اس دنیا سے سفر کر گیا۔ اسی سال میں عبدالملک کا بھی انتقال ہوا+

اس خلیفہ کی خلافت بڑی شان و شوکت و جلالت و سطوت کی ہوئی سلطنت اسلامیہ نے وسعت عظیم پائی۔ مجاعہ کے بعد حجاج نے محمد بن ہارون کو سرحد ہند پر حاکم مقرر کیا تہا اور اُس کو اختیار مطلق دیدیا تھا کہ یہاں جو چاہے سو کرے اُسکو حکم تھا کہ وہ علافیوں کو جسطرح چاہے گرفتار کر کے سعید کے خون کا اُنسے انتقام لے اُسنے خلیفہ کے حکم سے ایک علافی کو قتل کر کے اُسکا سر حجاج پاس بھیجا اور اُسکے ساتھ خط میں یہ لکھا کہ اگر میری عمر نے وفا کی اور نصیبہ نے یاری دی تو علافیوں میں سے ایک کو بھی جیتا نہ چھوڑونگا۔ کوئی کہتا ہے کہ پانچ سال تک کوئی کہتا ہے کہ پانچ مہینہ تک وہ دریاؤں اور صحراؤں کو فتح کرتا پھرا+

حجاج یہ چاہتا تھا کہ فقط عراق ہی نہیں بلکہ جتنا ملک اہل ایران کے اختیار میں تھا وہ سارے کا سارا میرے قبضہ اقتدار میں ہو اسلئے اُس نے ایک لشکر قتیبہ کو حوالہ کیا جس نے خوارزم کو فتح کر کے بخارا۔ خجند۔ شاش۔ سمرقند۔ فرغانہ کو فتح کیا اور کاشغر تک پہنچا جہاں شاہ چین کے سفیروں کی معرفت اُس کے عہد و پیمان ہوئے۔ ایک اور لشکر شاہ کابل کے راجہ سے لڑنے کے لیے بھیجا اور تیسرا لشکر اُسنے دریاء سندہ کے نیچے مکران کو روانہ کیا+

اس آخر فوج کشی کا سبب تھا کہ راجہ سراندیپ (سی لون۔ لنکا) نے یہ چاہا کہ میں بھی حجاج حاکم عراق کا مورد عنایت و مکرمت بنوں اُسنے آٹھ جہازوں میں بہت سے تحائف بھرے جنمیں

لونڈی غلام بھی تھے۔ اُسکی عملداری میں جتنے مسلمان رہتے تھے اور اُنکے بچے یتیم ہو گئے تھے وہ بھی
اِن جہازوں میں سوار تھے اور حج کے ارادہ سے بھی کچھہ مسلمان آن بیٹھے تھے۔ یہ جہاز بلاد
قادرون میں پہونچے تو باد مخالف نے انکو راہ راست سے برگشتہ کر کے ساحل دیبل پر پہونچایا
یہاں بحری قزاق رہتے تھے + انہوں نے آٹھوں جہازوں کو پکڑ لیا۔ تمام مال اسباب لوٹ کر
اور عورتوں مردوں بچوں کو گرفتار کر کے لے گئے۔ ہر چند شاہ سراندیپ کے معتمدوں نے اور عورتوں نے
اُنسے کہا کہ یہ مال اسباب خلیفہ وقت کی نذر کو لئے جاتے ہیں مگر اس داد فریاد پر لٹیروں نے کچھہ التفات
نہیں کیا اور کہا کہ اگر کوئی تمہارا فریاد رس ہو تو بلاؤ اُس پر ایک عورت نے کہا کہ یا حجاج حجاج اغثنی
بھاگ کر جو لوگ بچے تھے وہ اور آردبیل کے لوگ حجاج پاس آئے اور اُنھوں نے یہ سارا حال بیان کیا
کہ مسلمانوں کی عورتیں فریاد کر رہی ہیں کہ یا حجاج اغثنی (اے حجاج مجھہ کو بچاؤ) یہ سُن کر حجاج
نے داہر کے پاس سفیر روانہ کیا۔ اور محمد بن ہارون کو بھی لکھا کہ وہ اس سفیر کے ساتھہ اپنے معتمد
ہمراہ کر کے داہر پاس بھیجے تا کہ وہ گرفتار مسلمان عورتوں کو خلاص کرے اور تحائف دار الخلافہ
کو واپس کرے۔ داہر کے پاس حجاج کا خط یہ سفیر لایا تو اُس نے خط کو سنکر یہ معذرت نامہ لکھایا کہ
سمندری چوروں نے جہاز کا مال اسباب لوٹا ہے اور عورتوں کو گرفتار کیا ہے۔ اُنپر میرا بس کچھہ نہیں
چلتا اور کوئی اُنسے زیادہ قوی ہند میں نہیں ہے۔ وہ میری حکومت کو کچھہ نہیں گنتے۔ اب حجاج
کو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے خلیفہ عبد الملک کو لکھا کہ ہند و سندھ پر غزا کی اجازت دیجے مگر
خلیفہ نے اجازت نہیں دی۔ پھر دوبارہ اجازت مانگی تو خلیفہ نے دیدی۔ پس حجاج نے عبد اللہ
بن نبہان اسلمی کو دیبل پر روانہ کیا۔ یہاں اسکو شکست ہوئی اور اُسکی جان بھی گئی +
پھر حجاج نے بدیل کو جسکی قوم بجالی تھی لکھا کہ وہ مکران کو جائے محمد ہارون کو حکم ہوا کہ سندھ
پر چڑھنے کے لئے تین ہزار سپاہ تیار رکھے۔ عبد اللہ بن قحطان کو حکم کیا کہ وہ عمان کی طرف سے
وہاں پہنچے۔ یہ چلکر نیرون میں بدیل سے ملا۔ بدیل تین سو آدمی لیکر مکران سے چلا۔ راہ میں محمد ہارون
کا لشکر ملا۔ غرض یوں دیبل پر بدیل پہنچا۔ وہاں داہر کا بیٹا جیسیہ چار ہزار اسپ و شتر سوار لئے
ہوئے جلدان پہنچا صبح سے شام تک لڑائی ہوتی رہی۔ بدیل کا گھوڑا ہاتھیوں سے ڈر کر بگڑ گیا تھا

اسپر اندھیری لگائی گئی۔ میدان جنگ میں بدیل نے داد مردانگی دی مگر گھوڑے کی شرارت سے وہ نیچے گرا۔ دشمنوں نے اُسے گھیر کر شہید کیا اور مسلمانوں کو خوب مارا۔ (مقام جنگ میں مورخین کا اختلاف ہے کوئی اس کو دیبل بتاتا ہے کوئی اور مقام)۔ جے سیہ نے دیبل میں ہاتھیوں اور لشکر کو متعین کیا +

حجاج کو جب بدیل کی شہادت کی خبر پہونچی تو نہایت غمگین ہوا۔ موذن کو حکم دیا کہ جب اذان دے تو مجھے بدیل کا نام یاد دلائے کہ میں انتقام لوں۔ اس لشکر شکست یافتہ میں سے ایک شخص حجاج پاس آیا۔ اسنے جنگ کا حال بیان کیا اور اس میں ذکر کیا کہ بدیل بڑی شجاعت دکھا کر کشتہ ہوا۔ میں وہاں حاضر تھا جب وہ اپنے یہ کہانی کہہ چکا تو حجاج نے کہا کہ اگر تو مرد شجاع ہوتا تو بدیل کے ساتھ جان دیتا۔ اس قصور میں کہ تو زندہ رہا وہ کشتہ ہوا میں تجھے سزا دیتا ہوں +

جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو اہل نیرون کو یہ خوف پیدا ہوا کہ مسلمان بیشک انتقام اس مہم کا لینگے اور ہم انکی گذرگاہ میں بیٹھے ہیں اول وہ ہم کو پامال کرینگے۔ اسوقت یہاں کا والی ملک سمنی تھا یعنی بدھ مذہب کا رکھنے والا۔ اُسنے واہسے مخفی اپنے معتمدوں کے ہاتھ حجاج پاس پیغام بھیجا اور امان نامہ کی درخواست کی اور مال گذاری اپنے اوپر مقرر کرکے عہد کیا کہ وہ ہمیشہ ادا کی جائیگی۔ حجاج نے فوراً امان نامہ لکھ دیا اور اپنے ہمدردی سے اُنکا دل قوی کر دیا اور اُنسے کہا کہ ہمارے قیدیوں کو خلاص کرا دو ورنہ چین تک کسی کافر کو حسام اسلام زندہ نہیں چھوڑے گی

عامر بن عبداللہ نے کہا کہ ولایت ہند کی تولیت مجھے سپرد ہو۔ حجاج نے کہا کہ تجھ کو یہ علم ہے مگر منجموں نے یہ حکم لگایا ہے کہ ولایت ہند عماد الدین محمد قاسم کے ہاتھ سے فتح ہوگی +

محمد قاسم کو کوئی محمد بن قاسم ثقفی اور ابو الفدا محمد بن القاسم لکھتا ہے۔ اس وقت محمد قاسم ایک نوجوان سترہ برس کا تھا۔ وہ حجاج کا چچازاد بھائی اور داماد تھا۔ اور ملک فارس میں نہایت عقل و فراست و شجاعت سے کام کر رہا تھا ہند کی مہم اعظم جو اوسکے حوالہ ہوئی معلوم نہیں کہ اسمیں حجاج کی اس قرابت کو کتنا دخل تھا اور اوسکی فرزانگی و دلاوری کا کتنا اثر تھا مگر اس تقرر میں خواہ اسکا سبب کچھ ہی ہو حجاج کی پرلے درجہ کی دانائی اور روشن ضمیری معلوم ہوتی ہے کہ اس نے فتح ہند کے واسطے

نیرون والوں کا صلح چاہنا

محمد قاسم کا سپہ سالار ہندوستان مقرر ہونا +

ایسا شخص نہ لاو مقرر کیا کہ سب طرح سے لائق تھا +

ولید خلیفہ وقت سے حجاج نے درخواست کی کہ فتح ہند کی اجازت دیجے خلیفہ نے یہ حکم دیا کہ وہاں
کی قوم مخالف ہی اور ولایت دور دست ہی اُسکے واسطے لشکر کی تیاری اور اسباب جنگ کی درستی
میں زر کثیر صرف ہوگا اور اس میں محنت و تکلیف بہت اُٹھانی پڑے گی - اسلیے اسمیں توقف کرنا چاہیے
وہاں ہر دفعہ لشکر جاتا ہی اور مسلمان ہلاک ہوتے ہیں جب یہ خلیفہ کا حکم حجاج پاس آیا تو اُس نے دوبارہ
لکھا کہ ای امیر المومنین مدت سے مسلمان کافروں کے ہاتھ میں قید ہیں اور لشکر اسلام کو اُنھوں نے ہزیمت
دی ہی اُنسے انتقام لینا ضرور چاہیے - فرمان میں جو یہ اشارہ فرمایا ہی کہ ولایت دور دست ہے اور لشکر
اور اسباب حرب کی تیاری میں زر کثیر صرف ہوتا ہی ہمارے پاس سب طرح کا سامان جنگ موجود ہی
روپیہ کی خرچ کی بابت جو لکھا ہی اُسکی نسبت گذارش یہ ہی کہ جتنا روپیہ اس مہم میں خرچ ہوا اس سے دوچند
حضور کے خزانہ معمور میں داخل کرنے کو میں موجود ہوں جب یہ عرضداشت خلیفہ کے پاس پہنچی تو اُسنے
سفر ہند کی اجازت لشکر کو دیدی - پھر حجاج نے یہ عرضی بھیجی کہ حضور نے میری درخواست کی منظوری
میں مشرف فرمایا اب چھ ہزار مردوں کو رؤساء شام میں سے حکم فرمایئے کہ وہ سب طرح سے اپنا سامان
درست کر کے میرے پاس آئیں تاکہ ہر ایک سے میں واقف ہوجاؤں - پس چھ ہزار سپاہ شام سے حجاج
پاس آگئی - اُسنے اس سپاہ کو نصیحت کی کہ تم محمد قاسم کے ساتھ وفادار رہو اور جنگ و پیکار میں عزت
و شجاعت کے ساتھ قائم رہو +

جمعہ کے روز یہ خطبہ حجاج نے پڑھا کہ زمانہ دور کر رہا ہی اور حرب ہی ہمارا فخر ہے تیغ دو دم ہر روز
ہماری روزی رساں ہی ہم خداوند عزوجل کی ستائش زبان سے اور شکر دل سے کرتے ہیں کہ وہ
ہم کو عظمت تام ہمیشہ ارزانی کرتا ہی اور کسی دروازہ کو ہم پر بند نہیں کرتا - وہ بدیل کی مفارقت کی آواز
کو گوش دل میں پہنچاتا ہی اور اُسکے لشکر کی مصائب کو یاد دلاتا ہے - میں واللہ سچ کہتا ہوں کہ تمام عراق
کا مال اور جو کچھ میرے پاس ہی اُسکو اس کام میں جبتک خرچ کیے جاؤنگا کہ میں انتقام نہ لے لوں گا
اور اپنی آتش غضب کو نہ بجھا لونگا +

حجاج نے محمد قاسم کو سوار کرایا اور بہت سے صدقات دیے لشکر کو بہت سامان دیکر مستظہر کیا -

سفر ہند و سند پر اسکو نامزد فرمایا۔ محمد قاسم سے کہا کہ راہ شیراز سے باہر جاؤ اور بہ تدریج منزل بمنزل ہونا
تاکہ سارا لشکر شیراز میں سب جمع ہو جائے۔ پس محمد قاسم نے نیک ساعت میں شیراز میں اقامت کی جبتک کہ
سارا لشکر عراق اور شام کا اس پاس جمع ہو گیا۔ قلعہ کشائی کا سارا سامان منجنیق وغیرہ کو حجاج نے
کشتیوں میں لادیا۔ ابن خزیمہ مغیرہ کو سرے کی کشتی پر شحنہ مقرر کیا۔ اور محمد قاسم کو لکھہ بھیجا کہ وہ تمہارے
تک تجھے دیبل میں ملیگا۔ وہاں اسکے پہنچنے تک توقف کرنا۔ اس لشکر کے لئے آسائش و آرام کا اسباب یہاں
تک کیا گیا تہا کہ سوئی تاگا تک اسکے ساتھہ تھا۔ چار سوار دنکو ایک اونٹ ملا تھا کہ اوپر اپنا اسباب لاد دیں۔
اسنے سارے لشکر کو نصیحت لکھی کہ خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ صبر کرتے رہو۔ دشمن کی ولایت پہونچو تو
صحراؤں اور ہاموں میں کشادہ جگہ میں اترو۔ جنگ کے وقت جب ہاتھیوں کی فوج سامنے آئے تو آگے آگے
ٹکریاں بنالو۔ اور جب وہ حملہ کریں تو ایک جگہ قائم ہو کر اپنے تیر برساؤ۔ گستوانوں کو شیر اور ہاتھی کی
شکل بناؤ۔ غرض ان خطوط حجاج کے شیراز میں پہونچے اور وہاں اتنا لشکر اس پاس جمع ہو گیا کہ
چھہ ہزار سوار چھہ ہزار جمازہ تین ہزار شتر بختی بارکش تھے +

محمد قاسم جب مکران میں پہنچا تو محمد ہارون سے ملاقات ہوئی وہ پیادہ پا محمد قاسم کے ساتھہ چلا تو اسنے
اسکو سوار کرایا جب منزل میں اپنے گھروں میں اترے تو اس پاس بہت سے تحفہ تحائف و نزل بھیجے۔ محمد قاسم
نے اس تواضع و لطف و کرم کے سبب سے بڑا نام پایا۔ اسی اہلیت و عقل و صلح کل ہنر و کفایت کے سبب سے
وہ ملک سندہ کا مالک ہوا۔ مکران سے محمد قاسم ارمابیل کی طرف روانہ ہوا۔ محمد ہارون اگرچہ علیل تھا مگر
اسکے ساتھہ ہمراہ ہوا۔ ارمن بیلہ کی منزل پر پہنچکر اس دنیا سے سفر کر گیا۔ اور یہیں مدفون ہوا۔
ارمن بیلہ کو محمد قاسم نے فتح کرلیا +

محمد قاسم کا مکران میں پہنچنا۔

ارمن بیلہ (ارمابیل) سے محمد قاسم مع لشکر دیبل کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت جیسیا داہر کا
بیٹا نیرون میں تھا اسنے باپ کو لکھا کہ محمد قاسم عرب کا لشکر لیکر سواد دیبل میں آگیا ہے اسکی جنگ
کے واسطے اجازت ہو تو جاؤں۔ داہر نے علافیوں کو بلا کر صلاح پوچھی۔ علافیوں نے داہر سے
عرض کی کہ محمد قاسم عمزاد حجاج کا ہے لشکر جرار اس کے ساتھہ ہے۔ اس میں شجاعان نامدار و
امیر زادگان دلیر اور گھوڑے اور اسلحہ حرب عمدہ ان پاس موجود ہیں۔ ہرگز ہرگز اسنے مقابلہ نہ کیجیو گا

ارمن بیلہ سے محمد قاسم کا دیبل میں پہنچنا۔

اسی وقت ایک شامی آیا ہی وہ کہتا تھا کہ ہر سوار عرب داہر سے انتقام لینے آیا ہی داہر نے ہر کو لڑائی سے منع کیا

محمد قاسم نے ارمن بیلہ کو جب فتح کیا تھا تو یہاں حجاج کا حکم یہ آیا کہ سندھ و سواد دیبل میں منازل و مراحل میں تم ہمیشہ دشمنوں سے ڈرتے رہا کرو جہاں اترو وہاں ایک خندق اپنے لشکر کے گرد کھود لیا کرو کہ وہ تمہاری محافظ ہو اکثر جاگتے رہا کرو ہمیشہ تلاوت قرآن میں مصروف رہا کرو۔ دعا پڑھتے رہا کرو۔ خدا تعالی کا ذکر ہر وقت زبان پر ہو توفیق الٰہی سے نصرت کے خواہاں ہو۔ خدا عز و جل تجھ کو نصرت دیگا۔ لاحول ولا قوت الا باللہ العلی العظیم کو اپنا مددگار بناؤ جب سواد دیبل میں پہنچو تو بارہ گز عرض کی چھ گز عمق کی خندق کھودو جب دشمنوں سے مقابلہ کرو تو خاموش رہو۔ اگر دشمن نعرہ ماریں اور فحش بکیں اور لڑتے آئیں تو انسے نہ لڑو جب تک میرا حکم نہ پہونچے میں اپنے مکتوبات میں جو اپنی رائے اور تدبیر بتلاؤں اُسی کو تم اپنے لیے صواب جانو وہی تمہارے لئے کافی ہے +

محمد قاسم نے دیبل کے پاس اپنے لشکر کے مقدمہ۔ ساقہ۔ میمنہ و میسرہ و قلب میں لشکر کو تقسیم کرکے اُنکے افسر نہایت شجاع و دلیر مقرر کیے جمعہ کے روز محرم ۹۳؁ھ کو ہتیاروں کی کشتیاں خریم ابن مغیرہ لیکر آگیا اور حجاج کا نامہ بھی لایا جسمیں محمد قاسم کو لکھا تھا کہ میں تیرے پاس ایسے بزرگوں کو بھیجتا ہوں کہ انمیں سے ایک عبد اللہ الرحمن بن سلم الکلبی ہے کہ بہت دفعہ شجاعت و مردانگی میدان کارزار ایسی دکھائی کہ دشمنوں کا مُنہ نہیں پڑتا تھا کہ اسکے سامنے آئیں وہ بڑا تجربہ کار و آزمودہ کار ہی۔ دوسرا سفیان الابروک ہی کہ فرزانگی و مردانگی راست گوئی میں کامل ہے جو کام اُسکو سپرد کیا جاتا ہے اُسمیں وہ شرط فرمانبرداری و وفاداری بجا لاتا ہے تیسرا مجاشع بن ثوبہ بڑا معتمد و امین ہے خریم بن مغیرہ ایسا شیر دل ہی کہ لڑائی کے وقت متفکر نہیں ہوتا غرض یہ سب تجھسے اصحاب ایسے مقرر کیے ہیں کہ تجھسے مخالفت نہیں کرینگے اور نہ دشمنوں سے مخالطت میرے خط کا جواب اور تمام امور کی روئداد شرح و بسط سے تمام جبتک نہ لکھا جاوے تو نہیں قاسم کو حجاج بہت دوست رکھتا تھا ہمیشہ اسکے لیے صدقے دیتا اور دعائیں مانگتا +

محمد قاسم نے لشکر اسطرح آراستہ کرکے اُسکے گرد خندق کھودی۔ نیزہ بردار اُسکے محافظ مقرر کیے۔ جا بجا علم ایستادہ کیے۔ ہر علم کی ایک فوج متعین تھی۔ وہ جدا جدا اپنے علم کے نیچے تقسیم تھی منجنیق کشتیوں سے اُتار کر درستی سے لگائے گئے۔ انمیں ایک منجنیق خاص امیر المومنین کا تھا جسکا نام عروسک تھا اُس کو

پانچسو آدمی کھینچتے تھے تو اُسّے سنگ اندازی ہوتی تھی۔ چار اور منجنیق تھے۔ دیبل میں ایک بت کدہ تھا
اُسکا ایک گنبد بڑا بلند تھا اُسپر ایک جھنڈا لگا ہوا تھا جو ریشم کا پھریرا تھا۔ اسکے چار کونے تھے جب
اسکو کھول دیتے تھے تو وہ شہر کے چاروں طرف پھرتا تھا۔ جب دیبل کے سامنے کشتیوں میں لشکر اسلام
آیا تو اُسے کھول دیا اسکے کھلتے ہی سب اہل حصار لڑنے کو آمادہ ہوئے۔ سات دن تک لڑائی ہوتی رہی
آٹھویں روز لشکر اسلام حملہ کر رہا تھا کہ ایک برہمن حصار میں سے باہر آیا اور جان کی امان مانگ کر یہ کہا کہ امیر
عادل کو ہمیشہ بقا ہو ہماری جوتش کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ولایت سندہ کو لشکر اسلام فتح کریگا۔ مگر
یہاں ایک ایسا طلسم ہے کہ جب تک اسکو نہ توڑوگے تو حصار کا فتح ہونا ناممکن ہے جس وقت اس جھنڈے کو توڑ دوگے
حصار کو فتح کرلوگے۔ یہ سن کر محمد قاسم نے جعونہ منجنیقی کو حکم دیا کہ منجنیق لگا کے اس جھنڈے کو توڑ دے
تو میں تمکو دس ہزار درہم انعام دونگا۔ جعونہ نے اقرار کیا کہ ابھی اسے توڑتا ہوں اگر اسے نہ توڑوں تو آپ میرے
ہاتھ کاٹ ڈالئے۔ اسی اثناء میں ایک جوتشی آیا اُسنے کہا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ اس ملک کی بادشاہی
مسلمانوں کے ہاتھ لگیگی اسلئے جو مسلمانوں کے قیدی ہیں اُنکو یہ کہہ کر تقویت دی جاتی ہے۔ اگر میری اور
میرے اہل وعیال کی جان مال کی امان دیجے تو مسلمان قیدیونکو آپ کی خبر سنا کر قوی دل کر دوں
محمد قاسم نے اسکو امان دیکر قیدیوں کے پاس بھیجا جسنے جا کر اُنکے دل کو تسکین و تسلی دی۔ نویں روز
جعونہ نے منجنیق کو درست کرکے لگایا۔ حجاج کو یہاں کا حال ذرہ ذرہ تیسرے روز لکھا جاتا تھا اور آیندہ
کے لئے صلاح و تدبیر پوچھی جاتی تھی جعونہ اور اس سے جو شرط ٹھیری تھی اُس سے بھی اطلاع دی تو اسکا
جواب وہاں سے یہ آیا کہ جب لڑو تو آفتاب کو پس پشت رکھو تاکہ دشمن تمھاری آنکھوں کے سامنے ہو۔ اول روز
لڑا کر منجنیق کو مشرق کی طرف لگاؤ اور اُسکے پائوں کو چھوٹا کردو اور جعونہ سے کہو کہ جھنڈے کو نشانہ بنا کے
اُڑا دے۔ غرض جعونہ نے اول نشانہ میں جھنڈے کو اُڑا دیا۔ اس جھنڈے کا اُڑنا کیا تھا گویا کہ دشمنوں کا
دل ٹوٹنا تھا۔ محمد قاسم نے حصار کے شمالی و جنوبی و مشرقی و مغربی برجوں کے لئے سپاہ حملہ آوری کی متعین کی
وہ زینے لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے۔ اول شخص جو چڑھا وہ خزیمہ کوفی تھا اُسکے بعد عجل بن عبد الملک
بصری تھا۔ غرض حصار فتح ہو گیا۔ محمد قاسم بتخانہ پر گیا تو پجاریوں نے دروازہ بند کرکے یہ چاہا
کہ جلکر خاک ہو جائیں دروازے پہ دو آدمی تھے اُنکو قتل کیا۔ سات سو یا چار سو عورتیں بدھ کی

خدمت میں ہتی تھیں اور زر و زیور سے آراستہ تھیں وہ بندی میں آ گئیں تین روز تک ہتیار بند سپاہی
قتل ہوتے رہے - برہمن جو محمد قاسم پاس آیا تہا اور ان قیدیوں کی خبر لایا تھا جو سراندیپ کے جہازوں
میں سے گرفتار ہوئے تھے - اُس کو محمد قاسم نے بلوایا - اُس نے آن کر عرض کی کہ دیبل کے قلعہ میں جو
عورت مرد مسلمان قید تھے وہ خلاص ہو کر قیدخانہ سے باہر ہو گئے ہیں محمد قاسم نے ان قیدیون کو
اپنے لشکر میں بھیجدیا کہ آسائش و آرام کریں اور اُس شخص کو بلایا جسکی حراست میں بیہہ قید
میں رہتے تھے - یہ شخص ایک پنڈت تھا جو نہایت عادل عالم ادیب تھا جب وہ آیا تو امیر محمد قاسم نے
اُسکو سزا کا حکم دیا تو انہوں نے حجاج کی معرفت عرض کی کہ آپ ان قیدیوں سے پوچھیے کہ میں نے انکے ساتھ کیا سلوک کیا
محمد قاسم نے قیدیوں سے پوچھا سب نے بالاتفاق یہ کہا کہ اِسنے ہمارے ساتھ ایسی تواضع و مدارات
کی ہے کہ ہم اسکے ستائش گر ہیں اور وہ ہمیشہ لشکر اسلام کی خوشخبری سے ہمارے دل کو تسکین دیتا تھا
محمد قاسم نے اس پنڈت سے کہا کہ تم اسلام قبول کرو - اُسنے اسلام قبول کیا - محمد قاسم نے اُسکو اپنا
نائب دیبل میں مقرر کردیا کہ انتظام کرے اور حمید بن وداع کو شحنہ یہاں کا مقرر کیا - یہاں چھاونی
ڈالی اور اس میں چار ہزار مسلمانوں کو آباد کیا اور ایک مسجد بنوادی +

اسیران مسلمان کا چھوٹنا اور پنڈت کا مسلمان ہونا +

نقود و غنائم و بردہ بہت کچھ ہاتھ آیا - پس خمس اسکا خزانہ حجاج میں تحویل ہوا اور حاکم دیبل کی
دو لڑکیاں حجاج کے پاس بھیجی گئیں اور باقی غنیمت بطریق استحقاق اس طرح تقسیم ہوئی کہ سوار کو
دو سہم اور اشتر سوار و پیادہ کو ایک سہم +

تقسیم غنائم +

جب راجہ داہر کو خبر پہونچی کہ لشکر اسلام نے دیبل کو فتح کرلیا تو اسنے حاکم نیرون کو لکھا کہ دریاء
مہران سے عبور کرکے برہمن آباد میں آئے اور حفظ حصار میں سعی کرے - اور محمد قاسم کو یہ خط لکھا +

محمد قاسم اور داہر میں خط و کتابت +

خط داہر - داہر بادشاہ ہند و فرمان دہ بحر و بر کا یہ خط ہے بجانب مغرور و مفتون محمد قاسم کہ
جو مارنے اور قتل کرنے پر حریص ہے اور بے رحم ایسا ہے کہ اپنے لشکر پر بھی رحم کرنا نہیں جانتا -
پہلے بھی مسلمانوں کے دماغ میں یہ خبط سمایا تھا کہ ہند و سند کو فتح کیجیے - لشکر جو حملہ کے لیئے آیا تہا اُس کو
ٹھاکروں نے کہ شکار کے لیئے دیبل میں گئے تھے اُسکو شکست دیکر پریشان کردیا - اب تیرے دماغ
میں یہ سودا بھرا اُٹھا ہے کہ لشکر لیکر ہم سے لڑنے آیا ہے - دیبل کو جسمیں اہل تجارت و اہل حرفہ و پیشہ

رہتے ہیں فتح کرکے اترایا ہے۔ دیبل نہ کوئی حصن حصین تھا نہ کوئی وہاں لشکر با تمکین تھا جو لشکر اسلام سے
مقابل ہوتا اگر وہاں ہمارے نامور لشکر آرا ہوتے تو مسلمانوں کا نشان نہ چھوڑتے۔ راجہ جیسیہ کہ روئے
زمین پر بادشاہ اسکے آگے سر جھکاتے ہیں زمانے کے بڑے بڑے جابر اسکے آگے کانپتے ہیں ہند و سند
کے تمام فرمانروا اسکے آستانہ پر ماتھا رگڑتے ہیں بلاد مکران و توران کے باشندے اسکے طوق اطاعت
کو گردن کھینچ لیتے ہیں وہ صاحب سنجیر فیل مست اور ایک فیل سفید ہے جسکے آگے گھوڑوں کی کیا
مجال جو ٹھیر سکیں اگر میں اسکو اجازت دیبل پر لڑنے کی دیتا تو کسی لشکر کی کیا مجال تھی جو وہاں قدم
بھی رکھ سکتا۔ اب تو خواب غرور میں سو نہیں تو تیرا حال بھی وہ ہوگا جو دیبل کا ہوا کہ ہمارے ہاتھ
سے بچ کر نہ جا سکے گا + فقط

جب محمد قاسم پاس خط آیا تو دبیر کو بلا کر اسکا ترجمہ سنا اور یہ جواب لکھایا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم
یہ خط ہے محمد قاسم ثقفی کی طرف سے کافر جاہل متکبر و منکر داہر کی طرف جو کچھ تو نے اپنی جہالت و حماقت
نخوت سے لکھا وہ اور جو کچھ اپنی قوت و شوکت اور فیل و سوار لشکر کی کثرت کا بیان کیا وہ ہم کو معلوم ہوا
صرف کرم الٰہی پر توکل ہے لاحول ولا قوت الا باللہ العلی العظیم پر عمل ہے ہم فیل کو ذلیل جانتے ہیں
جو ایک مچھر کو اپنے اوپر سے نہیں اڑا سکتا ہم گھوڑوں کی کچھ اصل نہیں جانتے ہیں ہم تو صرف خدا تعالےٰ
پر بھروسا رکھتے ہیں ہم نے جو تجھ پر لشکر کشی کی تیری اس بد افعالی کے سبب کی ہے کہ تو نے
سراندیپ کے جہازوں کا مال جو خلیفہ کی نذر کے لئے جاتا تھا لوٹ لیا مسلمانوں کو قید کرکے
لونڈی غلام بنایا۔ آج ہمارے خلیفہ کے فرمان کا ادب ساری دنیا کرتی ہے مگر تو نے اسکا کچھ لحاظ
پاس نہ کیا اسلئے دار الخلافہ سے فرمان صادر ہوا کہ تیری ان افعال کا انتقام لیا جائے اور تجھ سے
لڑوں۔ خدا تعالےٰ مجھے جس موقع پر تو میرے مقابل ہو مظفر و منصور کرے میں تیرا سر کاٹ کے خلیفہ
کے پاس بھیجوں یا رہ خدا میں سر تن سے جدا ہو۔ رضاء الٰہی کے لئے یہ کام ہم نے کیا ہے خدا ہی سے
امید ہے کہ فتح و نصرت ہم کو وہ دیگا انشاء اللہ تعالیٰ فقط ۹۳ھ

جب دیبل فتح ہو گیا تو محمد قاسم نے ادھر کشتیوں میں منجنیقوں کو لاد کر سندساگر کے دریا میں
روانہ کیا اور ادھر خود خشکی کی راہ سے سیسم کی طرف روانہ ہوا جب یہاں پہنچا تو امیر حجاج کا

فرمان یہ آیا کہ حجاج بن یوسف کی طرف سے محمد قاسم کو معلوم ہو کہ میرا اقتضاء خاطر یہ ہے کہ تجھ کو خدا تعالیٰ سب جگہہ مظفر و منصور کرے اور تیرے دشمنوں کو مغلوب۔ یہ جو مال متاع و فیل و اسباب تیرے ہاتھ آتے ہیں اُسکو تو اپنا مت خیال کر۔ تجھکو چاہیے کہ یاروں کے ساتھ نیک زندگانی بسر کر۔ ہر ایک کا احترام و خاطر داری کر۔ جن چیزوں کی لشکر کو احتیاج ہو اُسکے رفع کرنے میں کوشش کر۔ مال غنیمت سپاہیوں کو دیدے۔ ایسی فیاضی کر کہ تیرے لشکر میں غلہ ارزاں ہو۔ جب مملکت پر حکومت مسلم ہو جاوے اور قلعے مضبوط و استوار ہو جائیں تو جو کچھہ بچے اُسکو رعایا کی رفاہ و بہبودی میں خرچ کر۔ اُنکے اندر زراع و صناع و تجار کی مرفہ حالی سے ملک سرسبز و معمور ہوتا ہے۔ اُنکے ساتھ رعایت کر کہ وہ تیری طرف راغب و مائل ہو جائیں۔ تاریخ تحریر ۲۰۔ رجب ۹۳ہجری +

وصول سپاہ نیرون کی طرف محمد قاسم کا +

ہم پہلے لکھہ چکے ہیں کہ جب لشکر عرب کو شکست ہوئی تھی اور بدیل شہید ہوا تھا تو اہل نیرون نے امان نامہ حجاج سے لکھا لیا تھا۔ دیبل سے نیرون ۲۵ فرسنگ تھا چھہ روز میں اس سفر کو ختم کرکے ساتویں روز یہاں محمد قاسم پہونچا۔ لشکر میں پانی کا کال تھا محمد قاسم نے دوگانہ نماز ادا کرکے مینہ کی دعا مانگی خدا کے حکم سے مینہ برسا۔ سارا شہر سیراب ہوگیا۔ اہل نیرون نے حصار کا دروازہ بند کرلیا۔ اُن کا سردار سمانی یہاں نہیں تھا۔ سامان رسد کا اندیشہ محمد قاسم کو ہوا۔ پانچ چھہ روز بعد سمانی نے وہ مقدم اور فرمان حجاج اور سامان رسد محمد قاسم کی خدمت میں بھیجا۔ یہ زبانی پیغام کہلا بھیجا کہ یہاں میں حجاج کے فرمان کے بموجب مقیم ہوں اور اُسکی تقویت پر قائم ہوں میں یہاں حاضر نہ تھا اسلئے ہمارے پاس تھا رعایا نے متردد ہوکر دروازہ بند کرلیا پھر سمانیوں نے دروازہ کھول دیا اور لشکریوں کے ساتھ خرید و فروخت شروع کی محمد قاسم نے اسکا شکریہ ادا کیا۔ حجاج کو اسکا حال لکھا۔ حجاج نے اسکے جواب میں اہل نیرون کی بڑی استمالت کی اور محمد قاسم پر تاکید کی کہ انکی رفاہ و بہبودی میں سعی کر جو کوئی تجھسے امان چاہے اُسکو ایمن کر۔ اگر کسی جگہ کے بزرگ انکا بر تجھسے ملیں تو اُنکو خلعت گرانمایہ دینا اور انعام و اکرام سے اُنکو سرافراز کرنا اپنے اوپر واجب سمجھہ عقل کو اپنا پیشوا بنا تاکہ امرا و ولایت و معارف نواحی کو تیرے قول و فعل پر اعتماد ہو +

محمد قاسم نے حاکم نیرون کو اپنے معتمد و خواص کی زبانی کہلا بھیجا کہ دروازہ کے بند ہونے سے

ہم کو غصہ آیا تھا مگر تیری غیر حاضری کے عذر سُننے سے وہ غصہ فرو ہو گیا۔ اب تیرے اکرام و احترام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہوگا۔ یہ سن کر سمانی حاکم نیرون بہت سے تحائف و نزل لیکر محمدؐ قاسم کی خدمت میں آیا اور پھر اپنے قلعہ میں گیا اور محمدؐ قاسم کی ضیافت کی اور لشکریوں پاس بہت غلہ بھیجا۔ پھر لشکر میں غلہ کی تنگی نہ رہی۔ محمد قاسم نے حصار کے اندر ایک شحنہ مقرر کیا۔ ایک بتکدہ کی جگہہ مسجد بنائی۔ موذن اور امام مقرر کیا۔ یہاں سے سوستان کی طرف کوچ کیا۔

جب نیرون کا انتظام خاطر خواہ ہو گیا تو یہاں سے وہ سمانی کی رہبری سے سوستان کی طرف باقاعدہ منزل پیما ہوا۔ بہج میں جو ۳۰ فرسنگ نیرون سے تھا پہنچا۔ یہاں سمانی مقدم تھا اور حصار میں راجہ داہر کا بھتیجا چندر کا بیٹا بجھرا حاکم تھا۔ یہاں سمانیوں نے ملکر ایک جلسہ کیا اور بجھرا کو پیغام بھیجا ہمارا مذہب سلامت کا اور دین عافیت کا ہے ہمارے کیش میں مارنا اور لڑنا روا نہیں ہے خونریزی منع ہے آپ تو کوشک بلند پہ بے خوف و خطر بیٹھے ہوئے ہیں ہم کو خوف ہے کہ یہ لشکر اسلام اس سبب سے کہ ہم تیرے تابع ہیں ہمیں ڈبائیگا جان و مال کو لے لیگا۔ یہ ہم کو معلوم ہے کہ محمد قاسم پاس امیر حجاج کا فرمان ہے کہ جو شخص اُس سے امان مانگے اُسکو امن دیکر امین کر۔ اہل عرب بہت باوفا ہیں عہد و پیمان بڑے پکے ہیں ایفاء عہد انکا ایمان ہے۔ اگر آپکے نزدیک مصلحت ہو تو ہم اُنسے موافقت کرکے عہد و پیمان کرلیں بجھرا نے ان کی اس درخواست کو نامنظور کیا۔

محمد قاسم نے ایک شخص کو بطور مخبر کے شہر میں بھیجا کہ وہ اہل شہر کے مزاج سے اطلاع دے کہ وہ باہم موافق ہیں یا منافق۔ اس مخبر نے خبر دی کہ اہل حصار باہر لڑنے کے لئے مستعد و مہیا کھڑے ہیں محمد قاسم نے منجنیقوں کو درست کرکے لگوایا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ سمانیوں نے اپنے سردار کو لڑائی سے روکا کہ اس لشکر عرب سے تو مقابلہ جنگ نہیں کرسکتا جان و مال کو کیوں خطر میں ڈالتا ہے۔ مگر اسنے رعایا کی مصلحت کو نہ سُنا۔ سمنیوں نے محمد قاسم پاس پیغام بھیجا کہ تمام رعایا کاشتکار و صناع و تجار اور اوباش بجھرا سے ناراض ہیں اور اسکی مطیع نہیں ہیں وہ تجھسے منازعت و محاربت نہیں کرنی چاہتے۔ یہ سنکر لشکر اسلام کی اور ہمت بڑھی۔ اور محمد قاسم نے رات دن لڑنا شروع کیا۔ ایک ہفتہ کے اندر اہل حصار نے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا۔ بجھرا نے دیکھا کہ اب اہل حصار

وقت تنگ آگیا ہی وہ رات کو چھپ کے بھاگ گیا اور بدھیہ کے سرحد میں جا پہنچا۔ اُسوقت بدھیہ میں کاکا کوٹل کا فرمانروا تھا اور وہ سمانی تھا۔ اور اسکا حصن جھین سی سم ندی کمبہ کے کنارہ پر تھا۔ وہاں باشندے بجہرہ کے استقبال کو آئے اور حصار آگے اُسے اُتارا +

فتح سوستان ۹۳ھ

جب بجہر بھاگ گیا تو سمانیوں نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کرلی سوستان کے قلعہ میں محمد قاسم آیا اور یہاں کا انتظام خاطر خواہ کیا۔ اور ملکی منصبوں پر عمال اور نائب مقرر کیے اور اصلاح انتظام اور اختیار اُنکو سپرد کیا۔ جہاں سونا چاندی اُسکو ملا وہ لیا اور سیم و پیرایہ و نقود کی گٹھریاں باندھیں مگر سمانیوں سے جنسے کہ پہلے عہد و پیمان ہوچکے تھے کچھہ نہ لیا۔ اور لشکر اسلام جس قدر مال کا مستحق تھا اُسکو دیا۔ غنیمت کا پانچواں حصہ حجاج کے خزانچی کو حوالہ کیا۔ اور ان کو عہدنامہ زد کیا۔ حجاج کو غنیمت اور بردہ اور اُسکے ساتھہ فتحنامہ بھیجا اور خود سوستان میں ٹھیرا۔ اس حمس اور سپاہ کے حصوں کی تقسیم سے فارغ ہوکر دو تین روز بعد حصار سیسم کی طرف وہ روانہ ہوا۔ اہل بدھیہ و سوستان کا راجہ اُس سے لڑنے کے لیے تیار ہوئے۔ سوستان کی محافظت کے لئے جو لشکر مقرر تھا اُسے چھوڑکر باقی لشکر کو وہ ساتھہ لیکر نیل بان پر دریاے کنبھ کے کنارہ پہنچا۔ یہاں چاروں طرف اسلام کے دشمن ہی دشمن تھے۔ ان سب نے جمع ہوکر یہ ارادہ کیا کہ اس لشکر پر شب خون مارکر اُسکو پریشان کردیجے +

سرداروں کی ملاقات کاکا سے ۹۳ھ +

بدھیہ کے اکابر اور اعیان کاکا کوٹل کے پاس گئے۔ بدھیہ کے رانا ایو کی نسل سے تھے جو اصل میں ایودھار ہے ایودھار گنگا کے کنارہ پر ایک نگر ہے۔ لشکر عرب کے پر شب خون مارنے کے باب میں مشورہ کیا گیا۔ کاکا نے اپنی راے یہ ظاہر کی۔ اگر تم شب خون مار سکتے ہو تو مارو نہایت عمدہ تدبیر ہے مگر ہمارے پنڈتوں اور جوتشیوں نے جو نش کی کتابوں سی خوب حساب کرکے یہ لکھا ہی کہ اس نواح میں مسلمانوں کی حکومت ہوگی۔ اُس نے جاٹوں کی فوج جمع کرکے اُسکا سپہ سالار بھمن مقرر کیا ایک ہزار سپاہی دلاور و شمشیر زن اُس کے ہمراہ تھے۔ ہر ایک سپاہی کے پاس تلوار تیر و نیزہ و کٹار تھی جب کلی رومی سپاہ نے رات کی زنگی سپاہ سے ہزیمت پائی تو لشکر شب خون مارنے کے لیے روانہ ہوا جب وہ لشکر عرب کے قریب آیا تو راہ بھول گیا رات بھر بھٹکتا پھرا۔ چار فرق جو اس سپاہ کے تھے انمیں سے مقدمہ ساقہ کے ساتھہ ملا نہ میمنہ میسرہ کے سامنے آیا۔ جنگل میں ہر ایک سر مارتا پھرا جب اُسنے سر اُٹھاکر دیکھا

تو معلوم ہوا کہ وہ سب سیم قلعہ کے گرد کھڑے ہیں جب دن ہوا تو وہ قلعہ کے اندر گئے اور سارا حال کاکہ
کو تفصیل سے بیان کیا کہ یہ ہماری تدبیر نہ چل سکی۔ کاکہ نے کہا کہ تم خوب جانتے ہو کہ میں شجاعت و
مردانگی و شہامت و فرزانگی میں کیسا نامور ہوں اور میری ناموری میں تم نے کتنی مہمات سر کی ہیں
لیکن بعضوں کی کتاب میں علم نجوم سے حساب کر کے لکھا ہے کہ لشکر اسلام کے ہاتھ ہندوستان
فتح ہوگا۔ مجھے اسکا یقین ہے کہ یہی ہو کے رہے گا +

کاکا مع معتمدوں و خواص کے لشکر عرب کی طرف چلا تھوڑی دور گیا تھا کہ وہ بنانہ بن حنظلہ
سے ملا جو پیش رو اُس لشکر کا تھا اور دشمن کی سپاہ کا حال دریافت کرنے جاتا تھا۔ کاکا کو وہ محمد قاسم
پاس لے آیا۔ محمد قاسم بہت خوش ہو کر اُس سے ملا۔ اُسنے شب خون مارنے کا حال بیان کیا۔ جو لشکر
شب خون مارنے کو چلا تھا خدا تعالٰے نے اُسکو گمراہ کر دیا۔ ساری رات پریشان پشیمان پڑا پھرا۔ ہمارے
منجموں و معبروں نے علم نجوم کے موافق یہ حکم لگایا ہے کہ لشکر اسلام کے ہاتھ یہ نواح آئیگی چنانچہ انکے
بیان معجز طراز کی تصدیق اس شب خون کے منصوبہ نہ چلنے سے ہو گئی۔ اسکا یقین ہو گیا کہ حکم
الٰہی یہی ہے کہ کسی کا مکر و غدر عرب کی طاقت کے آگے نہ چل سکے گا۔ اب ہر طرح سے اپنا اطمینان
رکھئے کہ دشمنوں پر آپ کو فتح ہوگی میں آپ کی اطاعت قبول کرتا ہوں اور ناصح بن کر ساتھ ہوتا ہوں
جہانتک مجھ سے ہو سکے گا میں آپ کا یار و یاور رہونگا۔ دشمنوں کے قلع و قمع کے لئے رہبر ہونگا۔
محمد قاسم نے ان باتوں کو سنکر درگاہ الٰہی میں سجدہ شکر ادا کیا۔ خود کاکا کی اور کل اُسکے ساتھیوں
کی سب طرح سے خاطر جمع کی۔ اُسنے کاکا سے کہا کہ ای امیر ہند تیرے ہاں تشریف (خلعت دینے) کا
کیا دستور ہے کاکا نے کہا کہ ہمارے ہاں سماتی جاتوں کی تشریف کی رسم یہ ہے کہ کرسی ملتی ہے۔ جامہ
ریشمی ہندی یا حریری پہنایا جاتا ہے اور دستار بندی ہوتی ہے۔ کاکا کو یہ خلعت پہنایا گیا تاکہ
نواح کے کل مقدموں اور بزرگوں کو اسکی اطاعت کی طرف رغبت ہوئی جن لوگوں نے موافقت کی
اُنکے دلوں سے اُسنے اہل عرب کا خوف دور کر دیا اور جنھوں نے مخالفت کی انکو وہ نمالی کرکے راہ پر
لے آیا عبد الملک بن قیس شحنہ مقرر ہوا کہ ہر متمرد کو سزا دے۔ کاکا نے ایک دولتمند گروہ کو لوٹا اور
اُنسے نقد و جنس و ستور و بردہ و غلہ بہت کچھ لیا جس سے لشکر عرب میں گائے کا گوشت تک ارزاں ہو گیا

پس محمد قاسم یہاں سے چلکر حصار سیسم پر آیا دو روز تک لڑائی رہی۔ خدا نے اُسے فتح دی اور دشمن
فرار ہوئے۔ داہر کا بھتیجا بن چندرا اور اُسکے تابعین اوت وٹھاکر مارے گئے۔ باقی لڑنے والوں
میں سے کچھ تو بدھیہ پہنچے کچھ بھٹ نور میں جو سالوج اور قندابیل کے درمیان میں ہی بھاگ کر چلے گئے
یہاں سے امان نامہ کی درخواست کی۔ یہ سب داہر سے مخالفت رکھتے تھے بعض داہر کے ہاتھ سے زچ
ہوئے تھے اسلئے اُنھوں نے اُس سے بغاوت اختیار کی اور اپنے ایلچیوں کو بھیجا اور ایک ہزار درم وزن
چاندی دینے کا وعدہ کیا اور اپنے طرف سے اوّل سوستان روانہ کیے +

محمد قاسم نے بعض رئیسوں پر زر مال گزاری مقرر کر دیا اور از سر نو انکی رفاہ کا عہد و پیمان کر لیا
اور حمید بن وداع النجدی اور عبد القیس آل جارود کو یہاں مناصب پر مقرر کیا اور اُنکے معتمد ہونے
کے سبب سے ساری کاموں کا اہتمام انھیں کے سپرد کیا۔ اس طرح سیسم کے انتظام سے فارغ ہوا تو
حجاج کا فرمان پہنچا کہ کہیں اور نہ جاؤ نیرون کو واپس آؤ اور مہران سے عبور کرنے کی تدبیر کرو اور
داہر سے لڑائی لڑو اور خدائے عزوجل سے دعا مانگو کہ تجھے ظفر و نصرت عنایت کرے۔ جب ان
نواحی پر تیرا تسلط ہو تو وہاں کلی و جزوی انتظام کر اور حصاروں کو مضبوط کر اور کسی کو غیر مضبوط
نہ چھوڑ۔ محمد قاسم نے جب اس فرمان کو پڑھا تو وہ نیرون میں آیا۔ یہاں سے یہ خط لکھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امیر اجل عالم تاج دین پناہ عجم و سند حجاج بن یوسف کی بارگاہ رفیع میں
خدمتگار محمد قاسم بعد بندگی و صد عرض مکنت کرتا ہوں کہ میں مخلص مع تمام میر و حشم و خدم و حمایت لشکر مسلمانوں کی ضمان سلامت
میں ہیں اور ہمارے تمام امور کو استقامت و مسرت کو شدت حاصل ہے رای انور پر روشن ہو کہ بیابان اور اسکی منازل
مہالک کو قطع کر کے بلاد سند میں پہنچا وہ حصہ ملک کا جو قلعہ بغرور (نیرون) کے محاذی دریا مہران پر
واقع ہے فتح ہوا۔ یہ قلعہ الور کے ملک میں اے داہر کی ملک میں تھا جن لوگوں نے سرکشی کی وہ قید کر دیے گئے
یا بھاگ گئے۔ جب فرمان امیر نافذ ہوا اور مراجعت کی طرف اشارہ ہوا تو میں حصار میں کہ کوہ
نیرون میں ہے پہنچ گیا ہوں اور یہ حصار دار الخلافہ سے نزدیک ہے امید ہے کہ عنایت بادشاہی
اور اقبال امیر معظم سے دشمنوں کے حصنہائے حصین فتح ہوں اور ہمارے خزانے دولت سے معمور
ہوں بالفعل حصار سوستان و سیسم میں ہماری حکومت مسلم ہوگی پسر عم زادہ داہر اور اسکے اولاد اعیان و

حجاج بن یوسف کا فرمان دریاے مہران کو عبور کرنے کا اور داہر سے لڑنے کا +

شجاع قتل کئے گئے اور مشرک مسلمان ہوئے یا مقتول ہوئے بت کدوں کی بجائے مساجد و معابد بنائی گئی
انمیں منبر قائم ہوئے خطبہ پڑہا گیا۔ اذان دی گئی۔ اوقات مقررہ پر فرض نماز ادا ہوتا ہے۔ خدائے
عزوجل کی ذکر و تذکیر صبح و شام ہوتی ہے احکام الہی کی تعمیل قرآن کی آیتوں کے موافق ہوتی ہے میں
ایسے حصن حصین میں مقیم ہوں کہ وہ سد سکندری پرہبی افتخار کرتا ہے حول و قوت ہماری خدائے
عزوجل کے ساتھ ہیں رائے رفع کے لئے یہ مکتوب بھیجتا ہوں و فرمان نافذ و مثال ناطق کی صدور
کا منتظر ہوں جو حکم و ارشاد ہوگا توفیق الہی سے اسکے موافق تعمیل ہوگی سامی راسل سے جو راجہ
داہر کے تو ابعین میں سے ہیں عہد و پیمان کی گفتگو ہو رہی ہے اگر یہ امر طے ہو جائیگا تو دریاء مہران سے
گذرنا ہم پر آسان ہو جائیگا +

فرمان حجاج بسم اللہ الرحمن الرحیم فرزند عزیز کریم الدین محمد قاسم ادام اللہ تمکنتہ کا
مکتوب پہنچا۔ انواع تکلف و اصناف تعظیم سے آراستہ تھا۔ اسمیں تمام حال وہاں کا بجود قوع میں آیا
معلوم ہوا۔ اے پسر کیا تجھکو ہو گیا ہے کہ راہ عقل و تدبیر و تمیز اپنی متعین کرکے ملوک مشرق کو لڑائی
میں مقہور نہیں کرتا اور ان لشکروں کو کہ لشکر اسلام کی مدافعت چاہتے ہیں تباہ و برباد نہیں کرتا تو
انکے کید اور شر کو دفع کر اور مال جتنا تو خرچ کرسکتا ہے انعام و بخشش لشکر میں صرف کر اور جو کوئی تجھسے
اقطاع ولایت چاہے اسے تو نا امید نہ کر اور اسکی ملتمسات کو قبول کر۔ امان سے رعایا کو اطمینان دے
پادشاہی کے چار ارکان ہیں اول مدارا و مواسا و مسامحت و مصالحت۔ دوم بذل مال و عطیہ۔
سوم۔ دشمنوں کی مخالفت میں رائے صواب انکی مزاج شناسی میں علم۔ چہارم۔ رعب مہابت و
شہامت و قوت و شوکت۔ دشمنوں کے دفع کرنے میں ان طریقوں سے دشمنوں کو دفع کرنا چاہئے تو راجاؤں
کو عہد واثق سے راہ پیدا جب وہ مال گزاری دینے کا اقرار کرلیں تو سب طرح سے تو انکو قوی
پشت کر جب کسی کو سفیر بنا کے بھیج تو پہلے اسکی عقل مذہب کیاست و امانت پر خوب اعتماد حاصل
کرلے کہ مبادا اسکی رفتار و گفتار سے اسلام کی گردن پر وبال آئے۔ اپنے تئیں دشمنوں کے مکر و غدر سے
بچاتا رہ مہمات میں حزم و ہوشیاری کو کام میں لا۔ داہر سے ہمیشہ محترز رہ۔ اگر وہ کوئی اپنا معتقد
و معتمد بھیجے تو اسکی مجالست سے بے خوف نہ رہ جب اسکو بلا نو بزنگا ! اپنی محفل میں اسکو جواب شافی

بے محابا دے جو شخص وحدانیت الہی کا اقرار کرے اور تیری اطاعت کرے تو اسکی جان و مال و
اسباب و ننگ و ناموس کو برقرار رکھ اور جو اسلام نہ قبول کرے تو اُس کو مطلقاً قتل کر [illegible]
ہو جائے۔ جو لوگ تمرد اختیار کریں تو اُن سے لڑنے کے لیے تیار ہو اور ایسی جگہ [illegible]
فراخ ہو تا کہ مرد مرد کے ساتھ اور سوار سوار کے ساتھ میدان میں جولانیاں کر سکیں جب تک [illegible]
مصروف ہو تو کرم الہی پر توکل کر۔ دریائے مہران اول تو عبور کرنا کہ تیری ہیبت لوگوں کے دلوں
اثر کرے اور ایسی جگہ سے عبور کر کہ وہاں پل استوار باندھ سکے اسکا پہلے خوب امتحان کر لے
جب یہ فرمان حجاج کا آیا تو محمد قاسم دریا کے عبور کرنے کی تدبیر سوچنے لگا۔

جب داہر کو یہ خبر پہونچی کہ محمد قاسم نیرون میں آ گیا تو اُس نے منجموں سے پوچھا کہ تمہارا علم
نجوم کیا کہتا ہے سب نے بالاتفاق کہا کہ مسلمانوں کی فتح ہوگی۔ داہر نے سمانی [illegible] کو جسکی
ایالت میں حصار نیرون تھا نیرون بھیجا کہ وہاں کے حال سے اطلاع دے۔ وہ لشکر کا قریب میں
پانچ مقدموں کے ساتھ آیا اور حجاج کا فرمان بھی ساتھ لایا۔ اور محمد قاسم کو دکھلایا۔ محمد قاسم نے
کہا کہ میں اس فرمان کی فرمان بری کے لیے موجود ہوں مگر اہل نیرون نے جو حصار کا دروازہ [illegible] کے
لیے بند کیا جس کے سبب سے لشکر میں غلہ کا کال پڑ گیا یہ نیک کام نہ تھا اُسنے یہ عذر کیا کہ ہمارے تھانہ حصار
امور راجہ داہر سے متعلق ہیں میں اُس کے پاس حاضر تھا میری غیر حاضری میں رعایا نے متردد ہو کر اور [illegible]
سے ڈر کر دروازہ بند کر لیا اب میں حاضر ہوں جو حکم ہوگا بجا لاؤنگا اُس سمانی کو محمد قاسم نے خلعت
دیا اور نہایت عنایت کی اور اُس کو واپس بھیجا اُسنے جا کر حصار کا دروازہ کھول دیا محمد قاسم
گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے اکابر و اعیان کو ساتھ لیا اور حصار میں آیا۔ بجائے بت کدہ کے
مسجد بنوائی۔ دوگانہ نماز اسمیں ادا کیا حصار میں شحنہ اپنی طرف سے مقرر کیا۔ پھر یہاں سے حصار [illegible]
پر محرم سنہ ۹۳ھ میں گیا اور اُس کے سواد میں اترا۔ یہ حصار نہایت مستحکم تھا۔ اہل حصار نے لڑنے کی
تیاری کی اور حصار کے گرد گہری خندق کھودی۔ ایک ہفتہ تک لڑائی رہی۔ پھر اہل حصار نے
اطاعت اختیار کی محمد قاسم نے امان دی۔ انھوں نے مالگزاری دینے کا وعدہ کیا قلعہ کی کنجیاں
دیدیں۔ محمد قاسم نے حصار کا انتظام اپنے معتقدین و معتمدین کے حوالہ کیا۔

مہران کے کناروں پر محمد قاسم کا پڑاؤ۔ موکہ بسایاسے عہد و پیمان ہونا +

محمد قاسم مہران پر پہونچا تو داہر کو اسکی خبر ہوئی وہ سمجھا کہ اہل عرب کا استیلا روز بروز بڑھتا جاتا ہے تو اُسنے موکہ بن بسایا پاس ایلچی بھیجا کہ اگر تو ہماری اطاعت کریگا تو تیرا ملک دستور تیرے پاس رہیگا اسلئے جواب میں موکہ نے محمد قاسم کو لکھا کہ تیری اطاعت کی طرف رغبت ہوتی ہے مگر سند ہمارا اسکی وا دا ہی ہمارے باپ دادا کا ملک ہے میری راجہ داہر سے قرابت ہے مجھپر اُسکی ساتھ ہر حال میں شریک رہنا فرض ہے گو میں جانتا ہوں کہ ہماری سلطنت کا زوال آگیا۔ پھر موکہ نے منجموں سے پوچھا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے اُنھوں نے بہت عذرات کے بعد یہ عرض کیا کہ یہ ملک ہمارے ہاتھ سے نکل کر مسلمانوں کے ہاتھ میں جائیگا۔ موکہ کے قول پر محمد قاسم کو اعتماد تھا اُسنے بنانہ بن حنظلہ کلابی کو ہزار سوار کے ساتھ موکہ کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا۔ ترجمان اُسکے ساتھ گیا پس بنانہ نے موکہ بسایا کو مع بیس ٹھاکروں کے گرفتار کیا اور محمد قاسم کے روبرو لایا۔ محمد قاسم نے اُسکی بڑی آؤ بھگت کی موکہ کو۔ ملک بیت تمام وکمال عطا کیا اور اُسکی سند لکھہ کر دیدی کہ وہ نسلاً بعد نسلٍ مالک ہے۔ اور ایک لاکھ درم صلہ میں دیئے سبز چتر طاؤسی وکرسی وخلعت دیا + اور اُس سے کشتیوں کے فراہم کرنے کا وعدہ لیا +

حکایت شامی ایلچی اور مولائے اسلام کا داہر پاس جانا

داہر کے پاس ایک شامی ایلچی بھیجا اور مولائے اسلام کو ترجمان کے لئے اُسکے ہمراہ کیا یہ مولا دیبل کے رہنے والے تھے اور محمد قاسم کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ جب یہ دونو داہر کے پاس پہنچے تو مولا نے داہر کو سلام نہیں کیا اسپر داہر نے مولا سے کہا کہ تو دستور کے موافق آداب کورنش کیوں نہیں بجا لایا۔ اُسپر مولا نے کہا کہ جب آپکے مذہب میں تھا تو آپ کو بندگی کرتا تھا اب اسلام سے مشرف ہوا ہوں شاہ اسلام کو سلام کرتا ہوں کافر کو سلام نہیں کرتا۔ داہر نے کہا کہ تو ایلچی بن کر نہ آتا تو تجھکو سزا دیتا۔ اسپر مولانا نے کہا کہ اگر تو مجھکو مار ڈالتا تو اسلام کا کچھہ نقصان نہ ہوتا مگر میرے خون کا انتقام جب وہ لیتے تو تجھکو بڑی سزا دیتے۔ شامی نے محمد قاسم کا یہ پیغام پہونچایا کہ دریاء مہران کے تم عبور کر کے ہم سے لڑو یا ہم کو عبور کرنے دو ہم تم سے لڑیں اسپر وزیر سیساگر سے داہر نے مشورہ کیا اُسنے کہا کہ میرے نزدیک اُنکو دریا سے اُترنے دو پیچھے اُنکے دریا ہوگا اور آگے تیرا لشکر ہوگا۔ اُنکا فریادرس کوئی آگے ہوگا نہ پیچھے یوں نرغہ میں وہ پھنس جائینگے۔ مگر جب اسی امر میں محمد علافی سے مشورہ کیا (محمد علافی کا پہلے ذکر ہوچکا ہے)

اور سی ساگر کی رائے اُسکے سامنے بیان کی اُسنے کہا کہ وزیر کی رائے غلطی پر ہے۔ عرب کا لشکر جو ابتک
وہ رضاء الہٰی میں اپنی جان دینے کو تیار ہے۔ وہ مرنے کو شہادت جانتا ہے اور اُسکے بدلہ میں جنت
ملنے کا یقین رکھتا ہے۔ اگر وہ دریا سے عبور کرکے اس طرف آگیا تو ایک قیامت برپا کر دیگا۔ رعایا
اُسکے خوف کے مارے اسکی اطاعت قبول کرلے گی۔ اس دریا کے درمیان حائل ہونے کو غنیمت
سمجھو۔ ہمارے نزدیک اہل عرب کا دریا سے گذرنا مصلحت نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ کشتی کے ملاحوں پر اپنی
درشتی رکھو کہ وہ علاف غلہ وہیزم وکاہ کی راہیں ہر طرف سے لشکر عرب پر بند کردیں اس طرح آدمیوں کو
بھوکا اور گھوڑوں کو بے علف رکھکر اس لشکر کو متفرق و پریشان کریں۔ اس صلاح و مشورہ کے بعد
داہر نے ایلچی کو واپس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ ہم سب طرح سے لڑائی کے لیے آمادہ بیٹھے ہیں خواہ تم
دریا سے عبور کرو یا ہم عبور کریں۔ ایلچی نے جب محمد قاسم سے یہ آکر کہا تو اُسنے کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ
ہم ہی دریا کو عبور کرینگے۔ وہ مہران کی جانب مغربی اترا اور موکہ بن بسایا کو بلایا اور کشتیوں کا سامان
کرنے لگا۔ حجاج کو داہر کے جواب سے اطلاع دی تو اُسنے بھی یہی صلاح لکھی کہ دریاء مہران عبور کرو
میں رات دن خدا تعالیٰ سے تمہاری فتح کی دعا مانگتا ہوں یقین ہے کہ خدا تمہاری مراد پوری کرے
ایک دعا بھیجتا ہوں اُسے تم پڑھتے رہا کرو۔ پل کے بنانے کی اور اسکی آزمایش کی ترکیب لکھکر بھیجی ہے
پھر اسکے بعد ایک خط حجاج کا آیا جسمیں لکھا تھا کہ تم اول نقشہ دریاء مہران کے چار فرسنگ کا بنوا کر
میرے پاس بھیجدو۔ اُسے دیکھکر میں تمکو بتلادونگا کہ کس موضع سے تمکو اترنا چاہیے۔ محمد قاسم جیور
کے مقابل آیا۔ داہر بھی ہاتھی پر سوار ہوکر لشکر اسلام کی برابر آیا۔ دونو کے درمیان دریاء مہران
فاصل تھا۔ ایک شامی کہ تیر اندازی میں قادر و ماہر تھا اُسنے چاہا کہ گھوڑے کو دریا میں ڈال کر داہر پر
تیر چلائے مگر اسکا گھوڑا پانی سے جھجکا کہ داہر نے ایسا تیر اُسکے لگایا کہ اُسکی روح پرواز ہوئی۔ داہر چلا گیا
اور جاہین کو معبر دریا پر متعین کیا کہ اہل عرب کے لشکر کو اترنے نہ دے +
لشکر اسلام کے چند سواروں نے محمد قاسم سے آکر کہا کہ چندر بن بالہ نے حصار سوستان کے عربوں کو نکال دیا
محمد قاسم نے مصعب بن عبدالرحمن کو ہزار سوار اور دو ہزار پیادے دیکر وہاں روانہ کیا۔ حصار کے باہر
چندرام سے لڑائی ہوئی اور اسکے لشکر کو ہزیمت ہوئی۔ اُسنے حصار میں جانا چاہا مگر وہاں اہل حصار نے

کو آتش زنی ہوئی یا وہ مارا گیا۔ اہل تجارت و اہل حرفہ وپیشہ نے اپنے معزز آدمیوں کو مصعب کے پاس
بھیجا اور عرض کی کہ یہ شہر ہماری طرف کا نہ تھا ایک چور گھس آیا تھا اُسنے یہ دنگہ فساد برپا کیا غرض
حصار کا دروازہ اُنھوں نے کھول دیا اور مصعب نے حصار کا انتظام کر لیا اور فتح کی خبر محمد قاسم کو بھیجدی
محمد قاسم نے اُسے لکھا کہ حصار کی حفاظت کے لئے معتمد و امین مقرر کر دو اور تجار و صناع و معارف سے
قول لے لو اور چار ہزار جنگلی سپاہی اپنے ساتھ لاؤ مصعب نے محمد قاسم کے حکم کی تعمیل کی اور محمد
قاسم سے آن ملا اور حصار بیت کے پاس ہوکر بسیا یا بھی اُسنے ملا۔

جب داہر کو یہ یقین ہو گیا کہ محمد قاسم سے ہوکر نے بیعت لی تو اُسنے اپنے بیٹے جے سیہ کو
حصار بیت میں بھیجا کہ لشکر اسلام کے مقابل ایستادہ ہوکر انکو دریا سے نہ گذرنے دے
بڑا لاؤ لشکر اُسکے ساتھ تھا۔ وہ دریا راک کے ساحل پر مقیم ہوا اُسکے سامنے جہم و کربل پر
محمد قاسم کا لشکر اُترا ہوا تھا۔ پچاس روز یہاں قیام رہا جسکے سبب سے غلہ و کاہ میں کمی ہوئی
اور کھانے کی تنگی سے لشکر متردد ہوا گھوڑے بغیر دانے چارے کے بیمار ہونے شروع ہوئے
جو گھوڑا بیمار ہوتا اُسکو ذبح کر کے لشکر کھاتا۔ دشمن بھی چاروں طرف گھات لگائے بیٹھے تھے
۔راجہ داہر یہ حال دیکھ کر خوش ہوتا تھا اُسنے محمد قاسم پاس ایلچی بھیجا +

محمد قاسم سے ایلچی نے آنکر کہا کہ تو نے دیکھا کہ تیرا انجام کار کیا ہوا تیرے لشکر کو غلہ نہیں
میسر ہوتا اب اگر صلح کرے تو میں علوفہ بھیجدوں کہ تیرا لشکر گرسنگی و بے برگی سے ہلاک نہ ہو خوب
سمجھ لے کہ ہم سے لڑائی میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا محمد قاسم نے جواب دیا کہ میں یوں تو
مصالحت نہیں کرتا اگر تم جزیہ دینا قبول کرو اور خزانہ دار الخلافہ میں داخل کرو تو میں
صلح کر لونگا ورنہ خدا کی امداد سے تیرا سر کاٹ کے عراق بھیجونگا +

محمد قاسم نے حجاج کو لکھا کہ داہر کا ایلچی یہ پیغام لیکر آیا تھا اور میں نے اُسکا یہ جواب اُسکو دیا
سوا ازیں گھوڑوں میں بیماری ہوئی ہے جسکے سبب سے بہت گھوڑے مر گئے۔ چارہ و غلہ کی تنگی رہتی
ہے دریا سے پار جانے کے لئے کشتیاں میسر نہیں ہوتیں حجاج نے بھی طیار کو اسلئے یہاں
مقرر کر کے بھیجا تھا کہ وہ محمد قاسم سے خفیہ یہاں کے حالات اُسے اطلاع دے وہ مکران میں پہنچا تھا

کہ اُسکو سرِ راہ محمد قاسم کے لشکر گاہ سے ایک مسافر آتا ہوا ملا۔ طیار نے اُس سے لشکر کا حال پوچھا اُسنے
نہایت شرح و بسط سے وہاں کا حال بیان کیا کہ لشکرِ عرب اس سبب سے متردد و متفکر رہتا ہے کہ
گھوڑے وبا سے مر رہے ہیں غلہ و علف کی تنگی رہتی ہے اور اور طرح کی بھی تکلیفات ہیں۔ طیار یہ
حالات سنکر اور مسافر کو ساتھ لیکر حجاج پاس اُلٹا چلا گیا۔ اور اُسکو ان حالات پر آگاہ کیا جس سے
وہ نہایت متاسف ہوا اُسنے صلحار علمار سے التماس کی کہ وہ خدا سے دعاءِ صالح مانگیں مسافر کو
اپنے پاس بلاکر لشکر کا حال پوچھا۔ اُسنے بیان کیا کہ بہت گھوڑے وبا سے مر گئے اور غلہ و چارہ
نہیں ملتا۔ مگر میں جب وہاں سے چلا آیا ہوں تو گھوڑوں کی وبا موقوف ہو گئی تھی اور غلہ کے تاجر
چاروں طرف سے غلہ لشکر میں لاتے تھے اور ارزان بیچنے لگے تھی۔ گھوڑے جو زندہ سلامت ہیں تھے وہ بالکل
تندرست تھی۔ حضور نے جو اپنے مریدِ معتمد سے یہ حال سنا ہے وہ میں نے ہی اُسسے کہا تھا مگر پورا اس نظر سے
نہیں کہا کہ دوست دشمن جب اسکو سنینگے تو اندیشہ تھا کہ کہیں کوئی دشمن لشکر کو اذیت نہ پہنچائے
حجاج نے اس مسافر کو دار الخلافہ میں خلیفہ کے پاس ان تمام حالات کے بیان سنانے کے لئے بھیجدیا+

جب حجاج نے یہ حالات سُنے تو محمد قاسم پاس یہ حکم بھیجا کہ تمہاری تحریر سے اور قاصد کی تقریر
سے وہاں کے کل حالات معلوم ہوئے کہ کچھ گھوڑے سقط ہوئے اور باقی زندہ سلامت ہیں اسلئے تمہارے
پاس دو ہزار گھوڑے بھیجے جاتے ہیں تم اُنکو معتمدوں اور مبارزوں و لشکر کے سرداروں کی حوالہ کر دو اور
اُنسے کہہ دو کہ وہ ان گھوڑوں کو اپنا ہی سمجھیں تم لشکر کی شوکت کو دشمنوں کو دکھاتے رہو اور یاد رکھو
کہ کسی شخص کی تمنا اپنے ارادہ سے پوری نہیں ہوتی جب تک خدا تعالیٰ اُسکو بر لائے۔ خدا تعالیٰ ہمارے
تمنا کو ہمارے دشمنوں کے مقابل میں پوری کریگا۔ تمکو چاہئے کہ جسطرح ہو سکے کشتیاں باہم پہنچا کر اُنکا
پل بناؤ تاکہ دریا سے عبور کرنا آسان ہو محمد قاسم نے یہ حکم سب لشکر کو سنا دیا+

محمد قاسم نے اس فرمان کے جواب میں عرضی لکھی کہ یہاں خوراک طبیعت کے مخالف ایسی ملتی
ہے کہ جس سے بیماری کی رطوبت پیدا ہوتی ہے اسلئے ترشی کی ضرورت ہے اپنے خاص ہودی خانہ سے کسیقدر
سرکہ عنایت فرمائیں کہ لشکر کو اسکی بڑی ضرورت ہے حجاج نے دھنکی ہوئی روئی کو سرکہ میں کرکے
خشک کیا اور اسکے گٹھے بنوا کے محمد قاسم پاس بھجوا دیں اور لکھ بھیجا کہ روئی کو پانی میں

تر لگے اُسنے سر کو نکال لیا کرد +

فرمان حجاج کا پہنچنا دریاء مہران کے مغربی کنارہ پر +

حجاج نے محمد قاسم کو لکہا کہ تمھاری رائے صواب ہے یہہ کچہہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ تم دشمنوں کو امان دینے بڑے حریص ہو مگر یہ امر تمہارا مجھکو مکروہ معلوم ہوتا ہے جس دشمن کی عداوت کا امتحان ہو چکا ہو اُسکو امان دینی نہیں چاہیے۔ وضیع و شریف کو ایک محل پر نہیں رکھنا چاہیے عقل کام کو اسطرح انجام دو کہ دشمنوں کو تمہارے عجز پر احتمال نہ ہو۔ تم دشمنوں کے مقابل میں تم بڑے ہو۔ تم صلح میں کوشش کرتے ہو۔ لوگ اس صلح جوئی کو تمہارے عجز و قصور پر حمل کرتے ہیں۔ تم کو چاہیے کہ رسم سیاست و ریاست کو بجا رکھو سہم و فہم کو نگاہ رکھو عزم مصمم کرو۔ خدا کے آگے دل و جان حاضر رکھو دریاء مہران کے نقشہ دیکھنے سے ہمکو یہ معلوم ہوا کہ دریا کا عرض موضع بیت پر تنگ ہے اور وہاں کنارہ بھی سہل گذار ہے اسلئے تم وہاں سے پار اُترو +

راجہ داہر کا اپنے وزیر سیمانی سے محمد قاسم کے دریا عبور کرنے کے باب میں صلاح و مشورہ کرنا +

جب حجاج کے یہ احکام محمد قاسم پاس پہونچے تو وہ جہم سے سفر کرکے ساگرہ میں پہنچ گیا تہا وہاں کشتیوں اور تختوں کے جمع ہونے کا حکم دیا تہا اور دریا سے عبور کرنے کا عزم مصمم کیا۔ یہاں یہ ملبندارادے ہورہے تھے۔ وہاں راجہ داہر رات دن لہو و طرب میں و صید لعب میں مشغول تہا تاکہ مسلمانونکو معلوم ہو کہ اُنکو وہ ایسا ہیچ سمجہتا ہے کہ کچہہ اُنکی پرواہ نہیں کرتا۔ اس خیال میں راجہ کے پاس اسکا وزیر سیمانی آیا اور کہنے لگا کہ راجہ کی عمر دراز ہو۔ آپ تو شطرنج اور نرد بازی میں مشغول ہیں اور اہل عرب دریا سے عبور کرنیکی تدبیر میں مصروف ہیں راجہ نے کہا کہ آپ ہی کوئی مصلحت بتایئے کہ میں کیا کروں وزیر نے کہا کہ میں تین تدبیریں آپ کو بتاتا ہوں ان میں سے جو آپ کو پسند آئے وہ اختیار کیجیے۔ اول یہ کہ آپ ہند کو اپنے اہل و عیال و اقربا روانہ کر دیجیے اور خود جریدہ ہر طرف سے فیلان مست اور مردان دلاور کو جمع کیجیے اور دشمنوں پر غلہ و علف کی راہیں بند کیجیے اور لشکر کو انتخاب کرکے دشمن پر حملہ کیجیے۔ دوم یہ کہ یہاں سے نقل مکان کیجیے اور ریگستان میں چلے جایئے کہ وہ بجائے خود ایک حصن حصین ہوگا اور وہاں کے آدمیوں سے کہئے کہ وہ آپکے ساتھ شریک ہو کر اہل عرب سے لڑیں اور اگر وہ ایسا نہ کرینگے تو ہمارے غارت ہونے سے وہ بھی تباہ ہو جائینگے۔ سوم تدبیر یہ ہے کہ کل فرزندوں اور اقرباؤں کو ساتھ لیکر سرزمین ہند میں چلے جایئے وہاں آپ کی ہر طرح کی امداد ہوگی

اور وہاں سے کمک لیکر اپنے ملک کو واپس آئیے اور لشکر عرب سے انتقام لیجئے لشکر عرب کو کوئی متمتع
اس ملک سے نہیں ہوگا لیکن اگر اب ابتدا میں آپ کو شکست ہوگئی اور دشمن کو غلبہ ہوگیا تو پھر اہل
عرب سے اس ملک کا چھین لینا ملوک ہند کے بس میں نہیں رہے گا +

راجہ داہر نے یہ سنکر وزیر سے کہا کہ جو کچھ آپکے نزدیک تدبیر صواب ہو وہ عین مصلحت ہے میرے لئے
مگر میری رائے میں دیار ہند میں اہل و عیال اقربا کے بھیجنے سے رعایا کو تردد پیدا ہوگا ٹھاکر اور امرا دل شکستہ
ہو جائینگے اور مستعد ہو کر لڑنے کے نہیں بلکہ متفرق ہو جائینگے مجھے خود بھی ننگ آتی ہے کہ دوسرے سے التجا
کروں یا کسی دوسرے کے دروازہ پر جاؤں بس بہتر یہی ہے کہ دشمن سے مقابلہ کرکے لڑوں اگر اپر غالب آیا
تو میری سلطنت مستحکم و استوار ہو جائیگی اور اگر مغلوب ہو گیا تو عرب کی کتابوں میں اور شاہان عالم میں
میرا یہ ذکر باقی رہے گا کہ اپنے ملک کی حمایت میں جان کو صدقے کیا - وزیر نے کہا کہ میں تو آپ کی ذات
کی بقا اور آپکے لئے سلطنت کا خواہاں ہوں اور اپنے لئے ایک مٹھی ستو اور ایک گھونٹ پانی کا اور
ایک ٹکڑا کپڑے کا کافی جانتا ہوں آپ جو چاہے سو کیجئے +

محمد قاسم نے دریاء مہران سے عبور کرنے کا ارادہ مصمم کرلیا تو اسکو یہ اندیشہ دامنگیر ہوا کہ کہیں راجہ
داہر لشکر لیکر اسکے عبور کرنے میں مزاحمت نہ کرے اسلئے اس نے سلمان بن تہان قریشی کو حکم دیا
کہ بغرور میں جائے اور فوفی راجہ داہر کے بیٹے کو باپ سے نہ ملنے دے - اس حکم کے موافق سلمان چھ سو آدمی
لیکر بغرور گیا پسر عطیہ ثعلبی یا طفلی کو حکم دیا کہ وہ پانچسو آدمیوں کو لیکر گنداوا کی سرزمین پر اکھم کو نہ بڑھنے دے
سمانی کو جو قلعہ نیرون میں حاکم تھا حکم دیا کہ وہ غلہ اور علف کی جتنی ضرورت لشکر کو ہو پہنچاتا رہے
مصعب بن عبدالرحمن کو حکم ہوا کہ وہ آگے جائے اور راہوں کی حفاظت کرے نباتہ بن حنظلہ کلابی کو
حکم ہوا کہ ہزار سوار لیکر قلب لشکر میں رہے اور ذکوان بن علوان البکری کو حکم دیا کہ پندرہ سو سوار لیکر
موکو بن بسایا حاکم بیت کے ہمراہ رہے اور بھیٹی ٹھاکروں اور غزنوی جاٹوں کو جنہوں نے مسلمانوں کی اطاعت
اختیار کرلی تھی اور انکو محمد قاسم نے نوکر رکھ لیا تھا حکم دیا کہ وہ ساگرا اور جزیرہ بیت میں رہیں اور دریاء
مہران کی کم عرض جگہ تجویز کرکے کشتیوں کو حکم دیا کہ یہاں لگائی جائیں +

جب داہر کو خبر ہوئی کہ محمد قاسم کے پاس بہت سی کشتیاں موکہ پسر بسایا نے جمع کردی ہیں

محمد قاسم کی تیاری مشرقی کنارہ پر سے لشکر اتارنے کی +

اسل کا بیت میں مقرر ہونا +

محمد قاسم کا کشتیوں کا پل باندھ کر دریا سے عبور کرنا +

[illegible] +

تاکہ وہ دریا سے عبور کر جاوے تو اُسنے اپنے بیٹے کو بیت میں بھیجا کہ وہ محمد قاسم کو روکے موکہ کا سگا بھائی راسل کا تھا جو ہمیشہ موکہ سے دشمنی رکھتا تھا وہ داہر کے پاس آیا اور اُسنے کہا کہ مہاراج آپ اجازت دیجیے کہ مین بیت مین جاکر لشکر عرب کو دریا نہ اترنے دون۔ داہر نے اُسکی درخواست منظور کر کے بیت کے اور سب مقدمون اور اکابر کو کہہ دیا کہ اُسکی اطاعت کریں اور اپنے بیٹے کو واپس بلا لیا۔

جب محمد قاسم نے کشتیوں کو جمع کر کے اُنکو بندھوانا شروع کیا تو راسل مقدمون اور بڑے بڑے آدمیونکو ساتھ لیکر حملہ آور ہوا کہ محمد قاسم کشتیوں کا پُل نہ بنا سکا۔ محمد قاسم نے یہ دیکھ کر حکم دیا کہ کشتیوں کو مغربی کنارہ پر لیجا کر بقدر دریا عرض کے جوڑیں جب کشتیاں جڑ گئیں تو اپنے مردان جنگی پورے ہتیار لگا کے بٹھائے اور پل کے سرے کی کشتی پر تیراندازوں کو بٹھایا جنہوں نے راستہ روکنے والے دشمنوں پر تیروں کا مینہ برسایا۔ اس طرح پل کو تیرا کر مشرقی کنارہ پر جا لگایا پھر زمین میں میخیں گاڑ کر پل کو باندھ دیا اُسپر سے پیادوں اور سواروں نے اتر کر دشمن کے لشکر کو جیسم کے دروازہ تک بھگا کر تعاقب کیا صبح کو راجہ داہر خواب راحت مین تھے کہ ایک شخص نے جگا کر مفصل حال اس ماجرے کا سنایا تو داہر نے خفا ہو کر اُس سے کہا کہ کیا بُری خبر لایا ہے اور اُسکی پیٹھ پر ایک ایسا گھونسا مارا کہ وہ مر گیا +

جب محمد قاسم نے دریا سے عبور کیا تو اُسنے منادی کی کہ اے لشکر اسلام آب مہران تمھاری پشت پر ہے اور لشکر دشمنان تمھارے روبرو ہے جس شخص کا دل چاہے وہ بہتر ہے کہ یہاں سے اُلٹا چلا جاے اگر لڑائی کے وقت دشمن سے کوئی بھاگیگا تو لشکر کی دلشکنی ہوگی اور دشمن کا حوصلہ بڑھیگا یہ سُنکر سوا تین شخصوں کے کوئی اور واپس نہ گیا۔ اُنمیں سے ایک شخص نے کہا کہ ایک لڑکی کے سوا میرا کوئی اور نہیں ہے جو اُسکی خبر لے۔ دوسرے نے کہا کہ ماں کے سوا میرے گھر میں کوئی اور نہیں ہے کہ اُسکو دفن بھی کرے۔ تیسرے نے کہا کہ مجھ پر قرض بہت ہے کوئی اُسکا ادا کرنے والا نہیں ہے اُنکو محمد قاسم نے اجازت دیدی سارا لشکر پل پر سے بخیر و خوبی اُتر گیا صرف ایک شخص پل پر سے گر کر ضایع ہوا۔ اہل عرب کے سارے گھوڑے لوہے میں غرق تھے۔ وہ چلکر حصار بیت میں پہنچے اور یہاں اُنہوں نے دم لیا سطلایہ مقرر کیا لشکر کے گرد خندق کھودی اور سارا اسباب بنا

قلعہ میں رکھا۔ پھر قلعہ سیت سی محمد قاسم راور کو روانہ ہوا۔ اور جی وار (جے پور) میں پہنچا جی وار اور
راور کے درمیان ایک جھیل تھی جسپر راجہ داہر نے اپنے منتخب دلاور فوج کو بٹھا رکھا تھا +
راجہ داہر نے محمد حارث علافی کو بلاکر یہ کہا کہ ای حارث ہم نے تم کو آج ہی کے دن کیلئے
پرورش کیا ہی۔ تم کو ہمیشہ ہم لشکر طلایہ سپرد کیا کرتے ہیں اب بھی اُس کو حوالہ کرتے ہیں تم لشکر
عرب کی رسم سے واقف ہو اِس کام کو خوب انجام دوگے۔ علافی نے جواب دیا کہ ای راجہ صاحب
آپ کا حق نعمت مجھ پر واجب ہے مگر ہم مسلمان ہیں اور لشکر اسلام سے لڑنا ہمارے مذہب میں
حرام ہی۔ اسلئے کہ اگر لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ سے ہم مارے جائیں تو حرام موت مریں
اور اگر اُن کو ماریں تو قیامت کو دوزخ میں جائیں۔ اگرچہ میں مرہون منت ہوں۔ مگر اب یہ
بہتر معلوم ہوتا ہی کہ مجھے ترک خدمت کی اجازت فرمائیے۔ راجہ داہر نے حارث سے کہا کہ اعانت
کی تجھ سے توقع نہیں ہی تو میں مجبور ہوکر تجھکو موقوف کرتا ہوں محمد حارث علافی یوں موقوف ہوکر
بیلمان میں چلا گیا وہیں ٹھیرا رہا جب تک کہ داہر کشتہ ہوا۔ بعدازاں محمد قاسم نے اُسے
امان دیکر ایک عہدہ پر مقرر کردیا۔ وہ ملوک ہندوستان پاس جاتا اور اُنکو مسلمان ہونے پر
یا خراج دینے پر تحریص دیتا اور محمد قاسم کی عنایت کے اُسکے وعدہ کرتا۔ اس طرح اُنکو اطاعت
میں لاتا۔ ملتان میں پہونچکر وہ مرگیا +

ایک روایت یہ ہی کہ محمد حارث علافی سے راجہ داہر نے کہا کہ لشکر عرب سے تو لڑتا نہیں تو میرے ساتھ
لشکر عرب کے مکر وکید پر مطلع کرتا رہ اور اُنکے دفع کی تدابیر بتلاتا رہ۔ اُسنے راجہ داہر کا کہنا مان لیا
اور اُسکے لشکر طلایہ کے ساتھ لشکر عرب کی تجسس میں روانہ ہوا تو اہل عرب نے اُسکو بہت لعن
طعن کی۔ اور اُسکو شکست دی اور وہ واپس چلا آیا +

جب محمد قاسم نے حجاج کو دریا عبور کرنے کا حال تحریر کیا تو وہاں سے لکھا آیا کہ پانچ وقت
کی نماز پڑھا کرو۔ اور تکبیر و قرأت و قیام و رکوع و سجود و قعود میں تضرع و زاری خدا کے روبرو
کیا کرو ہر وقت زبان پر ذکر الٰہی جاری رکھو تاکہ کام کا انجام بخوبی ہو کسی کو قوت و شوکت
بے عنایت الٰہی کے میسر نہیں ہوتی۔ اگر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسا رکھوگے تو امید ہی

داہر کا محمد علافی سے درخواست کرنا اور اُسکا جواب دینا اور موقوف ہونا +

فرمان حجاج +

کہ فتح و نصرت قرین و معین ہوگی

جب محمد علافی طراوہ سے واپس آگیا اور راجہ داہر نے اپنے بیٹے جےسیہ کو بہت سی سپاہ اور ہاتھیوں کے ساتھ روانہ کیا لشکر عرب نے جےسیہ پر حملہ کیا اور اسکے لشکر میں بہت آدمی مارے جےسیہ ہاتھی پر سوار تھا فیلبان نے اس سے پوچھا کہ آپ لڑینگے یا مراجعت کیجئےگا اور اپنے کو ہلاکت سے بچیے گا۔ راجہ جےسیہ نے کہا کہ میں کیونکر بچ سکتا ہوں چاروں طرف کی راہیں بند کر رکھی ہیں دشمن باہر نکلنے نہیں دینگے۔ اس کہنے سے فیلبان اسکا ایما سمجھ گیا کہ وہ بھاگنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے ایک طرف ہاتھی سے عربوں کو ہٹا دیا اور جےسیہ کو سلامت نکال کر لے گیا اور باپ پاس پہنچا دیا۔ باپ بیٹے کو زندہ دیکھکر نہال نہال ہوگیا مگر جےسیہ کا لشکر سارا مارا گیا۔

جب جےسیہ کو ہزیمت ہوئی اور اسکا لشکر مارا گیا تو راسل نے محمد قاسم پاس ایلچی بھیجا۔ وزیر نے اس کو سمجھایا کہ راجہ داہر تجھ پر بالکل اعتماد رکھتا ہے اور تیری موافقت پر اسکے کار کا مدار ہے معلوم نہیں اہل عرب کو فتح ہو یا شکست ہو مگر تیرا بھائی تیری مخالفت کے سبب سے اہل عرب سے ملا ہے۔ اگر ایسی حالت میں تو داہر سے دغا کریگا تو ہمیشہ کے لئے تیرے خاندان کو داغ لگ جائیگا۔ مگر محمد قاسم کو اس نے ایک معتمد کے ہاتھ کہلا بھجوایا کہ میں اپنی رونق کا چاہتا ہوں اور مخالفوں کے طعن سے بچنا چاہتا ہوں۔ میں راجہ داہر پاس فلاں راہ سے جاتا ہوں آپ لشکر اس راہ میں بھیج دیجئے میں اس سے لڑنے کا نہیں بلکہ اسکے ہاتھ میں گرفتار ہو جاؤنگا یوں لوگوں کی طعن و تشنیع سے بچ جاؤنگا کہ آپ سے میں مل گیا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ اسلام کا ایک لشکر اسکو گرفتار کر لایا۔ محمد قاسم نے اسے استدعا کی کہ تو ہمارا دوست صادق بن جا اور جس ملک کو تو کہے گا میں اسے تجھے دیدونگا۔ راسل نے اسے اقرار کیا کہ میں کبھی آپ کی اطاعت سے سرتابی نہ کرونگا اور آپ کی خدمت کرونگا اور آپ کی رضا سے باہر قدم نہیں رکھونگا۔ راسل جلد مر گیا اسلئے ملک موعود سے محروم رہا مگر اسکے بھائی کو وہ مل گیا۔ راسل اور موکہ دونو متفق الرائے ہو کر محمد قاسم کو ایک منزل آگے موضع نارامنی میں لے گئے اسوقت راجہ داہر کاجی جاٹ میں تھا۔ ان دونو کے لشکروں کے درمیان ایک بڑی جھیل حائل تھی جس کا پار جانا مشکل تھا۔ راسل نے محمد قاسم سے کہا کہ اس جھیل سے عبور کرنا ضرور ہے۔ وہ ایک کشتی لے آیا اور تمام لشکر اتروا دیا اور جھیل کے کنارہ پر خیمہ

لگایا۔ یہاں سے محمد قاسم کو اسل ایک اور منزل آگے لے گیا اور اُسکو ندی واد ھاوہ یہ جو
دجیبور میں اُتارا اور اُس سے کہا کہ یہ مقام آپ کی لشکر گاہ کے لئے مناسب ہے یہاں سے آپ داہر کے لشکر پر
پس و پیش حملہ کر سکتے ہیں +

راجہ داہر کو یہ خبر پہونچی کہ جودار میں محمد قاسم مع لشکر آن پہونچا۔ وزیر سی ساگر یہ خبر سُن کر
آہیں سرد کھینچنے لگا کہ ہائے افسوس ہم غارت و تباہ ہو گئے۔ دشمنوں کا مقام جودار (مقام فتح) میں ہو
تو اُنکے جیت ہونے میں کیا شبہ ہے۔ راجہ داہر وزیر کی یہ بات سُنکر بہت خفا ہوا اور کہنے لگا کہ دشمنوں کا
مقام جودار میں نہیں ہے بلکہ ہیوار میں ہے جہاں اُنکی ہڈیاں پڑی سڑا کرینگی۔ اب داہر پہلے سے پریشان
خاطر ہو کر راور کے قلعہ میں پہونچا۔ یہاں اپنے اہل و عیال و اقربا اور مال اسباب کو محفوظ کر کے
ایسے مقام پر آیا کہ لشکر عرب سے نصف فرسنگ تھا۔ نجومیوں کو داہر نے کہا کہ آج میں لڑونگا بتاؤ زہرہ
آسمان میں کس مقام پر ہے اور ان دونو لشکروں میں سے کون غالب مغلوب ہوگا +

جوتشیوں نے بچار کر کے کہا کہ ہماری گنت کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ لشکر عرب غالب ہے اسواسطے
کہ زہرہ اُنکی پس پشت ہے اور آپ کے روبرو ہے۔ داہر اس بات کو سُنکر غصہ ہوا تو نجومیوں نے کہا کہ آپ
خفا کیوں ہوتے ہیں زہرہ کی ایک زر بنوا لیجیے اور فتراک میں اُسی باندھ لیجیے تو زہرہ پس پشت آپکی
ہو جائیگا اور فتح آپ کو ہو جائیگی۔ (اس حماقت کو دیکھیے کہ کہاں لڑائی اور کہاں یہ ٹوٹکا۔ کام عزم
عالی و دماغی اور بہادروں کے بازوؤں کا کام ہے وہ بھلا پھر ان نجومیوں کی پیشینگوئی سے چل سکتا ہے)
جب ان لشکروں میں یہ قربت ہو گئی تو راجہ داہر نے ایک اپنے بڑے دلیر ٹھاکر کو لڑنے کے
لئے بھیجا۔ صبح سے شام تک معرکہ جنگ گرم رہا۔ شام کو لشکر جدا ہو گئے۔ تیسرے روز داہر نے ایک
جودا کے ٹھاکر کو لڑنے کے لئے بھیجا وہ خوب لڑا اور نقد جان لڑائی کی نذر کر گیا۔ وزیر سی ساگر
نے راجہ سے کہا کہ جسطرح سے آپ لڑائی لڑتے ہیں خطا کرتے ہیں اور ایک ٹھاکر کو اور اُسکے لشکر کو
مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل کراتے ہیں اول تو آپ کو دریا مہران سے عبور کر کے مسلمانوں کے لشکر کو
پریشان کرنا چاہیے تھا۔ اب جو لشکر یہاں سر پر آ گیا تو آپ کو چاہیے کہ اپنے سارے لشکر سے اُن پر حملہ
کیجیے۔ اگر فتح ہوئی تو دشمن پامال ہوا اور اگر شکست ہوئی تو معذوری ہے۔ کوئی اسیر آپ کی اولاد کو

جودار میں محمد قاسم کا اُترنا +

نجومیوں کا بچار +

جنگ راجہ داہر و محمد قاسم

طعنہ ہنود ہوگا۔ داہر نے یہ تجویز قبول کرلی +

دوسرے روز داہر پانچ ہزار سوار و ساٹھ جنگی فیل بیس ہزار پیادے لیکر لشکر عرب پر چڑھا اور خود
زندہ فیل پر بیٹھا۔ سرتاپا ہتھیاروں میں غرق تھا۔ عماری میں دو کنیزکیں بھی بیٹھی ہوئی تھیں انمیں سے
ایک راجہ کو تیر دیتی تھی اور دوسری اُسکو پان کھلاتی تھی۔ راجہ جو سیہ کے ساتھ محمد علافی کو کیا اور
اور کہہ دیا کہ وہ عرب کے لشکر کے حال کو خوب جانتا ہے۔ اُسکے کہنے کے موافق آگے پیچھے بڑھتا و ہٹتا تھا
آج نویں رمضان ۹۳ھ تھی محمد قاسم مسلمانوں کے دلوں کو تقویت دیتا تھا اور اُنکو جنگ پر مستعد
کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اے اہل عرب آج ہی کوشش کا دن ہے خدا پر بھروسہ کرکے ایسی جد و جہد کرو کہ
مشرکوں کو دفع کرو اور اُنکے ملک و مال کے مالک بنو۔ اگر تم ساکن ہوگے اور متردد ہوگے اور عجز و ضعف
کو دل میں راہ دوگے تو دشمن غالب ہونگے اور ہم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑینگے۔ اگر دشمنوں سے
منہ پھیروگے تو سیدھے جہنم میں جاؤگے اور ہمیشہ کے لئے اپنے اوپر نامردی کا داغ لگاؤگے جو کسی طرح مٹنے کا نہیں
محمد قاسم نے لشکر آرائی پانچ صفوں میمنہ میسرہ قلب ساقہ و طلایہ میں کی اور ہر ایک صف میں افسر لائق
و دلیر مقرر کئے اور یہ بھی کہدیا کہ اگر میں لڑائی میں مارا جاؤں تو محرز بن ثابت میری جگہ مقرر ہو اور اگر وہ
بھی شہادت پاوے تو سعید مقرر ہو۔ لشکر اعدا میں بھی راجہ داہر نے خوب صف آرائی کی۔ غرض کہ
بہادران عرب و ہند نے فرداً فرداً اپنے سارے ہنر جوانمردی کے دکھائے۔ اول محرز نے حملہ کیا اور وہ
کشتہ ہوا۔ پھر سعید نے لشکر کو تقویت دی اور لڑنا شروع کیا اور وہ بھی شہید ہوا۔ بعد ازاں حسن بن
محلۃ البکری کھڑے ہوئے تو وہ بھی زخم تیغ سے کشتہ ہوئے۔ جب دشمنوں کے جنگی ہاتھیوں نے لشکر اسلام پر
حملہ کیا تو انھوں نے بڑی مردانگی اور دلاوری سے اُسکو ہٹا دیا۔ اتنے میں دن ختم ہوگیا۔ لڑائی
کا خاتمہ ہوا۔ لشکر واپس گئے۔ پھر دوسرے روز اور زیادہ طرفین سے ساز و سامان جنگ ہوے لشکر
نہایت عمدہ ترتیب سے مرتب ہوکر لڑنے کے لئے تیار ہوئے۔ محمد قاسم نے اہل عرب کے روبرو
پڑھا کہ تم دشمنوں پر حست کرکے جاؤ وہ اپنے مال عیال گھر اور اسباب کے لئے یکدل و یکجہت
ہوکر جان لڑاتے ہیں تم قوت الٰہی سے اُن پر غالب ہوکر یہ ساری چیزیں اُنکی چھین لو اور سب آپس میں
یکدل ہو جاؤ اور کسی وقت خدائے عزوجل سے غافل نہ ہو اور قرآن مجید بر زبان پڑھتے رہو

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کا ورد رکھو لشکر میں یہانتک اہتمام تھا کہ کسی سپاہی کو پیاس
بجھانے کے لئیے جانا نہیں پڑتا تھا۔ پانی پلانے والے پیاسوں کے لئیے پانی لئیے کھڑے رہتے تھے۔
دشمنوں کے پاس بھی لشکر اور سامان لشکر ایسا فراواں تھا کہ وہ خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے تھے
محمد قاسم نے پھر لشکر کے سامنے خطبہ پڑھا کہ ای مسلمانوں استغفار کرو اور محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم
پر درود پڑھو۔ اور ایسے قوی دل ہو کہ دشمنوں پر فتح پاؤ۔ فقط دشمنوں میں سے چند آدمی محمد قاسم پاس
آئے اور انھوں نے کہا کہ ای امیر عادل ہم اپنے مذہب کو چھوڑتے ہیں اور اسلام اختیار کرتے ہیں
ہم کو اپنے سواروں کی فوج کا اختیار دے تو ہم داہر کے لشکر پر پس پشت اور حملہ کریں اور ہمارے
لشکر کو دو دل کر کے تتر بتر کر دو۔ محمد قاسم نے اسی وقت مروان بن اشحم کمینی اور تمیم بن زید حبشی کے
ساتھ دو علم سواروں کے کئے اور انکو ان نو مسلموں کے ساتھ کر دیا کہ داہر کے لشکر کے عقب میں جاکر حملہ
کریں اس لشکر کے حملہ سے داہر کے لشکر میں ایک انتشار پیدا ہو گیا۔ پھر محمد قاسم نے سامنے سے حملہ کیا
بڑی سخت لڑائی ہوئی اور متواتر جنگ ہوتی رہی۔ مسلمانوں کے لشکر میں ایک شجاع حبشی تھا کہ
شجاعت میں بے مثل تھا اسنے محمد قاسم کے آگے قسم کھائی تھی کہ جب تک داہر کے مقابل نہ ہوں اور
اسکے ہاتھی پر زخم نہ لگاؤں کھانا پینا مجھ پر حرام ہے۔ جب تک جسم میں جان رہے گی لڑتا رہوں گا
ورنہ شہید ہو جاؤنگا چنانچہ وہ سیاہ گھوڑے پر سوار ہو کر اس سفید ہاتھی کے سامنے جا اڑا کہ جس پر
داہر سوار تھا اسکا گھوڑا ہاتھی سے جھجکا۔ اندھیری اسکے منہ پر ڈالی حبشی چاہتا تھا کہ ہاتھی پر تبر سے
زخم لگائے کہ داہر نے ایک تیر کہ مقراض کی طرح کا تھا ایسا اسکے مارا کہ سر اسکا کٹ کر جدا جا پڑا اور
تن کے سر گھوڑے پر رہ گیا۔ اسنے لشکر اسلام پر لشکر اعدا کی ہیبت چھائی۔ لشکر اسلام اس حیرت
وحشت میں مبتلا تھا کہ محمد قاسم نے بدہوشی کی حالت میں اپنے غلام ساقی سے کہا کہ مجھے پانی پلاؤ
[illegible] لشکر اسلام کو سنبھالا۔ اور محمد قاسم نے اپنے سپاہ دلوں کو پکارا اور للکارا اور خدا
کا نام لیکر دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ تلواروں کے زخموں سے ہوا میں آگ لگی ہوئی معلوم ہوتی تھی نیزے
ایک دوسرے پر چل رہے تھے۔ ہتیار جب ٹوٹ جاتے تھے تو کشتی ہونے لگتی تھی صبح سے شام تک یہی
حال رہا۔ دشمنوں کے بہت آدمی مارے گئے اور داہر پاس صرف ایک ہزار سوار باقی رہ گئے +

مورخین بیان کرتے ہیں کہ روز پنجشنبہ دہم ماہ رمضان ۹۳ھ کو حصار راور میں راجہ داہر شام کو کشتہ ہوا۔ ابی لیث نے جس روایت کو اپنے باپ سے سنا تھا اُسکو ابوالحسن یوں بیان کرتا ہی کہ بائیں طرف سے داہر نے آواز سنی اُسنے جانا کہ آواز میرے لشکر سے آئی ہے۔ اُسنے کہا کہ ادہر آؤ میں یہاں ہوں عورتوں نے چلاّ کر کہا کہ ای راجہ ہم تیرے گھر کی عورتیں ہیں۔ اہل عرب ہم کو پکڑے لیے جاتے ہیں راجہ داہر نے کہا کہ میں ابتک زندہ ہوں کسنے تمکو پکڑا ہے۔ یہ کہہ کر اُسنے اپنے ہاتھی کو مسلمانوں کی طرف پیلا محمد قاسم نے نفطہ زنوں سے کہا کہ دیکھو کیا خوب شکار تمھارے لیے چلا آتا ہے چنانچہ ایک ہنرمند نے نفطہ ایسا مارا کہ راجہ ہاتھی کے ہودہ میں اُسی آگ لگ گئی۔ راجہ داہر نے حکم دیا کہ ہاتھی کو اُلٹا لے چلو۔ وہ پیاسا ہی اور ہودہ جلتا ہی۔ اگرچہ اسوقت ہاتھی فیلبان کے انکس کو کب مانتا تھا اور اسکے کہنے میں چلتا تھا۔ مگر جوں توں کرکے پانی کے اندر ہاتھی کو لیگئے یہاں وہ ایسا رومیں آیا کہ اُسکا نکلنا دشوار ہوگیا۔ راجہ کے سپاہی پانی کے اندر تھے کچھ کنارہ پر کھڑے تھے جب عرب کے سوار آن پہنچے تو وہ انھیں دیکھہ کر سب بھاگ گئے۔ ہاتھی نے پانی پی کر اپنا رُخ قلعہ کی طرف پھیرا۔ کہ مسلمان تیراندازوں نے راجہ داہر پر تیروں کا مینہ برسادیا اور ایک قادر انداز نے اُسکی چھاتی پر تیر مارا کہ سینہ کو چھید کردل کے پار نکل گیا جس سے راجہ ہودہ پر گرا۔ ہاتھی جو پانی پی کر نکلا اُسنے اپنے ہی لشکر کو روندنا شروع کیا (مثل مشہور ہے کہ نامرد ہاتھی اپنی ہی فوج کو مارتا ہے) جسسے لشکر او متفرق ہوگیا داہر ہاتھی سے اوتر کر ایک عرب سے مقابل ہوا۔ اِس عرب نے سر کے عین وسط میں ایک تلوار کا ہاتھ ایسا مارا کہ اُسنے راجہ کے سر کے ناک تک دو ٹکڑے کرکے اور اسطرح اُس کا کام جو پہلے ناتمام تھا تمام کردیا۔ دونو لشکر پاس پاس آگئے مسلمانوں اور دشمنوں کے لشکر میں بہت گھمسان کی لڑائی ہوئی اور اسطرح لڑتے لڑتے قلعہ راور تک لشکر عرب پہونچا [illegible] کھڑے تھے اُنھوں نے اب دیکھا کہ جہاں داہر کشتہ ہوا تھا وہ میدان خالی پڑا [illegible] سے باہر آئے اور اُنھوں نے داہر کی لاش کو پانی سے کنارہ پر دیا دیا سفید ہاتھی دشمنوں کے لشکر کی طرف بھاگا اور پھر اُسکا پتا نہ لگا +

محمد قاسم نے حصین پسر اخی عامر سے کہا کہ لشکر میں منادی تم کردو کہ وہ ابھی اپنی کمریں نہ کھولیں

اور ہوشیار رہیں داہر غائب معلوم ہوتا ہے لیکن حبش نے کہا کہ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ داہر
آگیا۔ محمد قاسم ہر شخص سے پوچھتا تھا کہ داہر غائب ہے اُسکی خبر بتاؤ۔ ایک برہمن نے کہا کہ اے
امیر عادل سیر مجھکو اور میرے فرزندوں و اقربا کو جان و مال کی امان دے تو میں داہر کو بتلاتا ہوں
کہ وہ کہاں کشتہ پڑا ہے۔ برہمن کی درخواست منظور ہوئی معتمد اُسکے ساتھ کیے گئے وہ اس کی
لاش کو نکال لائے۔ اسمیں مشک اور عطر کی خوشبو ابتک آتی تھی۔ پھر اسکا سر کاٹ لیا اور نیزہ پر
چڑھایا۔ اور محمد قاسم کے آگے لاکر کہا۔ محمد قاسم نے کہا کہ کوئی شخص ایسا ہے جو اس سر کو پہچانے
وہی دو لونڈیاں جو اُسکے ساتھ عماری میں بیٹھی تھیں حاضر ہوئیں۔ اُنہوں نے سر کو پہچانا
اس خدمت کے جلدو میں لونڈیوں اور برہمن کے تین سو رشتہ دار آزاد ہوئے۔ اہل حرب جو ماخوذ
ہوئے تھے انکو بالکل مارڈالا اور جو صناع و تجار تھے انکو جان و مال کی امان دیگئی اور سب کو حکم
دیدیا گیا کہ وہ اپنے گھروں میں آباد رہیں +

رانی لادی اپنا حال یہ بیان کرتی ہے کہ جب لشکر اسلام داہر سے لڑ رہا تھا تو ہر رانی پر ایک موکل
مقرر کیا تھا کہ اگر لشکر عرب کو فتح ہو تو یہ موکل ان رانیوں کو مار ڈالیں۔ تاکہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ
میں گرفتار ہو کر بے عصمت نہ ہوں۔ جو موکل مجھپر متعین تھا اُسنے مجھسے کہا کہ تیرا بشرہ ایسا
شگفتہ معلوم ہوتا ہے کہ تیرا دل اہل عرب کی طرف مائل ہے۔ پس جب لشکر ہند کو شکست
ہوئی تو موکلوں نے اپنی اپنی رانیوں کو مارنا شروع کیا میں اونٹ سے اُتر کر لڑائی میں شریک
ہوگئی موکل نے میرے قتل کرنے کا خیال نہ کیا اور وہ بھاگ گیا مسلمانوں نے مجھے گرفتار کرلیا
محمد قاسم نے اُسکے خریدنے کی اجازت حجاج سے طلب کی۔ حجاج نے خلیفہ ولید سے اجازت لی
تب محمد قاسم نے مجھے خریدا اور اپنا نکاح مجھسے کیا +

امیر عراق و سند حجاج بن یوسف کی پیشگاہ میں بعد از تحیات وافرہ و خدمات متکاثرہ کے
محمد قاسم عرض کرتا ہے کہ خدا تعالی کی عنایت سے لشکر اسلام کو فتح ہوئی۔ جانبین سے مبارز
دلیر شجاعان دلاور فدائے تیغ آبدار ہوئے اور لشکر داہر میں جو پیلان مست اور سوار سلاح میں
غرق تھے وہ منہزم و مقہور ہوئے۔ ہاتھی گھوڑے و امتعہ و اقمشہ و بردہ و مواشی اُس کے

سب ہمارے تصرف میں آ ئے خمس اسکا دار الخلافہ کے خزانہ میں داخل ہوا جبکہ کام اسطرح بن گیا ہی تو کرم الہی سے توقع ہی کہ کل ممالک ہند و سند محکوم و مطیع ہو جاینگے +

محمد قاسم نے داہر کا سر حجاج پاس عراق بھیجا اور اُسکے ساتھ بہت سے وہ خاص الخاص آدمی کر دئے جنہوں نے اس لڑائی میں کار نمایاں کئے تھے اور اُنکی تعریف شرح و بسط لکھہ دی کہ انھیں کی قوت و شوکت و امانت سے فتح ہوئی مگر اور جن روساء ہند نے سرکشی کی تھی اونکے سر بھی اور نام لکھکر بھیجدئے + اور ٹھاکروں کے سر اور سلطنت کے علم و طبل ایک جماعت لیکر حجاج پاس آئی - حجاج نے حکم دیا کہ کوفہ میں منادی کریں اور خود جامع مسجد کوفہ میں منبر پر چڑھا خدا کی حمد پڑھی اور رسول خدا پر درود پڑھا - دولت محمدی کے چاکروں پر ثناء وافر کہی - اہل شام و عرب کو مبارکباد دی کہ ملک ہند ایسا ہاتھہ لگا ہی کہ جسمیں مال بہت ہی - دریاء مہران کا پانی لذیذ ہی اور بے انتہا میوے وہاں ہوتے ہیں جس کی مردوں نے کہ لڑائی میں دلیرانہ کام کئے تھے اُنکو گرانمایہ خلعت اور بہت انعام دئے خلیفہ ولید سے اُنکی ایک تخفیف کرادی اور محمد قاسم کے فتحنامہ کے جواب میں مبارکباد نامہ لکھہ بھیجا +

حجاج کی بیٹی کا جو نکاح محمد قاسم کے ساتھہ ہوا اُسکی یہ حکایت مشہور ہے کہ ایک روز حجاج نے خوش ہوکر محمد قاسم سے کہا کہ جو چاہتے ہو وہ مانگو اور جو دل میں آرزو ہو اُسے کہو - محمد قاسم نے کہا کہ میری یہ درخواست ہی کہ آپ مجھے بادشاہ بنا دیں اور اپنی بیٹی کا نکاح میرے ساتھہ کر دیں - اُسپر حجاج نے ایک قمچی محمد قاسم کے سر پر ماری اور پھر کہا کہ مانگ جو مانگنا ہی اور جو کہتا ہے وہ کہہ - تو محمد قاسم نے پھر پہلی درخواست کی - اُسپر پھر قمچی لگی - اور تیسری دفعہ پھر حجاج نے اُسسے کہا کہ جو چاہو مانگو جو دل میں ہو سو کہو - محمد قاسم نے پھر وہی پہلی درخواست کی - حجاج نے کہا کہ میں اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط سے کرتا ہوں کہ لشکر فارس یا ہند پر تو بادشاہ ہو اور وہاں کی مال و دولت کو حاصل کرے اور اُسکو فتح کرکے نظم و نسق مستحکم تو وہاں کر دے +

سب رخوں کا اسمیں اتفاق ہی کہ راجہ داہر نے جب اس دنیا سے انتقال کیا تو راجہ جے سیہ اُسکا بیٹا اور رانی مائی جو اُسکی بہن بھی تھی اور رانی بھی تھی اور تخت سلطنت پر برابر بیٹھتی تھی یہ دونوں اور بہت سے عزیز و اقربا - امرا سردار و لشکر قلعہ راور میں پناہ گزین ہوگئے - راجہ کو اپنی شوکت و شجاعت و قوت

بڑا اعتماد اور غرور تھا اُسنے لڑنے کا ارادہ کیا۔ محمد علافی بھی اُسکے ساتھ تھا جب باپ کے مرنے کی خبر آئی اور اُسکا سفید ہاتھی لنگڑاتا ہوا سامنے آیا تو جے سیہ نے کہا کہ اب ہم خصم سے لڑتے ہیں اور اپنے نام نیک کی بقاء کے لئے تیغ زنی کرتے ہیں اگر اسمیں جان بھی جاتی رہے گی تو کچھ نقصان نہیں ہونیکا اسپر سی ساگر وزیر نے کہا کہ شاہزادہ کی یہ رائے ناصواب ہے۔ ہمارا راجہ مارا گیا۔ لشکر کو ہزیمت ہوئی ہماری جمعیت متفرق ہوئی۔ دشمن کی تلوار کا رعب ایسا دل پر بیٹھا ہے کہ جنگ سے نفرت ہے۔ کسطرح اہل عرب سے ہم حرب کر سکتے ہیں۔ ابھی ملک برقرار ہے حصنہا حصین موجود ہیں اُن میں مردان جنگی اور رعیت حاضر ہیں رائے صواب و مصلحت یہ ہے کہ برہمن آباد چلئے۔ یہ قلعہ آپ کے باپ دادا کی میراث ہے اور راجہ داہر کا مسکن ہے خزینے دفینے وہاں موجود ہیں رعیت وہاں کی خاندان چچ کی ہوا خواہ ہے۔ سب آپکی طرف سے دشمنوں سے لڑنے کو اور جان دینے کو تیار ہیں۔ علافی سے بھی اس باب میں مشورت لی گئی۔ اُسنے اس رائے سے اتفاق کیا۔ جے سیہ نے اس رائے کو پسند کیا اور وہ مع اپنے متعلقوں اور عزیز و اقربا کے برہمن آباد کو چلا گیا۔ رانی مائی مع سرداران فوج کے لڑنے کو تیار ہوئی قلعہ میں اُسنے اپنے لشکر کا ملاحظہ کیا تو پندرہ ہزار سپاہی تھے اور مرنے پر سب کے سب تیار تھے جب دوسری صبح کو راجہ داہر کے مرنے کی خبر سُنی تو مہران اور بڑی دوپاوا کے درمیان تمام سردار و امرا اور ارادت جو رانی مائی سے اتحاد رکھتے تھے وہ قلعہ میں داخل ہوئے۔ محمد قاسم کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ حصار کی طرف چلا اور حصار کے زیر دیوار خیمے ڈیرے ڈالے۔ اہل حصار نے قلعہ کی فصیل و بُرجوں پر طبل و بوق بجا کر منجنیق سے تیر اور تبر اور برچھے پھینکنے شروع کئے +

محمد قاسم نے سرنگ کھودنے والوں کو دیوار کے نیچے سرنگ کھودنے کا حکم دیا اور اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ دن کو منجنیق و تیر و نیزہ سے جنگ کرتا تھا اور دوسرا حصہ رات کو نفطے کے حُقّے اور پتھر مارتا تھا۔ اُنہوں نے قلعہ کے برج گرا دئے۔ اب داہر کی بھی رانی مائی نے اپنی سہیلیوں کو بلایا اور یہ فرمایا کہ ہم کو جے سیہ اکیلا چھوڑ گیا۔ اور محمد قاسم سر پر آن پہونچا۔ خدا نہ دن نہ کرے کہ ہم ان گائے کھانے والوں ملچھوں کے ہاتھ پڑیں اور ہماری عصمت و عفت داغ

راجہ جے سیہ کا راوڑ میں داخل ہونا اور رانی مائی کا لڑنا +

قلعہ کا فتح ہونا اور رانی مائی کا جل مرنا

اب جائے قرار ہے نہ روئے فرار۔ بہتر ہے کہ گھر میں روئی تیل لکڑی جمع کیجئے اور آگ لگا کے جل مریے اور اپنے اپنے خاوندوں سے جا ملئے جس کسی کو یہ منظور نہ ہو وہ اپنی جان بچا کر چلا جائے یہ کہہ کر وہ سب گھر میں گئیں اور اُسکو آگ لگا دی اور جلکر خاکستر ہو گئیں۔ پھر محمدؐ قاسم نے قلعہ لے لیا دو تین روز یہاں مقام کیا چھہ ہزار جنگی مردوں کو جو قلعہ کے اندر تھے تلواروں اور تیروں سے مار ڈالا اور لوگوں کو مع زن و بچہ کے اسیر کیا +

جب قلعہ راور فتح ہو گیا تو سارے خزانے و اموال و سلاح سوا اُنکے جو جے سینہ اپنے ساتھ لے گیا تھا فتحمندوں کے ہاتھ آئے اور وہ سب محمدؐ قاسم کے پاس آئے جب قیدیوں کا شمار ہوا تو وہ تیس ہزار تھے منجملہ اُنکے تیس امیر زادیاں و شہزادیاں تھیں اور ایک راجہ داہر کی سگی بھانجی تھی جسکا نام حبیبہ تھا اُنکو اور داہر کا سر اور قیدیوں کا خمس کعب بن مجارق کے ہاتھ حجاج پاس بھیجدیا جب داہر کا سر اور یہ عورتیں اور مال حجاج پاس پہونچے تو اُس نے خدا کی درگاہ میں سجدہ کیا اور دوگانہ شکر ادا کیا اور خطبہ پڑھا جسکا ذکر اوپر ہوا۔ اور اُسنے کہا کہ اب مجھکو ساری دنیا کی خزانے دفینے اور اموال و ملک مل گئے خلیفہ کے پاس اپنی ایک عرضداشت کے ساتھ داہر کا سر اور اُسکے چتر و اعلام جو راج کی نشانیاں تھیں و مال دار الخلافہ کو روانہ کئے جب خلیفہ وقت نے حجاج کا نامہ پڑھا تو خدا کا شکر ادا کیا غنیمت میں جو لونڈیاں امیر زادیاں وہاں گئیں تھیں اُنمیں سے بعض کو بیچڈالا بعض کو یونہیں انعام میں دیدیا۔ انمیں داہر کی بھانجی بھی تھی اُسکے حسن و جمال کو دیکھا تو خلیفہ دنگ رہ گیا عبد اللہ عباس نے اُسکی درخواست کی تو خلیفہ نے اُسے کہا کہ ای عم زادے اس لونڈی کا جمال ایسا باکمال ہے کہ میرا دل اُسپر فریفتہ ہے اس کو میں اپنے تصرف میں لانا چاہتا ہوں مگر مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ تو اُسے لے لے اور وہ تیرے ہی گھر میں تیری اولاد کی ماں بنے پس اُسکی اجازت سے عبد اللہ نے اُسے لے لیا مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی

جب حجاج پاس محمدؐ قاسم کا فتحنامہ پہونچا تو اُسکا جواب یہ لکھا کہ ای ابن عم مکتوب جانفزا پہونچا جس سے کمال مسرت ہوئی تیرا سارا انتظام و بندوبست شرع کے موافق ہی مگر امان دینے کا طریقہ جو تو نے اختیار کیا ہی کہ خاص و عام کو امان دیدیتا ہی اور دوست دشمن میں تمیز نہیں کرتا میں

قلعہ راور کی فتح اور داہر کا سر و [illegible] حجاج کے پاس بھیجنا +

خلیفہ کے پاس حجاج کا داہر کا سر اور خزانے و غلام کا بھیجنا +

محمد قاسم کو حجاج کا جواب [illegible]

خدا کے اس حکم کا پاس لحاظ رکھو کہ مشرکین کو اماں نہ دو انکا گلا کاٹو۔ امان دینے پر ایسی حرص نہ ہو کہ جس سے کام طول پکڑے آیندہ کسی دشمن کو امان نہ دو مگر ان کو جو ذی عزت و بزرگ ہوں۔ مقام ناقص الفہم
برہمن موزخوں نے داہر کے قتل اور محمد قاسم کی مہمات کے باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جب داہر مارا گیا اور جے سیہ برہمن آباد میں حصاری ہوا اور راور فتح ہو گیا تو راجہ جے سیہ نے لڑائی کا سامان تیار کیا اور چاروں طرف خط لکھے۔ ایک خط اپنے چھوٹے بھائی فیوفی کو جو داہر کا چھوٹا بیٹا تھا اور دار الملک رور کے حصار میں تھا دوسرا خط اپنے بھتیجے چچ پسر داہرسیہ کو جو قلعہ باتیا میں تھا اور تیسرا خط اپنے چچیرے بھائی دھیول پسر چندر کو جو بدھیہ و کیکانان میں تھا۔ ان سبکو داہر کی وفات پر مطلع کیا اور انکی تسلی کی اور خود برہمن آباد میں مردان دلاور کو ساتھ لے کر جنگ پر مستعد ہوا +

جے سیہ کی روانگی خطوط +

اب راور سے محمد قاسم نے برہمن آباد جانے کا عزم کیا۔ اثناء راہ میں دو قلعے بھرور اور دہلیلہ واقع ہوئے جنمیں سولہ ہزار سپاہی موجود تھے۔ اول بھرور کا محاصرہ کیا۔ اس محاصرہ میں دو مہینے کا عرصہ لگ گیا تو محمد قاسم نے سپاہ کے دو غول کئے جنمیں سے ایک دن کو لڑتا اور دوسرا رات کو۔ انہوں نے منجنیقوں سے پتھروں کی اور نفطوں کی وہ بھرمار کی کہ قلعہ کی دیوار مسمار ہوئی اور بسیار مردان جنگی مارے گئے غنیمت دولت اور غلام ہاتھ آئے پانچواں حصہ اسکا بیت المال میں داخل ہوا جب راور و بھرور کی فتح کی خبر دہلیلہ میں پہنچی۔ تو وہاں کے سپاہیوں کے دل دہل گئے اور جان گئے کہ محمد قاسم بہت بڑا جوانمرد مستقل مزاج ہے اُس سے ہمکو بچنا چاہیے۔ یہاں کے تاجر تو بھاگ کر ملک ہند کو چلے گئے اور سپاہی اپنے ملک کی حفاظت کے لئے کمر بستہ ہوئے۔ اب محمد قاسم دہلیلہ پر آن دھمکا اور اُسکا محاصرہ کر لیا۔ اسمیں دو مہینے سے کچھہ کم و بیش عرصہ لگ گیا تو محصورین کا ناطقہ تنگ ہوا۔ کہیں سے اُنکو امید کمک نہ تھی۔ آخر کو لاچار گلے میں کفن ڈالا اور بدن کو عطر سے معطر کیا اور حصار کے دروازہ سے جو پل کی طرف تھا اپنے اہل و عیال کو باہر بھیجدیا اور ندی منجل سے پار اُتار دیا یہ کام رات کو اسطرح کیا کہ مسلمانوں کو اُسکی کچھہ خبر نہ ہوئی +

بہرور و دہلیلہ کا فتح ہونا +

جب صبح صادق نے اپنے مُنہ سے نقاب اُٹھایا تو محمد قاسم کو اسطرح سے بھاگ جانے کی خبر ملی تعجب

فوراً اُسنے اپنی سپاہ انکے پیچھے دوڑائی جسنے دریا اترتوں کو جالیا جو اُتر گئے تھے وہ تو بچ گئے مگر جو اُترتے تھے وہ ہندوستان میں جل و ریگستان کی راہ سے چلے گئے۔ یہاں داہر کے چچیرے بھائی دیوراج کا راج تھا محمد قاسم نے دہلیلہ بھی فتح کر لیا جو غنیمت کا مال ہاتھ آیا اُسکا پانچواں حصہ حجاج کو بھیجا اور اُسکو بہرور اور دہلیلہ کی فتح کا حال بھی مفصل لکھہ بھیجا +

اب محمد قاسم نے ہند کے بڑے بڑے نامور امراء اور رؤسا فرمانرواؤں کے نام اس مضمون کے پروانے روانہ کئے کہ دین اسلام یا اطاعت اسلام اختیار کرو جب سی ساگر وزیر راجہ داہر نے یہ حکم سُنا تو اُسنے بعض معتمد آدمی اپنے محمد قاسم پاس بھیجے اور جان و مال کی امان چاہی۔ محمد قاسم نے اُسکی یہ درخواست منظور کی سی ساگر خود آیا اور اپنے ساتھ ان مسلمان عورتوں کو لایا جو اُس کے قبضے میں تھیں اور بیان کیا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جنھوں نے اپنی گرفتاری کے وقت حجاج کو پکارا تھا۔ محمد قاسم نے بھی اس وزیر کی تعظیم و تکریم میں کوئی بات فروگذاشت نہیں کی استقبال کے واسطے اپنے معتمد امرا بھیجے اور عہدہ وزارت پر اُسکو نامزد کیا اب وہ مسلمانوں کا وزیر و مشیر ہو گیا محمد قاسم نے اپنے سارے اسرار سربستہ اُسکے سامنے کھولے۔ اور تمام معاملات ملکی میں اور انتظامات سلطنت میں اور اپنی فتوح کے وسیع کرنے کے باب میں اُس سے صلاح و مشورے لئے غرض کوئی تدبیر ملکی ایسی نہ ہوتی جسمیں یہ وزیر محمد قاسم کا مشیر نہ ہوتا۔ اس وزیر نے محمد قاسم کے سامنے اس انتظام کی بہت ستائش کی کہ زمین کی مالگذاری قدیم رسم و رواج کے موافق مقرر کی گئی ہے اور کوئی دست درازی اسمیں نہیں ہوئی اور رعایا کی گردن پر کسی محصول کا بوجھ نہیں ڈالا گیا۔ اسلئے رعیت نہایت خوش ہے۔ یہی رعایا نوازی اور عدل گستری کا ایسا آئین و دستور ہے کہ جسسے سارے دشمن پامال ہوں گے اور رعایا نہال ہوگی اور اور ملک مفتوح ہونگے +

بعض آدمی کہتے ہیں کہ جب دہلیلہ فتح ہو گیا تو محمد قاسم نے نیوبہ بسر پاران کو بلا کر اور عہد و پیمان کرکے یہاں کا راج اور اُس کے آس پاس کا علاقہ مشرق و مغرب میں دیدیا۔ ساحل دریا پر کشتیوں کا اہتمام موضع دوہاتھ تک اُسکے سپرد کیا۔ محمد قاسم برہمن آباد سے ایک فرسنگ پر تھا کہ جے سیہ کو خبر پہونچی کہ مسلمانوں کا لشکر آن پہونچا ہے +

محمد قاسم ہلیلہ سے چلکر نہر حلوالی کے کنارہ برہمن آباد کے مشرق طرف اترا۔ برہمن آباد [illegible]
پاس معتمد ایلچی بھیجکر یہ پیغام بھیجا کہ یا وہ اطاعت اختیار کریں یا مسلمان ہوں اگر اسلام اور جزیہ
کسی ایک کو قبول نہ کریں تو لڑائی کی تیاری کریں۔ اور ایلچیوں کے پہنچنے سے پہلے [illegible]
جیسیہ کو چلا گیا تھا اور برہمن آباد کا یہ انتظام کر گیا کہ اسکے چار دروازے تھے ہر دروازہ پر چار [illegible]
امیر کچھ سپاہ کے ساتھ بٹھا دیئے۔ شہر کے امرا میں سے اُسنے سولہ آدمی انتخاب کیئے تھے [illegible]
نام یہ تھے جو بتری یا بھارنڈ۔ ساتیہ۔ مالیہ۔ سالیہ۔

جب محمد قاسم نے مورچہ بندی کے لیے اپنے لشکر کے گرد خندق کھودی۔ دشمن کے لشکر میں [illegible]
لڑنے والے تھے ہفتہ کے دن سے لڑائی شروع ہوئی۔ ہر روز دشمن لڑنے آتے اور خوب ڈھول
بجاتے صبح سے شام تک لڑائی رہتی شام کو لشکر اسلام خندق کے اندر جاتا اور لشکر اعدا حصار
میں آتا۔ اس طرح چھ مہینہ تک شب و روز گذرے۔ محمد قاسم فتح سے ناامید ہو کر متفکر ہوا اور
یک شنبہ ماہ ذی الحجہ کی ۹۳ھ کے آخر میں جیسیہ جو ملک راول میں چلکر بانیہ کہتے ہیں بھاگ گیا تھا
وہ واپس آیا اور رستہ میں مسلمانوں کی سپاہ کی راہ زنی کر کے تکلیف پہنچائی +

محمد قاسم نے اپنے ایک معتمد نوکر کے ذریعہ سے موکہ بسایا کو خبر دی کہ جیسیہ اسکو برا ستاتا ہے
اور لشکر کو رسد نہیں پہونچنے دیتا۔ اسکا علاج تم بتلاؤ۔ موکا نے جواب لکھا کہ جیسیہ بہت قریب
جا پہنچا ہے سوا اسکے کوئی اور علاج اسکا نہیں ہے کہ وہاں سے وہ ہٹا دیا جائے اسلیئے میں تمکو
اپنا بڑا معتمد لشکر اسکے پرے ہٹانے کے لیے روانہ کرتا ہوں +

نباتہ بن حنظلہ کلابی و عطیہ ثعلبی و صارم بن ابی صارم ہمدانی و عبد الملک مدنی مع
سواروں کے روانہ ہوئے۔ موکہ بسایا اسکا سردار تھا اور ان سب کا سپہ سالار خریم بن عمر المرسی تھا
سامان رسد اُنکے ساتھ تھا۔ جب جیسیہ کو اس لشکر کی روانگی کی خبر پہونچی تو وہ اسی مقام
میں سب اہل و عیال و مال کو چھوڑ کر ریگستان کی راہ سے جروار (جیپور) پہنچا۔ محمد علافی کا
ساتھ بھی اُسسے چھوٹ گیا۔ پھر یہاں جروار سے وہ طاکیہ کو چلا اور یہ قصد کیا کہ راجہ کشمیر کی
خدمت میں پہونچے جسکا دار السلطنت پہاڑ میں تھا۔ اس لیئے راے کشمیر کو اس مقام سے اُسنے

خط لکھا کہ میں آزادانہ و مخلصانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ جب یہ خط راے کشمیر نے پڑھا تو اُسنے حکم دیا کہ منشور لکھا جو کشمیر سے متعلق تھا وہ اُسکی جاگیر میں دیا جاوے اور وہ وہاں قیام کرے جسدن راے کشمیر سے جے سیہ کی ملاقات ہوئی تو اُسنے جے سیہ کو پچاس گھوڑے مع زین اور اُنکے ہمراہیوں کو دو سو خلعت گرانمایہ عطا کئے۔ اور دوسری ملاقات میں اُسکو چتر و کرسی اور تحائف جو مخصوص راجاؤں کے ساتھ ہوتے ہیں دئے اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ پھر شاکلہار کو روانہ کیا۔ وہ اُسکی بڑی خاطرداری و تواضع کرتا تھا جب راجہ جے سیہ جیوار (جیپور) میں مقیم تھا تو اُسنے الور میں فیوفی بیپرا سر کو خطوط بھیجے جنمیں الور کی حفاظت کرنے کی تاکید لکھی تھی اور اُس ملک کو جس سبب سے اُسنے چھوڑا تھا اُسکو بیان کیا تھا۔ ان خطوط کے آنے سے اور راجہ جے سیہ کے جیوار میں پہنچ جانے سے فیوفی کو بڑی طمانیت ہوئی +

اب یہاں برہمن آباد میں چھ مہینے سے روز لڑائی ہو رہی تھی۔ اس طوالت جنگ سے لڑنے والے عاجز ہو گئے تھے۔ راجہ جے سیہ کی خبر جیسے آگئی تھی۔ پس شہر کے چار تجار عظیم نے شہر کے دروازہ جوہتری پر ناقرنگے یہ صلاح کی کہ اب اہل عرب نے کل ملک فتح کر لیا۔ داہر مارا گیا اُسکی جگہہ جے سیہ راجہ ہی جسکا یہ حال ہے اور قلعہ کے محاصرہ پر چھ مہینہ کا عرصہ گذر گیا ہے اب نہ ہمارے پاس دولت ہے نہ ہم میں طاقت ہے جسکے بھروسہ پر ہم لڑائی لڑیں یا صلح و آشتی کریں اسی طرح اگر دو چار روز اور دشمن ہم کو گھیرے رہیگا تو وہ آخر کو فتحیاب ہوگا۔ پھر ہم کس منہ سے اُسے پناہ و امان مانگینگے۔ کوئی راجہ بھی ایسا نہیں کہ اُسے امداد کی التجا کرینگے اب ہم میں دشمن سے لڑنے کی سکت نہیں یہی بہتر ہے کہ ہم سب متفق ہو کر باہر نکلیں اور محمد قاسم پر حملہ کرکے مر جائیں اسلئے کہ اگر صلح بھی ہو جائیگی تو ہتیار بند آدمی سب مارے جائینگے عوام الناس تجار صناع و زراع امان پائینگے۔ بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ محمد قاسم پر اعتماد کرکے اُسے عہد و پیمان واثق کر لیں کہ ہم قلعہ اُسکو حوالہ کریں اُسکی شرائط خدمت بجا لائیں اور وہ ہمکو اپنی حمایت میں لیکر اپنا مقرب بنالے۔ اس تدبیر پر ہم سب کا اتفاق ہوا۔ محمد قاسم سے پیمان و امان کی درخواست کی گئی +

محمد قاسم نے اُنکے عہد واثق پر امان دینا قبول کر لیا۔ لیکن یہ کہہ دیا کہ سپاہی قتل کئے جائینگے اور اُنکے متعلقین اسیر ہونگے۔ اور قیدیوں میں سے جو تیس برس کی عمر کے اندر کام کے قابل ہونگے وہ غلام بنائے جائینگے اور خاص قیمت پر بیچے جائینگے۔ محمد قاسم نے حجاج کے سارے کاربر کو بلا کر برہمن آباد والوں کا پیغام سُنا دیا اور کہہ دیا کہ برہمن آباد سے ایلچی آئے ہوئے ہیں جو وہ کہتے ہیں تم اُسکو سن لو اور جواب باصواب لکھکر دیدو +

موکہ نے کہا کہ ای امیر یہ حصار ہند کے سارے شہروں کی ناک ہے اگر وہ قبضہ میں آگیا تو ملک سند سارا قبضہ میں آجائیگا۔ اور مستحکم قلعے ہمارے ماتحت ہو جائینگے اور اسلام کی شوکت وعظمت وسطوت وحشمت کی ایک دھوم مچ جائے گی۔ راجہ داہر کی اولاد میں سے کچھ ہمارے مطیع ہو جائینگے کچھ بھاگ جائینگے +

یہاں جو مراسلت ہوئی تھی اُسنے محمد قاسم نے حجاج کو اطلاع دی اور عہد نامہ لکھکر برہمن آباد والوں کو دیدیا۔ اُسنے ایک میعاد اور دن مقرر کر دیا کہ قلعہ ہمارے حوالہ کیا جائے۔ برہمن آباد والوں نے اقرار کیا کہ اُس روز آپ حملہ کیجئے ہم باہر آکر مقابلہ کرینگے لیکن عین لڑائی میں لشکر عرب کے حملے کے وقت حصار کے اندر چلے جائینگے اور دروازہ کھلا چھوڑ جائینگے۔ جب حجاج نے حکم بھیجدیا کہ امان دیدو اور اپنے عہد وپیمان کو ایمان کے ساتھ ایفا کرو۔ محمد قاسم کے لشکر نے حصار پر حملہ کیا تو برائے نام اہل حصار ایک ساعت لڑے اور پھر قلعہ کا دروازہ کھلا ہوا چھوڑ کر قلعہ کے اندر وہ چلے گئے اُس دروازہ سے لشکر عرب داخل ہوا اور فصیل پر چڑھ گیا اور اُسنے اللہ اکبر کا نعرہ ایسا مارا کہ اہل قلعہ تھرا گئے اور لشکر کا غلبہ دیکھکر وہ مشرقی دروازہ کو کھول کر باہر بھاگنے شروع ہوئے مسلمان اُنکے پیچھے پڑے مگر محمد قاسم نے حکم دیدیا کہ جو تم سے لڑے اُسے مارو اور کسی اور سے کچھہ نہ بولو۔ مسلمانوں نے جسکو ہتیار بند دیکھا گرفتار کیا اور محمد قاسم پاس لائے۔ جسنے اُسکے سامنے سر جھکا دیا اُسکا سر اُسنے اٹھا لیا۔ اور امان دی اور اُس کا خانمان بچا دیا۔ اپنے گھروں میں آباد کرا دیا +

برہمن آباد کے بزرگوں سے یہ سُننے میں آیا ہے کہ راجہ داہر کے مرنے کے بعد اُسکی رانی لاڈی اور بیٹا جیسیہ یہیں پہنچی تھی اور اُسوقت بھی یہیں تھے۔ برہمن آباد کا قلعہ محمد قاسم کے حوالہ ہوا تو اُس رانی نے کہا

میں کیونکر ایسے مستحکم قلعہ کو اور اپنے گھربار کو دشمنوں کے حوالہ کر سکتی ہوں اِس قلعہ میں استقامت
اختیار کر کے دشمنوں کو مغلوب کرنا چاہیے اور اپنے مسکن اور وطن کو بچانا چاہیے اور اگر لشکر عرب غالب ہو
تو اور تدبیر کرنی چاہیے پس اُسنے اپنے سارے خزانونکی دولت سپاہیوں کو تقسیم کر دی جس سے
جوانمردوں کی ہمت و جرأت بڑھ گئی۔ دوسرے روز دروازہ پر لڑائی شروع کر دی اور لادی رانی نے اپنے
دل میں یہ مستحکم ارادہ کر لیا کہ اگر دشمن قلعہ کو فتح کر لینگے تو میں مع اپنے عزیز و اقربا کے آگ میں
جلکر مر جاؤنگی۔ مگر قلعہ دفعتہً مسلمانوں نے لے لیا۔ اور راجہ داہر کے محل کے محافظ اُنکے کل عزیز و اقربا
کو لائے جنہیں لادی بھی تھی +

جب محمد قاسم کے سامنے غنائم و لونڈی غلام پیش ہوئے تو ہر ایک قیدی کا حال پوچھا جاتا تھا
اسے معلوم ہوا کہ رانی لادی اور دو اور دو شیزہ دختر جو راجہ داہر کی بیٹیاں دوسری رانی کے
پیٹ سے تھیں حصار میں موجود ہیں اُنکے چہروں پر نقاب ڈال کر ایک خادم کو انہیں سپرد کیا اور جدا
بٹھائی گئیں۔ تمام قیدیوں کا حساب جدا کیا گیا تو اُسکی تعداد بیس ہزار تھی اسکے سوا سارے قیدی
سپاہیوں کو دیدئے گئے +

کاریگروں اور تاجروں اور پیشہ وروں اور عوام الناس کو امان دیگئی اور قیدیوں کو چھوڑ دیا مگر
محمد قاسم نے یہ ظلم کیا کہ چھ ہزار بعض کہتے ہیں کہ سولہ ہزار سپاہی مار ڈالے۔ باقی کی جان بخشی کی +

بعض داہر کے علاقہ دار برہمن آباد کے یہ کہتے ہیں کہ لونڈیوں میں داہر کے رشتہ داروں کا پتا نہ ملا
تو روساء شہر سے اُنکی خبر پوچھی گئی کسی نے کچھ پتا و نشانہ بتلایا لیکن دوسرے روز ایک ہزار برہمن
بھدرہ کئے ہوئے محمد قاسم پاس آپہنچے اُنکا حال معلوم ہوا +

محمد قاسم نے جب اِن برہمنوں کو دیکھا تو پوچھا کہ آپ کس فوج کے سپاہی ہیں اور کیوں ایسی
صورت بنا کے میرے پاس آئے ہیں تو اُنھوں نے جواب دیا کہ اے امیر باوفا ہمارا راجہ برہمن تھا۔
تو نے اُسے قتل کیا اُسکا ملک تُو نے لیا ہم میں سے بعض ایسے وفادار اپنے راجہ کے تھے کہ اُنہوں نے
اُسپر جان نثار کی۔ باقی ہم نے اُسکے ماتم میں بدلباس پہنا ہے۔ بھدرا کیا ہے۔ اے امیر عادل تجھ کو
اللہ نے راج دیا ہے تیرے پاس ہم آئے ہیں کہ تو ہمکو کیا حکم دیتا ہے۔ محمد قاسم نے سوچکر یہ جواب دیا

کہ میں اپنے سر و جان کی قسم کھاتا ہوں کہ تم بڑے پکے وفادار ہو میں تم کو امان دیتا ہوں اس شرط
پر کہ راجہ کے رشتہ دار جس جگہ ہوں اُنکو پکڑ کر میرے پاس لاؤ پس برہمنوں نے اس عہد پر امان لی
اور گھروں سے لادی کو لاسے محمد قاسم نے سب خراج موافق شرع اسلام کے مقرر کیا جن لوگوں نے
اسلام قبول کیا وہ جزیہ و بیگار و گزیت سے معاف کئے گئے اور جنہوں نے اسلام نہیں قبول کیا
انکو تین قسم کے جزیہ میں ایک قسم کا جزیہ دینا پڑا [illegible] سے اعلیٰ جزیہ کے گروہ میں ہر شخص سے
۴۸ درہم وزن نقرہ متوسط گروہ میں چوبیس درہم نقرہ اور ادنیٰ گروہ میں سے بارہ درہم وزن نقرہ
آج اب چلے جاؤ اور یہ اذن عام سنا جاؤ کہ جو شخص مسلمان ہوگا وہ جزیہ سے معاف کیا جائیگا اور جو
لوگ اپنے مذہب پر چلینگے انکو جزیہ دینا پڑیگا اور ان کو اجازت ہوگی کہ وہ اپنے باپ دادا کے مذہب
پر چلیں بعض مسلمان ہو گئے بعضوں نے اسلام کے مذہب پر چلنا [illegible] جزیہ دیا۔ مگر [illegible] انکی
زمینیں چھینی گئیں ورنہ انکا مال لیا گیا +

برہمن آباد اسی ولایت کے امینوں کو محمد قاسم نے حوالہ کیا انہیں سے ہر ایک امین سے بقدر اسکی
حیثیت کے زر مال گزاری ادا کرنے کا وعدہ لیا گیا اور حصار کے چاروں دروازوں پر فوج مقرر کر کے
انکا اہتمام بھی انہیں کے سپرد کر دیا گیا۔ اور انکو اپنی مرحمت و شفقت سے ہند کی رسم و رواج کے موافق
سونے کے کڑے ہاتھوں و پاؤں کے اور گھوڑے مع زین عطا کئے اور ہر ایک امین کو
مجلس شوریٰ کا رکن مقرر کیا +

اُسنے عوام الناس میں سے تاجروں صناعوں کاشتکاروں کو لکھوایا انکی تعداد دس ہزار
ہوئی پس حکم دیا کہ خزانے میں سے بارہ درہم وزن نقرہ ہر ایک کو اس سبب سے دیا جائے کہ اسکا سارا
مال اسباب لٹ گیا ہے تحصیل زر مال گزاری کے لئے دہاقین اور رئیسوں کو مقرر کیا کہ وہ شہر اور
رئیسوں سے محصول زمین وصول کریں جس سے انکو تقویت اور استظہار ہووے جب برہمنوں نے
یہ دیکھا تو انہوں نے اپنا عرض حال کیا کہ یہ کام خاص ہمارا ہی ہمیشہ سے ہم اسکو کرتے آئے ہیں اور
رئیسان شہر نے بھی انکی صداقت پر شہادت دی محمد قاسم نے برہمنوں کو معزز جانا اور انکی بیعزتی نہ
کی کہ جلیل عہدوں پر انکو مقرر کرکے ممتاز و سرفراز کر دیا۔ اور انکی ترقی کے قائم رہنے کا

حکم صادر فرمایا انکی ایسی حمایت کی کہ انکے ساتھ کوئی مقابلہ اور زبردستی نہیں کرسکتا تھا۔ ہر ایک برہمن کو ایک عہدہ دیدیا۔ اُسکو پورا اعتبار تھا کہ برہمن کبھی دغا نہ کرینگے۔ راجہ چچ کی طرح ہر برہمن کو کسی نہ کسی شغل میں لگادیا اور کل برہمنوں کو بلاکر اُن کو یاد دلایا کہ راجہ داہر کے عہد میں تم بڑے بڑے عہدوں پر مامور تھے اسلئے تم کو شہر اور حوالی شہر کا حال بخوبی معلوم ہوگا۔ اگر تم کسی معروف و مشہور آدمی کو جانتے ہو تو مجھے مطلع کرو میں اُسکو عہدہ جلیلہ پر مقرر کرونگا اور اُسکو انعام اکرام دونگا میں تم سب کی دیانت و امانت پر اعتماد کلی رکھتا ہوں اسلئے یہ عہدے تمکو عطا کرتا ہوں اور سارے ملک کا انتظام تمہارے ہاتھ میں دیتا ہوں اور یہ عہدے تم کو نسلاً بعد نسلٍ عطا ہوئے ہیں اور وہ تم سے چھین کر دوسرے کو نہیں دئے جائینگے۔

یہ برہمن اور عمال اضلاع میں جاکر یہ کہنے لگے کہ ای قوم کے بزرگو اور رئیسو تم یقینی جان لو کہ راجہ داہر مارا گیا ہماری سلطنت کا خاتمہ ہوا۔ ہندوستان میں اہل عرب کا تسلط ہوا۔ اب شہر و گانو میں چھوٹے بڑے سب برابر ہوئے سلطان معظم نے ہم غریبوں پر یہ عنایت کی ہے کہ تمہارے پاس ہمکو بھیجا ہے۔ اور ہمارے ساتھ نیک عہد کیے ہیں اگر ہم عرب کی فرمانبرداری نہ کرینگے تو نہ ہمارے پاس مال ہوگا نہ معاش ہوگی اگر ہم اسکی نیازمندی کرینگے تو ہم مورد فضل و کرم شاہانہ ہوں گے اسوقت ہم اپنے گھر سے نہیں نکالے گئے ہیں لیکن تم پر جو یہ خراج مقرر کیا گیا ہے اگر اسکی متحمل تم نہیں ہو سکتے اور اُسکا ادا کرنا تم کو گراں معلوم ہو تو وقت فرصت میں ہندوستان میں کسی ایسے موضع میں مع اہل و عیال جاسکتے ہو کہ جہاں جان و مال محفوظ ہو۔ آدمی زاد کے لئے سلامتی نفس سے زیادہ کوئی چیز بہتر نہیں ہے پس جب اس لشکر کے ورطہ ہولناک سے سلامت بچ گئے تو ہم اپنے اہل و عیال و مال کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ شہر کے آدمی و دہاقین محمد قاسم پاس آئے اور خراج کا دینا قبول کیا اور اُنھوں نے خود محمد قاسم سے پوچھ لیا کہ کتنا خراج ہم پر مقرر ہوا۔ برہمنوں سے جنکو محمد قاسم نے محصل مال اور عمال مقرر کیا تھا۔ اُسنے یہ کہا کہ رعایا اور بادشاہ کے درمیان معاملہ راستی سے کرو اور اُنکے بیچ میں جب کوئی تقسیم کا معاملہ ہو تو دونوں میں نصفا نصفی کا معاملہ کرو والے اور محصول اتنا لوگوں پر مقرر کرو کہ وہ ادا کرسکیں تم اوروں کے ساتھ موافقت کرو

محمد قاسم کا برہمن آباد کے برہمنوں کی پرورش کا حکم دینا +

اور ایسے متردد نہ ہو کہ ملک خراب ہو +

محمد قاسم نے ہر ایک کو بلا کر یہ نصیحت کی کہ تو سب طرح سے خوش دل رہ اور کچھ اندیشہ نکر کسی طرح کا الزام تجھ پر نہیں لگایا جائیگا۔ تجھ سے محصول کی بابت میں کوئی دستاویز نہیں لکھاتا ہوں بلکہ ایک جمع مقرر کی ہے اسکو تو ادا کر اسمیں بھی تیرے ساتھ نرمی اور رعایت برتی جائے گی اور اس معاملہ میں جو تیری درخواست ہوگی تو میں اسکو سنونگا اور اسکا جواب شافی دونگا اور تیری دلی تمنا پوری کیجائیگی سب سے پہلے بتخانوں میں سوداگر اور ٹھاکر اور بت پرست بتوں کی پرستش سے اپنا دل خوش کرتے تھے بتوں پر نذر بھینٹ میں روپیہ چڑھاتے تھے۔ یہ سب مال برہمنوں کے گھر میں جاتا تھا اسسے انکی پرستش ہوتی تھی۔ مگر اب یہ رسم قدیم مسدود سی ہو گئی تھی لشکر کے خوف کے مارے اس خیرات میں خلل آگیا تھا وہ باقاعدہ نہیں بچائی تھی اسلئے برہمن بیچارے روٹی کے مارے مارے پڑے پھرتے تھے۔ ایکدن محمد قاسم کے دروازہ پر آئے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا کہ ای امیر عادل تجھکو بقا ہو ہم بدھ کے مندر کے پجاری ہیں ہم کو روزی اسی مندر سے ملتی تھی۔ تونے سب پر رحم کیا سوداگروں کا مال دلوادیا۔ تجارت کا باب کھلوا دیا اور انکو ذمی بنا کے اپنے اپنے کاموں میں لگا دیا۔ ہمکو تیری کرم خداوندی سے یہ امید ہے کہ ہندوؤں کو ایک اشارہ کردے کہ وہ اپنے معبود کی پرستش کریں اور خانہ بدھ کو آباد کریں۔ اسپر محمد قاسم نے کہا کہ تمہارے بتخانہ کا تعلق دار السلطنت الور سے ہے یہ دار السلطنت محمد قاسم کے قبضہ میں نہیں تھا یہ نواح اسکے مضافات ہیں۔ اسپر ہندوؤں نے کہا کہ یہ بتخانہ برہمنوں سے متعلق ہے۔ یہ برہمن ہی ہمارے طبیب پروہت دینداری ہیں شادی غمی کی ساری رسمیں وہی ادا کرتے ہیں ہم نے جزیہ وخراج اسی سبب سے قبول کیا ہے کہ ہم میں ہر ایک اپنا مذہب برتے۔ اب یہ ہمارا خانہ بدھ خراب خستہ پڑا ہے ہم بتوں کی پوجا و پرستش سے محروم ہیں الحکم اسکی تعمیر و مرمت کا حکم دے کہ ہم اپنے معبود کی عبادت کریں اور ہمارے برہمنوں کی وجہ معاش ہو +

محمد قاسم نے اس معاملہ کا سارا حال حجاج کو لکھا جسکا جواب چند روز بعد یہ آیا کہ میرے عزیز عم زاد محمد قاسم کا مکتوب پہنچا۔ اور اسسے یہ احوال معلوم ہوا کہ برہمن آباد کے مقدم بدھ کی

تجارت کو بنانا چاہتے ہیں چونکہ انھوں نے اطاعت اختیار کر لی ہے اور دار الخلافہ کے لیے مال
کو اپنے ذمہ مقرر کر لیا ہے تو سوا اس مال کے کوئی اور انپر ہمارا حق نہیں ہے جب وہ ذمی ہو گئے
ہیں تو انکی جان و مال میں کسی طرح کی دست اندازی نہیں ہو سکتی انکو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ
اپنے معبود کی عبادت کریں انپر مذہب کی پیروی میں کسی شخص پر سختی نہیں چاہیے تاکہ وہ اپنے
گھر میں جس طرح سے انکا جی چاہے رہے +

محمد قاسم پاس جب اپنی عرضداشت کا جواب آیا تو وہ ایک منزل برہمن آباد سے چلا گیا تھا
اُسنے شہر کے اکابر و مقتداوں و برہمنوں کو ہدایت کر دی کہ اپنے مندر کو تعمیر کریں اور مسلمانوں کے
ساتھ خرید و فروخت کریں اور بے خوف و خطر رہیں اور اپنے حال کے بہتر کرنے میں سعی کریں
بھکاری برہمنوں کو دان پن دیں اور اپنے باپ دادا کی رسم کو بجا لائیں اور انھیں جو دکشنا و
بھینٹ برہمنوں کو دینے مقرر ہیں دیں جیسا پہلے ملک کے محاصل میں سے تین روپیہ سیکڑا برہمنوں کے لیے
جدا کیا جاتا تھا اور اسمیں بقدر ضرورت انکو دیا جاتا تھا اور باقی خزانہ شاہی میں داخل ہوتا تھا
کہ اس میں خیانت نہ ہو اور اسکا حساب رہتا تھا اب بھی اسی طرح عمل کیا جائے
جو برہمنوں کے موجب قدیم چلے آتے ہیں وہ انکو دیا کریں بعض راویوں کا یہ قول ہے کہ برہمنوں کو
شہر میں بھکشا کی اجازت مل گئی کہ وہ ایک تانبے کا برتن لیکر گھر گھر بھیک مانگتے پھرا کریں۔ اسے
پیسہ پالن کیا کریں اور مجھ کو خبر دیں۔ غرض محمد قاسم نے برہمن آباد کے رہنے والوں کی
درخواست کو منظور کر لیا اور انسے کہا کہ تمہارے مندر اسیطرح رہیں جیسے کہ شام و عراق میں یہودیوں
اور عیسائیوں کے معابد اور مجوسیوں کے آتشکدے ہیں انسے کچھ تعرض نہیں ہوگا جسطرح
چاہیں اپنے معبدوں کو بنائیں اور انہیں جسطرح چاہیں اپنے معبودوں کی پرستش کریں یہہ سمجھا کر
برہمن آباد والوں کو رخصت کیا اور انکے بڑے رئیس کو رانا کا خطاب دیا +

محمد قاسم وزیر سیسا گر اور موکا بسایا کو بلا کر انسے پوچھا کہ راجہ چچ و داہر کے عہد میں یہاں
کے باشندے کیا کام کرتے تھے اور کیا انکے ساتھ برتاؤ برتا جاتا تھا۔ موکا بسایا کے سامنے سیسا گر
نے محمد قاسم سے جاٹوں کا حال یہہ عرض کیا کہ راجہ چچ کے عہد میں لوہانہ کے جاٹوں کو حکم تھا کہ وہ

[illegible] ریشمی [illegible] نہ پہنیں بلکہ وہ اندر سیاہ کمبل پہنیں اور اسکے اوپر [illegible]
[illegible] ننگے پاؤں [illegible] ننگا رکھیں اگر کوئی ان میں سے باہر جاتا ہوتا تو اسکے ساتھ [illegible]
[illegible] کتا [illegible] ساتھ [illegible] کا ساتھ ہوتا [illegible]
[illegible] اور [illegible] سواری کی اجازت نہ تھی جب راجاؤں کو [illegible]
کی ضرورت ہوتی تو وہ انکے سپرد ہوتی اور راہ میں کھانے پینے کا سامان بہم پہنچانا انکا کام ہوتا۔
اس کام کے لئے ہر گروہ کے واسطے ایک حد مقرر تھی۔ اگر کوئی رانا انکا گھوڑے پر بیٹھتا تو گھوڑے کی
پیٹھ پر کمبل ڈالا کرتے بے زین و لگام سوار ہوتا۔ اگر راہ میں کسی شخص پر کوئی حادثہ واقع ہوتا تو اسکی جوابدہی
انہیں کرنی پڑتی۔ اگر کوئی انہیں سے چوری کرتا تو انکے مقدموں پر یہ واجب ہوتا کہ چور کیسا اسکے
بال بچوں اور کنبے کے جلا دیتے۔ رات دن کا رہنمائی کی یہی کرنی انکا کام تھا۔ ان کے اندر
کچھ چھوٹے بڑے کی تمیز نہ تھی۔ مزاج انکا وحشی ہے ہمیشہ والیان ملک سے بغاوت و سرکشی کرتے رہتے
ہیں۔ وہ راستوں پر لوٹتے ہیں اور جنگلوں کے اندر انکی قزاقی میں سب شریک ہو جاتے ہیں۔ راجاؤں کے
[illegible] پہنچانا انکا کام تھا۔ محمد قاسم نے یہ حال سنکر کہا کہ یہ جاٹ بڑی
وحشی قوم ہے [illegible] اعمال ایسا ہی ہے جیسا کہ پرانی کوہستانی جنگلی آدمیوں کا۔ محمد قاسم نے
اسکے واسطے [illegible] اور قاعدوں کو بحال قائم رکھا اور اتنا اور اضافہ کیا کہ ہر
[illegible] آیا کریں اور اگر وہ بیمار ہو جائے تو تین دن تک یہ قاعدہ حضرت
عمر نے شام میں جاری کیا تھا۔

جب محمد قاسم برہمن آباد و لوہانہ کے کاموں سے فارغ ہوا اور اپنے خراج مقرر کر چکا تو اس سارے
احوال سے حجاج کو اطلاع دی اور ملک سندھ کے انتظام کا حال مفصل لکھا۔ یہ خط ندی جلوانی برہمن آباد
سے لکھا تھا اسکا جواب حجاج نے یہ لکھا کہ ابن عم محمد قاسم تم نے سپہداری و رعیت نوازی اور
انتظام ملکی اور رفاہ عام میں جو سعی کی وہ نہایت تعریف کے قابل ہے۔ ہر موضع پر جو خراج مقرر کیا ہے
اور ہر صنف کے آدمیوں کو قانون کے پابند ہونے کے لئے جو تدبیریں کیں ہیں اور انہوں نے جو
اسکی اطاعت کی ہے اس سے قواعد دولت اور انتظام مملکت استحکام ہو گیا ہے۔ اب تو زیادہ اس مضمون

کشمیر و ہند و سندھ کے دو رکن اعظم الور و ملتان ہیں انکی خبر لے۔ یہ دونو شہر بادشاہوں کے دار الملک ہیں
اُنکے خزانے اور دفینے وہاں بہت دفن ہونگے۔ اگر کہیں مقام کرنا چاہیئے تو ایسی جگہ انتخاب کر
کہ وہاں تیرے ناز کی تجھکو حاصل ہو اور ولایت سندھ و ہند میں مسلمانوں کی سلطنت کو تسلط ہو جو کوئی اسلام
کی اطاعت سے انکار کرے اسکو بیدریغ قتل کر۔ حق تعالی تجھکو ایسا فتحمند کرے کہ ہند کو سرحد چین تک تو تسخیر
کر لے۔ امیر قتیبہ بن مسلم خراسانی اور اسکے ساتھ لشکر بھیجا گیا ہے جتنے اُلوق تیرے پاس ہیں انھیں اُس کے حوالے
کری ابن عمر و لیس چیمہ ایسے کام کہ تیرا نام روشن ہو اور تیرے دشمن عاجز و پریشان ہوں انشاء اللہ تعالی
محمد قاسم پاس یہ خط آیا اسمیں یہ بھی لکھا تھا کہ اے محمد قاسم تیرا اہر میں مجھ سے صلاح پوچھنا تیرے حزم
واحتیاط کا اقتضا ہے مگر فاصلہ ایسا دور و دراز ہے کہ ایسے کاموں میں التوا ہوتا ہے۔ تو ایسی رعیت نوازی
گری اور عدل گستری کا طریقہ اختیار کر کہ دشمن تیری اطاعت کے آرزومند ہو جائیں +

محمد قاسم نے وداع بن حمید النجدی کو برہمن آباد کا انتظام سپرد کیا اور اُسکے نائب و عمال مقرر کیے
اور یہ ہی جیات تاجروں کو مال کے متعلق سارے معاملات حوالہ کیے اور انکو تاکید کر دی کہ امور کلی و جزوی
ہمارے حضور میں پیش ہوں اور بے مشورت ہمارے کسی کام و معاملہ کا آخری فیصلہ نہ ہو۔ نوبہ بن دارس کو
عمدہ انتظام کے لیے حصار اور سپرد ہوا اور یہ بھی اُس کو حکم ہوا کہ کشتیاں ہمیشہ جمع رکھے اور جو سپاہی
اور ہتیار آنے جانے کشتیوں میں ہوا کریں انکو راور کے قلعہ میں لے جایا کرے۔ دریا کے حصہ بالا کی کشتیوں
کا اہتمام زیاد العبدی کے سپرد ہوا اور سندال بن سلمان کو ان اضلاع کا بندوبست سپرد کیا گیا کہ ولایت
کیرہاج سے متعلق تھے۔ سوہلیل کا حاکم حنظلہ بن اخی کلبی مقرر کیا۔ اور ان سب کو حکم کیا کہ وہ اپنے گرد و نواح
کے ملک کے حالات دریافت کر کے ہر مہینے مجھکو اطلاع دیا کریں اور یہ بھی تاکید کے ساتھ ہدایت کر دی
کہ وہ سب آپس میں متحد و یکدل و یکجہت رہیں باہر سے دشمنوں کے لشکر کا خوف نہ ہو اور اندر رعایا کو سرکشی کا
حوصلہ نہ ہو۔ جو کوئی امن میں خلل انداز ہو اُسکو سزا دیں۔ قیس عبد الملک بن قیس الدمنی و خالد انصاری
کو مع دو ہزار پیادہ سپاہی کے سوستان میں بھیجا مسعود تمیمی بن شیبہ جدیدی و فراسی عتقی وغیرہ کو
دہلیلہ نیرون۔ دیبل میں بھیجا کہ وہ ان مقامات پر قابض رہیں۔ ملیح کو کروایل میں عامل مقرر کیا
یہاں علوان بکری و قیس بن ثعلبہ تین سو آدمیوں کے ساتھ بس گئے اور بیوی بچے بھی انکے یہیں ہونے لگے

انتظام برہمن آباد

اسطرح جاٹوں کے کل ملک کا انتظام کیا اور اپنی حکومت کو استحکام دیا +

کہتے ہیں جب محمد قاسم برہمن آباد اور ملک کے شرقی و مغربی اضلاع کے انتظام سے فارغ ہوا تو مقام سے
۳ محرم سنہ ۹۴ھ کو روانہ ہوا اور موضع مہل میں جو ساوندی کے قریب تھا اترا یہاں ایک تالاب تھا
اور اسکے آس پاس ایک مرغزار نہایت سرسبز و شاداب تھا اسکو ڈنڈہ اور کرہا کہتے تھے اسلئے
ڈنڈہ کے کنارہ پر خیمے ڈیرے ڈالے یہاں کے باشندے سمانی تھے انکے سرداروں اور تاجروں نے
اطاعت قبول کی۔ اسنے حجاج کے حکم کے موافق سبکو امان دی اور انسے کہا کہ تم اپنے وطن میں
آسودگی کے ساتھ رہو اور مال گذاری مقرر کر کے کہا کہ اسکو وقت موعود پر خزانہ میں داخل
کرتے رہو اور ہر فرقہ میں ایک آدمی کو اپنے فرقہ کا رئیس مقرر کر دیا۔ یہ سارے حالات حجاج کو لکھے
تو اسکا جواب بڑے زور شور سے لکھا آیا کہ جو اہل حرب ہوں انکو قتل کرو اور انکے لڑکے اور لڑکیوں کو
بطور اول کے قید کر کے رکھو جو مطیع ہوں اور انکے حلق میں صفائی کا پانی جاری ہو انکو امان دو اور
مالگذاری انپر مقرر کر دو اور صناع و تجار کو سبکبار رکھو اور جس کسی کو جانو کہ وہ زراعت و
عمارت میں بڑی تندہی اور جانفشانی کرتا ہے اسکو تقاوی دو اور سب طرح سے اسکی امداد کرو اور جو
لوگ اسلام سے مشرف ہوں انسے عشر لو یعنی انکے مال زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ اور مگر جو لوگ اپنے
مذہب پر قائم رہے ہوں تو وہ اپنے ملک کے قدیمی دستور کے موافق جو جمع راجاؤں کو دیتے آئے ہیں
وہ ہمارے عمال کو دیں۔ محمد قاسم یہاں سے کوچ کر کے بہراور میں پہونچا یہاں اسنے سلیمان بن عہان
اور ابا فضہ القشیری کو بلایا +

یہاں سے محمد قاسم اقوام سمہ کی طرف متوجہ ہوا جب وہ انکے قریب پہونچا تو وہ استقبال کے
لئے ناچتے ہوئے اور ڈہول بجاتے ہوئے آئے محمد قاسم نے پوچھا کہ یہ کیا غل شور ہے وہاں
کے لوگوں نے کہا کہ یہ ان اقوام کی رسم ہے کہ جب انکے ہاں کوئی نیا بادشاہ آتا ہے تو وہ بڑی
شادی کرتے ہیں اور اس طرح گاجے باجے کے ساتھ اسکے استقبال کو آتے ہیں۔ خریم بن عمر نے
جو نہایت امین و ظریف ذہین و عقیل تھا محمد قاسم سے کہا کہ آپ پوچھتے کیا ہیں خدا تعالیٰ کی
تحمید و تہلیل کیجئے کہ اسنے اپنے فضل و کرم سے اس قوم کو ہمارا محکوم و مسخر بنایا اور ہمارے واسطے اونکو

اس حال میں کہ محمد قاسم کو اس کی خبر پہنچی گئی اور اُسنے حرم سے کہا کہ تو بھی اس قوم کا حاکم بنا اور گانے
اور باجے والوں سے کہا کہ تم اُسکے سامنے رقص و بازی کرو حرم نے بمبئی بیار زعفرانی اُنکو عنایت
کئیے اور کہا کہ یہ بادشاہ کا حق ہے کہ اُسکے آنے پر تم شادی کرو اور اس نعمت الہی کا شکر بجا لاؤ یہ
نعمت تم پر خدا بہت دنوں قائم رکھے +

مورخ کہتے ہیں کہ لوہانہ سے جب محمد قاسم فارغ ہوا تو وہ ستہہ میں آیا۔ یہاں کے رئیس و کلا ننگے
ننگے سر ننگے پاؤں اُسکے استقبال کو آئے اور رحم کی التجا کی محمد قاسم نے اُنکو امان دی اور خراج
اُنپر مقرر کیا اور کچھ آدمی اول میں لیئے اور اُنسے الور تک تمام منازل و مراحل کو پوچھ کر لکھ لیا۔
اُنہوں نے رہبر اُنکو ساتھ کر دیا کہ وہ اُس کو الور تک پہنچا دیں الور دارالسلطنت ہند تھا اور
ملک سندھ میں سب سے بڑا شہر تھا۔ یہاں کے باشندے بیشیہ ور و تاجر و کاشتکار تھے۔ راجہ داہر کا بیٹا
فیوفی یہاں فرمانروا تھا جسکے سامنے کسی آدمی کا مقدور نہ تھا کہ زبان پر لائے کہ راجہ داہر مر گیا
اُسکو یقین تھا کہ وہ زندہ ہے اور سندھ سے فوج لیکر چلا آتا ہے جسکی امداد اور اعتقاد سے وہ لشکر عرب
سے لڑیگا۔ ایک مہینہ تک محمد قاسم قلعہ کے سامنے ایک میل کے فاصلہ پر مقیم رہا۔ اسمیں مسجد بنوائی
جسمیں ہر جمعہ کو خطبہ پڑھا جاتا +

الور کے آدمیوں سے لڑائی شروع ہوئی اُنکو یقین تھا کہ راجہ داہر فوج لیے اُنکی مدد کو آتا ہے وہ
فصیل پر چڑھ کر محاصرین سے کہتے تھے کہ اب تم اپنی جان سے ہاتھ دھو۔ راجہ داہر ایک فوج قاہرہ بے شمار
ہاتھیوں کی اور سواروں اور پیدلوں کی تمہارے پیچھے لیے چلا آتا ہے اور ہم قلعہ سے تمہارے
روبرو باہر نکلتے ہیں سے آگے پیچھے سے تمھیں گھیر کر تمہارے لشکر کو شکست دیتے ہیں اب تمہاری
خیر اسی میں ہے کہ اپنا اسباب و دولت بالکل چھوڑ کر اپنی جان بچا کر نکل جاؤ نہیں تم مارے جاؤ گے
یہ ہماری نصیحت سن لو +

جب محمد قاسم نے دیکھا کہ دشمن لڑنے میں بڑی جد و جہد کرتے ہیں اور اُنکے دماغ میں یہ خبط
سمایا ہوا ہے کہ راجہ داہر مرا نہیں لشکر لیے وہ چلا آتا ہے تو رانی داہر کو جسکو اُسنے خرید کر کے نکاح اُس سے
کیا تھا اُس سیاہ اونٹ پر بٹھا کر جسپر وہ ہمیشہ سوار ہوا کرتی تھی اور معتمدوں کو اُس کے ساتھ کر

الور میں محمد قاسم کا جانا +

الور کے آدمیوں سے لڑائی +

حصار کے آگے بھیجا - وہاں پہونچکر یہ رانی چلائی کہ اے اہل حصار میں تمھاری بہتری کی ایک
بات کہنے آئی ہوں اسکو کھڑے ہو کے سن جاؤ - یہ سنکر ایک جماعت برج کے پر سے آدمیوں کی
فصیل پر چڑھ آئی - لادی نے نقاب چہرے کے اٹھائی اور بیدان انسے مخاطب ہوئی کہ میں [illegible]
کی رانی ہوں میرا خاوند مارا گیا سر اسکا عراق بھیجا گیا اسکے راج کے نشان اور چتر [illegible]
ہو گئے - تم اپنے تئیں آپ کیوں ہلاک کرتے ہو - خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ اپنے ہاتھوں
اپنی ہلاکت نہ ڈھونڈو - یہ کہکر وہ چیخیں مار کر رونے لگی اور ایک نوحہ گانے لگی - اہل حصار نے فصیل
سے جواب دیا کہ تو جھوٹی ہے - چنڈالوں اور گائے کھانے والوں کی تو مل گئی ہے ہمارا
راجہ زندہ ہے اور ایک لشکر گراں اور ساتھیوں کو ساتھ لاتا ہے اور دشمن کو دفع کرتا ہے تو اہل عرب
سے لگاوٹ کرکے خراب ہو گئی ہے اور اپنے راجا کو بھول گئی ہے ہمارے دشمنوں کو ہمارے راجا اور ہم پر
فوقیت دیتی ہے اور کچھ گالیاں بھی اسکو سنائیں جب محمد قاسم کو یہ خبر پہونچی تو اسنے لادی بائی
یہ کہا کہ اب خاندان سلائج کا بخت برگشتہ ہو گیا ہے اور خاتمہ کا وقت آ گیا ہے +

حصار الور میں ایک ساحرہ رہتی تھی اسکو جوگنی کہتے تھے یہ اسکے فیوفی اور ارکان سلطنت
پاس گئے اور پوچھنے لگے کہ تو اپنے علم کے زور سے بتلا کہ راجہ داہر کہاں ہے - اسنے جواب دیا کہ مجھے آج کی
مہلت اس کام کے لئے دو تاکہ میں اس سوال کا امتحان کرکے کل جواب دوں پس دوسرے دن سہ پہر کو
سرندیپ کی کالی مرچ وجوز بویا کی ہری بھری کلیاں کھلی پھل لگی شاخیں ہاتھ میں لیکے
آئی اور کہنے لگی کہ میں ساری دنیا میں قاف سے قاف تک پھر آئی کہیں سندھ و ہند میں راجہ
داہر مجھے نہیں ملا اور نہ اسکی خبر میں نے سنی اگر وہ زندہ ہوتا تو مجھ سے وہ کہیں نہیں چھپ سکتا تھا
اور اس خبر کی صحت کے لئے میں سبز شاخیں سرندیپ سے لائی ہوں تاکہ تم مجھ پر بدگمان نہ ہو
مجھے تحقیق ہو گیا ہے کہ تمھارا راجہ روئے زمین پر زندہ نہیں اب تم اپنی آپ چارہ جوئی کرو +
جب یہ خبر مشتہر ہوئی تو شہر کے سب خاص و عام کہنے لگے کہ ہم نے محمد قاسم کے عدل و
انصاف فضل عہد و پیمان کا وثوق قول کی صداقت و دیانت یہ ساری صفات سنی ہیں
اکثر ہم کچھ لیں اب مناسب ہے کہ کسی معتمد کے ساتھ پیغام بھیجکر اس سے امان مانگی جاوے اور حصار اسکے سپرد

کیا جائے۔ فیوفی کو جب عایا کا یہ تردد اور راجہ داہر کی وفات کا حال معلوم ہوا تو وہ رات کو
مع اپنے اہل و عیال و متعلقین کے حصار سے باہر نکلا اور جیسپور کی طرف چلا۔ یہاں اس کا
بھائی بجے سیہ اور راجہ داہر کے اور بیٹے تھے اور وہ ایک موضع میں رہتے تھے جسکا نام جندل الل
رحیندن اقبار بہا تھا۔ قوم علافی میں سے ایک آدمی حصار میں تھا جو فیوفی کا یار تھا اُسنے ایک
کاغذ پر فیوفی کے فرار ہونے کا اور اہل حصار کا حال لکھا اور اُسکو تیر پر لگا کے لشکر عرب میں
پھینک دیا جسنے یہاں کا حال محمد قاسم کو معلوم ہوا تو اُسنے لشکر کو لڑنے کے لئے بھیجا
مردان کارزار و شجاعان بردبار حصار پر چڑھ کر حملے کرنے لگے +

پس تمام رعایا و تاجروں و کاریگروں و اہل حرفہ نے یہ پیغام بھیجا کہ اب ہم نے برہمنوں کی
بیعت تو ترک کی ہمارا راجہ داہر ہمارے سر سے اُٹھ گیا فیوفی اسکے بیٹے نے ہم سے منہ پھیر لیا
جو وقوع میں آیا وہ ہماری مرضی کے خلاف تھا لیکن حکم الٰہی اسطرح مقدر تھا و قضا و قدر الٰہی کا مقابلہ
کوئی مخلوق نہیں کر سکتی اور وہ کسی جنگ و مکر سے ٹل نہیں سکتیں اور دُنیا کی مملکت کسی کی مِلک سے نہیں
ہوتی جب لشکر قضاء الٰہی پردہ غیب سے باہر نکلتا ہے تو بعض بادشاہوں کو تاج و تخت سے محروم
کرتا ہے بعض کو زمانہ کے انقلاب و حوادث سے مردہ و پژمردہ کرتا ہے پس نہ قدیمی نہ جدید سلطنت
پر اعتماد ہو سکتا ہے وہ ایک آنی جانی چیز ہے۔ تو ان باتوں کو سمجھ ہم تیری خدمت میں حاضر ہوئے ہیں
اور تیرے عدل و انصاف کے بھروسے پر تیری اطاعت کا طوق اپنی گردن میں ڈالتے ہیں اور حصار کو امیر
عادل کے امینوں کو سپرد کرتے ہیں ہمکو امان دے اور لشکر کے خوف سے امین کر۔ یہ مملکت قدیم و عظیم ہمکو
راے داہر نے عطا کی تھی جب تک وہ زندہ رہا اُسکی اطاعت کا حق بجا لاتے رہے جب وہ مر گیا
اور اُسکا بیٹا فیوفی بھاگ گیا اب ہمکو بہتر یہی معلوم ہوا کہ تیری اطاعت کریں محمد قاسم نے اُسکا یہ جواب
دیا کہ میں نے نہ تمھارے پاس پیغام بھیجا نہ کوئی ایلچی۔ تم خود متفق ہو کر امان چاہتے ہو اور عہد و پیمان
کرتے ہو۔ اگر تمھاری رضا و میلان خاطر ہماری خدمت و اطاعت کی طرف سچا ہے تو لڑائی سے ہاتھ
کھینچو اور عہد و پیمان کرنے کے لیے نیچے اُتر آؤ میں تمکو امان دونگا۔ ورنہ ہمارے تمھارے درمیان وہی
دشمنی ہے جو تھی۔ بعد اسکے میں تمھارا ایک عذر نہ قبول کرونگا نہ اُسکو سنونگا اور نہ تم کو ہمیشہ نہ تم کو

اہل برہمناباد کا [illegible] +

لشکر سے بچنے دونگا پس اہل حصار فصیل پر سے اتر آئے اور اسمیں سب کا اسیر اتفاق ہوا کہ محمد قاسم
کے اس قول پر کہ امان دونگا دروازے کھول دیں اور ان میں جب تک محمد قاسم آئے خود کھڑے رہیں
اور اسے کہیں کہ ہم تیری اطاعت خدمت کے لئے حاضر ہوئے ہیں اگر اسنے اپنے سخا و کرم سے یہ درخواست
قبول کرلی اور امان دیدی تو فبہا ورنہ پھر ہم غدر مچائینگے پس وہ کنجیاں ہاتھوں میں لیکر دروازے
میں آن کھڑے ہوئے اور حجاج کے امین منتخب ہوکر اس کام میں واسطہ بنے انکو اہل حصار نے کنجیاں
دیدیں اور دروازہ کھول دیا۔ محمد قاسم دروازہ سے داخل ہوا۔ اسنے دیکھا کہ سارے شہر کے آدمی
بتخانہ نووہار میں بت کے آگے سجدے کر رہے ہیں محمد قاسم نے پوچھا کہ یہ گھر کسکا ہے کہ سب وضیع و
شریف اس میں سجدے کر رہے ہیں لوگوں نے جواب دیا کہ یہ ایک مندر ہے جسکا نام نووہار ہے۔ محمد
قاسم نے حکم دیا کہ بت خانہ کا دروازہ کھول دیں اسنے وہاں دیکھا کہ گھوڑے پر ایک مورت سوار ہے
اسکے اندر پھر وہ اپنے افسروں سمیت گیا اور دیکھا کہ سخت پتھر کا بت بنا ہوا ہے اور زریں
کنگن یاقوت و جواہر سے مرصع ہاتھوں میں پہنے ہوئے ہے۔ محمد قاسم نے ہاتھ دراز کرکے ایک
کنگن اتار لیا اور مندر کے پجاری سے کہا کہ تمھارا صنم یہی ہے اسنے کہا کہ ہاں مگر پہلے اس کے
ہاتھوں میں دو کنگن تھے ایک رہ گیا ہے۔ محمد قاسم نے کہا کہ تمھارا معبود نہیں جانتا کہ کنگن کون لے گیا
یہ سنکر پجاری نے گردن نیچی کرلی محمد قاسم نے ہنسکر کنگن پھر بت کے ہاتھ میں ڈال دیا +
محمد قاسم نے حکم دیا کہ جو اہل حرب اطاعت کریں وہ نہ قتل کئے جائیں لادی نے کہا کہ اس ولایت
کے آدمی کاریگر ہیں اور بعض تاجر ہیں یہ شہر انھیں سے آباد ہے اور وہی یہاں کی زمین میں کھیتی کرتے ہیں
اگر انمیں سے ہر شخص پر جمع لگادی جائے گی تو انھیں کی محنت مزدوری سے خزانہ میں مال داخل
ہوگا۔ محمد قاسم نے کہا کہ یہ لادی نے حکم دیا ہے اور سب کو جان و مال کی امان دیدی + مورخ
بیان کرتے ہیں کہ محمد قاسم نے جن آدمیوں کو قتل کے لئے موکلوں کو سپرد کیا تھا انمیں سے ایک
شخص نکل کر آگے کھڑا ہوا۔ اور بولا کہ مجھے ایک عجیب تماشا کرنا آتا ہے۔ موکل نے کہا کہ مجھے دکھا
اسنے کہا کہ میں تجھے نہیں دکھاتا امیر کو دکھاونگا۔ محمد قاسم کو اسکی اطلاع ہوئی اسنے اسکو بلایا
اور پوچھا کہ کیا عجیب تماشا کرنا آتا ہے اسنے کہا کہ میرے پاس ایسی چیز ہے کہ کبھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی

مگر اس شرط سے دکھاؤنگا کہ میرے کل عیال و اطفال کو امان دیدے۔ محمد قاسم نے کہا کہ میں نے امان
دی۔ اُس نے کہا کہ امان نامہ عنایت ہو اور اُسپر دستخط ہوں۔ محمد قاسم نے جانا کہ اسکے پاس کوئی شے بیش قیمت
ہوگا جو یہ پوشیدہ ہوگا۔ امان نامہ بھی اُسکے ہاتھ میں دیدیا۔ تو اُسنے اپنی ڈاڑھی اور مونچھوں کو کھینچا اور
اور بالوں کو دراز کیا اور پاؤں کی انگلیوں کو اپنے سر سے لگایا اور ناچنے لگا اور یہ کہنے لگا کہ کسی
شخص نے ایسا عجیب تماشا دیکھا ہوگا + موئے ریشم ہمیں کشاں تا پاست + محمد قاسم متعجب ہوا
جو لوگ وہاں حاضر تھے انہوں نے کہا کہ یہ کیا عجیب تماشا ہے جسکے لئے امان دی جائے اسنے ہم کو
فریب دیا۔ محمد قاسم نے کہا کہ قول قول ہے اور عہد عہد ہے اس سے پھرنا بزرگ آدمیوں کا کام نہیں اشعار

مشکن تو بدان کہ ذو فنون آید مرد ۔۔۔ در عہد وفا نگر کہ چون آید مرد
در عہدہ عہد اگر بروں آید مرد ۔۔۔ از ہر چہ گمان بری فزوں آید مرد

اسکو مارنا نہیں چاہئے قید رکھنا چاہئے اور حجاج سے یہ حال عرض کرنا چاہئے۔ اسلئے اُسکو اور اُسکے
کنبے کے آدمیوں کو قید خانہ میں بھیجدیا۔ اور حجاج کو اسکا حال لکھا۔ حجاج نے کوفہ و بصرہ کے علماء سے
فتویٰ لیا اور عبد الملک خلیفہ کو اُسکی اطلاع دی۔ جواب خلیفہ اور فتویٰ علماء کا حجاج نے محمد قاسم
پاس بھیجا جس سے ان قیدیوں کو رہائی ہوئی +

بڑے بڑے معتبر اکابر یہ بیان کرتے ہیں کہ جو سپہ سات سو سوار و پیادہ ہمراہ لیکر حصار کورج میں
پہنچا۔ کورج کے راجہ دروہر نے اسکا استقبال کیا اور اُسکی بڑی آؤبھگت کی اور اس سے وعدے
خوب خوب کئے اور اُسکی امید و نکو بڑھایا اور کہا کہ میں لشکر اسلام سے لڑنے کیلئے تیری مدد کرونگا
اس راجہ کا یہ دستور تھا کہ ہر شستماہی میں ایک روز خلوت خانہ میں عورتوں کے ساتھ شراب پیتا اور
ناچ دیکھا کرتا اور اس مجلس میں کسی اجنبی آدمی کو آنے نہ دیتا۔ یہ ایک اتفاق کی بات تھی
کہ جو سپہ اسی روز یہاں آیا کہ یہ عیش و طرب کا دن راجہ کے ہاں تھا۔ راجہ نے اپنے پاس آدمی بھیجکر
کہلا بھیجا کہ آج ہمارے عیش کا دن ہے اور کوئی غیر ہمارے شبستان میں نہیں آسکتا مگر تم ہمارے عزیز
ہو اور ہمارے ہمراز ہو گئے ہو سو تم یہاں قدم رنجہ کرو۔ جو سپہ اس مجلس میں آیا اور عورتوں کے
بیچ میں جا کر بیٹھ گیا کسی عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا اپنے گرد خط کھینچ لیا جس سے باہر

دروسر نے کہا کہ یہ عورتیں ما بہنوں کی بجا ہیں تم سر اُٹھاؤ اور اُنکو دیکھو۔ جےسیہ نے کہا کہ میں اصل میں
جوگی ہوں کسی نامحرم عورت کی طرف دیکھنا مجھے حرام ہے۔ دروسر نے بھی اُسسے عورتوں کے دیکھنے کو
لیے کچھہ نہیں کہا۔ اور اُسکی پرہیزگاری و زہد پر شاباش دی۔ دروسر کی بہن جانکی نہایت حسینہ
تھی جب اُسنے جےسیہ کو دیکھا تو وہ بے اختیار اُسپر عاشق ہو گئی لمحہ لمحہ اُسکو کنکھیوں سے دیکھتی تھی
اور کرشموں سے اپنی محبت کو بتلاتی تھی جب مجلس برخاست ہوئی جےسیہ اپنے محل میں گیا
جانکی اپنے گھر میں گئی اور وہاں بن سنور کر ایک ڈولے میں سوار ہو کر جےسیہ کے پاس پہنچی۔ وہ پڑا
سوتا تھا۔ جب جانکی کے منہ سے شراب کی بو اُسکے دماغ میں پہنچی تو وہ جاگا اور پوچھا کہ رانی صاحبہ
اسوقت قدم رنجہ فرمانے کا سبب کیا ہے اور یہ کون وقت آنے کا ہے۔ جانکی نے کہا تو بھی عجب
احمق ہے۔ اِس بات کے پوچھنے کی ضرورت کیا ہے کہ کیوں آئی ہو جب ایک خوبصورت عورت اندھیری
رات میں تیری زیارت کو آئے اور تجھہ سوتے کو جگائے تو اسکا مطلب سوا اِسکے کیا ہوگا کہ تو
اور وہ ایک جامہ میں سوئیں خاص کر مجھہ جیسی حسینہ کہ جسکے عشق میں ایک عالم دیوانہ ہو رہا ہو تیرے پاس آئے
اب آگے شرح و بسط کے ساتھہ حال نہ پوچھہ اس اپنی فتوح کو صبوح تک غنیمت جان۔ جےسیہ نے کہا کہ
اے راجہ کی بیٹی مجھے سوا اپنی منکوحہ حلال عورت کے کسی عورت نامحرم کے ساتھہ مخالطت کی
مجال نہیں ہے۔ مجھہ سے یہ کام نہیں ہو سکتا میں برہمن جوگی پرہیزگار ہوں۔ ایسا نالائق کام
بزرگوں کے لائق نہیں ہوتا اِس گناہ میں خدا کے واسطے مجھے مبتلا نہ کر۔ ہرچند جانکی نے منت سماجت
کی مگر اُسنے اُسپر التفات نہ کی جب جانکی ناامید ہوئی تو اُسنے یہ ارادہ کیا کہ جےسیہ کو ہلاک کرو
اور خود جل کر مر جاؤں۔ وہ اپنے گھر چلی گئی۔ اور دوسرے روز اکھٹوائی کھٹوائی لیے
پڑی رہی بھائی بغیر بہن کے منہ دیکھے کھانا نہیں کھاتا تھا جب بہن اپنے وقت پر نہ آئی تو وہ
بہن کے دیکھنے کو اُسکے گھر گیا تو اُسکا چہرہ متغیر پایا۔ حال پوچھا جانکی نے کہا کہ جس احمق سندی
نے مجھے آپکی مجلس میں دیکھا تھا وہ کل رات میرے حرم سرا میں آیا اور اُسنے ارادہ کیا کہ میرے
دامن عصمت کو گرد عصیاں سے آلودہ کرے۔ یہ سنکر دروسر کے سینہ میں غصہ کے مارے آگ لگ گئی
اُسنے بہن سے کہا کہ وہ ہمارا مہمان ہے اور جوگی برہمن ہے اور ہم سے استعانت چاہتا ہے ایک ہزار

جنگلی آدمی اسکے ساتھ ہیں اگر انکو بھی ہمارے نسخے ہیں تو ہمارے آدمی کبھی مارے جاوینگے اسلئے بہتر ہے کہ اسکو حکمت سے ماریں تو اچھا ہو اور کچھ ہلکا ہو - پس وزیر دوہر کے سپرد آیا اور اسنے دو سرداروں کو حکم دیا کہ میں پہر دن چڑھے جے سیہ کو بلاؤنگا اور منادل خفا کرنیکے بعد خلوت میں اسکے ساتھ شطرنج کھیلونگا جسوقت میں کہوں کہ شاہ مات ہوا تو تم جے سیہ کو قتل کر ڈالنا - راجہ دوہر کے سرداروں کی خدمتگاروں میں ایک سندھی آدمی بھی تھا جب اسکو یہ خبر ہوئی تو جے سیہ کو اس سازش سے مطلع کیا - جے سیہ نے اپنے دو جانداروں کو کہہ دیا کہ میں دوہر کے ہاں جب کھانا کھا کر اسکے جاؤں تو تم مسلح میرے ساتھ رہنا - اگر وہاں تم دیکھو کہ کوئی مجھپر وار کرتا ہے تو تم بھی ہوشیار رہنا - غرض جے سیہ اسی طرح دوہر کے ہاں گیا اور شطرنج کی بازی کھیلا - دوہر نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ جے سیہ کے دو سپاہی سر پر مسلح کھڑے ہیں تو پشیمان ہوکر کہنے لگا کہ بادشاہ مات نہیں ہوا مجھکو مات نا نہیں چاہئے - جے سیہ وہاں سے اپنے گھر آیا اور دوسرے روز مع اپنے رفقا کے دوہر سے اجازت لئے بغیر کسامیں پہونچا جو جالندہر کی پہاڑ پر تھا اور اسکے راجا کا نام بلہرا تھا جب تک یہیں وہ مقیم رہا کہ عمر عبدالعزیز کی خلافت میں تمیم بن مسلم خلیفہ کے حکم سے یہاں آیا اور اس ولایت کو اسنے فتح کیا +

جے سیہ کی مردانگی اور فرزانگی کا بیان +

جے سیہ مردانگی اور فرزانگی میں بیمانظیر نہیں رکھتا تھا اسکی ولادت کی داستان عجیب بیان کرتے ہیں کہ راجہ داہر شکار کو گیا تھا کہ ایک شیر نظر آیا - داہر گھوڑے سے اتر کر پیادہ پا اسکے مقابل ہوا اور اپنے ہاتھ پر چادر کو لپیٹ کر شیر کے منہ میں دیدی اور تلوار سے پہلے اسکے دونوں پاؤں کاٹ ڈالے پھر اسکو چیر ڈالا - جو لوگ اس واقعہ کو دیکھکر محل سے بھاگے وہ رانی پاس پہونچے اور اسکو خبر کی کہ راجہ شیر سے لڑ رہا ہے - رانی حاملہ تھی جب اسکو یہ خبر ہوئی تو اپنے خاوند کی غایت محبت کے سبب بیہوش ہو گئی اور اسکی جان ہول کے مارے نکل گئی - داہر جب شکار سے گھر میں آیا تو رانی کو مردہ پایا - مگر پیٹ میں بچہ زندہ پھرتا نظر آیا - رانی کا پیٹ چیر کر اسے نکال لیا اسلئے جے سیہ اسکا نام رکھا جسکے معنی عربی میں المظفر اور پارسی میں شیر فیروز ہیں (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا نام جے سنگھ ہوگا جسکو عربی کتابوں میں جے سیہ لکھا ہے)

جب الور کے سفر و دیار باشندے مطیع ہو گئے اور دارالملک پر پورا تسلط ہو گیا تو محمد قاسم نے ہر نواح

بن اسد کو یہاں حاکم اور شرعی کے لیے موسی بن یعقوب کو قاضی مقرر کیا۔ اور انکو حکم دیا کہ جہانتک
ہوسکے رعیت پروری اور عدالت گستری کریں اور امور معروف پر اصرار و منکر سے ہمیشہ بچتے رہیں
انکو اختیار مطلق دیکر وہ منزل بمنزل روانہ ہوا اور دریاے بیاس کی جنوبی کنارہ پر بابیہ میں پہنچا +

بابیہ ایک پرانا قلعہ تھا اور یہاں کا رئیس ککسہ بن چندر بن سلائج راجہ داہر کا عم زادہ تھا وہ داہر کے
ساتھہ لڑائی میں شریک تھا اور نہایت خستہ و شکستہ ہوکر اس قلعہ میں آنکر پناہ گیر ہوا تھا۔ اور یہیں کی
سکونت اختیار کرلی تھی جب لشکر اسلام سر پر آیا تو امرا و روسا نذریں لیکر دوڑے
محمد قاسم نے انکے حال پر کمال التفات کی اور خلعت فاخرہ انکو عنایت کیے۔ اور ان سے
پوچھا کہ یہ ککسہ کیا خاندان الور میں سے ہے جسکا ہر ایک کن حکیم عاقل و امین و راست کار ہے اگر
ککسہ میرے پاس آجاے تو میں اسکو اپنا وزیر مقرر کردوں۔ ککسہ ہند میں بڑا عالم و حکیم تھا وہ
محمد قاسم کی خدمت میں حاضر ہوا محمد قاسم نے اسکو ہمیشہ اپنی تخت کے آگے بٹھاتا اور اس سے مشورہ
لیتا اسکو تمام سپہداروں اور لشکر کا پیشوا بنایا۔ اموال نواحی کی تحصیل اسکو سپرد کی خزانہ کی
کنجیاں اور اپنی مہر اسکو حوالہ کی غرض وہ سب کاموں میں محمد قاسم کا مشیر تھا اسلیے
اسکا نام مبارک مشیر مشہور تھا +

جب ککسہ کے ساتھہ معاملات یوں طے ہوئے تو محمد قاسم قلعہ کو چھوڑ کر دریاے بیاس کے پار گیا اور
اور حصار اسکلندہ پر پہنچا۔ اہل حصار عرب کے لشکر سے لڑنے کے لیے باہر آئے۔ رواح بن عمیرہ الطیفی
و لکک لشکر کے پیش رو تھے۔ ایسی سخت لڑائی آن پڑی کہ طرفین سے خون کے نالے بہنے لگے
صبح کی نماز کے وقت اہل عرب اللہ اکبر کا نعرہ مار کر حملہ آور ہوئے تو دشمن پسپا ہوا اور قلعہ کے اندر گھس گئے
پھر لشکر عرب نے حصار پر تیروں کا مینہ برسادیا منجنیقوں سے دیواروں پر پتھروں کی بوچھار لگادی
یہ جنگ سات روز تک اسطرح جاری رہی۔ امیر ملتان کا بھتیجا یہاں سردار تھا اس نے مسلمانوں پر
بھی ایسے حملے کیے کہ کھانے پینے کی تنگی ہونے لگی مگر آخر کار رات کو اسکلندہ کا راجہ بھاگ کر سکہ ملتان
میں چلا گیا۔ سکہ ایک بہت بڑا قلعہ دریاے راوی کے جنوب میں ہے۔ بجہرہ یہاں کا راجہ تھا جسے راجہ سکہ کو
چلا گیا تھا یا و کاریگروں و اہل تجارت نے پیغام محمد قاسم پاس بھیجا کہ ہمارا والی چلا گیا۔ اب آپ ہمارے

والی ہیں + اور ہم آپ کی رعیت ہیں - محمد قاسم نے اہل تجارت و اہل زراعت و اہل صنعت کو امان دی مگر قلعہ میں آنکر چار ہزار ہتیار بند سپاہیوں کو قتل کیا اور اُنکے اہل و عیال کو بردہ بنایا - اور قلعہ کا حاکم عتبہ بن سلمہ تمیمی کو مقرر کیا - اور آپ مع لشکر کے سکہ ملتان کی طرف متوجہ ہوا جب حصار کے سامنے لشکر عرب آیا تو اہل حصار باہر نکل کر لڑنے لگے - سترہ روز تک ہنگامہ کارزار خوب گرم رہا محمد قاسم کے بچیس دوست اس لڑائی میں شہید ہوئے اور لشکر شام میں سے دو سو پندرہ آدمی مارے گئے بجہرہ دریا راوی عبور کرکے ملتان چلا گیا محمد قاسم نے اپنے یاروں کے مارے جانے کے سبب سے قسم کھائی تھی کہ میں اس قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجاؤنگا اور سارا منہدم کراؤنگا - اُسنے حکم دیدیا کہ سارے شہر کو برباد کر دیں اور وہ خود شہر کے نیچے جو گھاٹ تھا اُتر کر ملتان پہنچا بجہرہ لڑنے کے لئے سامنے ہوا + گھاٹ پر دشمنوں سے لڑائی صبح سے شام تک رہی جب رات ہوئی تو دونو لشکر اپنے قیام گاہ میں چلے گئے - دوسرے روز پھر صبح کو ہنگامہ جنگ گرم ہوا طرفین سے بہت آدمی کشتہ ہوئے اور اسی طرح یہ لڑائی دو مہینے تک قائم رہی حصار کے اوپر سے تیر اور منجنیقوں کے پتھر آتے رہے جس سے لشکر اسلام میں غلہ نہایت گراں ہو گیا یہانتک کہ گدھے کی سری پانچ سو درہم کو فروخت ہوتی تھی - راجہ گور سیہ پسر چندر بجہرے بھائی داہر نے دیکھا کہ لشکر عرب ایسا مستقل ہے کہ اُسکا دل کسی طرح مضطر نہیں ہوتا اور ہم کو کسی طرف سے مدد کی امید نہیں اسلئے یہاں سے وہ کافور ہوا اور راجہ کشمیر پاس چلا گیا - دوسرے روز پھر لشکر عرب سے لڑائی ہوئی - اہل عرب کو کوئی جگہ ایسی نہیں ملتی تھی کہ نقب لگائیں حصار میں سے ایک شخص آیا اور امان چاہی محمد قاسم نے اُسے امان دی - اُسنے دریا کے شمالی جانب میں سُرنگ لگانے کی جگہ تبلادی - وہاں سُرنگ کھودنے سے دو تین دن میں حصار کی دیوار گر پڑی اور حصار فتح ہو گیا چھ ہزار جنگی سپاہیوں کو قتل کیا اور اُن کے اہل و عیال کو لونڈی غلام بنایا - اہل تجارت و زراعت و صنعت کو امان دی محمد قاسم نے یہ کہا کہ خلیفہ کے خزانہ میں غنیمت بھیجنی چاہئے مگر اس قلعہ کی فتح میں سپاہیوں نے بڑی مدت تک طرح طرح کی آفتیں سہی ہیں مصیبتیں اُٹھائی ہیں اور جانیں لڑائی اور کھپائی ہیں اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ساری غنیمت سپاہیوں میں تقسیم ہو +

تمام اکابر اور اعیان شہر جمع ہوئے اور ساٹھ ہزار درہم وزن میں چاندی تقسیم ہوئی ہر سوار کے

حصہ میں چاندی چار سو درم وزن میں آئی - محمد قاسم نے کہا کہ اب دار الخلافہ کے خزانہ کے لئے بھی مال کے حاصل کرنے کی کوئی تدبیر سوچنی چاہئے - وہ اس معاملہ میں متفکر تھا کہ ناگاہ ایک برہمن آیا اور کہا کہ اب ہندوؤں کا خاتمہ ہوا - اسلام کا نور سارے عالم میں چمکا - بتکدے مسمار ہوئے مساجد و منابر تعمیر ہوئے میں نے ملتان کے بزرگوں سے یوں سنا ہے کہ پہلے زمانہ میں اس شہر میں اسے کشمیر کی اولاد میں سے جسوبن نامی راجہ تھا اور وہ برہمن اور جوگی تھا اور اپنے مذہب کا بڑا پکا تھا اور رات دن بتوں کی پوجا میں لگا رہتا تھا جب اس کے خزانہ میں بے شمار روپیہ جمع ہو گیا تو اس نے ملتان کی مشرقی سمت میں ایک حوض سو گز سے سو گز بنوایا اور اسکے گرداگرد درخت لگوائے اور بیچوں بیچ میں ایک بتکدہ پچاس گز سے پچاس گز تعمیر کرایا اور اس میں ایک بت زر سرخ کا بنوا کر رکھا اور چالیس دیگیں تین سو تیس من سونے کے ٹکڑوں سے بھر کر انکے نیچے دفن کیں محمد قاسم یہ سن کر مع اپنے خواص و رفقا کے اٹھ کھڑا ہوا اور اس بتکدہ میں گیا - وہاں ایک سونے کا بت دیکھا جسکی آنکھیں یاقوت سرخ کی تھیں محمد قاسم نے یہ جانکر کہ شاید وہ آدمی ہو میان سے تلوار اسکے مارنے کے لئے کھینچی کہ اس برہمن نے کہا کہ اے امیر عادل یہ تو وہی بت ہے جسکو راجہ جسوبن نے تیار کیا تھا اور اس کے نیچے سونا دفن کیا تھا - محمد قاسم نے اس بت کو اٹھوا کر تلوایا تو اسکے سونے کا وزن دو سو تیس من نکلا - اور پھر چالیس دیگیں سونے کی بھری ہوئی نکالیں تو تیرہ ہزار دو سو من ان میں سونا نکلا - اس سونے اور بت کو خزانہ میں داخل کیا اور اسکے ساتھ مروارید اور جواہر بھی کہ شہر ملتان کی غنیمت میں آئے تھے شامل کئے - یہ اتفاق کی بات ہے کہ جس روز بت خانہ کے سونے پر قبضہ ہوا تھا اسی روز حجاج کا خط اس مضمون کا آیا کہ اے ابن عم جس روز تجھکو لشکر دیکر روانہ کیا تھا تو میں اسکا ضامن ہوا تھا کہ اس لشکر کشی اور مہم میں جتنا روپیہ خرچ ہوگا اتنا روپیہ خلیفہ ولید بن عبد الملک کے خزانہ میں داخل کرونگا - اب اس روپیہ کا ادا کرنا مجھ پر واجب ہے - آج کی تاریخ تک مفصل و مجمل حساب سے معلوم ہوا ہے کہ ساٹھ ہزار درم وزن نقرہ تیرے خرچ میں آچکا ہے اور ساری غنیمت نقود و اجناس و امتعہ ایک لاکھ اٹھائیس ہزار درم وزن نقرہ پہونچ چکی ہیں تم کو چاہئے کہ جہاں کوئی مشہور قصبہ یا شہر ہو وہاں مساجد و منابر تعمیر کراؤ اور خلافت کے نام کا خطبہ پڑھواؤ اور سکہ جاری کراؤ - اب تک تم کو اپنے اقبال اور

نصیب کی یاوری اور لشکر کشی سے جو کچھہ حاصل ہوا ہی اُس سے یہ توقع ہوتی ہے کہ آیندہ بھی جس طرف جاؤگے فتح تمہارے آگے آئے گی +

رعایا ملتان سے محمد قاسم کا عہد و پیمان +

تمام روسا و شرفا شہر سے محمد قاسم نے عہد و پیمان کا فیصلہ کر لیا پھر یہاں ایک جامع مسجد تعمیر کرائی جسکے مینار بڑے بلند تھی امیر داؤد بن نصر بن ولید عمانی کو امیر ملتان مقرر کیا خزیمہ بن عبد الملک بن تمیم کو دریاے جہلم کے کنارہ پر قلعہ بہرور میں اور عکرمہ بن ریحان شامی کو سواد ملتان میں اور احمد بن حریمہ بن عتبہ مدنی کو حصار بھتہا د اور کرور میں حاکم مقرر کیا کشتیوں میں خزانہ لاد کر دیبل میں بھیجا کہ وہاں سے وہ دار الخلافت کے خزانہ میں بھیجا جائے اور وہ خود ملتان میں ٹھیرا اب پچاس ہزار سوار کے لشکر پر وہ حکمران تھا +

ابو حکیم کا دس ہزار سوار لیکر قنوج روانہ ہونا

محمد قاسم نے ابو حکیم شیبانی کے ساتھہ دس ہزار سوار ہمراہ کر کے قنوج روانہ کیا تاکہ وہ خلیفہ کے اس حکم عام سے یہاں کے راجہ کو مطلع کردے کہ کیا وہ اسلام قبول کرے یا جزیہ دینا منظور کر کے عہد و پیمان کر لے اور وہ خود لشکر لیکر کشمیر کی حد کی طرف روانہ ہوا جسکو پنج ماہیات کہتے ہیں یہاں سرحد پر پہنچکر وہ درخت صنوبر و بید دیکھے جو راجہ چچ نے یہاں اپنی سرحد پر لگائے تھے اب اس نے پھر اس حد کی تجدید کی اور سرحد کے نشانوں کو از سر نو جگایا اسوقت قنوج میں راجہ ہری چند بن راجہ جیچند راج کرتا تھا ابو حکیم شیبانی جب ادھار میں پہونچا تو اُسنے زید بن عمرو الکلابی کو سفیر بنا کے راجہ قنوج پاس بھیجا کہ وہ خلیفہ کے حکم (اسکا ذکر اوپر ہو چکا ہی) سے راجہ کو مطلع کردے اور اس سے کہہ دے کہ سمندر سے لیکر کشمیر کی حد تک جتنے راجہ و فرمان روا ہیں وہ سب اسلام کے مطیع اور امیر عماد الدین محمد قاسم لشکر کش عرب کے محکوم ہیں اور وہ خراج دیتے ہیں اور بعض مسلمان ہو گئے ہیں +

جب سفیر نے راجہ ہری چند کو ان باتوں پر مطلع کیا تو اُسنے یہ جواب دیا کہ اس ملک میں سولہ سو برس سے ہمارا راج چلا آتا ہی اس عرصہ میں کسی مخالف کا یہ حوصلہ نہیں ہوا کہ ہماری سرحد پر قدم تو رکھہ سکے یا کسی طرح کی دست درازی کر سکے یا ہم سے مخاصمت کرے ہم تمہارے باطل خیالات اور محال مقالات سے بھلا کب کچھہ اندیشہ کرتے ہیں اگرچہ پیامبر اور دوں کو مقید کرنا جائز نہیں ہے مگر تیرے قیل و قال و دعوی محال ایسے ہیں کہ تیرا قید کرنا جائز ہے جس سے اور مخالفین کو عبرت ہو

اب تو اُسے پانو لاگ امیر پاس چلا جا اور اُس سے کہہ دے کہ تم ہمارے سامنے آؤ تاکہ طرفین کی شجاعت
کے جوہر کھل جائیں اور قوتیں تل جائیں کہ کس کا پلڑا بھاری ہے کسکا رعب کس پر چھاتا ہے کس کی
ہیبت کس پر طاری ہوتی ہے اس وقت ہماری تمھاری صلح و جنگ کا فیصلہ ہوگا۔ محمد قاسم پاس
جب سفیر پیغام لایا تو اسنے اپنے سب اکابر اور اعیان و امراو سپہدار و شجاع جمع کیے اور انسے
یوں مخاطب ہوا کہ اب تک خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسلام کو فتح و ظفر نصیب ہوئی ہے سارے
راجاؤں کو شکست دی ہے۔ راجہ قنوج سے جسکو اپنے لشکر اور ہاتھیوں پر بڑا گھمنڈ ہے ہم لڑینگے تو
انشاء اللہ قوت الٰہی سے فتح پائینگے محمد قاسم کی اس بات کو سب اہل مجلس نے تسلیم کیا اور
لڑنے کی تیاریاں کرنے لگے +

یہاں لڑائی کے لیے سرگرمیاں و تیاریاں ہو رہی تھیں وہاں پردۂ غیب سے اور ہی گل کھلا کہ
صبح کے وقت ایک سانڈنی سوار خلیفہ کا پروانہ لایا جسکی روایت محمد بن علی البحسن یہ بیان کرتے
ہیں کہ جب راجہ داہر مارا گیا تھا تو اسکے محل میں دو دوشیزہ دختر اسکی اسیر ہوئی تھیں محمد قاسم نے
اُن کو بغداد حبشی خادموں کی حراست میں خلیفہ پاس بھیجدیا خلیفہ نے اپنی حرم سرا میں داخل کیا
کہ وہاں سفر کی تکان و ماندگی سے آسودہ ہوں۔ کچھ مدت کے بعد خلیفہ کو یہ دونوں لڑکیاں یاد آئیں
شب کو انھیں بلایا اور ترجمان کو حکم دیا کہ اُنسے وہ پوچھے کہ بڑی کونسی ہے اور چھوٹی کونسی
بڑی ٹھیرے گی چھوٹی چلی جاوے وہ کسی اور شب کو بلائی جاوے گی۔ ترجمان نے اُنسے نام پوچھا بڑی نے
کہا کہ میرا نام سوریا دیبی ہے اور چھوٹی نے کہا کہ میرا نام پرمل دیبی ہے۔ بڑی کو خلیفہ نے اپنے
پاس بلا لیا چھوٹی کو رخصت کیا سوریا دیبی کے چہرہ پر سے جب خلیفہ نے نقاب اُٹھایا تو وہ حسن و
جمال کا جلوہ نظر آیا کہ دل بے اختیار اُسپر عاشق زار ہو گیا جب وصل کا وقت قریب آیا تو سوریا دیبی
بولی کہ میں اپنی بدنصیبی سے حضور کے قابل نہیں ہوں محمد قاسم نے تین روز تک میری بکارت لی
ہے اور دست تصرف دراز کیا ہے جب یہاں بھیجا ہے آپ کے ہاں یہی دستور ہوگا۔ بادشاہوں
کو ایسا فضیحت ہونا زیبا نہیں خلیفہ عشق میں دیوانہ ہوکر از خود رفتہ ہو ہی رہا تھا کہ یہ باتیں
سُنتے ہی قلم دوات کاغذ منگا اپنے ہاتھ سے یہ پروانہ دستخطی لکھا کہ محمد قاسم جہاں ہو وہ اپنے

گائے کی کچی کھال میں بند کرکے یہاں اپنے تئیں بھجائے۔ محمد قاسم او دہا ر میں تھا کہ یہ حکم
اُس پاس پہونچا۔ اُسنے پروانہ پڑھکر کہا کہ حکم کی تعمیل ہو۔ وہ زندہ چرم خام میں سیا گیا اور
صندوق میں بند کیا گیا۔ صندوق خلیفہ ولید کے حضور میں لایا گیا تو اُسنے پوچھا کہ محمد قاسم زندہ
یا مُردہ۔ اُسے جواب دیا گیا کہ حسب الحکم محمد قاسم چرم خام میں بند کیا گیا تو وہ دوسرے روز مر گیا مگر
ملک سندہ میں اُسکے مرنے سے کچھ خرابی نہیں ہوئی۔ ملوک و امرا اپنے اپنے علاقونکا انتظام بخوبی رکھتے
ہیں اور منصب دار اپنے کامونکو بڑی تن دہی سے انجام دیتے ہیں خلیفہ کے نام کا خطبہ بدستور
پڑھا جاتا ہے۔ خلیفہ نے صندوق کو کھلوایا اور ان لڑکیوں کو بلایا خلیفہ کے ہاتھ میں ایک سبز شاخ
حنا کی تھی وہ محمد قاسم کے دانتوں کو لگا کے یہ کہا کہ اے لڑکیو تم نے دیکھا کہ ہمارا حکم ہمارے گماشتوں پر
کیسا نافذ ہے کہ جس دم محمد قاسم پاس ہمارا حکم پہنچا اُسی دم اُسنے ہمارے فرمان پر اپنی جان قربان
کردی۔ دونو لڑکیاں لاش کو خوشی خوشی دیکھتی تھیں اور پہچانتی تھیں کہ وہ ہی محمد قاسم ہے خلیفہ کو
ٹکٹکی باندھ کر اور ہاتھ اُٹھا اُٹھاکر دعائیں دیتی تھیں کہ وہ ہمیشہ جیتا رہے۔ خلیفہ کو دعائیں دیتے
دیتے یہ کہنے لگیں کہ بادشاہ عادل پر لازم ہے کہ وہ خطرناک کامونکو بہت سوچ سمجھ کر کیا کرے اور دور بینی
کو اسمیں کام میں لایا کرے۔ دوست دشمن سے جو بات سُنے اُسمیں امتحان اور تحقیق کے بعد عدل کے موافق
حکم دیا کرے۔ دنیا میں بیرون آباد اور درون خراب آدمی بہت ہیں۔ راستی کم یاب ور نا راستی فراواں
ہے۔ جب خلیفہ نے ان فقروں کا مطلب اُنسے پوچھا تو اُنھوں نے صاف صاف بیان کیا کہ محمد قاسم
بالکل بے گناہ تہا وہ ہمارے باپ و بھائی کی جگہہ تھا۔ اُسنے ہمکو اُنگلی بھی اپنی نہیں لگائی ہم نے
انتقام لینے کے لئیے یہ تہمت اُسکے ذمہ لگائی تھی۔ اُسنے ہمارے باپ کو مارا۔ سارے خاندان کی
دولت حکومت عزت خاک میں ملائی ہمکو بے خانمان کرکے جلا وطن کیا۔ رانی سے لونڈی بنایا۔
پس اب ہماری مرادیں پوری ہوئیں اگر محمد قاسم میں عقل ہوتی تو یہاں آتا اور ایک دو روز رستے میں
چرم خام میں کھچوا تا تو زندہ رہتا اور یقینی خلاص ہوتا۔ مگر اس حمق کی یوں جان جاتی تھی اور
خلیفہ کے انصاف پر یہ بٹا لگنا تھا کہ دو لونڈیوں کے کہنے میں آنکر اس بے گناہ جوانمرد کو مار ڈالا جسنے
ہندوستان کے راجاؤں کو معزول کرکے اُسکی سلطنت کا سکہ جمایا۔ لاکھہ لونڈیاں اُسکی خدمت میں بھیجیں

مندروںکو مسمار کرکے مسجدیں بنوائیں انمیں خطبہ انکے نام کا پڑھوایا خلیفہ نے جب یہ باتیں سنیں تو
نہ پوچھو کہ ندامت کے مارے اسپر کیا گذری کاٹو تو بدن میں خون نہ تھا سناٹے کے عالم میں تھا ایک گھنٹہ
تک بیہوش رہا جب ہوش میں آیا تو یہ حکم دیا کہ ان لڑکیوں کو گھوڑوں کی دُموں میں باندھ کے شہر میں
تشہیر کرکے رود دجلہ میں پھینک دیں بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم دیا کہ زندہ دیوار میں چنوا دیں +

محمد قاسم دمشق میں دفن ہوا۔ اُسکی وفات کا افسانہ جو افسوسناک لکھا ہے وہ چچ نامہ اور میر معصوم
کی تاریخ سے نقل کیا گیا ہے مگر فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ خلیفہ ولید حجاج کے بعد جمادی الاول
میں اس دنیا سے رحلت کر گیا سلیمان خلیفہ ہوا جسکے حکم سے محمد قاسم معزول ہو کر بلایا گیا قید ہوا
پاؤں میں بیڑیاں پڑیں شکنجہ میں کھینچا گیا غرض یہانتک اسکو اذیتیں پہنچائی گئیں کہ جان نکل گئی

وہ کل سوا تین برس ہندوستان میں رہا۔ محمد قاسم کے اسطرح مار ڈالنے سے خلیفہ کو
اپنے دوستوںکو اعلیٰ عہدوں پر سرافراز کرنے کا موقع ملا۔ افسانہ وفات سب سے اول چچ نامہ میں لکھا گیا
ہے۔ فتوح البلدان کا بیان زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ محمد قاسم کے دونو مربی حجاج اور ولید مر چکے تھے
سلیمان جو حجاج سے عداوت قلبی رکھتا تھا خلیفہ ہو گیا تھا اُسنے محمد قاسم کو شکنجہ فرسائی
مار ڈالا بعض انگریز مورخ محمد قاسم کی وفات پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ گائے کی کھال میں سلوانے
کی تعزیر اہل تاتار کے ہاں مروج تھی اہل عرب کا یہ دستور نہ تھا۔ مگر پھر انگریزی مورخ ہی اسکا جواب
دیتے ہیں کہ عرب کی تاریخ میں ایک مثال اس زمانہ سے پہلے کی موجود ہے کہ حجاج نے حاکم مصر کو گدھے
کی کھال میں سلوا کر دونو کو جلوا دیا تھا۔ غرض گاؤ آمد و خر رفت سے کچھ کام نہیں ہے اسمیں کچھ شبہ
کرنے کی جگہ نہیں ہے کہ خلیفہ سلیمان نے موسیٰ سے بھی جسنے سپین کو فتح کیا تھا محمد قاسم ہی کا سا
سلوک کیا تھا۔ محمد قاسم ایسا ہر دلعزیز تھا کہ جب وہ واپس بلایا گیا ہے تو اہل ہند اسکے
لئے روتے تھے اور کیرج میں اسکا بُت بنا کر پوجنے کے لئے رکھا +

خلیفہ ہفتم سلیمان نے محمد قاسم کی جگہہ یزید مقرر کیا۔ وہ یہاں سندھ میں آ کر صرف اٹھارہ روز
زندہ رہا۔ سندھ کے راجاؤں نے سرکشی اختیار کی تھی۔ داہر کے بیٹے جو چھپ گئے تھے پھر آ کر [illegible] قبضہ کر لیا۔
سندھ کے مورخ کہتے ہیں کہ محمد قاسم کے جانے سے دو برس کے اندر بہت سا ملک [illegible]

اہل ہند نے مسلمانوں کے قبضہ سے نکال لیا۔ دریا رسن کے کنارہ پر جب مقیم ہوا اسنے ایک قوم کو جو بر سر مقابلہ آئی ایسی شکست دی کہ الور کے باشندے اسکے مطیع ہو گئے۔ جابر بن عبد اللہ کو لکہا ہے کہ اس خلافت میں وہ سندہ کا حاکم رہا +

خلیفہ سلیمان سنہ ۹۹ھ کو دنیا سے رخصت ہوا اور عمر بن عبد العزیز اسکا جانشین ہوا۔ اس نے ہندوستان کے سلاطین و امیر کو خطوط اس مضمون کے لکہے کہ تم اسلام قبول کرو تاکہ تم کو سارے حقوق مثل مسلمانوں کے حاصل ہو جائیں۔ تم ہمارے ساتہہ اتحاد و وداد کا عہد و پیمان کرو ہم تمہارے سب طرح محافظ رہینگے۔ ان امرا و شہزادوں نے ان اقراروں کو اور مسلمانوں کے عقیدہ عقائد و خصائل کو سنا۔ داہر کا بیٹا جے سیہ اور امیر زادے مسلمان ہو گئے اور انہوں نے اپنے ہندی ناموں کو بدل کر عربی نام رکہے۔ یہاں کی سرحد پر نائب خلیفہ عمر بن مسلم البحالی مقرر ہوا +

یزید بن عبد الملک کے زمانہ میں سندہ میں المہلب کے بیٹے بھاگ کر چلے آئے انکے تعاقب میں خلیفہ نے بلال بن الاحوار التمیمی کو بھیجا۔ اسنے قندابیل میں مہلب کے بیٹے مدرک کو مار ڈالا اور اسنے مہلب کے اور چار بیٹوں کو اور معاویہ بن یزید کو بھی ٹھکانے لگایا۔ گو مہلب کے خاندان یوں تباہ ہوا مگر پھر یزید مہلبی پچاس برس افریقیہ میں فرمانروا مقرر رہا اور اسکا بیٹا داؤد سندہ میں حاکم مقرر ہوا +

ہند کی سرحد پر بجائے عمرو کے جنید بن عبد الرحمن المری حاکم مقرر ہوا۔ اسکو عمر حاکم عراق نے مقرر کیا تہا مگر خلیفہ ہشام نے بھی اسکو برقرار رکہا۔ دیبل میں جنید گیا اور یہاں سے مہران کے کنارہ پر پہنچا مگر جے سیہ داہر نے اسکو عبور کرنے سے روکا اور اس سے یہ کہلا بھیجا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور خلیفہ کی طرف سے میں یہاں کا حاکم مقرر ہوا ہوں اور ایک عمدہ آدمی نے مجھے یہاں مستقل کیا ہے مگر تجھے مجھہ پر کچھہ اعتماد نہیں ہے۔ ان دونوں کے آپسمیں قول و قرار ہو گئے اور جے سیہ پر جو زر مال گزاری واجب الادا تہا وہ اسنے ادا کر دیا۔ دونوں نے اپنے عہد و پیمان کی اسناد دیدی تو جے سیہ اپنی عہد سے پھر گیا اور لڑنے کی تیاری کی۔ بعض کہتے ہیں کہ جنید نے جنگ کی۔ جے سیہ نے لڑائی کے لئے پیش قدمی نہیں کی۔ بلکہ جنید نے کی۔ جے سیہ نے فوجوں کو جمع کیا اور جہازوں کو لڑائی کے لئے تیار کیا۔ جنید بھی جہاز لیکر لڑنے کو تیار ہوا نہر شرقی میں جنگ ہوئی

عمر بن عبد العزیز ۹۹ھ – ۱۰۱ھ

یزید بن عبد الملک ۱۰۱ھ – ۱۰۵ھ

ہشام بن عبد الملک ۱۰۵ھ – ۱۲۵ھ

لڑائی ہوئی جس کے جہاز سب برباد ہوئے وہ قید ہوا اور پھر قتل۔ اسکا بھائی سسہ عراق اسلئے گیا کہ وہاں جا کر جنید کی دغابازی کی شکایت کرے مگر جنید نے اپنے جھوٹے وعدوں سے پھسلایا اور اسکو بھی دغا سے مار ڈالا۔ پھر جنید نے کیراج پر حملہ کیا یہاں کے آدمیوں نے بغاوت اختیار کی تھی اُسنے منجنیقوں سے کیراج کی فصیل کے ٹکڑے اڑا دیئے اور حملہ کرکے شہر کو لے لیا۔ پھر اُسنے اپنے افسروں کو مارنڈل۔ دھنج۔ بروج میں بھیجا جنید کا یہ قول تھا کہ شجاعت سے مرنا توکل کے بہ نسبت بہتر ہے اُسنے اجین پر لشکر کشی کی۔ مالوہ کے ملک میں ایک میر لشکر روانہ کیا۔ اجین پر حملے کیے اور بہرہ مد کی نواح کو جلا دیا جسمیں گجرات اور بیلمان کو بھی فتح کر لیا۔ بحر و بر میں اُسنے اپنی فتوح سے بہت غنیمت اور دولت حاصل کی۔

سنہ [illegible]ھ میں جنید کی جگہ تمیم بن زید العتبی مقرر ہوا جسکو پہلے سند میں حجاج نے بھی بھیجا تھا اسکے دماغ اور جسم دونوں ضعیف تھے۔ وہ دیبل کے قریب مشِ آب پر مر گیا۔ اس مشِ آب کی وجہ تسمیہ یہ بیان کیجاتی کہ سوروں سے بھینسیں اس پانی میں چھپتی تھیں۔ تمیم ایک بڑا فیاض عرب تھا۔ اُسنے ایک کروڑ اسی لاکھ تاتاری درہم جو خزانہ میں تھے خرچ کر ڈالے۔ تمیم کے عہد میں بہت سے مسلمانوں نے ہند کے مختلف حصوں کو خالی کر دیا اور پھر اس زمانہ کے بعد وہاں آن کر ایسے نہیں آباد ہوئے جیسے کہ پہلے آباد ہو گئے تھے

تمیم کی جگہ حکیم بن عوان الکلبی مقرر ہوا۔ اسکے سوا اور ہندوؤں نے پھر بت پرستی شروع کر دی تھی مسلمانوں کے لیے کوئی پناہ کی جگہ نہ تھی۔ سو اُسنے ایک شہر نہر کے شرقی کنارہ پر آباد کیا اور اُسکا نام المحفوظہ رکھا اور وہاں رہنا شروع کیا۔

حکیم کے ہمراہ عمر بن محمد بن قاسم تھا۔ حکیم نے اس اپنے ہمراہی کو بزرگ کاموں کا اہتمام سپرد کیا اور المحفوظہ سے باہر لشکر کشی کے لیے روانہ کیا۔ اُسنے فتح حاصل کیں اور امیر کا خطاب اُس کو ملا۔ اُسنے نہر کے اس طرف ایک شہر آباد کیا اور اُسکا نام المنصورہ رکھا جسمیں پیچھے حاکم رہنے لگے۔ حکیم نے دشمنوں کے ہاتھوں سے وہ سب مقامات لیے جو اُنہوں نے فتح کر لیے تھے۔ اور اُسنے سارے ملک کو راضی و خوش کر دیا۔ جسپر خالد نے متعجب ہو کر کہا کہ یہ بڑے حیرت کی بات ہے کہ جب میں نے اس ملک پر بڑا سخی فیاض حاکم تمیم بھیجا تو سارا ملک اس سے نفرت کرتا تھا۔ اور جب میں نے ایک نہایت کنجوس کو حاکم مقرر کیا

تو سارا ملک اس سے ناراض ہو گیا حکیم پھر مارا گیا۔ بعد اسکے یہاں متواتر حاکم مقرر ہوتے رہے
وہ دشمنوں کو قتل کرتے رہے اور جو کچھ انکے ہاتھ لگا لے لیتے رہے۔ سرکشوں کو دبا کر مطیع
کرتے رہے کہ خاندان امویہ کا خاتمہ ہوا اور خاندان عباسیہ کا آغاز ہوا۔

خاندان عباسیہ

جب خاندان عباسیہ کو خلافت حاصل ہوئی تو ابو مسلم نے سرحد سندھ کی حکومت پر عبدالرحمن کو
مامور کیا یہ سندھ میں طخرستان کی راہ سے آیا اور سرحد پر منصور بن جمہور سے مڈبھیڑ ہوئی۔ یہ منصور
خاندان بنی امیہ کی طرف سے آخر حاکم یہاں کا تھا عبدالرحمن کی سپاہ بھاگی اور اسکو شکست فاش
ہوئی اور اس کی جان بھی گئی۔ ابو مسلم نے موسیٰ بن کعب التمیمی کو یہاں کا حاکم مقرر کیا۔ منصور
و موسیٰ آمنے سامنے آئے دریائے مہران انکے درمیان حائل تھا۔ دونو فریقوں میں خوب مقابلہ ہوا منصور کا
لشکر دشمن کے لشکر سے بہت زیادہ تھا مگر مجبور ہو کر وہ بھاگا اسکا بھائی منظور مارا گیا اور وہ خود بھی ریگستان بھاگ کر
پیاس کے مارے مر گیا موسیٰ نے اچھی طرح سندھ میں حکومت کی۔ شہر منصورہ کی مرمت کی اور مسجد کو وسیع
کیا۔ ساری لڑائیوں میں فتحمند رہا +

سنہ ۱۴۲ھ کے قریب خلیفہ المنصور نے سندھ میں ہشام بن عمر التغلبی کو حاکم مقرر کیا۔ انہنے وہ ملک فتح کئے
جو ابتک مسلمانوں کو آگے نہیں بڑھنے دیتے تھے۔ اسنے عمرو بن جمل کو بیڑا جہازوں کا جسکو عربی میں
بوارج کہتے ہیں سپرد کر کے براوہ کے کنارہ پر بھیجا۔ خلیفہ نے ایک اور لشکر ممالک ہند میں بھیجا جس نے
کشمیر کو فتح کیا اور بہت سے دشمنوں کو قید کیا اور غلام بنایا۔ اسنے ملتان کو بھی زیر کیا اور قندابیل میں جو
ایک گروہ عرب کا رہتا تھا اسے مغلوب کیا۔ وہ کشتیوں میں بیٹھ کر قندہار گیا اور اسکو فتح کیا۔ قندہار
سے مراد یہاں کاٹھیاواڑ ہی ہے یہاں بدھ کے مندر کو برباد کر کے مسجد تعمیر کرائی۔ اسکے عہد حکومت میں چیزوں
کی ارزانی اور فراوانی رہی اسنے حدود سلطنت کو وسعت دی اور اپنے احکام کو نافذ کیا اور کل ملک
میں رعایا اسکے عہد میں نہایت خوشحال و فارغ البال رہی۔ ہشام کی جگہ پھر عمر بن حفص بن عثمان ہزار مرد
مقرر ہوا۔ اور سنہ ۱۵۱ھ میں افریقہ میں تبدیل ہوا جہاں سنہ ۱۵۴ھ میں وفات پائی اور اسکی جگہ یزید بن حاتم
مقرر ہوا اور اسکا بھائی روح سندھ میں سنہ ۱۵۴ھ و ۱۵۵ھ میں حاکم مقرر ہوا +

(۱) السفاح ابو العباس ۱۳۲-۱۳۶ھ ۷۴۹-۷۵۴ء (۲) المنصور ابو جعفر عبداللہ ۱۳۶-۱۵۸ھ ۷۵۴-۷۷۵ء

اس خلیفہ کے عہد میں سندھ حاکموں کی تبدیلیاں افریقہ میں اور افریقہ سے سندھ میں ہوئیں جس سے معلوم ہوتا ہی کہ خلیفہ اپنی وسعت سلطنت پر کیسی دقیق نگاہ رکھتے تھے کہ جس حاکم کو جانتے تھے کہ یہاں خوب لڑیگا وہاں بھیجدیتے تھے۔ اس خلافت میں سندھ میں کئی حاکم بدلے گئے۔ ابو تراب یا ابا حاجی تراب حاکم مقرر ہوا اُس نے ضلع ساقورہ میں نہایت مضبوط قلعہ تھرا کو فتح کر لیا اور شہروں بگرا اور بھمبور کو اور بعض اور مقامات کو مغربی سندھ میں فتح کر لیا اوسکا مقبرہ ٹھٹہ سے جنوب مغرب میں ۸ میل پر موجود ہے جسکے گنبد پر ۱۷۱ھ لکھا ہی وہاں اُوسکی زیارت کو لوگ جاتے ہیں +

اس خلافت میں ابو العباس بھی بہت دنوں تک سندھ میں حاکم مقرر رہا غرض اس عہد خلافت میں ملک سندھ میں حکومت ایسی شان و شوکت کی رہی کہ شمالی ہند میں بھی راجاؤں کے دل پر اثر ہوا اور خاقان تبت کے دل میں اہل عرب کا خوف پیدا ہوا +

خلیفہ ہارون رشید کے عہد کی یہ حکایت بھی قابل لکھنے کے ہے۔ وہ تاریخ طبری میں لکھی ہے کہ ہارون رشید نے عرب کی راہ سے اپنا ایلچی ہندوستان کے کسی راجہ پاس بھیجا کہ میرا ارادہ خراسان میں کسی دور دراز سفر کا ہے اور میں سخت مریض ہوں آپ کی عنایت ہوگی اگر کنکا مانک یا کوجہ ہندوستان کا بڑا نامور طبیب ہے یہاں بھیجدیجے کہ وہ میرے ساتھ دورہ میں رہے جب میں بلخ میں پہنچونگا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اُسکو بخیر و عافیت ہندوستان میں واپس بھیجدونگا۔ راجہ نے اسکی درخواست کے موافق اس طبیب کو بھیجدیا اور اُسکے علاج سے خلیفہ کو تھوڑے دنوں میں ایسا آرام ہوگیا کہ وہ حلوان دروں میں اپنا سفر کرتا ہوا منزل مقصود پر پہونچ گیا۔ اگرچہ خلیفہ کے جو مقاصد اس سفر سے تھے وہ پورے ہوگئے مگر طوس میں اسکو سفر آخرت پیش آیا۔ طبیب ہندی کو موافق وعدہ کے بلخ کی راہ سے ہندوستان میں بخیر و خوبی واپس اُس نے بھیجدیا۔

اس خلافت میں سندھ میں بشر بن داؤد اعلیٰ درجہ کا حاکم مقرر ہوا۔ مگر اُس نے خلیفہ سے بغاوت کی خراج نہیں بھیجا کھلم کھلا لڑنے کو تیار ہوا غسان بن عباد کوفی جو خلیفہ کا نہایت قریب کا رشتہ دار تھا۔ اور دس برس پہلے خراسان و سجستان و کرمان کا حاکم تھا۔ اس باغی کی سرکوبی کے لئے ۲۱۳ھ میں بھیجا گیا۔ بشر نے اپنے تئیں غسان کے حوالہ اس شرط سے کیا

خلیفہ ہارون رشید ۱۷۰ھ-۱۹۳ھ

خلیفہ مامون رشید ۱۹۸-۲۱۸

التجا کی کہ وہ بھی اسکی فرمانروائی پر راضی ہو جائے مگر ہندوستانی اسکے مخالف تھے انہوں نے
اُسے مار ڈالا اور اپنی آزادی اور مطلق العنانی کا اشتہار دیدیا کہ اب ہم مسلمانوں کے حکم [illegible]
[illegible] ان کے زمانہ کا ذکر ہے کہ کابل کشمیر و ملتان کے درمیان ایک ملک [illegible]
وہاں ایک عاقل فرمانروا تھا۔ اسکا بیٹا بیمار ہوا۔ اُسنے ایک بڑے بت کدہ کے پجاریوں سے کہا کہ
اپنے بت سے میرے بیٹے کے تندرست ہونیکی دعا کرو۔ پجاریوں نے آکر کہا کہ ہم نے دعا کی تھی وہ اچھا
ہو گیا۔ مگر تھوڑی دیر بعد اسکا بیٹا مر گیا تو اُسنے بت کدہ کو اکھیڑ کر پھینک دیا اور بت کو [illegible]
کر ڈالا اور بعض مسلمان تاجروں کو بلایا جنہوں نے اسکو توحید کا سبق پڑھایا اور [illegible] اسلام [illegible]
کہتے ہیں کہ آتشین ترک نے جو ملک کو گرفتار کیا تھا تو [illegible]
کہ وہ دو کروڑ درہم ہر سال وصول کرے جو دس سال کا زر [illegible]
المعتمد کے اور المقتدر کے عہد کے درمیان جو خلیفوں کی سلطنت ہوئی انکا [illegible]
اقتدار اور اختیار میں بتدریج تنزل ہوتا گیا۔ ترکی سپاہ [illegible] زیادہ [illegible] خود [illegible]
ہو گئی۔ اسکا حال ہم نے اول لکھا ہے کہ خلافت عرب کے ٹکڑے کیونکر ہو گئے [illegible]
بیمار ہو تو اور اعضا کیسے صحیح رہ سکتے ہیں ٭ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی ٭
خلافت کی حکومت سے دور کے صوبے جدا ہو گئے۔ ملک سندھ کی حکومتیں چھوٹے چھوٹے
ہو گئیں اور اسمیں جدا جدا فرماں روا ہو گئے۔ گو خلیفہ کو معاملات ملکی میں مطلق دخل نہ رہا [illegible]
بھیجتے رہے مگر ہمیشہ صاحب اختیار ہونے کے لئے خلفاء کی چاپلوسی اور تملق کرتے رہے اور انکا دل
اپنے تحائف بھیجنے سے خوش کرتے رہے۔ ہاتھی۔ بازوں کا جھلا [illegible] کستوری [illegible] عنبر و عود
اور خوشبودار چیزیں۔ ریشمی کپڑے۔ دو عجیب تحفے بھیجے گئے تھے ایک گاڑی چار ہاتھ کے [illegible]
بھری ہوئی۔ اور ایک ساگوان کا درخت بہت بڑا اور اونچا۔ مگر خلیفہ کی روحانی بزرگی کو تسلیم کرتے
تھے اور اسکی تعظیم کرتے تھے ٭

ملک سندھ میں اہل عرب کی حکومت کا خاتمہ خلیفہ المعتمد کے زمانہ میں سمجھنا چاہئے۔ اُس نے یہاں کا
حاکم یعقوب بن لیث مقرر کیا اور بلخ و طخارستان کے سوا سجستان اور کرمان بھی اسکے سپرد کر دیے

اُس کے چند برس بعد دو بڑی ریاستیں ملک سندھ میں ملتان و منصورہ قایم ہوئیں یعقوب بن لیث کا انتقال ۲۶۵ھ میں ہوا۔ اُسکے مرتے ہی یہ دونو ریاستیں مطلق العنان اس سبب سے ہوگئیں کہ اُس کے جانشین جو ہوئے وہ ضعیف العقل اور کم زور ہوئے اور آل سامان کی سلاطین کی سلطنت کا آغاز تھا اُن کو فرصت نہیں ہوئی کہ اِس طرف متوجہ ہوتے۔ سیاحوں نے جو اِن ریاستوں کا حال لکھا ہے وہ نیچے بیان ہوتا ہے +

مسعودی ملک سند میں ۳۰۳ و ۳۰۴ھ میں آیا تھا۔ یہاں کی سلطنت اسلامیہ کی بڑی کر و فر وہ اپنی تاریخ مروج الذہب میں لکھتا ہے کہ ملتان میں امیر ایک شریف قوم کا ابو دلہتہ المنبہ تھا اُس کے خاندان میں یہاں کی سلطنت مدت سے نسلاً بعد نسلٍ چلی آتی تھی۔ صوبہ ملتان کا قنوج ایک صوبہ تھا جسکی برابر کوئی اور ملک ہندو نگارہ تھا۔ وہ سامہ بن لادی بن غالب کی نسل میں سے تھا جس نے بحرِ عمان کے ساحل پر قبل از ولادت آنحضرت اقامت اختیار کی۔ اِس امیر کے پاس سپاہ تنخواہ دار تھی اُسکی دار السلطنت کے گرد ...... ایک ہزار سے ۱۲ ہزار تک تھے خراسان کی حد تک اُس کی سلطنت تھی ملتان میں ایک مندر سورج کا تھا جسکی پرستش کے لئے چاروں طرف دور دور سے جاتری آتے تھے اور موتی سونا چاندی نیون کا تیل اور خوشبودار چیزیں چڑہاتے تھے۔ امیر کی بڑی آمدنی کا حصہ اسی بت خانہ سے حاصل ہوتا تھا۔ فقط امیر کا یہ دہمکی دینا کہ میں بُت کے ناک کان توڑتا ہوں ہندوستان کے کل راجاؤں کو امیر کے ساتھ مقابلہ و عداوت کرنے کے لئے کافی تھا +

منصورہ میں ایک اور قریشی امیر فرمانروا تھا جسکا نام ابو المنذر عمر بن عبد اللہ تھا وہ ہبار بن اسود کی اولاد میں تھا۔ یہ ہبار وہ ہے جو آنحضرت کے ساتھ مخالفت میں مشہور تھا اور بعد فتح مکہ کے بھی اُن چھہ آدمیوں میں تھا جنکی نسبت یہ حکم تھا کہ جہاں پاؤ اُنکو مار ڈالو مگر وہ پیچھے مسلمان ہوگیا اور ۱۱۱ھ میں اُسکی اولاد میں سے کوئی اپنی قسمت آزمائی کے لئے سند میں چلا آیا تھا۔ یہاں ملک میں بے انتظامی پھیل رہی تھی اُسنے زیریں سند پر قبضہ کیا اور منصورہ کو اپنی دار الریاست بنایا +

ریاست منصورہ سمندر سے الور تک تھی اِس سے آگے ریاست ملتان شروع ہوتی تھی اِس میں تین لاکھ گانوں تھے اُنمیں زراعت خوب ہوتی تھی اور کھیتوں اور درختوں سے سارا ملک سرسبز تھا

مسعودی اور سیاحوں کا بیان منصورہ و ملتان کی ریاستوں کا +

یہاں کے باشندوں پر قوم میدؔ اور وحشی قومیں دست درازیاں کرتی تھیں۔ انکے ہاتھ سے بچنے کے لئے یہاں ہمیشہ حفاظت کا سامان درست رکھنا پڑتا تھا +

امیر منصورہ پاس اسی جنگی ہاتھی تھے جنکی سونڈوں پر زرہ لگی ہوتی اور وہ ہمراہ تلوار ہیں جنکو کرتل کہتے ہیں پکڑے ہوئے ہوتے۔ ہاتھیوں پر چار آئینے لگے ہوتے جس سے انکا سا اہم محفوظ ہوتا تھا۔ اور ہر ایک ہاتھی کے ساتھ پانچ سو پیادے رہتے تھے۔ سوا ان ہاتھیوں کے اور ہاتھی تھے جو باربرداری اور رتھوں کے کھینچنے کے کام میں آتے تھے +

ان خلفاء کے زمانہ میں ابن حوقل ہند میں آیا وہ بچشم خود دیدہ یہ حال بیان کرتا ہے کہ ملتان اتنا بڑا نہ تھا جتنا بڑا منصورہ تھا کوٹ اسمیں بنا ہوا۔ اگرچہ ملک سرسبز تھا اور پیداوار ارزاں تھا مگر وہ منصورہ سے کھیتی باڑی میں ہٹا تھا۔ زراعت میں احتیاط نہیں کی جاتی تھی۔ امیر ملتان شہر سے باہر رہتا صرف جمعہ کو ہاتھی پر سوار ہو کر جامع مسجد میں نماز پڑھنے آتا تھا۔ یہاں کا خاص کوئی سکہ نہ تھا۔ تاتاری اور قندہاری درہم چلتے تھے۔ سندیوں کا لباس اہل عراق کا سا تھا مگر سندھ سندھی کے امیروں کا سا لباس پہنتے تھے بعض مسلمان بال بڑہاتے تھے ڈھیلے ڈہالے کپڑے پہنتے تھے اور انگرکھے پہنتے تھے ایسے لباس کا سبب یہاں کی گرمی تھا۔ مسلمانوں اور بت پرستوں کے لباس میں کچھ فرق نہ تھا +

ملتان اور منصورہ کے امیر مطلق العنان تھے وہ ایک دوسرے کے حاکم محکوم نہ تھے۔ دونو خلیفہ بغداد کی روحانی بزرگی کو تسلیم کرتے تھے +

الور جو پرانا ہندوؤں کا دارالسلطنت تہا اور اسکی دوہری فصیل تھی وہ منصورہ کے ماتحت تھا اسکی نواح بڑی زرخیز تھی اور اس میں دولت بھی بہت تھی۔ راہوک باداہود ک مکران کی سرحد پر کوہستان ہالہ کے مغرب میں منصورہ سے متعلق تھے۔

سندھ میں سوا مسلمانوں کی ان دو بڑی ریاستوں کے مغرب میں چھوٹی چھوٹی اور بھی ریاستیں تھیں۔ ایک ریاست تو ران تھی یہاں ایک بصرہ کا رہنے والا ابوالقاسم حاکم۔ خراج کا وصول کرنیوالا منتظم۔ قاضی۔ سپہ سالار تھا جو دس اور تین میں تمیز نہیں کر سکتا تھا۔ دوسری ریاست قصدار کی تھی کیکانان میں ایک عرب حسین بن احمد رہتا تھا وہ یہاں ریاست کرتا تھا اور نام خلفاء عباسیہ کا

خطبہ پڑھا جاتا تھا تیسری ریاست مکران جسکا حاکم عیسیٰ بن معدان تھا اسکی دار الریاست کیز تھی جو وسعت میں ملتان سے نصف ہوگی چوتھی ریاست سرحد مکران پر تھی اسمیں مطہر بن رجا خود مختار حاکم تھا اور اپنا انتظام خود کرتا تھا اسکی ریاست اتنی بڑی تھی کہ تین دن میں اسکے اندر سفر ہوتا تھا۔ وہ نماز میں خلفاء کا خطبہ پڑھا جاتا تھا +

ابن حوقل لکھتا ہے کہ منصورہ وملتان اور باقی اور اضلاع میں عربی اور سندھی زبانیں بولی جاتی تھیں اور مکران میں مکرانی اور فارسی زبان +

بلحاظ باقی اضلاع ہند کے جنمیں مسلمانوں کی آمد ورفت ہوئی جیسے کہ بلہاری کی سلطنت میں اور سے سور میں جو ساحل بحر پر ہیں ابن حوقل لکھتا ہے کہ وہ سارے کے سارے دیہات اور قصبات بڑے بڑے ہیں باشندے یہاں کے بت پرست ہیں مگر جو مسلمان یہاں رہتے ہیں انکی تعظیم و تکریم یہاں کے امرا بہت کرتے ہیں اور انپر حاکم انھیں کے مذہب کے مقرر کرتے ہیں انکے شرع کے احکام یہاں جاری ہیں مسلمان کے خلاف کوئی شخص شہادت نہیں دیسکتا جبتک وہ مسلمان نہ ہو انکی مسجدیں یہاں موجود ہیں جنمیں اذان پانچوں وقت ہوتی ہے +

متفرقات

ملتان کی بت پرستی

بھجرتے پران میں اور چینی سیاح ہون ٹسنگ کے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ یہاں ایک بتخانہ میں سورج کا بت سونے کا بنا ہوا رکھا ہوا تھا۔ مگر عرب کے مورخین یہ بیان کرتے ہیں وہ کسی بیش قیمت چیز کا نہیں بنا ہوا تہا۔ کاٹھہ کا بنا ہوا تھا اور اسکی آنکھوں میں لعل لگے ہوئے تھے۔ اسپر چڑھاوا بہت چڑھتا تہا محمد قاسم نے اسکو بدستور رہنے دیا۔ مگر اسنے ہندوؤں کے توہمات باطلہ کے اظہار کے لئے ایک گائے کے گوشت کا ٹکڑا اسکے گلے میں ڈال کر اتار لیا۔ خلفاء کی سلطنت میں یہ بت بدستور قائم رہا۔ مگر جب ملتان میں قرمطیوں کا تسلط ہوا تو انھوں نے اسکو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا بت خانہ کو جامع مسجد بنا دیا۔ اور خلفاء بنی امیہ کے عہد میں جو جامع مسجد بنی تھی اسکو عداوت کے سبب سے بند کر دیا۔ مگر جب سلطان محمود نے ملتان کو فتح کیا تو اسنے اس پرانی جامع مسجد کو کھول دیا اور نئی جامع مسجد کو بند کر دیا +

پھر بت خانہ قائم ہوا اور اُسکی پوجا بڑی دہوم دہام سے ہونے لگی۔ معلوم نہیں کہ ملتان میں یہ آفتاب پرستی کب سے کب تک رہی مگر اب ملتان میں اسکا پتا نہیں۔ اُس کی جگہہ پرہ لادلوپری کا بت خانہ قائم ہے +

رسومات عجیبہ ملک سندہ

مجرمونکا امتحان آگ سے

ملک سندہ میں بعض رسومات قدیم سے چلی آتی تھیں وہ جہالت کے سبب سے وہ اُنکو مانتے تھے جب کسی شخص پر کسی بھاری جرم کا شبہہ ہوتا تو وہ اپنی بے گناہی کے ثابت کرنیکے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں میں سمندر کی طرح گذر جاتا اور حضرت خلیل اللہ کی طرح آگ سے بچکر نکل آتا۔ اُنکے نزدیک سچ میں یہ قدرت تھی کہ وہ آگ سے سچے آدمی کو جلنے نہیں دیتا تھا۔ ایک اور طریقہ یہ تھا کہ مشتبہ مجرم کے ہاتھہ پر پتے کچے تاگوں سے باندہتا اور لوہے کا تپتا سرخ انگارہ ہتیلی پر رکھہ کر چند قدم بھاگتا تو اکثر یہ دیکھنے میں آتا کہ نہ پتے جلتے نہ تاگا۔ اگر تپتھر کو زمین پر پھینک دیتی تو وہ دونو پتوں اور تاگوں کو جلادیتا۔ یہ صداقت ہی کی کرامت ہوتی کہ اُنکو ہتیلی پر گرم تپتھر نہ جلا سکتا تھا +

ایک کہانی لکھی ہے کہ ایک سوار کی بیوی کی جوتیونکا جوڑا ایک عورت نے چرا لیا اور جوتیوں کی انکار کیا جب گرم لوہے سے اُسکے امتحان کا وقت آیا تو اُسنے ایک ٹوکری میں روئی کے اندر جوتیوں کے جوڑے کو چھپا کر سوار کی بیوی کو دیدیا اور اُسنے کہدیا میں جبتک اس آہن گرم کے امتحان سے فارغ ہوں تم اُسکی حفاظت کرنا۔ بعد ازاں اُسنے کہہ دیا کہ میں نے جوتیونکا جوڑا پایا تھا میں نے اُسکے مالک کو سپرد کردیا۔ یہ میں سچ کہتی ہوں اور اس سچ کے بھروسہ پر میں گرم لوہے کو ہاتھہ میں لیتی ہوں۔ یہ کہہ کر اُسنے لوہے کو اُٹھالیا اور اُسے کچھہ گزند اُسکو نہیں پہونچا۔ تو ہمارے سچ میں بھی کیا قدرت ہے کہ وہ کیسی کیسی ناممکن باتوں کا یقین دلمیں پیدا کر دیتی ہے +

مجرمون کا امتحان پانی میں

گہرے پانی میں ایک بڑی مضبوط بلی گاڑدیجاتی اور مجرم کو حکم ہوتا کہ وہ پانی کے اندر اس بلی کی تہ پاس بیٹھے۔ ایک شخص تیر چھوڑتا دوسرا اُسکو لانے کے لئے دوڑتا جب وہ لے آتا تو بلی

بہائی جاتی اگر مجرم بے گناہ ہوتا تو اُسمیں اتنا دم باقی رہتا کہ وہ اوپر آجاتا تھا۔ اور اگر وہ گنہگار ہوتا تو اتنی دیر میں اُس کا دم فنا ہوتا +

منتر و سحر

بہت سے آدمی سحر و منتر کا پیشہ کرتے تھے۔ اکثر اپنے ہمسایہ کی طاقی کو اڑالاتے تھے۔ اسکی بھی بہت سی کہانیاں بنا رکھی تھیں۔

علم الاکتاف

اس علم کو عوام الناس بھی کہتے ہیں اور علم شانہ اور علم الاکتاف بھی اسکا نام ہے۔ بعض پہاڑی آدمی اس علم کو جانتے تھے اور ان جاننے والوں کو بانسنگ کہتے تھے وہ شانہ کی ہڈی کو دیکھکر بتلا دیتے تھے کہ کیا وہ چاہتا ہے اور جو چاہتا ہے وہ ہوگا یا نہ ہوگا + ایک اور رسم یہ بھی تھی کہ زمین پر چند رسیاں الجھی الجھائی ڈال دیتے تھے پھر اسکے سلجھانے سے غیب کی باتیں بتلا دیتے۔ بعض عورتیں جگر خوار ہوتی ہیں اور آیندہ کی باتیں جو پوچھو وہ بتاتی ہیں۔ جوگنیاں بھی ہوتی ہیں جنمیں سے ایک کا ذکر راجہ داہر کے حال میں بیان کیا گیا + ایک فرقہ سوربتیا کہلاتا تھا۔ وہ فقیروں کے لباس میں پھرتا تھا اور زمانہ گذشتہ کی باتیں بتاتا تھا اور غیب کی باتیں کہتا تھا اسطرح بھولے بھالے آدمیوں کو ٹھگتا پھرتا تھا۔ بعض آدمیوں کو نقش پا کے پہچاننے کی مشق ایسی ہوتی تھی کہ وہ اُسے دیکھکر بتلا دیتے تھے کہ وہ عورت کا پانوں ہے یا مرد کا یا کسی واقف کار کا یا اجنبی کا یا بوڑھے کا یا جوان کا گھوڑوں اور اونٹوں بیلوں بھینسوں کے پانوں کے نشانوں کو پہچانتے تھے اور پہاڑوں اور ریگستانوں میں وہ پانوں کے کھوجوں پر چلکر چوروں کا پتا لگا دیتے تھے۔ کچھ کے ضلع میں ایک فرقہ تھا جو طیور سے فال خوب نکالتا تھا اور اس فال سے نیک و بد کا حال پہلے سے کہدیتا تھا۔ مسافروں کو بتلا دیتا تھا کہ اب تمہارے لئے کیسا برا بھلا آنے والا ہے۔ یہاں ایسی عجیب و غریب باتوں کا رواج تھا +

لڑائی میں آپس میں بند ہنا

سندھ میں یہ بھی رسم تھی کہ لڑائی میں جو جاں نثار گروہ ہوتا وہ لڑائی سے پہلے

اسپین یا ہم گھر دل کو رسوں سے باندھ لیتی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ انہوں نے مغلوں کی سپاہ کو دیکھا تو وہ
گھوڑوں سے اتر پڑے اور سروں پر سے پگڑیاں اتار لیں سب نے اپنی کمروں میں اسطرح آنکھو باندھا کہ وہ آپس سے
جدا نہ ہو سکتے تھے اسطرح لڑکر مارے گئے۔ یہ بندش اسواسطے ہوتی تھی کہ کوئی بھاگ نہ جائے یا صف بندی
باقاعدہ رہے۔ راجپوتانہ اور سندھ میں بھی رواج ہے کہ گھوڑوں پر سے سوار اتر کر پیادہ پا بھی
لڑا کرتے تھے اور اسپر فخر کیا کرتے تھے۔ یہ بندش اور پیادہ پا ہونے کا انتظام اسلئے کئے جاتے تھے
سپاہیونکو مفرور ہونا آسان نہ ہو +

سندھ میں بدھ مذہب

جس زمانہ میں ملک سندھ میں مسلمانوں نے حملہ کیا ہی تو علی العموم یہاں بدھ کا مذہب پھیلا ہوا تھا اسلئے
مسلمانوں کی کتابوں میں جہاں بُت لکھا ہی وہ اس مذہب والوں سے مراد ہی بت سے مراد نہیں ہے۔ گو یہاں کا راجہ
چچ برہمن تھا مگر معلوم ہوتا ہی کہ وہ بدھ ہو گیا تھا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ چچ و داہر دونو بدھ کے مندروں میں پوجا
کیا کرتے تھے خواہ وہ بت پرست ہندو ہوکر یہ پوجا کرتے ہوں یا بدھ مذہب انہوں نے قبول کر لیا ہو

جو کچھ حال کتب معتبرہ سے اہل عرب کی مہم کا ملک سندھ پر معلوم ہوا اسکو باختصار بیان کیا۔ اب
طالب علمونکو اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ اہل عرب نے یہاں کیا کیا کام کئے اور انکا انجام کیا ہوا۔
انکی سلطنت کتنی مدت تک قائم رہی اور کس صورت پر رہی اور انتظام سلطنت کیسا تھا ایسی باتوں پر
غور کرنے سے علم تاریخ سے عقل و شعور کی افزائش ہوتی ہے یہی مآل تاریخ دانی کا ہے۔ اس قبیل کی
ہم چند باتیں لکھتے ہیں +

اول جب اہل عرب یہاں آئے تو انکے ساتھ ایسے آدمی نہ تھے جو انتظام ملکی کی رو سے ماہر ہوں
اور علم سیاست مدن کے عالم ہوں اسلئے جو ملک انکو ہاتھ لگا اسکو یہیں کے رئیسوں اور امیروں کے حوالہ کر دیا
معلوم نہیں دماغ اہل عرب کا بلند تھا۔ یا انکی ذات کے ساتھ سخاوت اور فیاضی ایسی مخصوص تھی۔ یا علم
حساب نہ آتا تھا کہ جو کام روپیہ کے حساب کا تھا وہ انہوں نے ہندوؤں کے ایسا سپرد کر دیا کہ جو چاہیں سیاہ و سفید کریں
ملک کی آمدنی اور خزانہ کے ہندو ایسے مالک تھے کہ انکے اختیار میں تھا جو چاہیں تھا اٹھا کر مسلمانوں کو
بیسا دیں۔ ہمیشہ اہل عرب کو یہ محاسب دھوکہ دیتے رہے اور خیانتیں کر کے مال اڑاتے رہے۔

جب کہیں پانچ چار برس کا ندا وجب دانہ ہوا تو اہل عرب نے محاصلین کو شکنجے سے ڈرایا اور فتنہ کا خوف دکھایا - یونہیں الکل سچو چار روپیہ چاہئے لیا دینے والوں نے کچھہ منت سماجت کی کچھہ حکمت کام میں لائے کچھہ سختی کے متحمل ہوئے تھوڑا سا روپیہ دیکر ہاتھ پاؤں چھوٹ گئے - غرض اس حساب اندھیر کیا تو سبعض وقت بڑا اندھیر مچ جاتا تھا - زبردست نہال ہو جاتے تھے - اور زیر دست پامال +

دوم اس ملک میں اہل عرب اپنے ملک سے آئے تھے جہاں بالکل کوہستان اور بیابان تھا - انکو زمینداروں کی قدر و منزلت کیا معلوم تھی جب کبھی ملک انھوں نے مفتوح کیا اس فتح کے استحقاق میں جتنا روپیہ رعایا دینے پر راضی ہوئی انھوں نے غنیمت جانا - زمین کی قدر و قیمت کی جانچ پڑتال کر کے اُسکا محصول نہیں مقرر کیا - کچھہ انکے ہاں ملک کی آمد و خرچ کا حساب ترتیب سے نہ رہتا تھا - ایک مدت کے بعد ایک شخص نے اس آمد و خرچ کی کتاب بنائی سوا اسکے انکو ایسے ملکوں کا انتظام کرنا نہ آتا تھا ملک کا فتح کرنا انکو آسان تھا مگر اُسکا نظم و نسق کرنا دشوار تھا کہ اس ملک کا انتظام ہندوں کے سپرد رہا +

سوم اہل اسلام کے ہاں کوئی سکہ نہ تھا اونکی دار الخلافت تک میں یونان اور ایران کے سکوں میں تمام کام تجارت اور لین دین کے چلتے تھے خلیفہ عبد الملک نے دینار پر اول سکہ لگایا اور اسوقت سے حساب کتاب خزانوں کا اہل عرب کے سکوں میں شروع ہوا ہے - اسی زمانہ میں اجنبی سکوں کو رواج کے سبب سے رعایا کی تکلیف دور ہوئی +

چہارم جن جوامردوں نے کارہا نمایاں ملک سندھ میں کئے اُنھوں نے معافی میں اقطاع زمین پائے مگر خلیفہ عمر کا حکم سپاہیوں کے واسطے تھا کہ وہ کوئی پیشہ اور کاشتکاری نہ کرنے پائیں - اسلئے گو زمین انکو مل گئی تھی مگر وہ اصل مالکوں کے قبضہ میں رہتی - اسلام کے لشکر میں جو سپاہی تنخواہ پاتے تھے انکو غنیمت نہ ملتی تھی - نہ زمین معافی کی دیجاتی تھی صرف تنخواہ پاتے تھے - مگر جو بے تنخواہ سپاہی لڑا کرتے تھے انکو چار خمس غنیمت کے اور زمین معافی کی دیجاتی تھی - اور ایک خمس غنیمت کا امانت رہتا تھا - وہ خیرات اور اور نیک کاموں میں صرف ہوتا تھا - اگر خلیفہ کچھہ بھی اس خمس میں افزائش کرنی چاہتا تو سپاہی اوسیوقت لڑنے کو تیار ہو جاتے +

پنجم ملک سندھ کی زمین مقبوضہ میں سے بہت سی زمین اوقاف کے لئے وقف کی گئی اور مساجد وغیرہ کے

خرچ کے کام میں آتی ہے اسکی نشانی ابتک ملک سندھ میں موجود ہے کہ شہیدوں اور مسلمانوں کی متعدد قبریں موجود ہیں جنکے مجاور فقیری کرتے ہیں تالپور کی ریاستوں کی تہائی آمدنی ان اوقاف میں خرچ ہوتی ہے +

ششم - اہل اسلام نے اول عملداری میں یہ طریقہ اختیار نہیں کیا کہ وہ ہندوؤں کے ساتھ مل کر رہتے - بلکہ وہ اپنے شہر جدا بناتے اور انہیں سکونت اختیار کرتے اسلئے ہندو مسلمانوں میں میل جول دامن چولی کا سا نہ ہوا مسلمانوں کو شہر بنا لینا اس وقت آسان تہا - ہزاروں مکان بت پرستوں کے ڈہائے ہوئے پڑے تھے - انکے ملبہ اور مصالح سے مکان جھٹ پٹ بنا لیتے - اکثر بتخانوں کے مصالح سے مساجد تعمیر کرتے +

ہفتم کچھ اسکا پتا نہیں لگتا کہ اس ملک میں اہل عرب کے ساتھ انکی عورتیں بھی آئی ہوں لڑائی میں اہل عرب اکثر عورتوں کے ساتھ لیجایا کرتے ہیں بعض لڑائیوں میں تو ان عورتوں ہی کی فصاحت اور بلاغت سے فتح حاصل ہوئی ہے - ایسی لڑائیاں مشہور ہیں - اس مہم میں عورتوں کے نہ لانے کا سبب بھی تھا کہ اسباب انکے لانے کا بہم نہ پہنچا - جا بجا سپاہیوں کو ایک ایک اونٹ ملا تھا اسی پر سامان خیمہ ڈیرہ کھانا پینا لدا تھا - ایسی صورت میں عورتیں کیونکر آتیں - مگر جب زمانہ امن کا آ پہنچا اور راستہ کھل گیا تو بھی نہیں معلوم ہوتا کہ پیچھے جو اہل عرب یہاں آئے وہ اپنے ساتھ عورتوں کو لائے ہوں اسکے سوا جو اہل عرب یہاں آئے انکو جیسا آگے بڑھنا مشکل تھا ویسا ہی وطن میں پیچھے جانا دشوار تھا - تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ خلیفہ سلیمان نے جو خلیفہ ولید کا جانشین تہا - ان لوگوں کی نسبت یہ حکم دیدیا کہ جہاں جاؤ محنت مزدوری کرو اور زمین بوؤ جوتو مگر ملک شام میں تمہارے واسطے جگہ نہیں اس خلیفہ کے عہد خلافت میں دو برس تک تو یہ لوگ یہاں رہے ہونگے پھر اسکے مرنے کے بعد بھی سب کے سب تھوڑے چلے گئے ہونگے غرض یہاں بہت عرصہ بعید میں اسی ملک کی عورتوں کے ساتھ اہل عرب پھنسے رہے ہونگے اور ساری غنیمت کی کمائی انہیں کے نذر کی ہوگی - اس ملک میں اہل عرب کی اولاد پیدا ہوئی انکے بشرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ انمیں خون اہل عرب کا ایسا نہیں جھلکتا جیسا کہ اور ممالک مفتوحہ میں انکی اولاد کے اندر نظر آتا ہے +

ہشتم۔ اہل عرب کی یہ نہایت عمدہ تدبیر تھی اور قابل تعریف انتظام تھا کہ انہوں نے اہل سندھ کو اپنی سپاہ میں بھرتی کیا۔ ضرورت رفع ہونے کے بعد کچھ سپاہی [illegible] انہوں نے رخصت کر دیا۔ بعض سپاہ کو وہ دور دور ملکوں میں لڑنے کے واسطے لے گئے۔ یہ طریق اہل روم کا بھی تھا [illegible] ملک کو فتح کرتے اور اس میں جس قوم کو سپاہی اور مرد دیکھتے اسکو اپنا نوکر رکھ کے اور ملک کو لیجاتے۔ اس سبب سے کئی فائدے حاصل ہوتے۔ اول یہ خود ملک ان لوگوں سے خالی ہو جاتا جنہیں لڑنے جھگڑنے کا حوصلہ ہوتا۔ اس سبب سے پھر اس ملک میں کوئی خطرہ اور اندیشہ نہ رہتا۔ دوسرے یہ کہ اجنبی ملک کے سپاہی اس وقت کام آتے کہ بادشاہوں کو اپنے ملک کے رہنے والے بغاوت کرنے [illegible] سے بہت دفعہ اتفاق ہوا کہ بادشاہوں سے خاص انکی ہم قوم رعایا نے سرکشی کی۔ اور اجنبی ملکوں کے سپاہیوں نے انکی سرکوبی کی +

نہم۔ اہل عرب نے ان لڑائیوں کے ساتھ تجارت کو بھی ہاتھ سے نہیں دیا۔ اسکو بھی بڑی رونق دی۔ سندھ میں کاروان ورود سیستان خراسان و بامیان زابلستان اور کابل میں ہو کر آتے اور اسباب لاتے اور یہاں سے لیجاتے۔ سمندر کی راہ سے بھی تجارت کا باب کھلا ہوا تھا۔ یہ کاروان جن دور دراز فاصلوں سے مقررہ وقتوں میں آتے تھے اُنسے بڑا تعجب ہوتا ہے۔ بحری تجارت میں جہاز سندھ ہو کر گذرتے۔ لکڑی اور چین کا اسباب لیجاتے۔ عرب کے گھوڑے اکثر ملک سندھ میں آتے۔ غرض اہل اسلام نے تجارت کو خوب رونق دی

دہم۔ اہل اسلام نے یہاں کے لوگوں کے ساتھ یہ برتاؤ برتا کہ جب کسی بستی پر حملہ کیا تو بستی والوں سے پہلے یہ درخواست کی کہ اسلام قبول کر دیا جزیہ ادا کرو۔ انکار کی صورت میں بستی پر حملہ ہوتا تھا۔ ہتھیار بند سپاہی قتل ہوتے تھے۔ انکے اہل و عیال لونڈی غلام بنائے جاتے تھے اور فروخت ہوتے تھے۔ پیشہ ور کاشتکار تاجر کشت و خون سے معاف ہوتے تھے۔ اُنسے کچھ تعرض نہ ہوتا تھا چنانچہ جن شہروں کا حال پہلے لکھا جا چکا ہے وہ اسکا شاہد ہے۔ جن لوگوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا انکو حسب دستور قدیم اپنے رسوم مذہب کی اجرا و ادا کا اختیار دیا گیا۔ جب راجہ بھی جزیہ دینے پر راضی ہو گیا تو اسکا ملک اُسکے قبضہ میں دیدیا اور ایک باجگزار راجہ بن گیا۔ جو مسلمان ہو گیا وہ سب جھگڑوں سے چھوٹ گیا +

یازدہم۔ زمین پر محصول لینے کا قاعدہ بٹیہ ہونگا تھا۔ اول کوئی پیمانہ نہ تھا کہ زمین پیمائش ہوتی فقط

انکل سے زمین کا اندازہ کیا جاتا۔ کوئی محصول متعین نہ تھا بلکہ وہ پیداوار پر ہوتا تھا۔ اگر زمین نہر
اور دریاؤں سے سیراب ہوتی۔ تو جو اور گیہوں کی پیداوار پر دو پانچواں حصہ لیا جاتا۔ اگر کسی اور حکمت
سے سیراب ہوتی تو تین دسواں حصہ اور ایک چوتھائی پیداوار کا وصول کیا جاتا تھا۔ اگر پانی
کسی طرح نہ ہوتی تھی۔ باغ کی پیداوار کی ایک تہائی۔ انگور اور کھجور وغیرہ کی پیداوار کا ایک حصہ
بطور خراج جنس میں ادا کیا جاتا۔ یا نقد روپیہ لیا جاتا + اگرچہ یہ محصول خلیفہ عمر کے انتظام کے موافق
مقرر ہوئے تھے۔ مگر آخر کو بہت زیادہ ہو گئے۔ غرض نہ تشخیص صحیح تھی نہ پیمائش تھی۔ سب بالکل اٹکل اور
تخمینہ سے چلتے تھے۔ کبھی زمیندار اور کاشتکار سے اتنا زیادہ لیا کہ اسکو کھانے کو بھی نہ بچا۔ کبھی اسقدر کم لیا
کہ وہ نہال ہو گیا۔ شہنشاہ اکبر کے زمانہ کا یہ حال تھا کہ ایک ایک چپہ زمین کا آلات سے پیمائش ہوتا تھا
اور تمام پیداوار کی تشخیص ہوتی تھی اور اسکے موافق جمع سرکاری مقرر ہوتی تھی۔ تمام قسم کے محاصل
ستائیس لاکھ روپیہ کے قریب خزانہ خلفاء میں داخل ہوتا تھا۔ ابن خلدون نے حکیمانہ اور فلسفانہ یہ رائے
لکھی ہے کہ جب مسلمانوں کی عیش و عشرت میں افزائش ہوئی تو انکی شجاعت و ہمت گرمجوشی میں کمی ہوئی
اسلئے ضرورت ہوئی کہ نوکر زیادہ رکھے جائیں اور انکو تنخواہ زیادہ دی جائے اسلئے بتدریج خراج
یہانتک بڑھا کہ اہل پیشہ اور مزارعین اُسکے متحمل نہ ہوئے۔ اسلئے جلد ہی جلدی سلطنت میں تبدیلیاں
ہونے لگیں — دوازدہم۔ اہل اسلام کے جھگڑوں کو قاضی شرع کے موافق فیصل کرتا تھا۔ ہندو اور مسلمان
کے درمیان جو جھگڑا ہوتا تھا اُسکو بھی قاضی شرع کے موافق چکاتا تھا۔ ہندوؤں کے درمیان جو جھگڑے
لین دین اور معاہدے و زناکاری وراثت وغیرہ کے ہوتے پنچایت مقرر ہوکر فیصل ہو جاتے +
سیزدہم۔ ہندوؤں کے ایسے قدیمی قانون کہ خاص قومیں فلاں قسم کا کپڑا نہ پہنیں گھوڑوں پر سوار نہ ہوں
کاروانوں کو رستہ بتانے کے لئے بعض قوموں کے معتبر آدمی ساتھ کریں مسلمانوں نے بدستور جاری رکھے
اور اُنپر یہ اضافہ اور کیا کہ ہر وارد و صادر کی دعوت ایکدن دونو وقت کریں اور اُسکی تین دن +
چہاردہم۔ حجاج بن یوسف کی بڑی دانشمندی یہ تھی کہ اُسنے محمد قاسم کو یہاں کی مہم عظیم کا اہتمام
سپرد کیا تھا۔ حمزہ بن بیض حنفی نے اُسکی شان میں دو شعر کہے ہیں جو اُسپر بالکل صادق آتے ہیں۔
اشعار کا ترجمہ یہ ہے کہ محمد بن قاسم بن محمد شجاعت و سماحت رکھتا تھا۔ سترہ برس کی عمر میں قائد جیوش ہوا

وہ ماں کے پیٹ سے ہی حکومت کرنے کے لئے پیدا ہوا تھا - اگرچہ محمد قاسم کی نوعمری اور شباب کا عالم تھا مگر وہ بڑا مدبر اور شجاع تھا شمشیر اور تدبیر دونو سے کام لیتا تھا - اگر اتفاقیہ کہیں کچھ شمشیر سے ستم کیا تو اُسکی مکافات تدبیر سے بھی ضرور کی - اگر کہیں بتوں کو توڑا تو اُسکے ساتھہ بت خانوں کی مرمت کرنے کا بھی حکم دیدیا - اگر کہیں لوٹ مارسے دشمنوں کو خستہ حال کیا تو انکو بیت المال سے معاوضہ بھی دلا دیا - قدیمی قاعدہ جو ہندوؤں کا تھا کہ زر مال گزاری میں سے تین فیصدی خزانہ شاہی میں اسلئے داخل کرتے تھے کہ اس روپئے سے برہمنوں کی خدمات کا معاوضہ دیا جاوے اُسنے بدستور قائم رکھا - یہاں جو شخص ہندی سندی ذی لیاقت اُسکو ملا اُسکی قدر شناسی کی بلکہ یہاں کے لائق آدمیوں کو اُسنے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالا اور سرفراز کیا - اُسنے یہاں کے وزیروں کو وزیر اور مشیر اپنا مقرر کیا اور اپنے پاس اُنکو رکھا - غرض مردم شناسی و ردلجوئی اُسپر ختم تھی - دشمنوں کے ساتھہ جو اُسنے نیک سلوک کئے تھے وہ کمتر کوئی کیا کرتا ہے +

پانزدہم - یہ سوال اکثر کیا جاتا ہے کہ حضرات اسلامی کی حالت میں اہل اسلام ملتان تک جو چلے آئے مگر ہندوؤں کے مذہب میں وہ انقلاب نہیں پیدا کرسکے جو انھوں نے ایران اور ملکوں میں پیدا کیا تھا - اسکے کئی سبب بیان کئے جاتے اول یہ کہ ہند میں برہمنوں کا گروہ ایسا قوی تھا کہ وہ سلطنت کے کاروبار میں شریک غالب تھا تمام ہندو اسکا پاس و لحاظ و ادب کرتے تھے ہر ہندو کے دل میں انکا رعب و داب بیٹھا ہوا تھا - ہندوؤں کے مذہب میں قوانین سلطنت اور رسم و رواج خلط ملط تھی - اگرچہ ہندوؤں میں نا اتفاقی ایسی تھی کہ ملک چھوٹے چھوٹے حصوں میں منقسم تھا انکی تقسیم انکی حقمیں مفید بھی اسلئے اگر دشمن نے ایک راجہ کو تباہ کیا تو حملہ کرنے والونکے دشمنوں میں سے ایک کم ہوگیا - دوسرا حریف اُسکے اس بعد مقابلہ کرنے کو باقی رہا - اور جسقدر کہ وہ حملہ آور آگے بڑھا اُسیقدر لشکر اُسکا گھٹا - اور جہاں سے رسد وغیرہ کا سامان اُنکو بہم پہونچتا وہ دور پڑا - اور مخالفوں پر کوئی ایسا صدمہ نہ پہونچا جسکی سبب سے اُنکی مہم کامل ہوجاتی - سوا اسکے دین اسلام کے نہ پھیلنے کا سبب ہندستان میں یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں نکو جتنا ملک ہاتھہ آتا گیا اُتنا اُنکا مزاج بدلتا گیا - کیا گرم دیندار واعظ تھے - یا دنیادار بادشاہ بنگئے - اسلام کے پھیلانے کا نہ وہ ولولہ رہا نہ جوش رہا - یہ سب سرد ہوا - دنیا کی جاہ و حشمت بڑھانے کے پیچھے پڑگئے جفاکش سپاہیوں سے عیاش بادشاہ ہوگئے پہلے اُنکی

ساری خوشی ومسرت فتح ونصرت تھی۔ اب نارواحرکات اور عیش وعشرت کرنے میں لذت آتی تھی۔ یا ایک زمانہ وہ تہا کہ خلیفہ دوم جب بیت المقدس کو اپنے لشکر کے ساتھ سوار ہوئے تو ایک ہی اونٹ پر اُنکا اسباب کھانا پینا اوڑھنا بچھونا تہا۔ ۱۶۰ھ میں ابو محمد منصور المہدی مکہ کے اندر پانچ پانچ سو اونٹوں پر لدوا کر برف منگاتا۔ یا وہ زمانہ تھا کہ خلیفہ سوم جب دن کے کام کا بقیہ رات کو پورا کر چکتے تھے تو چراغ کو گل کرتے کہ بیت المال کا مال ضائع نہ جائے۔ یا یہ کفایت شعاری تھی۔ یا یہ فضول خرچی ہونے لگی کہ ۸۵ ہجری میں خلیفہ حجاج ابن یوسف ثقفی کے دربار عالیشان میں ہزار خوان کھانے کے اہل مجلس کے روبرو چنے جاتے تھے۔ خلفاء عباسیہ کے عہد میں یونانی اور غیر زبانوں کی کتابوں کے ترجموں نے فلسفہ وحکمت علوم ریاضیہ وطبعیہ کا شوق مسلمانوں میں پیدا کر دیا۔ اُنھوں نے اپنی ذہانت کو بجائے مذہب کے زیادہ تر اس طرف متوجہ کیا ہارون رشید کے دربار میں تو ماہران علم موسیقی بھی چاروں طرف سے آ آ کر آموجود ہوئے غرض اس دنیا کی جاہ وحشمت کے لالچ نے دین کے کاموں کو ہندوستان میں جھمیلے میں ڈال دیا +

افسوس یہ ہے کہ اگرچہ اہل عرب کا تعلق ملک سندھ سے تین سو برس تک رہا مگر کوئی اثر اُن کے اس تعلق کا ملک پر باقی نہ رہا۔ اور کسی سیاح کو اس ملک میں سفر کرنے سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کبھی اُنھوں نے یہاں قدم بھی رکھا تھا نہ کوئی عمدہ مسجد اُنکی بنائی ہوئی نظر آتی ہے نہ خانقاہ نہ کوئی اور عمارت نہ کوئی اُنکی زبان کا اثر ہے نہ اُنکے شہروں منصورہ محفوظہ البیضاء کا نام ونشان باقی ہے۔ حجاج نے جو اس مہم سندھ کا حساب کتاب کیا وہ اسطرح ہے کہ ...... ۶ درہم اُسنے خرچ کئے اور ...... ۱۳۰ درہم پائے چونکہ خلیفہ کا حصہ کل غنیمت کا پانچواں حصہ ہوتا ہے تو کل غنیمت ...... ۶ درہم ہوا ایک درہم ۴ پائی کے قریب کا ہے تو کل غنیمت تیرہ کروڑ چھپتر لاکھ روپیہ کے قریب ہوئی۔ ملک سندھ کی باج وخراج کی نسبت مورخوں میں کچھ اختلاف ہے۔ یہ اختلاف ہونا ہی چاہیئے اسلئے کہ ہرسال میں زمین کی پیداوار کے خراج کی شرح بدلتی رہتی تھی۔ اور ملک کی حدود میں کمی وبیشی ہوتی رہتی تھی۔ ابن خلدون کی فہرست آمدنی سلطنت خلفاء میں لکھا ہے کہ صوبہ سندھ سے ...... ۱۱۵ درہم اور ۵۵ سیر روغن زیتون خراج آتا

آتے تھے۔ بہ حساب تخمینی معلوم ہوتا ہے کہ یہ خراج چھبیس ستائیس لاکھ روپیہ سالانہ کے قریب ہوا+

ہم نے ملک سندھ کی تاریخ اس زمانہ تک لکھی ہے کہ اُسکا تعلق اہل عرب سے رہا اس زمانہ سے آئندہ زمانہ کی تاریخ ہم آئندہ اپنی تاریخ میں لکھینگے+

باب چہارم

خاندان غزنویہ

ہم نے باب سوم میں بیان کیا ہے کہ سلطنت اسلامیہ ملک عرب کس طرح حصوں میں تقسیم ہوئی اِن حصوں میں کن کن خاندانوں نے سلطنت کی انہیں سے ایک خاندان آل سامان کا بھی بیان کیا ہے کہ وہ سنہ ۲۶۱ - ۳۸۹ ہجری (۸۷۴ - ۹۹۹) میں وسط ایشیا میں ماوراء النہر اور ایران میں سلطنت کرتا تھا اور اُنکے وقت میں بھی خراسان اور ماوراء النہر پر قبضہ و تصرف رکھتا تھا انہیں کے امیر الجیش نے خاندان غزنوی کی سلطنت کی بنا قائم کی جسنے ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک مستقل سلطنت قائم کی۔ گو پہلے ملک سندھ پر اہل عرب کا دو سو برس تک تسلط رہا ہے مگر سندھ کی طرف سے مسلمانوں نے آنکر اپنی سلطنت کو ہندوستان میں مستقل نہیں کیا۔ بلکہ کابل کی طرف سے آنکر اپنی سلطنت کو قائم کیا ہے اسلئے ہم کابل کا حال لکھتے ہیں۔

فصل اول کابل پر مسلمانوں کا مسلط ہونا

ابوریحان بیرونی نے اپنی تاریخ ہند میں لکھا ہے کہ پہلے زمانہ میں ملک تبت سے آئے ہوئے ترک کابل میں راج کرتے تھے۔ پہلا راجہ انکا برہتگین برک تھا جب وہ تگین اول اول کابل میں آیا تو ایک غار میں آنکر اُترا اور وہیں رہنے لگا۔ یہ غار ایسا دشوار گذار تھا کہ جب تک کوئی شخص گھٹنوں کے بل نہ چلے اندر نہیں جا سکتا تھا۔ اس غار میں وہ چند روز کی خوراک رکھ لیتا تھا۔ پانی پینے کے لئے اسکے اندر ایک چشمہ تھا جسکا نام اب تک مشہور ہے۔ وہاں لوگوں کی وہ زیارت گاہ تھا۔ اس پر لوگ بڑی مشکل سے جاتے اور اُسکا پانی لاتے جسکو وہ بڑا اچھا اور متبرک جانتے۔ اس غار کے منہ کے پاس کسان اپنا کام کیا کرتے۔ یہاں غار میں بے غذا کسی آدمی کا جینا بغیر اسکے نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کسی آدمی کو نوشجان نہ کرے۔ برہتگین کے ساتھ

جو لوگ سازش رکھتے تھے وہ ہمیشہ غار کے منہ کے پاس کسانونکو اس طرح کام میں لگا رکھتے تھے کہ وہ آدمیوں سے خالی نہ ہوتا تھا۔ ایک کسانوں کے گروہ سے دن کو کام لیتے رات کو چھٹی دیتے۔ اور دوسرے گروہ سے رات کو کام لیتے اور دن کو چھٹی دیتے۔ یوں رات دن وہاں آدمیوں کا جمگھٹ لگائے رکھتے چند روز بعد دفعتہ برہ تگین غار سے نمودار ہوا۔ غار کے پاس آدمیونکا ہجوم رہتا تھا انکو یہ معلوم ہوا کہ یہ ترک ابھی پیدا ہوا ہے۔ ترکی لباس بیب تن۔ کرتہ بدن پر۔ ٹوپی سر۔ بوٹ پاؤں میں اسکی ہیات عجیب و غریب۔ بادشاہی کے لئے مقدر نظر آتی تھی۔ چنانچہ کابل میں اسنے اپنے تئیں بادشاہ بنایا۔ اسکے خاندان میں ساٹھ پیڑہی تک سلطنت متواتر چلی گئی +

متسلسل واقعات کی تحریر کو اور اپنے بادشاہوں کی تخت نشینی کی تاریخوں کے قلمبند کرنے کو ہندو بکار آمد اور ضروری نہیں سمجھتے جب کوئی ان باتوں کو پوچھ کر انکو حیران کرتا ہے تو وہ چپ ہو جاتے ہیں + میں نے جو انسے حالات سنے ہیں وہ سچ بھی ہیں اور میں انھیں سچ بیانوں کو بیان کرتا ہوں۔ یہ میں نے سچی بات سنی ہے کہ نگر کوٹ میں ایک ریشمی کپڑا تھا جسپر ان راجاؤں کی تخت نشینی کی تاریخیں لکھی تھیں مجھے بڑی آرزو تھی کہ میں اسکو خود دیکھوں مگر ایسے واقعات مجھے پیش آئے کہ میں اس کی زیارت سے محروم رہا +

ان راجاؤں میں ایک راجہ کنک تھا جسنے پیشاور میں بہار بنایا تھا۔ وہ ابتک اس کے نام سے مشہور ہے کہتے ہیں کہ اس پاس راجہ قنوج نے تحفے بھیجے تھے ان میں نہایت عمدہ بنا ہوا ایک کپڑا تھا جسکی پوشاک راجہ کنک نے بنوانی چاہی جب اسکو درزی کو دیا تو درزی نے اسکی پوشاک بنانے سے انکار کیا اور اسکی وجہ یہ بیان کی کہ اس کپڑے پر آدمی کے پاؤں کا چھاپہ ہے اور یہ چھاپہ خواہ کیسے ہی کپڑے کی کتر بیونت کیجیے شانوں کے درمیان میں آتا ہے یہ ایک ایسی کہانی ہے جو میں نے بعل کے فسانہ میں لکھی ہے +

کنک اس تحفہ میں یہ نکتہ سمجھا کہ راجہ قنوج نے مجھے کمتر و ذلیل سمجھکر در پردہ گستاخی کی ہے یہ سمجھکر بہت سا لشکر ہمراہ لیا اور قنوج کا رستہ پکڑا۔ قنوج کے راجہ کو جب یہ خبر لگی تو وہ مضطر اور بیقرار ہوا۔ وہ اس راجہ سے لڑنے کی سکت اپنے میں نہیں دیکھتا تھا۔ اسنے وزیر کو

عاقلاں بیروی نقطہ نہ کنند۔ الکاتب کالحمار مشہور ضرب المثلیں ان پر صادق آتی ہیں عربی فارسی خط میں جو نام غیر زبانوں کے لکھے جاتے ہیں اُنکو مختلف مصنف اپنی تصنیف میں اتنی طرح لکھتے ہیں جتنے اس نام کے حروف کی ترتیب اجتماع ہوسکتی ہیں۔ مثلاً ایک تاریخ میں لکھا ہے۔ کہ بادشاہان ہند کابل وسندہ را رتبیل گویند۔ رتبیل کو کوئی زنبیل کوئی رتیل کوئی زبیبل کوئی زین تل کوئی رت یال۔ کوئی رن ٹھیل وغیرہ لکھتا ہے۔ ایک تاریخ میں رن بل (لڑائی کی قوت) آتا ہے جو ایک بامعنی ہندو کا نام معلوم ہوتا ہے آئین اکبری میں رن بٹیل لکھا ہے یہ بھی ہندوں کے نام سے مناسبت رکھتا ہے کسی کتاب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی راجہ ہے کسی کتاب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاہان سندہ وکابل کے لقب کی کم بختی ہے۔ غرض زیادہ تر تو فرنگستانی محققین نے ان ناموں کی تحقیق میں اور اُنکے ساتھ سکوں کی تطبیق میں بہت کورے کاغذ انکو سیاہ کیا ہے۔ جو اُنکی بڑے درجہ کی ذہانت دکھلاتے ہیں مگر کسی حقیقت کو نہیں دکھاتے۔ ان ناموں کی تحقیقات ان محققین کا کام ہے جو سنسکرت وعربی دونو زبانوں میں عالم فاضل پنڈت ہوں سنسکرت دانی سے وہ یہ تحقیق کرسکتے ہیں کہ اصل نام کیا تھا اور عربی دانی سے یہ کہ کیونکر اسکی تحریف ہوئی۔ سو ایسے فاضل عنقا ہیں اسلئے یہ تحقیق بھی بے سروپا ہے +

یہ بھی محققین نے تحقیق کیا ہے کہ کابل ہی میں کوہستان ہی سے ترک آئے تھے اُنکا مذہب بدھ تھا۔ انہوں نے یونانیوں کی سلطنت کو مشرق میں استیصال کیا تھا ان ترکوں کے ہاتھ سے برہمنوں کے ہاتھ میں اور برہمنوں کے ہاتھ سے رجپوتوں کے ہاتھ میں سلطنت منتقل ہوئی +

راجہ کنک کا نام اصل میں کنشکا تھا پشاور میں جو اُسنے وہار (بدھ مذہب والوں کا معبد) بنایا تھا وہ ابتک موجود ہے اسکو گورکھتری کہتے ہیں۔ اس راجہ کا مذہب بدھ تھا۔ کتورمان یا کتورزمان جو بیرونی نے لکھا ہے وہ کافر یعنی سیاہ پوش قوموں میں سے ایک قوم کا نام معلوم ہوتا ہے۔ چترال وگلگت کے فرمانروا اپنا لقب ابتک شاہ کٹور رکھتے ہیں چینیوں نے جو ہندوستان کے سفرناموں میں کابل کا حال لکھا ہے وہ ابوریحان بیرونی کے تاریخ الہند سے بہت ملتا جلتا ہے +

حضرت عثمانؓ کی خلافت میں عراق کا والی عبداللہ مقرر ہوا۔ اُسکے زمانہ میں خلیفہ کی طرف سے اول حملہ کابل پر ہوا ہے۔ اُسکو خلیفہ نے ہدایت کی کہ جاسوس بھیجکر اضلاع ہند کا حال دریافت کرے

گو یہاں کا حال ایسا جاسوسوں نے بتلایا کہ وہ حملہ آوری کو منع کرتا تھا مگر عبد اللہ نے اپنے عم زاد بھائی ربیع سے عبد الرحمن بن سمرہ کو حکم دیا کہ وہ سیستان پر حملہ کرے عبد الرحمن شہر زرنج کی طرف بڑھا اور بعد ایک سخت لڑائی کے یہاں ایرانی مرزبان کو اسکے محل میں محاصرہ کر کے عید کے دن اسنے گرفتار کیا۔ مرزبان نے اطاعت و منت و سماجت کر کے خلاصی پائی اور وعدہ کیا کہ دو لاکھ درہم اور دو ہزار غلام خراج میں دیا کرونگا۔ پھر عبد الرحمن نے زرنج اور کش کے درمیان جو ملک تھا اُسے فتح کر لیا اس ملک کو بلاد ہند کہتے تھے۔ اور اس بلاد کو بھی فتح کیا جو ارزنج اور ضلع داور کے درمیان واقع تھی ضلع داور میں اُسنے بلکہ زور کے بت پرستوں پر حملہ کیا تھا جنہوں نے اُسکے آشتی کی درخواست کی گو اُسکے ساتھ آٹھ ہزار آدمی تھے مگر غنیمت اتنی ہاتھ لگی کہ ہر ایک آدمی کے حصہ میں چار ہزار قرصہ سیمی ہاتھ آئے انکا بت زور سونے کا تھا اُسکی دونو آنکھوں میں لعل لگے ہوئے تھے مسلمانوں نے اُسکے ہاتھ کاٹ ڈالے اور آنکھیں نکال لیں اور مرزبان سے کہا کہ تمھارا بت ایسا بیکار ہے کہ وہ کچھ برا بھلا کام نہیں کرسکتا۔ اسی مہم میں اُسنے بست کو لے لیا۔ بعد ازاں عبد الرحمن ابل پر بڑھا اور پھر ۴۳ھ میں امیر معاویہ کی خلافت میں کابل میں آیا۔ جب عبد الرحمن کابل کے سامنے آیا تو یہاں کا حاکم کابل شاہ جو لنگڑا تھا شہر کے اندر تھا وہ باہر آیا۔ مسلمانوں سے کئی لڑائیاں لڑکر شہر کے اندر چلا گیا اور پھر باہر نہ نکلا۔ عبد الرحمن نے شہر کا محاصرہ کیا اور برس دن تک محصورین سے لڑتا رہا۔ اس محاصرہ میں سپاہ کو بڑی محنت و مشقت اٹھانی پڑی۔ مگر آخر کو سپاہ نے حملہ کر کے شہر کو لے لیا جب شہر میں مسلمان داخل ہوئے تو انھوں نے اہل سیف کو قتل کیا اور عورتوں بچوں کو لونڈی غلام بنالیا کابل شاہ قید ہو کر عبد الرحمن کے روبرو آیا۔ اُسنے قتل کا حکم دیا تو وہ مسلمان ہو گیا اور کلمہ پڑھا پھر عبد الرحمن نے اُس پر نہایت لطف و کرم کیا۔ کابل زرنج سجستان سے جو غنیمت اور اسیر ہاتھ لگے تھے وہ جمع کئے گئے اور ایک پانچواں حصہ اُسکا عبد اللہ بن عامر پاس فتحنامہ کے ساتھ بھیجا گیا +

۴۴ھ مہلب بن ابی صفرہ جو خراسان میں بڑا صاحب اقتدار تھا مرو کی طرف سے کابل میں آیا اور ہندوستان میں بنا (بنوں) اور الاہوار (لاہور) تک پہنچا۔ یہ دونو مقام کابل اور ملتان کے درمیان واقع ہیں یہاں سے دس بارہ ہزار قیدی خراسان کو لے گیا +

اسی زمانہ میں عباد بن زیاد سجستان کی راہ سے سرحد ہند پر گیا۔ وہ رود یا رہند مند (ہلمند) کی راہ سے
چلا اور کش میں آیا اور صحرا کو قطع کر کے وہ قندھار میں آیا۔ اگرچہ یہاں ملک اسنے فتح کر لیا۔ مگر بہت
مسلمانوں کی جانیں ضایع ہوئیں +

سنہ ۶۱ھ میں یزید بن معاویہ نے خراسان و سیستان کی حکومت سلیم بن زیاد کو دی جس نے
اپنے چھوٹے بھائی یزید بن زیاد کو سیستان میں حاکم مقرر کیا۔ اسنے سنا کہ شاہ کابل نے تمرد
اختیار کیا اور ابو عبید اللہ بن زیاد کو جو کابل میں حاکم تھا گرفتار کر لیا۔ اسنے لشکر کو جمع
کیا اور اہل کابل سے لڑا مگر شکست پائی۔ اور ایک جمع کثیر مسلمانوں کی قتل ہوئی جب سلیم زیاد کو
یہ خبر پہنچی تو اسنے طلحہ بن عبد اللہ کو کابل بھیجا کہ اسنے ابو عبد اللہ کو پانچ لاکھ درم دیکر چھڑایا
سلیم زیاد نے پھر طلحہ کو سیستان کا حاکم مقرر کیا جس نے لشکر غور و بادغیس کو کابل بھیجا۔ اہالی کابل کو
پھر دوبارہ مطیع و منقاد کیا۔ خالد بن عبد اللہ کو وہاں حاکم مقرر کیا۔ مگر پھر اسکو معزول کیا۔ تو وہ
عراق جا نہ سکا ناچار کوہ سلیمان میں جو پشاور اور ملتان کے درمیان میں ہے سکونت اختیار کی
اور اپنی بیٹی کسی افغان سے کہ مسلمان ہو گیا تھا بیاہ دی جس سے دو بیٹے لودی اور سور پیدا ہوئے
انہیں کے نام سے لودی اور سوری افغان کہلاتے ہیں جنکی سلطنت کا ذکر تاریخ میں آئیگا +

سنہ ۷۹ھ میں کابل شاہ عبد العزیز حاکم سیستان سے جنگ آزما ہوا۔ اس لڑائی میں کابل کا شاہ شکست
پاکر مارا گیا۔ اسکی جانشین کے زمانہ میں بھی لڑائی جاری رہی مگر اسنے مجبور ہو کر خراج گزاری قبول کی
مگر کابلیوں کو ایسے موقع ملتے رہے کہ انہوں نے اپنی کھوئی ہوئی آزادی و ملک پھر حاصل کرنے میں کوشش
کی۔ سنہ ۷۸ھ میں عبد الملک بن مروان امیہ نے عبد اللہ کو حکومت خراسان سے علیحدہ کر کے حجاج بن یوسف
ثقفی کو اسکی جگہ مقرر کیا اور عبید اللہ بن ابی بکر کو سیستان میں بھیجا جب وہ نیم روز میں پہنچا
تو حجاج نے اسے حکم دیا کہ تو سیستان میں پڑا رہے بلا تامل کابل کو روانہ ہو کابل کے راجہ
رتبیل سے خراج معہود کو وصول کر اور جب تک یہ کل ملک بالکل قبضہ میں آجائے وہاں سے
نہ نکل۔ جب وہ رتبیل سے لڑنے کو آیا تو اس مرزبان کابل میں لڑائی کی توانائی نہیں تھی وہ
اسکے سامنے سے ہٹ گیا اور ایک پیچ یہ کھیلا کہ اس سرزمین میں جتنی تنگ راہیں تھیں انکو پتھروں سے

دیواریں جنچ کر روک دیا۔ اور اس طرح لشکر بیگانہ کی راہوں کو بند کرکے انکو زغنہ میں گھیر لیا۔ ان راہونکو
کے بند ہونے سے خورش کی نایابی نے مسلمانونکو تنگ کیا اور انکو خوف ہوا کہ اس گھیرے میں
گھرنے سے کہیں قحط سے ہلاک نہ ہو جائیں اسلئے ناگزیر عبد اللہ نے سات ہزار درم جسکے تین لاکھ روپیے
سکہ اکبر شاہی کے ہوتے ہیں کابلیونکو دیکر اس بلا سے نجات پائی مگر ایک غیرت مند کہن سال شیخ
بن ہامی تھا اس حرکت سے بڑا آشفتہ ہوا۔ اس پیری میں جوانانہ لڑکر جان دیدی۔ جب حجاج کو یہ
خبر پہنچی تو عبد اللہ کو سرزنش کی اور امارت اس سے چھین لی اور ۸۱ھ میں عبد الرحمن بن اشعث
کو کابل نے رن بل سے لڑنے کے لیئے نامزد کیا اور چالیس ہزار سپاہ اسکے سپرد کی اور سیستان
اور اسکی نواح کا حاکم مقرر کیا۔ جب عبد الرحمن کابل میں آیا تو طرز بیشیں اختیار کی مگر کار شناسی
سے یہ کیا کہ سر تنگ راہ پر کچھ سپاہی متعین کر دیئے پھر چیرہ دستی کرکے غنیمت فراوان حاصل کی۔ مگر اس ملک
کی نگاہداشت کو دشوار کار سمجھا اور بہستان کو چلا گیا حجاج کو یہ بازگشت ناپسند ہوئی اسکو
عتاب نامہ بڑی لعنت ملامت کا لکھا کہ تمہاری بازگشت کی یہ سزا ہے کہ اس نامہ کے پہنچنے
کے ساتھ ہی تم پھر اس ملک میں جاؤ اور اسپر تصرف و قبضہ پیدا کرو اور اگر اپنی خود رائی اور
خویشتن دوستی سے حکم کی تعمیل نہ کروگے اور کام کو دوسرے سال پر ٹالوگے تو اپنے تئیں معزول
سمجھو اور اپنی جگہ عمر شکری اسحق بن محمد کو اپنا سردار جانو اور اس کے احکام کی تعمیل کرو۔
عبد الرحمن نے اپنی زبردستی اور بدگوہری سے سران لشکر کے ساتھ یکتا دلی کرکے حجاج سے
سرتابی کی اور حاکم کابل سے کہ وہ دشمن دین تھا آشتی کی اور یہ قرار پایا کہ اگر میں فتحیاب ہوں
تو پھر کسی وجہ سے کابل کو کچھ تکلیف نہ دوں اور خراج و باج سے بری کردوں اور اگر اس کارزار میں
ناکام رہوں تو تو مجھے پناہ دے اور میری دستگیری کر۔ حجاج اس شورش سے بڑا آشفتہ ہوا۔ اسکی
پہلی لڑائی حجاج کے لشکر سے تستر میں ہوئی جسمیں عبد الرحمن کو فیروزی ہوئی پھر دوسری لڑائی
میں شکست بڑی بے آبروئی کے ساتھ ہوئی وہ بھاگ کر بست میں آیا یہاں گماشتہ کے پاس پناہ کے
لیے آیا اس خسران زدہ دین دنیا گماشتہ نے اسلیے کہ مجھے حجاج سے تقرب حاصل ہو اس کو
قید کرکے حجاج کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا۔ مگر مرزبان کابل کو اسکی اطلاع ہوئی اس نے

زبردستی کرکے عبدالرحمٰن کو دشمن سے خلاص کیا اور اپنے ملک میں لے آیا۔ یہ مدد پاکر عبدالرحمٰن پھر کئی دفعہ لڑا مگر کام نہ بنا۔ ۸۴ھ میں حجاج نے رن بل راجہ کابل سے ایسی میٹھی میٹھی باتیں بنائیں اور دلاویز وعدے کئے کہ اُس نے اپنے مہمان کو باندھ کر حجاج پاس روانہ کیا۔ مگر عبدالرحمٰن کی غیرت نے یہ تقاضا نہ کیا کہ حجاج کے دل کے ارمان پورے ہونے دے۔ اسلئے ایک بلند پہاڑی سے اپنے تئیں گراکر پستی ملیستی کو قبول کیا +

۱۰۷ھ میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی خلافت میں اسد بن عبداللہ قشیری حاکم خراسان نے غور و غرجستان ملک نیمروز و کل کابل کو فتح کیا اور کابل کو اپنا حاکم نشین بنایا۔ خلافت المہدی اور الرشید کے عہد میں کابل کے راجہ سے خراج لیا جاتا تھا اور جہاں لوگ مسلمان ہو جاتے تھے وہاں مسلمان حاکم مقرر ہوتے تھے ۱۵۸ھ–۱۹۳ھ (۷۷۵ و ۸۰۹ء) تک یہی حال رہا۔ جب المامون خراسان کا حاکم مقرر ہوا تو اُس نے دوچند خراج طلب کیا اور اُس نے کابل کو لے لیا اور وہاں کے راجہ نے اطاعت اختیار کرکے اسلام قبول کیا۔ خلیفہ مامون کی طرف سے شہر کابل میں ایک مسلمان گماشتہ رہتا تھا۔ خلفاء بنی اُمیہ اور عباسیہ میں یہی حال رہا۔ پھر ۲۵۶ھ (۸۷۰ء) میں خلفاء صفاریہ میں یعقوب بن لیث نے کابل کو فتح کیا۔ اور اُس کے مرزبان کو قید کیا۔ اور شاہ ارزنج کو قتل کیا اور سارا افغانستان مسلمان ہوا۔ وہ یہاں سے بہت غنیمت اور تین بادشاہوں کے سر اور بہت سے ہندوؤں کے بت لے گیا جنکو اُس نے خلیفہ بغداد کی نذر میں بھیجا +

مسلمانوں کی کابل میں حکومت مستقل یعقوب بن لیث کے زمانہ سے سمجھنی چاہیئے۔ اُس کے نام کے بہت سے سکے جنمیں ۲۶۱ھ (۸۷۴ء) ہے پنج شیر اور کابل کے شمال مشرق میں ملتے ہیں آل سامان کے زمانہ میں اس خاندان کا غلام الپتگین اپنے آقاؤں سے جدا ہوکر غزنین اور کابل پر متصرف ہوا اور ایک سلطنت مستقل قایم کی۔

فصل دوم خاندان غزنویہ

الپتگین

عبدالملک بن نوح سامانی خاندان کا پانچواں بادشاہ تھا۔ (باب دوم میں آل سامان کی سلطنت کا حال پڑھ لو) اُس کا الپتگین ایک ترکی غلام تھا۔ اول اول بادشاہ کو وہ کھجان ہتی اور نیٹا لکھے

تماشے دکھا دکھا کر دل خوش کیا کرتا تھا۔ اس خاندان میں دستور تھا کہ غلام امانت کی عہدوں پر سرافراز ہوتے۔ اور بادشاہوں کے حاجب بنتے تھے

اور اعلیٰ عہدوں پر سرافراز ہوتے۔ دور دور کے صوبوں پر حاکم مقرر ہوتے غرض بڑے بڑے قابل اعتبار وہ سمجھے جاتے۔ بادشاہ نے اس اپنے غلام کی ہوشیاری اور جوانمردی اور دیانت اور امانت دیکھ کر ۳۵۰ھ میں اُسکو خراسان کا حاکم مقرر کیا جب عبدالملک اس دنیا سے سدھارا تو امراء بخارا نے قاصد الپتگین پاس بھیجا اور پوچھا کہ آپ کی رائے میں آل سامان میں تخت نشینی کے لائق کون ہے اُسنے قاصد کو جواب دیا کہ عبدالملک کا بیٹا منصور ابھی نو عمر ہے ناتجربہ کار ہے سلطنت کے سزاوار نہیں البتہ بادشاہی اسکے چچا میں زیب دیتی ہے [illegible] قاصد بخارا میں پھر آتا ہے کہ امرا نے اتفاق کر کے منصور کو تخت شاہی پر بٹھا دیا ہے جب یہ جواب قاصد لایا تو منصور کو نہایت غصہ آیا فوراً الپتگین کو خراسان کی حکومت سے معزول کر کے دربار میں بلایا۔ اب اسکو یہاں آنے میں وہم پیدا ہوا۔ جان کا اندیشہ دامنگیر ہوا۔ اسمیں شک نہیں اگر وہ یہاں آتا تو کیا جان کھوتا یا قیدخانہ میں عمر کاٹتا۔ اُسنے منصور کا حکم نہ مانا۔ اور سیاہ [illegible] پیچ کھیلا کہ خراسان کو چھوڑا اور اپنے خاصہ کا لشکر تین ہزار غلاموں کا اپنے ہمراہ لیا اور غزنین کی طرف کوچ کیا اور صحیح سالم وہاں جا پہنچا اور امیر الوک سے غزنین چھین لیا۔ بلخ اور ہرات اور سیستان جس ملک میں داخل تھے اُسکو فتح کر لیا اور خود بالاستقلال بادشاہ بن گیا منصور نے دو دفعہ لشکر الپتگین سے لڑنے کو بھیجا۔ مگر دونوں دفعہ مغلوب ہوا۔ یہ خطہ اسکے ہاتھ ایسا لگ گیا کہ جسکے قوی ہیکل اور بہادر اور جنگجو باشندے یعنی افغان اوسکے خودمختار بنا دینے کو کافی تھے۔ گو وہ اسکے مطیع اور فرماں بردار نہوں۔ مگر اڑے وقت میں ساتھ دینے کو اور جان لڑانے کو تیار تھے۔ اگرچہ اُسکے ساتھ تین ہزار غلام اسکے تن کے ہمراہ تھے اور غالباً اُسی کی طرح ترکی غلام تھے۔ اور کبھی کبھی اسکے پاس آزاد ترکی سپاہی بھی آتے ہونگے اور اُسکے ملازم بنتے ہونگے۔ مگر اتنے آدمیوں سے کیا ہوتا ہے۔ بڑا بھروسا افغانوں کا تھا جن میں آپ وہ رہتا تھا۔ گو وہ اُسکے تابع نہ تھے۔ مگر وقت پر نوکر ہو جاتے تھے۔ غرض ان

سب کی بدولت اُسنے پندرہ برس تک دولت واقبال کے ساتھہ فرمانروائی کی ۳۵۲ھ میں اپنی موت سے مر گیا

جامع الحکایات میں عنصری کی حکایت لکھی ہے کہ جب الپتگین شہر غزنیں کے باہر خیمے لگائے پڑا تھا۔ اور شہر والوں نے دروازہ بند کر رکھا تھا اور وہاں کسی کو اندر نہ آنے دیتے تھے تو الپتگین نے رعایا پروری اور عدل گستری کا طریقہ ایسا اختیار کیا تھا گویا خود بخود دین داموں کی غلام بنی جاتی تھی۔ ایک دن اُسنے دیکھا کہ کچھہ سوار فتراک میں مرغ باندھے لئے چلے آتے تھے اُسنے سواروں سے پوچھا کہ یہ مرغ تو ہلین زبردستی چھین کر لائے ہو یا قیمت دیکر مول لائے ہو۔ سواروں نے کہا کہ دام دیکر مرغ مول لیا ہے۔ الپتگین کو انکے کہنے کا یقین نہیں ہوا اُسنے گاؤں کے مقدم کو بلا کر پوچھا۔ اول مقدم سچ کہنے سے ڈرا مگر الپتگین نے اسے ایسی باتیں کیں کہ اُسنے سچ سچ کہہ دیا کہ حضور یہ ترک گاؤں میں وزجاتے ہیں مرغ زبردستی مفت چھین لاتے ہیں الپتگین نے یہ سُنکر حکم دیا کہ یہ سوار چور ہیں وہ قتل کیے جائیں مگر جب مصاحبوں نے تخفیف سزا کے لئے منت سماجت کی تو اُسنے یہ حکم دیا کہ ان سواروں کے کانوں میں چھید کیے جائیں اور ان چھیدوں میں مرغ لٹکائے جائیں اور انکی ٹانگیں باندہ دی جائیں اور اسطرح اُنکی سارے لشکر میں تشہیر کیجائے۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ مرغوں کے پھڑپھڑانے سے سواروں کے چہرے لہولہان ہوگئے۔ مگر اس انصاف کا اثر اہل غزنیں پر ایسا ہوا کہ انہوں نے شہر کے دروازے الپتگین کے داخل ہونے کے لئے کھول دیے۔ اس ایک انصاف نے وہ کام کیا کہ ایک سپاہ کی تلوار بھی نہ کرتی +

حکایت الپتگین کے انصاف کی

امیر ناصر الدین سبکتگین

حقیقت میں امیر ناصر الدین سبکتگین ایران کا امیرزادہ اور یزدجرد کی نسل سے تھا مگر وہ الپتگین کا غلام تھا ناصر ایک سوداگر اسکو ترکستان سے لایا تھا۔ الپتگین نے اُسے خریدا تھا۔ اُسکی فراست۔ کیاست شجاعت دیکھکر بتدریج ایسے بلند مرتبے پر پہنچایا کہ لشکر کا سپہ سالار اور دربار کا بڑا اہل کار وہی تھا۔ وہ اپنے آقا کے ساتھ اکثر لڑائیوں میں ہمراہ رہتا اور داد جوانمردی دیتا۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ الپتگین نے اپنی بیٹی سے اسکا نکاح کر دیا تھا

اور تخت وتاج کا وارث اُسی ہی مقرر کیا تہا۔ مگر تاریخ فرشتہ میں یوں لکہا ہے کہ الپتگین کا بیٹا
ابو اسحٰق تہا۔ اُسکو باپ کے مرنے کے بعد سبکتگین بخارا لیکر گیا اور وہاں سے غزنیں کی مسند حکومت دلائی
اور سارے ملکی اور مالی کاموں کا خود مختار رہا۔ ابو اسحاق نے ایکسال کی سلطنت کے بعد ۳۴۷ھ میں عالم
عقبیٰ کی راہ لی اور اُسکے بعد بلکاتگین جو ترکی امیر تہا بادشاہ ہوا وہ عاقل و متقی تہا دو سال
سلطنت کرکے وہ بھی اس دنیا سے وداع ہوا۔ بعد اسکے امیر پری کہ بڑا مفسد و ظالم تہا
تخت پر بیٹھا۔ اُسنے کچھہ لکہا پڑہی کرکے ابو علی انوک پسر شاہ کابل کو اپنی مدد کو بلایا جب وہ
چرخ کی حد میں آیا تو امیر سبکتگین نے پانچ سو ترکی سواروں سے چھاپہ مارا اور اُسکو قتل کیا اور
دس ہاتھی چھین لئے اور اُنکو غزنیں میں لایا۔ یہ فتح امیر سبکتگین کو حاصل ہوئی اُدہر
پری کے ظلم سے لوگ عاجز ہو رہے تہے۔ اسلئے سب امیروں نے متفق ہوکر امیر سبکتگین کو
غزنیں کا امیر بنایا۔ اگر امیر بلکاتگین کے سکّے نہ ملتے تو سبکتگین غزنیں کا اول امیر شمار ہوتا +
جب امیر سبکتگین مسند حکومت پر بیٹہا تو حصار بست پر امیر طغان متولی ہوا مگر توزکان نے جو اہل سامان
میں تہا قلعہ بست کو غصب کیا۔ اور طغان کو نکال دیا۔ امیر سبکتگین کی درگاہ میں طغان نے التجا
کی کہ اگر آپ معاونت کرکے قلعہ بست پر میرا تسلط کرادیں تو میں آپکا عمر بھر خدمتگار اور باج گزار
رہونگا۔ امیر نے اُسکی درخواست کو منظور کرلیا اور لشکر بست پر لیجا کر توزکان کو شکست دی
اور طغان کو اپنے مقصود پر فائز کیا۔ مگر طغان نے جو وعدے کئے تہے اُنکے ایفا میں تغافل اور
تساہل و تعلل کیا اور امیر سبکتگین کو اس کی حرکات و سکنات سے مکر و خدعہ کی علامتیں مشاہدہ ہوئیں
ایک دن صحرا میں شکار میں وہ اور امیر سبکتگین ساتہہ تہے کہ رستے میں امیر نے خراج معہود کا تقاضا
شدید کیا۔ طغان نے اسکا جواب ناصواب دیا اور تلوار کھینچکر امیر کا ہاتھہ مجروح کیا۔ امیر نے
زخمی ہاتہہ سے تیغ کھینچ کر طغان کے ماری اور دوسرے ہاتہہ سے کام تمام کرتا کہ ملازموں نے بیچ بچاؤ
کر دیا۔ طغان فرصت پاکر کرمان کو ایسا بھاگا کہ پہر اسکو اس ملک کا دیکھنا خواب میں بھی میسر
نہیں ہوا۔ امیر نے بست پر قبضہ کرلیا۔ اس بست کی فتح سے بڑا فائدہ امیر کو یہ ہوا کہ ابو الفتح
علی بن محمد جو انواع فنون سے خصوص صنعت و کتابت میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تہا اور توزکان

دبیر تھا وہ خانہ نشین تھا اُسکو تلاش کرکے بلوایا اور اپنی خدمت میں رکھا۔ اور اُسکو وزیر مقرر
کرنا چاہا مگر اُسنے اس خیال سے کہ اس پیرانہ سالی میں میرے دشمن اس منصب عالی سے پیدا
ہونگے عذر کرکے امیر سے علیحدہ ہوگیا +

فتح قصدار +

قصدار غزنین کے قریب تھا۔ اسکا امیر اپنی حصانت قلاع پر مغرور تھا امیر سبکتگین نے
اسپر لشکر کشی ایسی کی کہ نہ آنکھوں کو سونے دیا نہ بدنکو آرام لینے دیا۔ لشکر کو بقدر ضرورت
فرصت آرام یاد دی اور امیر قصدار کو اسطرح پکڑ لیا جیسے کہ بھیڑ کو مہمان کے لئے کباب بنانے کیواسطے
پکڑتے ہیں پھر اُسکو اپنے الطاف کریم سے اس ملک میں اس شرط پر مقرر کردیا کہ مال مقررہ
ہر سال بھیجا کرے۔ اور خطبہ میں اسکا نام پڑھوایا کرے۔ جب ان لڑائیوں سے فراغت ہوئی
تو وہ دیار ہند کی طرف ۳۶۷ھ میں متوجہ ہوا۔ امیر سبکتگین کی فتوحات ہند کا پیچھے بیان کرینگے
اول یہ بتلاتے ہیں کہ ہندوستان کی فتح میں کیوں توقف ہوا +

ہندوستان کی فتح میں مسلمانوں کو دیر ہونیکے اسباب +

باب دوم سے تمکو یہ معلوم ہوگا کہ ہندوکش سے مغرب کی طرف ایشیا میں اور افریقہ
جنوبی یورپ میں اسپین اور پرتگال تک اسلام کے اعلام فتح و ظفر قائم ہوگئے مگر پنجاب میں ایک
چپہ زمین کا قدم کے پنجہ کی برابر بھی مسلمانوں کو نہیں ہاتھ لگا۔ اتنے عرصہ تک جو توقف ہندوستان
کی فتح میں ہوا اسکا ایک سبب تو یہ تہا کہ ہند میں بعض قومیں بڑی جوانمرد اور دلاور رہتی تھیں
اس بات کو تم باب سوم میں تاریخ ہند و سندھ کو پڑھ کر سمجھ سکتے ہو کہ سندھ کے رجپوتوں نے
مسلمانوں کا کیسا مقابلہ دلیرانہ کیا۔ اہل عرب ہی کی شجاعت تھی جو انکو زیر کیا۔ دوسرا سبب یہ ہے
کہ ہندوؤں کے راج کا جنگی انتظام ایسا مسلسل تھا کہ وہ بیگانہ حملہ آوروں کو بڑے الجھیڑے میں
پھنسا کر انکو کامیاب نہیں ہونے دیتا تھا۔ ہندوستان کو بندھیاچل پہاڑ نے دو شمالی اور جنوبی
حصوں میں تقسیم کردیا ہے اور اس پہاڑ کے جنگلوں اور پہاڑیوں نے اُتر اور دکن کے درمیان
ایک دیوار کھڑی کردی ہے بندھیا کے شمال میں تین گروہوں کے راجا وادیان عظیم میں
راج کرتے تھے سندھ کے میدانوں اور جمنا کے اوپر کے حصوں میں بالکل راجپوت سلطنت کرتے
تھے سنسکرت میں جسکو ملک کے مدھیا دیش (زمین متوسط) کہتے ہیں وہ سربر بلوان راجوں میں

منقسم تھا اور ان راجوں کے راجاؤں کا مہاراج قنوج کا مہاراجہ تھا۔ دریائے گنگ کے زیریں وادی میں پہاڑ سے نیچے بدھ مذہب کے راجہ پال کے خاندان کے راج کرتے تھے بنارس سے بنگال تک تمام ملک انھیں کی قلمرو میں تھا۔ اب ہندوستان کے دکن میں مشرقی اور بیچ کے اضلاع میں بڑی جنگجو اور تند خو پہاڑی قومیں بستی تھیں مغربی انتہا میں بمبئی کے ساحل کی طرف مالوہ کی ریاست ہندوؤں کی تھی جسکا راجہ بکرماجیت ہندو راجاؤں کا آفتاب مشہور ہے۔ اسکا زمانہ علم و فضل کا شہرہ آفاق ہے۔ اس ریاست کے جاگیردار بڑے جنگجو دلیر تھے ہندوستان میں بندھیاچل کے دکن میں بڑے بڑے راجہ سپاہی جو سپاہی پیشہ تھے گروہ آریا قوم میں سے نہ تھے انکے تین گروہ تھے۔ چیرا۔ چولا۔ پانڈیا یہی اس ملک میں بادشاہی کرتے تھے +

ان راجوں کے مجموعہ کا گروہ خواہ وہ اتر میں ہو یا دکن میں آپس میں اتفاق کر کے بیگانہ حملہ آوروں کے مقابلہ کرنے کی قوت پیدا کر لیتا تھا اور جب کئی گروہ اور ان کی افراد متفق ہو جاتی تھیں تو انکا فتح کر کے مغلوب کرنا اور بھی تکان اور محنت و مشقت کا کام ہو جاتا تھا۔ اگر ان گروہوں کے مجموعہ پر فتح بھی حاصل کر لی جاتی تھی تو پھر ہر گروہ سے اور ہر گروہ کی افراد سے جدا جدا لڑنا پڑتا تھا۔ پھر بعد فتح کے بھی ہر راج میں سرکشی و گردن کشی کا مادہ موجود رہتا تھا یہی سبب ہے کہ سندھ میں باوجود سخت سعی و کوشش کے مسلمانوں کی سلطنت کی ترقی بڑی آہستہ آہستہ ہوئی تین صدی بعد شمال و مغرب سے دو بڑے زبردست حملہ آوروں کی سعی سے ۹۷۷ء و ۱۰۳۰ء کو درمیان پنجاب کے سرحدی حصہ پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی اور ۱۵۶۵ء میں تالی کوٹ کی فتح سے دکن میں مسلمانوں کو مستقل حکومت ہوئی اور پھر سو برس کے بعد ۱۶۵۰ء میں ہندوؤں کی قوم مرہٹہ نے وہ سر اٹھایا کہ سلطنت مغلیہ کو ہندوستان میں خاک میں ملا دیا شمالی ہند میں بھی شہنشاہ اکبر کے عہد میں مسلمانوں کی سلطنت پوچھو تو اچھی طرح قائم ہوئی ورنہ ہندو اپنی سلطنت کے لئے اکثر مسلمانوں سے لڑتے رہے +

جب بست و قصدار کی فتح سے امیر سبکتگین کو فرصت ملی تو دیار ہند کی طرف ۹۷۶ء میں توجہ ہوئی اور ہند کے چند قلعے ایسے فتح کئے کہ جہاں اہل اسلام کے گھوڑوں کے سم نہ اونٹوں کے

تدھر پہرے تھے ان قلعوں میں جا بجا مساجد بنا کر اور تاخت و تاراج سے جو غنائم ہاتھ لگیں اُن کو
لیکر غزنین کیطرف مراجعت کی سندھ پنجاب میں اسوقت راجہ جیپال راجہ تھا۔ ولایت لاہور سے لیکر لمغان
تک اور کشمیر سے ملتان تک اُسکی قلمرو تھی [illegible] اسلیے کیا تھا کہ اہل اسلام کو آگے بڑھنے سے
روکے جب اُسنے سنا اور دیکھا کہ [illegible] اہل اسلام اُسکے ملک پر دست درازیاں کرتے ہیں اور اُن کی ہمسایگی
ذات [illegible] ملک کا خطرہ ہے تو نہایت مضطرب و بیقرار ہو کر جیپال جنگ جوئی کے لیے
اپنے دیکھی لشکر اور ہاتھی جمع کرکے لمغان کے میدان میں مسلمانوں سے لڑنے کے لیے آمادہ ہوا
یہ لمغان کا میدان کابل اور پشاور کے درمیان واقع ہے۔ امیر سبکتگین نے غزنین سے جنبش کرکے
خیمے ڈیرے اسی میدان میں جا لگائے۔ دونوں لشکروں میں چند روز تک کارزار میں خوب ہاتھ چلے
مگر کوئی غالب مغلوب نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اس لڑائی میں محمود غزنوی بھی اپنے باپ کے ساتھ شریک
تھا اور طفلی میں وہ جوانمردی کے کام کرتا تھا کہ بڑے بڑے سورما بہادر اُنکی عقل انہیں حیران
تھی۔ یہ ہنگامہ رزم گرم تھا کہ ایک از غیبی گولہ سر آن کر پڑا یعنی وہ باد و باراں کا طوفان آیا کہ دن کی
رات ہو گئی اور وہ برف شدت سے پڑی اور سردی لگی کہ خون سرد ہو کر رگوں میں جم گئے مسلمان اُسکے
عادی تھے مگر بیچارے ہندوؤں نے اس سردی کی آفت کبھی اُٹھائی نہ تھی ہزاروں سپاہی اور جانور
اکڑ گئے سیکڑوں کے ہاتھ پاؤں رہ گئے۔ یہ وہی میدان ہے جہاں سردی کے ہاتھوں سے یہی تکالیف لشکر
ہند نے انگریزی افسروں کے ماتحت نو سو برس بعد اٹھائی۔ ایک کہانی مشہور ہے کہ ان پہاڑوں
میں ایک چشمہ تھا کہ جب اُسمیں کوئی ناپاک چیز ڈالتے تھے تو اتنی برف پڑتی تھی کہ شہر کے شہر
دب جاتے ہیں۔ اس چشمہ کی خبر ایک بڑھیا نے امیر کو دی تھی جسنے اسمیں نجاست ڈلوا کر یہ پاک کام
کیا تھا گو اُسکی اصل کچھ نہ تھی مگر ہندوؤں کے ڈرانے کے واسطے یہ ڈھکوسلا بھی بڑے کام کا تھا۔
غرض اب سارے لشکر میں جاڑے کی دہائی پڑ گئی جیپال نے لاچار ہو کر سبکتگین پاس پیغام صلح
بھیجا سبکتگین صلح پر راضی تھا مگر محمود کہ جوانی کے زوروں میں بھرا ہوا تھا اس صلح کا مانع ہوا
اسلئے یہ کام صلح کا کھٹائی میں پڑ گیا۔ پھر جیپال نے اپنے ایلچی محمود پاس بھیجا۔ اور یہ لکھا کہ
آپ کو معلوم ہے کہ راجپوتوں کا ایک دستور ہے کہ مایوسی اور اضطراب کی حالت میں جب دیکھتے ہیں

ستیں میں کوئی راہ گریز دشمن سے نہیں رہی - تو جو کچھ اُن پاس نقد و جنس ہوتا ہے اُسکو آگ میں
جھونکتے ہیں ہاتھی گھوڑوں اور مویشی کو اندھا کرتے ہیں غرض کوئی چیز سلامت نہیں
اہل و عیال کو آگ میں ڈالتے ہیں پھر ایک دوسرے سے وداع ہوتے ہیں اور [illegible]
لڑتے ہیں کہ سب کے سب مرکر خاک میں ملجاتے ہیں اسی کو دین دنیا کی سرخروئی جانتے ہیں خوب
سمجھ لو کہ اگر تمھارے لشکر کے لوگونکو ہماری یہاں کی طمع صلح کرنے [illegible]
تم پچتاؤگے - نقد و جنس کی جگہ راکھ کا ڈھیر پاؤگے قیدیوں [illegible]
ہڈیاں مردونکی دیکھیے گے - ہاتھیونکی جگہ کچھ اور پتھر پاؤگے غرض [illegible]
سوا کچھ خاک ہاتھ نہ آئیگا اگر صلح کرلوگے تو ہم پر بہت دباکر [illegible]
مایوس کرنا اچھا نہیں معلوم نہیں آگے کیا ہو غرض جاپ نے چیدونو صلح پر راضی [illegible]
معتبر رشتہ دار اور عزیز یہاں سبکتگین پاس چھوڑے اور امیر کے [illegible]
دار السلطنت میں جاکر بموجب عہد نامے کے ہاتھی گھوڑے مال دولت حوالہ کرے [illegible]
جیپال نے یہ تباہی وہاں اٹھائی تھی اور خراج دینے کے وعدے پر رہائی پائی تھی [illegible]
میں جب پہونچا سب قول قرار بھول گیا خراج نہ بھیجا سبکتگین کے آدمیونکو قید کرلیا اور کہا
جبتک امیر میرے آدمیونکو نہ چھوڑیگا میں ہرگز اُسکے آدمیونکو نہ چھوڑونگا اُسوقت میں دستور تھا
کہ راجہ کے دربار میں کیسا پنڈت اور چھتریونکے سردار کھڑے ہوتے تھے - اور مہمات اور معاملات
ملکی میں رائے دیتے تھے چھتریونکو راجہ کی یہ حرکت ناپسند آئی اُنھوں نے عرض کیا کہ مردونکو بات
پاس چاہیے بچن کا توڑنا ایسا پاپ ہے کہ بیتا گھوڑی پر چڑھ کر گردن دباتی ہے اس حرکت ناروا
سے باز آئیے اور خراج امیر کا بھجوائیے - مگر پنڈت صاحبوں نے نہ برف و باراں کی سردی
دیکھی تھی نہ تلوارونکی آنچ کے نیچے آئے تھے - اُنھوں نے یہ صلاح دی کہ راجہ کا جگت میں منھ
کالا ہو جائیگا اگر خراج بھجوائیگا شامت اعمال سے یہی صلاح جیپال کو بھی پسند آئی اور جب
اس معاملہ کی خبر سبکتگین کو پہونچی - اول اُسکو یقین نہ آیا - یہ سمجھا کہ یہ خبر ہوائی ہے اور یونہی
لوگوں نے اڑائی ہے - مگر جب متواتر یہی خبر کان میں آئی تو اُسکو یہ امر نہایت شاق معلوم ہوا

اس بدعہدی کے انتقام لینے کے واسطے لشکر ونکو جمع کیا اور ایک دریا کی طرح امڈا ہوا ہندستان پر
چڑھ آیا اور سرحدی مقامات پر ایک آفت برسا دی اور پانی پھیر دیا +

جب جے پال کو یہ خبر پہونچی تو اُسنے دلی اجمیر کالنجر قنوج کے راجاؤں کو چٹھیاں لکھیں کہ سبکتگین
اس طرح پنجاب پر چڑھا ہے۔ پنجاب ہی ہمیشہ سے سب بھائیونکا سپر بنا ہے۔ اب مناسب ہے کہ ہم سب
ملکر اِس ٹکر کو روکیں نہیں وہ سارے ملک میں پانی پھیر دیگا۔ غرض ان سب راجاؤں نے اپنا انتخابی لشکر
بہت سے مال و خزانہ کے ساتھ جے پال پاس بھیجدیا اور یہ جان لیا کہ ہماری عزت اور آبرو سلطنت
کی بقا جے پال کی جڑ پر موقوف ہے۔ اسلیئے اعانت اور معاونت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نکیا
وہ ایک لاکھ سوار اور پیادے بیشمار سندھ کے پار لگیا اور لمغان کے میدان میں امیر سبکتگین کے لشکر کے
سامنے ڈیرے خیمے ڈال دیئے۔ امیر سبکتگین دشمنوں کی کیفیت اور کمیت دیکھنے کے واسطے ایک ٹیکری پر
چڑھا ہوا۔ وہاں دیکھتا ہے کہ جہانتک نظر کام کرتی ہے لشکر ہی لشکر دکھائی دیتا ہے۔ مگر اس سے
اُسکو کچھ ہراس نہوا۔ اور سمجھا یہ سب بھیڑیں ہیں میں قصاب ہوں یہ کلنگوں کی قطاریں ہیں
اور میں شاہین ہوں۔ اب اُسنے سب سرداروں کو بلایا اور جہاد کا وعظ سنایا اور سب سے زیادہ عمدہ تدبیر
لڑائی میں یہ کام میں لایا کہ پانچ پانچ سو سوار ونکا غول ایک ایک افسر کے نیچے مقرر کیا اور حکم دیا کہ
باری باری سے لڑیں ایک غول لڑائی کے میدان میں جائے جب تھک جائے تو واپس آ جائے
اور دوسرا تازہ دم اُسکی جگہ جائے۔ یہ حکمت اُسکی ایسی کارگر ہوئی کہ ہندوؤں کے لشکر میں باوجود
کثرت کے ضعف معلوم ہوا اور جب اُنکے پیر اکھڑے تو سارے لشکر نے دفعتاً حملہ کیا اور ہزاروں کو
مار ڈالا۔ اور سبکو بھگا دیا۔ اٹک تک اُنکا تعاقب کیا۔ لشکر اسلام غنیمت کے مال سے مالا مال ہو گیا۔ گرد
نواح کے پرگنوں سے جو لاہور کی سلطنت میں داخل تھے بہت سا محصول وصول ہوا۔ راجہ کے ملک پر
دریائے اٹک تک قبضہ اور تصرف کیا اور پشاور میں دس ہزار سپاہیوں کو ایک افسر کی ماتحت چھوڑا

ان لڑائیوں کے بعد لمغان کے افغان اور خلجی بھی امیر سبکتگین کے مطیع ہوئے
اور اُسکی سپاہ میں بھرتی ہوئے۔ ان مہمات کے بعد امیر اپنی ریاست کے
انتظام میں مصروف ہوا +

اس زمانہ میں کہ ہندوستان میں امیر سبکتگین کو یہ فتح حاصل ہوئیں امیر نوح بن منصور سامانی نے ابو نصر فارسی
کو امیر سبکتگین پاس بھیجا کہ فائق امیر بخارا نے جو خرابیاں اسکے ملک میں مچا رکھی ہیں اس سے مطلع کرے اور
اور معاونت کی درخواست کرے آل سامان کی اس بےسامانی کا حال سن کر سبکتگین کی رگ حمیت حرکت میں آئی
اور وہ فوراً ماوراءالنہر کو روانہ ہوا۔ امیر نوح بھی ولایت سرخس میں پیشوائی اور استقبال کے لئے آیا
امیر سبکتگین نے ملاقات سے پہلے یہ التماس امیر نوح سے کی کہ ضعف پیری کے سبب سے مجھے گھوڑے پر سے اترنے
اور رکاب پر بوسہ دینے سے معاف فرمایئے۔ امیر نوح نے اسکی التماس کو قبول کیا۔ مگر جب امیر سبکتگین کی
نظر امیر نوح کے طلعت پر پڑی تو ہیبت شاہی نے بے اختیار اسکو گھوڑے پر سے اتروایا اور رکاب پر بوسہ
دلوایا۔ امیر نوح اس سے بہت خوش ہو کر گلے ملا غرض ان دونو سعادتمندوں کے ملنے سے خاص و عام کے
دلونکو راحت ہوئی۔ اور ایک جلسہ صحبت بے نظیر منعقد ہوا بعد فراغت ضیافت و مجالست کے انتظام
امور مملکت میں گفتگو ہو کر یہ قرار پایا کہ امیر سبکتگین غزنین جائے اور سپاہ کو تیار کر کے لائے۔ وہ غزنین کو
روانہ ہوا اور امیر نوح بخارا کو گیا۔ جب فائق کو جو امیر ابو علی سیمجوری کے پاس پناہ لئے گیا تھا یہ اطلاع ہوئی
تو اُسنے اپنے خواص سے مشورہ کیا کہ اگر کام بگڑے تو کہاں پناہ لینی چاہیئے یہ قرار پایا کہ فخر الدولہ دیلمی کے
پاس پناہ لینی چاہیئے اُسنے رشتہ اتحاد و وداد مستحکم ہے۔ اس اثناء میں امیر سبکتگین بلخ میں آیا اور امیر نوح
بخارا سے چلکر اُس سے ملا۔ فائق اور امیر ابو علی سیمجوری لشکر گراں لیکر روانہ ہوئے اور ہرات کے پاس
میدان میں لڑائی ہوئی امیر سبکتگین نے دشمنوں کو شکست دی اور انکو بے سر و سامان بھگا دیا۔ فائق
اور امیر ابو علی سیمجوری بھاگ کر نیشاپور میں گئے۔ اس فتح کے صلہ میں امیر نوح نے سبکتگین کو ناصر الدین
کے خطاب سے اور سلطان محمود کو سیف الدولہ کے لقب سے مشرف کیا اور منصب امیر الامرائی کا
جو ابو علی سیمجوری کو عطا ہوا تھا وہ سیف الدولہ کو دیا گیا اور امیر نوح کامیاب و کامران بخارا کو
روانہ ہوا اور ناصر الدین سبکتگین غزنین میں آیا اور سیف الدولہ سلطان محمود تنہا نیشاپور میں رہا
جب امیر ابو علی اور فائق نے سلطان محمود کو تنہا دیکھا تو پہلے اسنے کہ اسکے باپ پاس سے کمک آئے اُسسے
لڑائی کا قصد کیا۔ اور اُس پر فتح حاصل کر لی جب امیر سبکتگین کو اسکی خبر ہوئی وہ سپاہ کو لیکر
نیشاپور میں پہنچا۔ اور حوالی طوس میں امیر ابو علی اور فائق سے لڑائی ہوئی امیر سبکتگین نے پھر ان

دونو کو شکست فاحش دی۔ مگر بو علی سمجوری اور فائق جان سلامت لے گئے اور قلعہ سلات میں چلے گئے
اس فتح کے بعد امیر ناصر الدین سبکتگین مسند فرمانروائی پر فراغت کے ساتھ متمکن ہوا۔ فائق بغرا خاں کے
جانشین ایلک خاں پاس چلا گیا اور اس ایلک خان کے دباؤ و زور سے نوح اور فائق میں
صفائی ہو گئی اور وہ سمرقند کا حاکم مقرر ہوا۔ جب نوح نے انتقال کیا تو ایلک خاں نے بخارا پہ حملہ
کیا اور فائق حاکم سمرقند اُسکا ممد و معاون ہوا اور اُسنے پادشاہ منصور ثانی کو اس بات پر
مجبور کیا کہ تمام اختیارات سلطنت کے فائق کو تفویض کر دے +

خصائل امیر ناصر الدین سبکتگین

روضۃ الصفا میں سبکتگین کی خصائل کو اسطرح بیان کیا ہے کہ آئین سلطنت پادشاہی میں
آراستہ اور کوشش میں شیر کی مانند بالکل عفیف بخشش میں مثل ابر ہمہ کرم ہنگام داد میں با دہندہ
قوی اور ضعیف پر اور آفتاب کی مانند درخشندہ و نسیم و شریف پر ہمت میں دریا کہ دہش میں
کاہش سے نہیں ڈرتا تھا تہوّر میں سیل کہ نشیب و فراز سے کچھہ پرہیز نہ تھا ظلمت حوادث میں اسکی
رائے روشن ستارہ کی طرح رہنما۔ اسکی تلوار مفاصل اعدا میں قضا کی مانند گرہ کشا اسکی شمائل
میں نجابت و شہامت پیدا اسکی حرکت و سکون میں دلائل یمن و سعادت ہویدا +

۳۸۷ھ میں حدود بلخ کے اندر ترمذ میں سبکتگین کے سر پر موت نے اپنا گھوڑا دوڑایا۔ اسکی عمر
۵۶ برس کی تھی لاسکا جنازہ عماری میں غزنین گیا اور وہاں دفن ہوا۔ اسنے بیس سال حکومت
کی اور اُسکی اولاد میں چودہ پادشاہ ہوئے جو لاہور اور اُسکی نواح پر متصرف و متسلط ہوئے۔
اس امیر کا وزیر ابو العباس فضل بن احمد سفرائینی تھا ضبط امور مملکت اور سرانجام مہام سپاہ و
رعیت میں کمال رکھتا تھا +

امیر سبکتگین اپنی موت سے چار روز پہلے شیخ ابو الفتح بستی سے یہ کہتا تھا کہ ہمارا اور ہمارے
اعراض و امراض کا حال بعینہ قصاب و بھیڑوں کا سا ہے جب بھیڑ کو پہلے پہل گھٹنے تلے قصائی باندھتا ہے
وہ بیچین ہو کر تڑپتی ہے۔ مگر جب وہ اون کتر کر چھوڑ دیتا ہے تو پھر اچھلنے کودنے لگتی ہے جب
یہی نوبت دو چار دفعہ اُسپر گذرتی ہے تو وہ قصائی سے بیخوف و خطر ہو جاتی ہے جب اُس کو
ذبح کرنے کے لئے لٹاتا ہے تو یہ جانتی ہے کہ اون کتر کر تھوڑی دیر میں وہ مجھے چھوڑ دیگا

لیکن وہ چُھری پھیر کر جان نکال لیتا ہے پس اسی طرح انسان بار بار بیمار ہو کر اچھا ہو جاتا ہے تو مرض الموت میں بھی صحت کی امید پر مسرور اور اجل سے غافل ہوتا ہے کہ موت جان شیریں کو باد فنا میں اُڑا دیتی ہے ؛

دو ایک حکایتیں لکھتی ہیں گو وہ پایۂ تاریخ سے ساقط ہیں مگر ایشیائی مورخوں کی ان میں انسانیت اور آدمیت پائی جاتی ہے کہ وہ کسطرح تاریخ سے حسن اخلاق کی تعلیم کرتے ہیں۔ مشرقی ملکوں میں تاریخی واقعات سے ایسا اثر دل پر نہیں ہوتا جیسی ان حکایات سے جنکو مغربی ملکوں میں بالکل لغو و بیہودہ اور مشرقی بک بک کہتے ہیں۔ تاریخ بیہقی میں یہ حکایت سبکتگین اور اُس کے آقا کی لکھی ہے کہ جب امیر سبکتگین بخارا کو جاتا تھا تو راہ میں منزل خاکستر میں وہ فروکش ہوا اور بہاں صدقہ و خیرات میں بہت کچھ روپیہ دیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر پانچ چھہ آدمیوں سے ایک جگہ کو کھودنے کے لئے حکم دیا جب اُنہوں نے کھودا تو ایک لوہے کی میخ نکلی۔ امیر سبکتگین نے اُسے دیکھا اور گھوڑے پر سے اُترا اور بہت رویا اور جائے نماز منگا کر دوگانہ شکر الٰہی ادا کیا جب لوگوں نے اس حال کا سبب پوچھا تو اُسنے کہا کہ یہ قصہ نادر سُنو کہ جس آقا کی میں ملک میں تھا مجھے اور بارہ غلاموں کو جو میرے ہمراہ تھے جیحوں سے پار اُتار کر شہر قان میں وہ لے گیا اور اس جگہ ہی گورکانان میں لایا۔ یہاں کے بادشاہ نے سات غلام خریدے اور مجھے اور پانچ اور غلاموں کو نہ خریدا۔ پھر نشیاپور کی راہ میں مرو رود اور سرخس میں چار غلام اور اُسنے بیچے۔ اور میں اور ایک اور غلام باقی رہ مجھے سبکتگین دراز کہتے تھے۔ اور اتفاق سے میرے آقا کے تین گھوڑے میری ران کے نیچے زخمی ہو چکے تھے جب میں یہاں خاکستر میں آیا تو میرا گھوڑا زخمی ہو گیا۔ اسپر میرے آقا نے مجھے بہت مارا اور زین کو میری گردن پر رکھا اور قسم کھائی تھی کہ نشیاپور میں جو کچھہ تیری قیمت ملیگی میں وہیں بیچ ڈالونگا۔ اسی غم میں میں سو گیا کہ حضرت خضر کی زیارت ہوئی اُنہوں نے مجھے بشارت دی کہ تو بڑا نامور بادشاہ ہوگا جب پھر اس سرزمین پر آئیگا تو تیرے ساتھ بہت سا لشکر ہوگا اور تو اُسکا سردار ہوگا تو غم نہ کر شاد ہو جیسے پایگاہ بلند تجھکو نصیب ہے تو خلق خدا کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنا میں نے اُٹھ کر غسل کیا اور سجا میں رکعت نماز پڑھی اور اس میخ کو لیکر

یہاں نشانی کے لیے بیس گاڑ گیا صبح میرے آقا نے سفر کیا۔ مجھسے یہ میخ مانگی جب میں نہ دیسکا تو اُسنے تازیانوں سے مجھے خوب مارا اور پھر سخت قسم کھائی کہ جو قیمت تیری ملیگی وہ لیکر تجھے بیچ ڈالونگا۔ نشیاپور تک دو منزل پیادہ پا چلایا۔ وہاں الپتگین نے مجھے اور میرے دو یاروں کو خرید لیا جسمیں میں اس درجہ پر پہنچا کہ تم دیکھتے ہو۔

جامع الحکایات میں یہ حکایت لکھی ہے کہ نشاپور میں جب الپتگین کی خدمت میں سبکتگین رہتا تھا تو اس پاس ایک گھوڑے کے سوا کچھہ اور نہ تھا۔ وہ سارے دن جنگلوں میں پھرتا اور شکار کھیلتا۔ ایکدن اُسنے دیکھا کہ ہرنی اپنے بچے کے ساتھہ چرہی ہے۔ اُسنے گھوڑا دوڑا کے اس بچہ کو پکڑ لیا اور خوش خوش لیکر چلا۔ ہرنی نے بھی گھوڑے کا پیچھا لیا۔ اُسنے جو مڑکر پیچھے دیکھا کہ ہرنی اپنے بچے کے پیچھے حیران پریشان چلی آتی ہے تو اُسنے ترس کھاکر بچہ کو چھوڑ دیا۔ ہرنی اپنے بچے کے چھوٹنے سے خوش خوش جنگل میں جاتی تھی اور امیر کو بھی مڑ مڑ کر دیکھتی جاتی تھی۔ اسی رات کو امیر نے رسول خدا کی زیارت ہوئی جنہوں نے یہ فرمایا کہ اے امیر ناصر الدین تونے ایک بیچارے بےکس بےبس پریشاں حال جانور پر شفقت کی خدا نے تجھہ پر یہ مرحمت کی کہ اپنے دیوان میں منشور سلطنت تیرے نام لکھوایا تجھکو چاہیے کہ عام خلائق کے ساتھ بھی یہی شیوہ جاری رکھے اور صفت شفقت کو کسی حال میں نہ چھوڑے اسمیں سعادت دارین ہے۔ اکثر تاریخوں میں یہ حکایت بھی لکھی ہے کہ امیر ناصر الدین سبکتگین نے خواب میں دیکھا کہ اُسکے گھر میں آتشدان سے ایک درخت ظاہر ہوا اور ایسا بڑہا کہ اُسکے سایہ میں ایک خلق بیٹھہ سکتی تھی جب امیر جاگا اور خواب کی تعبیر سوچا تو اُسکے سمجھا کہ محمود کے پیدا ہونے کی بشارت اُسنے سُنی اس سے وہ بہت خوش ہوا کہ یہ میرا خواب محمود الابتدا اور مسعود الانتہا ہے۔ اس فرزند کا نام محمود رکھا۔ کہتے ہیں کہ سلطان محمود کا طالع حسب صنا مات لااسلام کا طالع کے ساتھہ موافق تھا + ہمیشہ سے ایشیائی مورخ ان خوابوں۔ فالوں۔ طالعوں کو تاریخ کا ایک دلکش جزو سمجھتے ہیں۔ مگر فرنگستانی انکو بالکل تاریخی پایہ اعتبار سے ساقط جانتے ہیں مثل مشہور ہے کہ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ محمود پر یہ مثل صادق آتی تھی وہ لڑکپن ہی سے ہونہار معلوم ہوتا تھا۔ نو عمری میں باپکے ساتھہ مہمات میں جاتا اور وہ آگے قدم بڑھاتا

+ محمود غزنوی کی ولادت ۳۶۱ھ

سلطنت امیر اسمعیل ابن امیر سبکتگین

ہاتھہ مارتا کہ پرانے تجربے کار سپہ سالار دیکھتے ہی رہ جاتے۔ ایام طفلی میں سبق اسنے خوب سیکھہ لیا تہا کہ زابلستان یعنی کوہستانی ملک جو غزنین کے گرد ہے اُسکے پہاڑی باشندوں سے ہندو راجاؤں کے بڑے بڑے لشکروں کو بھگا دینا کوئی بات نہیں لڑکپن میں ایک باغ دلکشا لگوایا۔ اور اسمیں مکان روح افزا بنوایا۔ ایک دن وہاں بڑا جشن کیا۔ اور پدر بزرگوار اور امرا ارکان دولت کو بلایا باپ نے باغ اور مکان دیکھہ کر پسند فرمایا اور یہ ارشاد کیا کہ ایسے باغ اور مکان تو اور بھی امیر بنوا سکتے ہیں تجھکو وہ عمارت تعمیر کرنی چاہیے کہ جسکی برابری کوئی دوسرا نہ کر سکے محمود نے پوچھا ای حضرت ایسی عمارت کونسی ہے اُسنے جواب دیا کہ وہ اہل علم و فضل کے دلوں کی تعمیر ہے جو کوئی نہال احسان اُنکے زمین دل میں لگائیگا اُسکا ثمر ہمیشہ پائیگا یہ نصیحت کی بات محمود کو ہمیشہ یاد رہی۔

امیر سبکتگین کا جب انتقال ہوا تو محمود کی عمر تیس برس کی تھی۔ اور وہ اسوقت نیشاپور میں تھا۔ امیر اسمعیل اُسکا چھوٹا بھائی باپکے پاس تھا بعض مورخ یہ کہتے ہیں کہ اُسنے میدان خالی پاکر تاج شاہی سر پر رکھا۔ مگر بعض کا یہ قول ہے کہ باپ کی وصیت کے موافق وہ قبۃ الاسلام بلخ میں تخت پر بیٹھا۔ الحاصل وہی بادشاہ ہوا اور خزانہ شاہی کا مالک ہوا۔ سپاہ کی دلجوئی اور امرا کی خاطرداری میں خزانوں کے منہ کھولدیے مقصود اسمیں یہ تھا کہ سب کے دل میں اُسکی جگہہ ہو۔ اور محمود کی طرف سے اُنکا دل برگشتہ ہو۔ مگر اس عطا پاش سپاہ اور امرا ارکان نے انصاف وہ دامن طمع دراز کیا کہ جسکا پر ہونا محال تھا۔ یہ سب حال جب محمود کو نیشاپور میں معلوم ہوا۔ تو اُسنے بھائی پاس ایک تعزیت نامہ لکھہ کر ابو الحسن حمجوی کے ہاتھہ بھیجا جسکا مضمون یہ تھا کہ امیر سبکتگین میرا تمہارا پشت پناہ اس دنیا سے رخصت ہوا ای برادر عزیز مجھے دنیا میں کوئی چیز تجھسے زیادہ عزیز نہیں ہے اگر تیری عمر بڑی ہوتی اور تو زمانہ کا تجربہ کار ہوتا امور سلطنت کے دقائق سے اور ثبات ملک و دولت کے قواعد سے ماہر ہوتا تو میری عین آرزو ہوتی کہ تو تخت پر بیٹھے۔ باپ نے جو تجھکو اپنا جانشین کیا وہ مصلحت ملکی تھی اگر تخت خالی رہتا معلوم نہیں کیا فساد برپا ہوتا تو پاس تھا اسلیے تخت پر بٹھا دیا۔ اب انصاف کی نظر سے تامل کر اور شریعت غرا کے بموجب دولت اور ملک کو تقسیم کر دار السلطنت میرے حوالہ کر بلخ خراسان کا ملک تیرے لیے صاف کیے دیتا ہوں مگر امیر اسمعیل نے یہ منصفانہ کلام بھائی کا نہ سُنا۔

اتفاقاً محمود نے سوائے لڑائی کے کوئی چارہ نہ دیکھا نیشاپور اور غزنین سے دونوں بھائی بارادۂ جنگ
چلے - ہر چند بعض امیروں نے چاہا کہ اسمٰعیل بھائی کا کہنا مان جائے اور لڑائی نہ ہو مگر یہ بات بن
نہ پڑی دونوں بھائیوں میں ایک سخت لڑائی ہوئی شکست کی محمود کے ہاتھ رہا غزنین فتح ہو گیا - اسمٰعیل
گرفتار ہوا ایک دن محمود نے بھائی سے اثنائے بات چیت میں پوچھا کہ اگر تو مجھ پر ظفریاب ہوتا تو میرا
کیا حال کرتا اس نے جواب دیا کہ کسی قلعہ میں تجھے بند کرتا مگر تیرے لئے آرام اور آسائش کا سب
اسباب مہیا کرتا - اسوقت تو اس بات کو محمود نے ٹال دیا مگر پھر اسمٰعیل کو جرجان کے قلعہ میں قید کیا
اور سب چین اور آرام کا اسباب اسکے لئے تیار کر دیا ساری زندگی قید میں بسر ہوئی +

سلطان محمود کا خراسان اور آل سامان سے لینا

جب سلطان محمود کو بھائی کی لڑائی سے فراغت ملی تو وہ بلخ کی طرف متوجہ ہوا اسکی توجہ
یہ تھی کہ وہ خراسان میں امیر الامرائی کا منصب آل سامان کی طرف سے رکھتا تھا اور امیر منصور نے
بکتوزون کو تفویض کر دیا تھا - سلطان محمود نے بخارا میں امیر منصور کے پاس ایلچی بھیجا اور اپنی
رنجش کا اظہار کیا امیر نے یہ جواب دیا کہ بلخ و ہرات و ترمذ کی امارت تم کو دی گئی اور بکتوزون کو
خراسان کی - وہ بھی ہماری دولت کا بندہ ہے اسکو معزول کرنا مناسب نہیں سلطان نے ابو الحسن
حموی کو بہت سے تبرکات اور تحائف دیکر بخارا بھیجا اور امیر منصور سے یہ پیغام کیا کہ مجھے ایسی توقع ہے کہ
آپ کی اور میری دوستی کا سرچشمہ بے اتفاقی کی خس و خاشاک سے مکدر اور تیرہ نہیں ہوگا اور میرے
حقوق اور میرے باپ کے حقوق آل سامان پر ہیں جو ضائع نہیں جائینگے اور رشتۂ الفت گسستہ نہ ہوگا
اور بنائے متابعت و مطاوعت منہدم نہیں ہوگی جب ابو الحسن حموی بخارا میں پہنچا تو امیر منصور نے اسکو
منصب وزارت کی نوید سنائی - وہ تو سفارت کو چھوڑ اپنی وزارت کے شغل میں مصروف ہوا پیغام کے
جواب کی طرف اصلا متوجہ نہ ہوا سلطان بالضرور نیشاپور کو روانہ ہوا جب اسکے ارادہ پر بکتوزون
واقف ہوا تو کسی طرف سرک گیا اور ایک عرضداشت بخارا بھیجکر حقیقت حال لکھ بھیجا ادھر امیر منصور
غرور جوانی کے زور کے سبب سپاہ جمع کر کے خراسان کی طرف روانہ ہوا اور سرخس تک برابر
چلا گیا کسی جگہ نہیں ٹھیرا سلطان محمود اگرچہ تنہا اسکی سپاہ سے مقابلہ کرنے کی طاقت امیر منصور سے کم نہیں
رکھتا لیکن کفران نعمت کی بدنامی کا اندیشہ سے خوف کر کے نیشاپور میں سے چلا آیا اور مرغاب

میں گیا۔ بکتوزون نے فائق کی صلاح سے عذر مچایا اور امیر منصور کو گرفتار کرکے اندھا کیا اور عبد الملک کو جو خرد سال تھا تخت پر بٹھایا۔ سلطان محمود سے ڈر کر مرو کو چلا گیا۔ سلطان نے اسکا تعاقب کیا۔ بکتوزون اور فائق دونوں نے ملکر سلطان کا مقابلہ کیا۔ سلطان محمود کو فتح ہوئی۔ ان دونوں کو شکست ہوئی عبد الملک کو فائق لیکر بخارا میں پہونچا۔ اور بکتوزون نے نیشاپور کی راہ لی اور کچھ دنوں بعد بخارا میں آیا اور پراگندہ لشکر کے جمع کرنے کی فکر میں ہوا۔ اس اثنا میں فائق بیمار ہوکر مر گیا۔ اور ایلک خان کاشغر سے بخارا کی طرف متوجہ ہوا۔ عبد الملک اور اسکے تمام متعلقین کا کام تمام کیا اور دولت آل سامان کو جو ایکسو اٹھائیس سال تک فرمانروا رہی انتہا کو پہونچایا۔ اور سلطان محمود بلخ خراسان کی حکومت میں مصروف ہوا۔ چاروں طرف اسکی جوانمردی اور شجاعت کی دھوم مچ رہی تھی خلیفہ بغداد القادر باللہ عباسی نے خلعت گراں مایہ ارسال کیا۔ امین الملۃ یمین الدولہ کا خطاب اسکو دیا۔ ۳۸۹ھ میں بلخ سے ہرات میں اور ہرات سے سیستان میں آیا۔ یہاں کے حاکم خلیف بن احمد کو مطیع کرکے غزنین میں آیا۔ پھر اسی زمانہ میں ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا اسکے چند قلعے لے لئے اور غزنین کو پھر چلا گیا۔ ماوراءالنہر میں آل سامان کو ایلک خاں نے خلاص کیا اور فتحنامہ سلطان محمود کو لکھا اور مملکت خراسان پر حکمرانی کی مبارکباد دی۔ ان دونوں بادشاہوں میں دوستی و یگانگی کمال استحکام ہوئی سلطان محمود نے بھی ابوالطیب سہل بن سلیمان کو سفیر بنا کے ایلک خاں پاس بھیجا اور اسکو بہت جواہر تحفے بھیجے۔ غرض مدتوں تک ان دونوں بادشاہوں میں دوستانہ خط و کتابت رہی اور تحفہ تحائف ایک دوسرے پاس بھیجتے رہے۔ آخر کو یہ محبت عداوت سے بدل گئی جسکا آئندہ بیان ہوگا +

اب سلطان محمود خود مختار ہوگیا آل سامان سے جو کچھ تعلق تھا اسسے بے تعلق ہوا۔ خطبوں و سکوں سے اسکا نام نکالا گیا۔ اسکی جگہ اپنا نام جاری کیا۔ سب طرح کے ارضی جھگڑوں سے فارغ ہوا سلطنت کا انتظام اور لشکر کا بندوبست کیا پھر وہ ارادہ کیا جو ان دنوں میں سلمانوں میں بڑا سمجھا جاتا تھا اور فیروز مند بادشاہوں کے شایان تھا یعنے اسلام کا ہندوستان میں پھیلانا اسکے ہندوستان پر بارہ حملے مشہور ہیں مگر وہ سترہ دفعہ ہندوستان میں آیا تاریخوں میں ان

مہمات میں اختلاف ہے جن مقامات پر وہ حملہ آور ہوا تاریخوں میں اُس کی املا ایسی مختلف ہیں کہ جنسے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ مقامات اب کہاں ہیں۔ سوا اسکے ترتیب مہمات میں اختلاف ہے کوئی کسی مہم کو اول لکھتا ہے کوئی اسکو پیچھے تحریر کرتا ہے۔ فرنگستانی محققین نے انکی ترتیب میں اور مقامات کی تشخیص میں اپنی فکر دقیق سے بہت عقدے حل کئے ہیں ہم انکو ہی لکھتے ہیں +

حملہ اول +

فرشتہ اور نظام الدین احمد نے لکھا ہے کہ سنہ ۳۹۰ھ کے قریب سلطان ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا ہے اسنے کئی قلعے فتح کئے اور انمیں اپنی طرف سے حاکم مقرر کئے۔ بعد ان فتوحات کے وہ غزنیں کو واپس آیا مگر اسکا ذکر تاریخ یمینی میں نہیں ہے +

حملہ دوسرا +

۳۹۱ھ / ۱۰۰۱ء میں سلطان دس ہزار چیدہ سوار لیکے غزنیں سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ پشاور کے قریب اسکے باپ کا قدیمی دشمن جیپال والی لاہور بارہ ہزار سوار اور تیس ہزار پیدل اور تین سو زنجیر فیل لے کر لڑنے کے لئے کھڑا ہوا مگر اُسنے شکست پائی اور اپنے پانچ ہزار آدمیوں کی جانیں گنوائیں۔ اور خود آپ پندرہ عزیزوں کے ساتھ اسیر ہوا۔ سلطان محمود نے بھٹنڈہ کے قلعہ کو فتح کر کے مسمار کیا۔ اسکے بعد سلطان غزنیں کو چلا آیا۔ اور راجہ جیپال کو ساتھ لایا۔ اسنے خراج و باج کا عہد و پیمان لیا۔ اور چھوڑ دیا۔ اُسکے عزیزوں سے بھی فدیہ لیکر رہا کیا جب راجہ رہا ہو کر اپنے ملک میں آیا تو شکست پہ شکست کھانے سے اور قید ہونے سے اُس کو شرم آئی یا کوئی مذہبی مسئلہ ایسا تھا کہ جب راجہ دو دفعہ دشمنوں سے ہزیمت اُٹھائے یا اُنکے ہاتھ میں قید ہو تو پھر راج کے قابل نہ رہے اور اس گناہ کا کفارہ آگ میں جلکر کرے۔ اُسنے راج کو اپنے بیٹے انندپال کو دیا اور خود جلتی آگ میں جلکر خاکستر ہوا +

فرنگستانی محققین نے قلعہ بھٹنڈہ کی تحقیق میں بہت جانفشانی کی ہے کوئی اُنمیں سے کہتا ہے کہ وہ ستلج پار تھا۔ محمود نے دروک ٹوک اس دریا کے پار اُتر آیا اور اُسکو فتح کر لیا۔ کرنیل ٹوڈ کہتے ہیں کہ وہ ہڑ آباد اور نامی مقام تھا اور لاہور کا راجہ کبھی لاہور میں یا اس قلعہ میں رہا کرتا تھا۔ سرجان الیٹ نے بعد تحقیق یہ فیصلہ کیا کہ قلعہ بھٹنڈہ کوئی نیا مقام نہیں ہے بلکہ وہ بارسند یا واہند ہے جیسا کہ تاریخ یمینی میں لکھا ہے اور یہ ایک مقام دریاء سند کے مغربی کنارہ پر مشہور معروف ہے۔ اٹک سے

پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے اور لاہور اور پشاور کے قدیمی شارع اعظم پشاور سے تین منزل کے فاصلہ پر واقع ہے وہ مشرقی قندہار کا دار السلطنت تھا۔ ابوالفدا اور بیرونی اور بیہقی نے سکندر اعظم کو اسکا بانی قرار دیا ہے۔ اب اسکو ہنڈ کہتے ہیں آگے معلوم ہوگا کہ اس بات کے ماننے سے کئی تاریخی عقدے حل ہوتے ہیں ٭

سلطان محمود ۳۹۳ھ میں سیستان میں گیا اور حنیف کے ہاں حاکم کو غزنین میں لے آیا۔ اور پھر ہندوستان کی طرف اسکی توجہ ہوئی ۳۹۵ھ میں بلدہ بھاطیہ یعنی بھٹنیر کی طرف روانہ ہوا۔ حدود ملتان میں دریائے سندھ سے گذر کر بھٹنیر کی دیوار کے نیچے پہونچا۔ اس شہر کی فصیل اونچی اور مضبوط تھی اور اسکے گرد خندق تھی۔ وہاں کے راجہ بجے رائے کو اپنے لشکر پر بڑا غرور تھا۔ ناصر الدین سبکتگین کی طرف سے جو سرحد پر حاکم مقرر تھے۔ نہ انکی وہ اطاعت کرتا نہ راجہ جیپال کی شرائط فرماں بری کو بجالاتا تھا۔ جب اسنے سلطان محمود کا لشکر دیکھا تو وہ اپنے شہر سے لشکر اور ہاتھیوں سمیت نکلا کر اسنے مسلمانوں کے لشکر کو ڈرائے۔ سلطان تین دن رات برابر اس سے لڑا اسمیں نہ معلوم ہوا کہ منصور کون ہے اور مقہور کون۔ اور قریب تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے۔ اسلئے چوتھے روز سلطان نے منادی کی کہ آج جنگ سلطانی ہوگی چاہیئے کہ جو آدمی نوکر ہیں یا غیر نوکر جوان و پیر سب لڑائی کے لئے مستعد ہوں اور میدان جنگ میں آئیں۔ راجہ بجے رائے یہ سن کر اپنے بتخانہ میں گیا اور اپنے معبود سے استمداد چاہی اور ہندوؤں کو تکمیل سلاح کے لئے حکم دیا۔ اور رزم گاہ میں بڑی شان و شوکت سے آیا مسلمانوں نے اسپر حملہ کیا۔ چاشت سے سہ پہر تک خوب حرب و ضرب ہی طرفین سے کشتوں کے پشتے لگے کسی لشکر پر آثار عجز و ضعف نہیں ظاہر ہوئے۔ سلطان محمود اول درگاہ معبود میں متوجہ ہوا۔ اور پھر اسنے خود دشمن کی سپاہ کے قلب پر حملہ کیا اور لشکر کو ہزیمت دی۔ راجہ بجے رائے حصار میں آیا حصار کا بھی سلطان نے محاصرہ کیا خندق کے بھرنے کا حکم دیا۔ راجہ ایسا مضطر اور متحیر ہوا کہ اپنے خاص ملازموں کے ساتھ رات کو پیادہ یا جنگل کو بھاگ گیا۔ اور کسی پہاڑی پر پناہ لینی چاہی سلطان نے سپاہ کو اسکے تعاقب میں بھیجا۔ انہوں نے جا کر راجہ کو ایسا گھیرا جیسے کہ گریبان گلے کو گھیر لیتا ہے۔ سوا اسکے چارہ نہ دیکھا کہ اپنے خنجر سے

اپنے تئیں آپ مارڈالا شعر زیستن چوں بکام خصم بود   مردان از زیستن بسے بہتر

یہ شہر اور اُسکے توابع ضمیمہ ممالک سلطانی ہوئے ۔ محمود غزنوی نے ۳۹۶ھ میں ملتان کی تسخیر کا ارادہ کیا

والی ملتان حمید لودہی امیر ناصر الدین سبکتگین کے ساتھہ اخلاص رکھتا تھا اور خدمات شائستہ

اُسکی بجالاتا تھا ۔ پوتا ابو الفتح داؤد بھی اپنے دادا کے طریقہ پر چلتا تھا اور سلطان کی اطاعت

کرتا تھا ۔ مگر جب بلدہ بھٹنیر کے محاصرہ میں سلطان مصروف تھا تو اُسنے خارج از عقل حرکات

شروع کیں ۔ صلاح وقت دیکھہ کر سلطان محمود اس سال تو کچھہ بولا نہیں دوسرے سال میں

سلطان محمود کو اسکی خبر ہوئی کہ ابو الفتح قرمطی اور اپنی خباثت نفس سے ملتان کے باشندونکو

قرمطی بنانا چاہتا ہی تو بندگان خدا کو الحاد اور زندقہ سے بچانے کے لئے اُسنے حکم دیا کہ مسلمانوں کا لشکر

تیار ہو ۔ وہ یہ لشکر لیکر ملتان کی طرف برسات میں روانہ ہوا ۔ بارش سے دریا چڑہے ہوئے

تھے اور دریاے سندھ اور اور دریا سوار ونکو عبور کے مانع تھے ۔ اس سے سلطان کے ہمراہیوں کو

دشواریاں پیش آئیں ۔ سلطان نے ہند کے راجہ انندپال سے درخواست کی کہ وہ اُس کو

اپنے ملک میں سے گذرنے دے ۔ راجہ نے درخواست کو منظور نہ کیا اور مقابلہ کے لئے کھڑا ہوا جسکا نتیجہ

اُسکے حق میں زہر ہوا ۔ اس وجہ سے سلطان کا یہ ارادہ ہوا کہ اول انندپال کا جھگڑا چکا دیجیے ۔

اور بیچا دکھائیے ۔ باوجودیکہ جنگلوں میں راجہ کا بڑا اقتدار تھا مگر سلطان نے درختوں کا کاٹنا اور

آگ لگانا اور آدمیونکو قتل کرنا ایسا شروع کیا کہ راجہ کہیں کا ہو کہیں بھاگتا پھرا ۔ جہاں جہاں

یہ راجہ بھاگ کے جاتا وہیں اُسکے تعاقب میں سلطان جاتا ۔ راجہ کے ملازموں کو کیا جنگل اور دروں نے

درندے شکار کرتے یا وہ بھاگ کر کشمیر میں پناہ لیتے سلطان نے دروں تک تعاقب کیا اور

انندپال کشمیر میں بھاگ گیا ۔ جب ابو الفتح والی ملتان نے راجہ انندپال کا یہ حال دیکھا کہ اسطرح

سلطان کے آگے بھاگتا پھرا تو اُسنے جانا کہ میری حقیقت کیا ہی کہ میں سلطان سے برسر مقابلہ آسکوں

اسلئے اُسنے یہ ارادہ کیا کہ جتنا مال ہے اس سب کو ہاتھیوں پر لادکر سراندیپ چلا جاؤں اور

سلطان کے لئے ملتان خالی چھوڑ جاؤں مگر سلطان کب اُسکو فرصت دیتا تہا ۔ اُسنے ملتان کا

محاصرہ کیا ۔ ابو الفتح متحصن ہوا ۔ سات روز تک محاصرہ رہا ۔ ابو الفتح نے منت سماجت کرکے

چوتھا حملہ فتح ملتان

ان شرائط پر صلح کرلی کہ بیس ہزار درم سرخ سال بسال نذر دیا کرونگا اور الحاد سے احتراز کرکے احکام
شرعی کو جاری کرونگا۔ سلطان نے ان شرائط کو اسلئے منظور کر لیا کہ ارسلان جاذب حاکم ہرات نے
قاصد دوڑا کر سلطان کو خبر دی تھی کہ لشکر ایلک یہانتک پہونچا ہے اور خرابی مچا رہا ہے۔ اس سبب سے
سلطان جلد غزنین کو روانہ ہوا۔ مہمات (بھٹنڈہ (واے ہند) راجہ سکھپال کے حوالہ کر گیا۔
جسکا آگے ذکر آئیگا۔ تاریخ کے اس حصہ میں قرمطی کا اکثر ذکر آئیگا اسلئے اسکا کچھ مختصر حال لکھتے ہیں

ہر مذہب کا یہ قاعدہ ہمیشہ چلا آتا ہے کہ جتنی مدت اُسپر گذرتی ہے اتنی اُس کی تفریق
ہوتی ہے یعنی بدعتی فرقے نئے نئے پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ مذہب اسلام بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہ
تھا۔ اسمیں بھی بدعتی فرقے پیدا ہونے شروع ہوئے بعض فرقوں نے وہ بدعات اختراع
کیں کہ اصل اسلام کا حصہ انکے مذہب میں تھوڑا ہی باقی رہا۔ ان بدعتی فرقوں میں سے فرقہ قرمطی ہے
وہ فرقہ اسمعیلیہ کی ایک شاخ ہے گو ان دونو فرقوں کے مسائل میں فرق بھی ہے مگر مورخ اپنی لاعلمی سے
ایسا انکو خلط ملط کرتے ہیں کہ معلوم نہیں ہوتا کہ انکی مراد کس فرقہ سے ہے۔ ایک لفظ ملاحدہ کا وہ لکھتے
ہیں جسمیں اس قسم کے سب بدعتی فرقے داخل ہوتے ہیں ایک شخص عبد اللہ بن میمون نے جو ایرانی
تھا مذہب اسماعیلیہ کو اختیار کیا۔ اسنے عرب کے غلبہ ہی کے مٹانے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ اسلام اور
سارے مذہبوں کے خاک میں ملانے کا قصد کیا۔ وہ وعظ سے بھی تعلیم کرتا تھا کچھ باطنی بھی تلقین
کرتا تھا۔ اُسکے مذہب کا خلاصہ یہ تھا کہ سارے مذہب بیہودہ ہیں اس دُنیا اور عقبی میں نیک اعمالی
کی جزا نہ بداعمالی کی سزا ہے +

اِس عبد اللہ کے مریدوں میں سے احمد تھا جسکا نام بعد ازاں قرمط ہوا۔ اسکا عروج ۲۷۸ھ
میں ہوا وہ قرمطی مذہب کا بانی ہے۔ قرمط کے معنی عربی میں خط کے باریک و تنگ لکھنے
کے ہیں اور کام کے نزدیک رکھنے کی۔ اسی سبب سے احمد کو قرمط کہتے تھے کہ وہ پوشیدہ و باریک طور پر
مذہب سکھاتا تھا۔ اسی نام سے اسکے فرقے کا نام قرمطی ہوا جسکی جمع قرامطہ آتی ہے۔ اسنے
شہری و جنگلی قوموں کو جنکا کچھ مذہب نہ تھا اور عقل سے بھی خارج تھے اپنے دین کی طرف دعوت
کی اور نامہ لکھا + بسم اللہ الرحمن الرحیم ٭ فرج بن عثمان رہنے والا قریہ نصرانیہ کا

لکھتا ہے کہ میں مسیح کی طرف سے جو کلمہ ہے دعوت کرتا ہوں وہی مہدی تہا وہی احمد بن محمد بن حنفیہ
تہا وہی جبرئیل تہا۔ اب انسان کی صورت میں بنا ہے اور مجھے کہا کہ تو داعی (دعوت کرنے والا) ہے
اور حجت ہے اور ناقہ صالح ہے اور خر عیسیٰ ہے۔ اور یحییٰ بن زکریا اور روح القدس ہے اور اس کو یہ
بتایا کہ نماز کی چار رکعتیں ہیں دو طلوع شمس سے اور دو غروب شمس سے پہلے۔ ہر نماز کی اذان
ہے کہ موذن تین دفعہ کہے اللہ اکبر اور دو دو مرتبے کہے اشہد ان لا الہ الا اللہ اور اشہد ان
آدم رسول اللہ اور اشہد ان نوحاً رسول اللہ اور اشہد ان عیسیٰ رسول اللہ اور اشہد ان محمد
رسول اللہ اور اشہد ان احمد بن محمد بن الحنفیہ رسول اللہ۔ بیت المقدس کی طرف قبلہ ہے
اور اتوار کا دن یوم سبت ہے اس دن تعطیل چاہیے اور ہر نماز میں سورہ فتح وہ پڑھے جو احمد بن محمد بن
حنفیہ پر نازل ہوئی ہے۔ روزہ دو روز مہرجان اور نیم روز کے دن رکھے۔ شراب حرام
خمر حلال جنابت سے غسل کرنا لازم نہیں آتا۔ مگر نماز کے واسطے ضرور فرض ہے جس جانور کے
کچلی اور دانت ہوں اُس کا کھانا درست نہیں۔ اس فرقہ نے ۲۹۱ھ میں شام پر بڑا ہولناک حملہ کیا اور ۳۱۱ھ
میں بصرہ اور کوفہ کو لوٹا اور ابو طاہر کو اپنا پیشوا بنا کر ۳۱۷ھ میں شہر مکہ کو لے لیا اور بہت آدمیوں کو قتل کیا اور
حجر الاسود کو لے گئے اور بیس برس تک اپنے قبضہ میں رکھا۔ خاندان عباسیہ کا بیسواں خلیفہ الراضی باللہ سالانہ
روپیہ انکو اس واسطے دیتا تہا کہ وہ حاجیوں کو حج کرنے دیں +

ہلاکو اور منگو خاں نے اس فرقہ قرمطیہ اور اسماعیلیہ کے مرد بچوں کو قتل کیا۔ ابو ریحان
بیرونی نے لکھا ہے کہ قرمطی مشرق میں وادی سندھ میں پھیل گئے اور ملتان کے بت اعظم کو
توڑا۔ محمود غزنوی نے اُسی فرقہ کا ملتان سے منہ کالا کیا۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہاں سے
بالکل خارج نہیں ہوئے۔ محمود غوری نے پھر انکو ۵۷۱ھ میں ملتان سے نکالا ہے اور ۶۳۴ھ میں دہلی میں
انکا زور ہو گیا تہا کہ یہاں کی جامع مسجد میں بہت آدمیوں کو قتل کیا تہا مگر آخر کو قرمطیوں میں سے
کوئی باقی نہیں رہا سب قتل ہوئے +

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ سلطان محمود اور ایلک خاں کے درمیان بہت اتحاد تہا۔ مگر جب سلطان محمود
دور دراز کے فاصلہ پر مہم ملتان میں مشغول تھا —— تو ایلک خاں نے ملک خراسان کو

جنگ ایلک خاں و سلطان محمود

خالی دیکھا۔ طمع دامن گیر ہوئی۔ سیاوش تگین خان کو جو صاحب جیش اور اسکا خویش تھا لشکر فراواں دیکر خراسان میں بھیجا اور جعفر تگین خان کو دار الملک بلخ پر شحنہ بنایا۔ اس زمانہ میں سلطان محمود کی طرف سے ہرات میں ارسلاں جاذب اسلیئے مقیم تھا کہ اگر کوئی حادثہ رونما ہو تو وہ غزنین جاکر تعرض اعداء سے اسکو مصئون رکھے جب یہ واقعہ پیش آیا تو وہ غزنین میں گیا اور سیاوش تگین ہرات میں آیا اور حسن ابن نصر کو نیشاپور میں استخراج مال کے لیئے بھیجا۔ اعیان خراسان بھی اس سبب سے کہ سلطان کی غیبت پر مدت گذر گئی تھی اور کچھہ اسکی خبر انکو نہ تھی اور متوحش خبریں اُس کی سنتے تھے۔ سلطان کے دشمنوں سے دوستی اور اتحاد شروع کیا۔ ابو العباس ابن احمد نے غزنین سے حدود بامیاں تک حفظ مسالک و ضبط ممالک میں بہت احتیاط کی اور اس حدود کے مداخل و مخارج ہشیار اور کارگزار آدمیونکو سپرد کیا اور ملتان کو قاصد دوڑائے کہ اس حادثہ سے سلطان کو مطلع کریں۔ سلطان نے مہمات واقعے ہند سکھہ بال کو دھر اکیں۔ بہت جلد سلطان غزنین پہونچا۔ اور ایک لشکر با شکوہ اور کثیر الانبوہ لیکر بحر مواج کی طرح بلخ میں آیا جعفر تگین تو اسکے ہول سے ایسا بھاگا جیسے لاحول سے شیطان بھاگتا ہے اور ترمذ میں پہونچا۔ سلطان نے اُسکے سرراہ دس ہزار سپاہ دیکر ارسلاں جاذب کو بھیجا۔ سیاوش تگین کنار جیحوں پر آیا۔ مگر دریا اُس وقت طغیانی پر تھا اسلیئے یہاں سے پھر گیا اور مرو میں پہونچا تاکہ بیابان کی راہ سے ماوراء النہر میں چلا جائے۔ ہوا نہایت گرم تھی سرخس میں گیا۔ محسن ابن طاق نے لسے روکا مگر سیاوش تگین نے اُسے شکست دی اور اُسکے دو ٹکڑے کردئے اور طرفین سے بہت آدمی ہلاک ہوئے۔ مگر ارسلاں جاذب نے اُس کو سرخس میں ٹھیرنے نہیں دیا۔ وہ نیشاپور کی طرف روانہ ہوا ہر منزل میں ارسلاں حاجب نے اُسکا تعاقب کیا۔ اور اُسکا بڑا قافیہ تنگ کیا۔ اور اُس کا مال اسباب بہت ضایع گیا۔

سیاوش تگین نے شمس المعالی قابوس سے التجا کی بہت مشکل سے بیابان کی راہ سے مرو کی راہ اختیار کی۔ ارسلاں کے انتظار میں سلطان مرو میں مقیم تھا اُسنے سنا کہ بیابان کی راہ سے سیاوش تگین اس طرف آتا ہے سلطان نے ابو عبد اللہ طائی کو لشکر عرب کے ساتھہ اسکے پیچھے بھیجا۔ بیابان کے اندر جہاں پانی کا نام نہ تھا عبد اللہ نے لشکر عرب سے سیاوش تگین کو جا لیا۔ اُسکے بھائی کو

سات سو آدمیوں کے ساتھ قید کیا۔ اُسکو بند گراں میں غزنین روانہ کیا۔ سیاوش گئیں جان بچاکر
چند آدمیوں کے ساتھ ایلک خاں سے جاملا۔ اسپے ایلک کو بڑا غصہ آیا۔ اور قدر خاں نے ملک ختن کو
فریاد نامے بھیجنے شروع کئے۔ قدر خاں نے اپنے ملک سے دور دور سے فوج بلائی۔ ماوراء النہر اور
ترکستان کی فوجیں جمع ہوکر روانہ ہوئیں سلطان محمود کو یہ خبر لگی کہ طخارستان میں یہ
ہجوم ہو رہا ہے تو وہ بلخ کی طرف روانہ ہوا۔ ترکی۔ خلجی۔ ہندی۔ افغانی۔ غوری لشکروں کو
جمع کرکے بلخ سے چار فرسخ پر ایک عریض و وسیع موضع پر فروکش ہوا۔ ایلک خاں اور قدر خاں
بھی اسکے نزدیک اُترے جانبین سے جوانوں نے میدان جنگ میں جمع لانیاں شروع کیں دن بھر لڑے
رات کو اپنی اپنی جگہ پھرے۔ دوسرے روز طرفین نے اپنی میمنہ میسرہ و قلب درست کرکے میدان جنگ
میں آئے۔ پھر تو لڑائی ایسی ہوئی کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے اور ایک خون کا دریا صحرا میں بہنے
لگا۔ سلطان نے ہاتھی پر بیٹھ کر سپاہ قلب ایلک خاں پر حملہ کیا۔ ایلک خاں کے صاحب رایت کو
ہاتھی نے گھوڑے پر سے اُٹھا کر ہوا میں پھینکا اور جب نیچے گرا تو دانتوں سے دو ٹکڑے کرڈالا سلطان
کے ہاتھی دشمنوں کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور فوج کے اندر گھس گئے اور گھوڑوں پر سے سواروں کو سونڈ
پر اٹھاتے اور نیچے گراتے اور پاؤں کے نیچے مسل ڈالتے۔ ان ہاتھیوں سے ایلک خاں کا لشکر
سنبھلنے و ٹھیرنے نہیں پاتا تھا کہ دونو لشکر بھڑ گئے غزنین والوں نے ایسی دلاوری اور تندہی سے
حملہ کیا کہ ہزاروں کی جان لی اور دشمنوں کی فوج چاروں طرف بھاگ گئی اور جیحوں سے پار
اُتر گئی اور جیحوں سے پار اُتر کر اپنے ملک کو گئی۔ یہ شکست ۳۹۸ھ میں ایلک خاں کو ایسی ہوئی کہ
پھر اُسنے خراسان کے لینے کا نام نہیں لیا سلطان کو غنائم موفور ہاتھ لگیں۔ تاریخ یمینی میں
لکھا ہے کہ ایلک خاں کو جب ہزیمت ہوئی تو سلطان محمود نے اُسکے تعاقب کا ارادہ کیا۔ جاڑے کا
موسم تھا۔ ان اطراف میں سردی ایسی پڑتی تھی کہ لشکر کے اکثر سپاہیوں کو اُسکی برداشت کی تاب
نہ تھی۔ اس تعاقب پر وہ راضی نہ تھے مگر جب سلطان محمود خود بنفس نفیس اس باب میں ساعی تھا
تو ناچار اور سب کو بھی اُسکے ساتھ دینا پڑا۔ دو کوچ ہوئے تھے تیسری رات تھی کہ بڑی برف
پڑی سخت جاڑا ہوا سلطان کے واسطے ایک بارگاہ کھڑی کی گئی۔ اسمیں انگیٹھیاں بہت جلائی

اور ایسی گرمی ہوئی کہ اکثر امیروں نے چاہا کہ جاڑے کے کپڑے اتار ڈالیں لطیفہ اس اثنا میں دلچک آیا۔ سلطان نے ہنسی سے کہا کہ تو باہر جا اور جاڑے سے کہہ کہ تو جان کنی کس لئے کرتا ہے ہم یہاں ایسے گرمی کے قریب ہوگئے ہیں کہ کپڑوں کو اُتار کر پھینکتے ہیں فوراً دلچک باہر گیا اور پھر آیا اور زمین پر بوسہ دیکر عرض کیا کہ میں نے سلطان کا پیغام جاڑے پاس پہنچا دیا اُسنے عرض کیا ہے کہ سلطان اور مقربین کے دامن تک میرا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا ہے مگر اور رسّا گردشیو نکی آج کی رات ایسی خدمت کرونگا کہ کل حضرت سلطان کو اور اُنکے مقربین کو اپنے گھوڑوں کی خدمت کرنی پڑیگی کہیں میری اس حرکت سے آپ مجھسے خفا نہ ہوجیئے گا سلطان نے اس بات کو سُنکر بظاہر تو اس وقت ہنسی میں ٹال دیا۔ مگر دل میں وہ اس اپنی عزیمت سے پشیمان ہوا اور مراجعت کا ارادہ کیا۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ اُسی شب کو ہندوستان سے خبر آئی کہ سکھہ پال جسکو آب سار یا نواسہ شاہ کہتے ہیں وہ مرتد ہوکر اپنے اصلی دین پر پھر گیا۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ ابوالفتح لودی سے سلطان محمود صلح کرکے جب غزنیں جانے کو تھا تو وہ اپنا قائم مقام راجہ سکھہ پال کو کر گیا تھا۔ یہ راجہ پیشاور میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہوا تھا اور ابوعلی سمجوری کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا۔ اُسکا نام فارسی کتابوں میں طرح طرح سے لکھا ہے آب سار۔ آب شار۔ نواسہ شاہ۔ سلطان کو جب یہ خبر پہنچی کہ نواسہ شاہ مرتد ہوگیا تو وہ سنتے ہی کوچ بر کوچ کرتا ہوا ہندوستان میں آیا اور دفعتاً ابونصر نے نواسہ شاہ کو گرفتار کرلیا سلطان اُسکو غزنیں لایا۔ اسکو ساری عمر اُسنے قیدخانہ میں رکھا اور اُس سے بہت کچھہ روپیہ لیا۔ اُسکی نام کی بہت سی توجیہیں ہیں مگر سب میں بہتر یہ ہے کہ وہ راجہ جے پال کا نواسہ تھا اور شاہ کا لفظ اُس کے نام کے ساتھہ بولا جاتا تھا اسلئے نواسہ شاہ اُسکا نام تھا +

ملتان کی تسخیر میں جو انندپال نے سلطان محمود کے ساتھہ بے ادبی کی تھی اُس کا حال او پر پڑھ چکے ہو اب اُسکی سزا کا حال پڑھو کہ سلطان نے کیا دی۔ سلطان نے ایک لشکر عظیم تیار کیا۔ راجہ انندپال غافل نہ تھا وہ بھی مرد زیرک اور ذی ہوش تھا اُسنے سارے ہندوستان کے راجاؤں پاس چٹھیاں دوڑائیں اور ایلچی روانہ کئے اور سلطان سے جو خطرہ عظیم ہند پر آیا تھا اُس نے

مطلع کیا۔ اور کہلا بھیجا کہ اگر دین کی حمیت و دنیا کی عزت رکھنی ہو تو اس بلا کے ٹالنے میں میرے ساتھ شریک ہو۔ ابتک ہماری دولت حشمت عزت میں کچھ فرق نہیں آیا۔ اگر تم تاخیر کرو گے تو سارے ہندوستان کو محمود تباہ اور خاک سیاہ کر دیگا۔ راجاؤں کے دلوں میں اس تحریر و تقریر نے تاثیر کی اور اُنہوں نے سمجھ لیا کہ دین و دنیا کی سلامتی اسی میں ہے کہ جہانتک ممکن ہو راجہ انندپال کی امداد کریں۔ چنانچہ اُجین ۔ کالنجر ۔ قنوج ۔ دلی ۔ اجمیر ۔ گوالیار کے راجاؤں نے اپنا منتخب لشکر راجہ انندپال پاس پنجاب کو روانہ کیا۔ اِس لڑائی میں یہانتک مسلمانوں کے دفع کرنے میں ہمت کی کہ صاحب مقدور عورتوں نے اپنے سونے چاندی کے زیور گلا کر اور جواہر بیچکر اور مفلس عورتوں نے چرخہ پونی کات کر کچھہ نہ کچھہ اپنے خاوندوں پاس یہاں بھیجا۔ غرض اس لشکر کا وہ ساز و سامان انندپال نے کیا جو پہلے امیر سبکتگین کے زمانہ میں بھی جے پال نہیں کیا تہا۔ پشور کے صحرا میں لشکر سلطان محمود کے لشکر کے قریب آیا۔ چالیس روز تک دونو لشکر آمنے سامنے خیمہ زن رہے اور کسی نے جنگ پر پیش قدمی نہیں کی۔ ہندؤنکا لشکر روز بروز زیادہ ہوتا جاتا تہا محمود پہلی طرح بیخوف و خطر دشمنوں میں نہیں گھس جاتا تہا۔ اُسنے بھی اپنے لشکر کے گرد خندق کہدوائی کہ دشمن نہ گھس آوے اب اُسنے لڑائی شروع کی ہزار جوان تیر اندازوں نے آگے قدم بڑھایا۔ اور دشمنوں کو لڑائی کے لئے گرم کیا۔ اور سپاہیانہ حیلے کر کے اُنکو لشکر گاہ کے قریب لائے۔ باوجودیکہ سلطان محمود نے بہت احتیاطیں کی تہیں مگر بیس ہزار گھکر سر و پا برہنہ ہاتھوں میں طرح طرح کے ہتیار لئے سلطانی لشکر میں خندق سے اُتر کر گھس آئے۔ تلوار و کٹار و تیروں سے گھوڑوں اور سواروں کو مار مار کر نیچے گرانا شروع کیا۔ تہوڑی دیر میں تین چار ہزار مسلمانونکو مار ڈالا۔ اِن گھکروں کی دلیری دیکھہ کر سلطان کا ارادہ ہوا کہ آج لڑائی موقوف کرے کہ ناگاہ راجہ انندپال کو سواری کا ہاتھی نفط تفنگ کے شور و غل سے بگڑا اور بے تحاشا پیچھے کو بھاگا۔ اسکی فوج نے جانا کہ راجہ بھاگا جاتا ہے اس سبب سے لشکر میں ہل چل پڑی اور سپاہ کا مُنہ پیچھے کو پھر گیا۔

عبداللہ طائی نے پانچ چھہ ہزار عربی سوار۔ اور ارسلان جاذب نے دو ہزار ترکی۔ افغانی۔ خلجی سپاہ دو ہزار لیکر رات دن اُنکا تعاقب کیا۔ آٹھہ ہزار ہندوؤں کو بے جان کیا اور بیس ہاتھیوں کو اور

بہت سی غنیمت کو جمع کر کے سلطان کی نذر میں پیش کیا خود سلطان بھی ہندوؤں کے تعاقب میں گیا
اور بھیم نگر کے قلعہ تک پہونچا۔ یہ قلعہ نہایت مستحکم بلند پہاڑ پر ہے اور سب طرف پانی سے گھرا ہوا ہے
چاروں طرف کے راجہ و رؤسا و امرا یہاں کے مندر میں نقود و جواہر و انواع نفائس بھینٹ پر
دیتے ہیں اور اس کو عبادت جانتے ہیں اور سعادت اُخروی سمجھتے ہیں۔ برسوں سے یہاں
طلا و نقرہ و جواہر و مرجان کے خزانے وہ جمع ہوئے تھے کہ کسی بادشاہ کے ہاں بھی نہ ہونگے
ہندوؤں کا مجمع الاصنام یہ شہر کہلاتا تھا۔ اس قلعہ سے ایک میل پر بھیم نگر تھا جسکو اب بھون
کہتے ہیں۔ یہ شہر اور نگر کوٹ اور کوٹ کانگڑہ ایک ہی معلوم ہوتے ہیں سلطان یہاں پہنچا
اور لشکر جرار سے محاصرہ کیا۔ ایسے مقام پر ہندو بڑے دل کھول کر لڑا کرتے ہیں مگر یہ اتفاق
کی بات ہے کہ یہاں کی فوج بھی اُسی بڑی لڑائی میں مصروف تھی جسکا اوپر بیان ہوا اور قلعہ
بہادر سپاہیوں سے خالی تھا۔ بچارے پجاریوں نے جب دیکھا کہ ساری پہاڑیاں خاک گردوں سے
بھری پڑی ہیں اور آگ کے شراروں کی طرح تیر اُنپر پڑ رہے ہیں تو اُنپر بڑا خوف طاری ہوا
اور انھوں نے جان کی امان چاہی اور دروازے کھول دیئے اور زمین پر اسطرح گر گئے
جیسے کہ ابابیل باز کے آگے یا مینہ بجلی سے پیچھے گرتا ہے۔ اسطرح یہ قلعہ آسانی سے فتح ہو گیا
اور بحر و کان کا حاصل سلطان کو مل گیا۔ ابو نصر احمد بن محمد والی جرجان کے ساتھ قلعہ میں سلطان
داخل ہوا۔ جواہر کو اُسنے خود سمیٹا اور طلا و نقرہ و بیش بہا چیزوں کو اُسکے دو حاجبوں التونتاش
و ائغ تگین نے سنگوایا۔ اونٹوں پر جتنا خزانہ لد سکا لادا۔ باقی کو افسروں نے اپنے دامنوں میں لیا
کہتے ہیں کہ ستر لاکھ مسکوک درہم شاہی تھے اور سونے چاندی کے سات لاکھ ڈلیاں تھیں جنکا
وزن چار سو من تھا۔ سوا انکے طرح طرح کے کپڑے سوس کے تھے جنکو بڈھے بڈھے آدمی کہتے تھے
کہ ہم نے ایسے نفیس کپڑے کبھی نہیں دیکھے۔ ایک چاندی کا گھر اتنا بڑا تھا جیسا کہ امیروں کا
گھر ہوتا ہے تیس گز طول میں اور پچیس گز عرض میں وہ ایسا بنا ہوا تھا کہ چاہو اُس کے ٹکڑے
کر لو چاہو جوڑ لو۔ اور ایک سائبان دیبا رومی کا تھا چالیس گز طول میں اور بیس گز عرض میں
وہ دو سونے اور دو چاندی کی ڈھلی ہوئی چوبوں پر لگایا جاتا تھا سلطان نے ایک نہایت

مستشرق پانت سند ملازم کو بیدق قلعہ اور اسکا خزانہ سپرد کیا۔ بعد ازاں سلطان محمود غزنیں میں آیا شہر کے باہر رکھا لگا کر فرش پر جواہر اور روپیہ اشرفی زر سفید و الماس و لعل ایسے چمکتے چمکتے معلوم ہوتے تھے جیسے کہ شراب میں برف زمرد کی سبزی مانند برگ حنا کی سبزی کو مات کرتی تھی اور الماس مقدار اور وزن میں انار کی برابر تھی۔ ممالک غیر کے سفیر اور ترکستان کا بادشاہ طغان خاں نکے دیکھنے کے لئے آئے وہ سب کہتے تھے کہ کبھی اتنی دولت نہ دیکھی نہ کبھی کتابوں میں پڑھی کہ سلاطین ایران و روم نے جمع کی ہو۔ وہ قارون کے خزانے کو بھی مات کرتی تھی۔ تین روز تک یہ جلسہ رہا۔ بڑے بڑے شاہانہ جشن ہوئے اور مستحقوں کو بڑی بڑی بخششیں عطا ہوئیں ۴۰۱ھ میں سلطان نے غور پر لشکر کشی کی۔ یہ ملک ہرات کے مشرقی پہاڑوں میں واقع ہے۔ یہاں سوری افغان حکومت کرتے تھے اسوقت محمد بن سوری یہاں فرمانروا تھا وہ دس ہزار سپاہ کی صف بندی کرکے سلطان سے جنگ آزما ہوا صبح سے دوپہر تک آتش جنگ مشتعل رہی طرفین سے لشکروں نے داد مردانگی دی جب سلطان محمود نے غوریوں کی یہ جد وجہد دیکھی تو اسنے یہ خدعیت کی کہ اپنے لشکر کو مراجعت کا حکم دیا غوریوں نے یہ گمان کیا کہ سلطان کی سپاہ کو ہزیمت ہوئی تو غوریوں کی سپاہ نے اسکا تعاقب کیا اور اپنی خندق سے جو انھوں نے اپنے گرد حفاظت کے لئے کھودی تھی بہت دور نکل گئے پس سلطان نے جو اپنی باگ موڑی تو لشکر محمودی نے غوریوں کو بہت قتل کیا اور محمد ابن سوری کو دستگیر کرکے سلطان پاس لے گئے اسنے غایت آزردگی سے زہر آلود نگینے کو چوس کر مجلس سلطان میں اس عالم سے سفر کیا اور ملک سلطان کے ہاتھ آیا۔ تاریخ یمینی میں لکھا ہے کہ حکام و رعایا غوری نے پہلے اسلام نہیں قبول کیا تہا اب قبول کیا۔ مگر اور تاریخوں میں لکھا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالی کی خلافت میں مسلمان ہو گئے تھے +

سلطان نے پھر ہند کا عزم کیا اور نارائن کی طرف کوچ کیا۔ اسکے سوار سخت و نرم زمین کو طے کرکے وسط ہند میں پہنچے۔ اسنے ان رئیسوں کو محکوم بنایا جو اب تک محکوم نہ ہوئے تھے۔ بتوں کو توڑا اور باشندوں کو تہ تیغ کیا اور اپنے مقاصد کو آہستگی کے ساتھ پورا کیا۔ ایک لڑائی ہندوؤں سے اسکی ہوئی جس میں وہ فتحیاب ہوا۔ بہت سی غنیمت اور ہاتھی گھوڑے ہاتھ لگے جب ہند کے راجہ نے یہ دیکھا کہ سلطان کے ساتھ

لڑنے میں میرے ملک و رعایا پر بہ تباہی و بربادی آتی ہے تو اسکو یقین ہو گیا کہ میں اس سے لڑ نہیں سکتا
اُسنے اپنے بعض عزیزوں اور امیروں کو سلطان پاس بھیجا اور التجا کی کہ آپ پھر ہندوؤں پر حملہ نہ کیجئے میں
روپیہ حضور کی نذر کرتا رہونگا اور ہمیشہ آپ کا بہی خواہ رہونگا پچاس ہاتھی جن پر نفائس ہند لدے ہوئے
ہونگے بھیجتا رہونگا اور دو ہزار سپاہی سلطان کی خدمت کیلئے حاضر رکھونگا۔ راجہ کی اس اطاعت میں
اسلام کی عظمت تھی سلطان نے قبول کر لیا سلطان نے سفیر بھیجا کہ ان شرائط کی تعمیل کو وہ دیکھے
راجہ نے ان شرائط کو پورا کیا اور ہاتھی بھیجتا رہا۔ یوں امن و امان ایسا ہو گیا کہ ہندوستان اور
خراسان میں کاروان آنے جانے لگے + ساتویں مہم نارائن کی ایسی ہے کہ اُسکا ذکر طبقات اکبری اور
فرشتہ میں نہیں ہے مگر حبیب السیر و روضۃ الصفا و یمینی میں ہے حبیب السیر میں نام نہیں لکھا مگر یہ لکھا
ہے کہ نگر کوٹ اور غور کی مہم کے درمیان ایک مہم سنہ میں ہندوستان پر ہوئی۔ اب اس نارائن کے
مقام کی تحقیق میں فرنگستانی محققوں نے بڑی موشگافی کی مگر آخر کو کچھ فیصلہ نہ کر سکے +

ہند کے راجہ نے جو دو ہزار سواروں کے بھیجنے کا عہد کیا یہ ایک عجیب واقعہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ ہندوؤں کی عادت میں داخل تھا کہ وہ اپنے سخت جانی دشمنوں کی سپاہ میں بھی نوکری کرنے کو موجود
ہو جاتے تھے — جب ابو الفتح لودھی نے غور کی فتح میں سلطان کو مصروف دیکھا تو پھر سر اٹھایا
اسلئے سلطان کو ملتان آنا پڑا۔ اب کی دفعہ اسنے ملاحدہ و قرامطہ کو خوب درست کیا اور ابو الفتح کو قید کر کے غزنین لے گیا

اس مہم کا حال طبقات اکبری اور تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے مگر روضۃ الصفا و حبیب السیر و یمینی
میں نہیں لکھا۔ اس سے بعض فرنگستانی محققین نے یہ خیال کیا ہے کہ ساتویں آٹھویں مہم ایک ہونگیں مگر
بعض نے یہ اعتراض کیا کہ اسکی حالتیں ایسی مختلف ہیں کہ انکا ایک خیال کرنا بھی دشوار ہے محمود کو خیال
تھا کہ ہر سال ہندوستان پر ایک جہاد کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ مہمیں دو سمجھی جائیں +

جب ہند میں شعار اسلام کا رواج ہو گیا اور مساجد تعمیر ہو گئیں تو سلطان ہند نے دار السلطنت پر
حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اسنے اپنی جری جوانمردوں کو جمع کیا اور انکو بہت مال انعام میں دیا۔
لشکر گراں کے ساتھ اندھیری رات میں اُسنے کوچ کیا خزاں کا موسم تھا۔ جنوبی نسیم چل رہی تھی سفر اچھا
معلوم ہوتا تھا مگر جب سلطان سرحد ہند کے قریب پہنچا ہی تو برف بڑی شدت سے پڑی۔ پہاڑ کے سارے

راستے بند ہوگئے اور پہاڑ و وادی سب ہموار ہوگئے۔ گھوڑوں اور اونٹوں کے پانوں میں برف کی سردی کا اثر پہنچتا تھا آدمیوں کے ہاتھ پانوں اور چہرہ کا ذکر تو کیا ہی جو شاہ راہ تھی وہ مخفی ہوگئی۔ دائیں بائیں طرف اسکو معلوم ہوتی تھی راہ میں جو آگے تھا وہی پیچھے تھا۔ اسلئے لشکر واپس بھی نہ جا سکتا تھا۔ سلطان نے اس سے موسم میں سپاہ کے لئے رسد کا سامان درست کیا اور اپنے بڑے بڑے سپہ سالاروں کو بلایا۔ اسطرح جب سامان جنگ تیار ہوگیا تھا اور دور دور کے ملکوں کی سپاہیں آنکر اکھٹی ہوئیں پھر سلطان نے سفر کیا دو مہینے تک اُسکے گھوڑے اُن ویران جنگلوں میں چلے کہ جنمیں مویشی بھی راہ بھول جاتے تھے اور بڑے بڑے عمیق دریاؤں سے عبور کیا۔ سلطان قلعہ نندونہ (ناردین) پر پہونچا۔ یہ قلعہ کوہ بال ناتھ پر ہے وہاں کے راجہ ندر بھیم نے اپنے سپہ سالاروں اور رئیسوں کے لشکروں کو ایک درہ کوہ میں جمع کیا جہیں دشمنوں کا گذرنا دشوار معلوم ہوتا تھا۔ اُنھوں نے پتھروں کے پیچھے مورچے جمائے اور ہاتھیوں سے رستوں کو روکا۔ یہاں راجہ جانتا تھا کہ میں امن کے گنبد میں بیٹھا ہوں جب سلطان کو یہ معلوم ہوا کہ راجہ کو اپنے مامن پر یہ غرور ہے تو اُسنے دیلمی سپاہیوں اور افغانی نیزہ اندازوں کو ساتھ لیکر حملہ کیا۔ یہ سپاہی پہاڑوں پر اس طرح چڑھتے جیسے پہاڑی بکری اور اُترتے اس طرح جیسے پانی متواتر لڑائی کئی روز تک جاری رہی جیسے چراغ میں بتی تیل کو کھینچتی ہے اور لوہا مقناطیس کو اسطرح مسلمانوں نے ہندوؤں کو لڑنے کے لئے باہر کھینچا۔ باہر نکلتے ہی سواروں کے ہاتھ سے وہ اسطرح مارے گئے جیسے کہ شطرنج میں گھوڑے سے پیادے مارے جاتے ہیں +

جب ندر بھیم پاس اور رئیسوں کی کمک پہونچ گئی تو وہ اپنے مورچوں سے باہر نکلا اور پہاڑ سے میدان میں آیا۔ پہاڑ اسکے پیچھے تھے اور ہاتھی آگے تھے مسلمانوں کے لشکر پر جب ہاتھی چلتے تھے تو وہ مسلمانوں کی نیزہ زنی سے پیچھے ہٹتے تھے۔ ابو عبد اللہ الطائی نے جو بہادری سے پیش قدمی کی تو اُس کا سر اور جسم زخموں سے چکنا چور ہوگیا۔ سلطان نے اسکو ہاتھی پر زخموں کی تکلیف کے سبب سے بٹھایا جس سے یہ معلوم ہونے لگا کہ اس سارے لشکر کا یہی بادشاہ ہے۔ ہندوؤں کو سب جگہہ شکست ہوئی اور بہت سے ہاتھی جو دشمنوں کے لشکر کی پشت و پناہ تھے مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور ناردین فتح ہوگیا۔ اس کثرت سے غلام ہاتھ لگے کہ وہ بہت سستے بکنے لگے جو اپنے دیس میں بڑے آدمی تھے وہ پردیس میں ادنی دکانداروں کے غلام بنے

سلطان نے بعد اس فتح کے دہلی کی تسخیر کرنے کا ارادہ کیا۔ ارکان دولت نے عرض کیا کہ دہلی کو اس وقت ہم تسخیر کر سکتے ہیں کہ مملکت پنجاب بکلّیہ ہماری قلمرو میں ہو اور انند پال کے فساد سے بالکل فراغت ہو سلطان کو یہ بات پسند آئی فسخ عزیمت کیا۔ دو لاکھ بندہ و بردہ ہندوستان سے غزنین میں لایا غزنین اس سال میں بلاد ہند معلوم ہوتی تھی کہ سلطان کے لشکر میں ہر شخص پاس کئی کئی ہندی غلام تھے +

غرجستان کی فتح اور سلطان محمود کا خلیفہ بغداد کو نامہ بھیجنا اور اس کا جواب آنا +

۴۰۳ھ میں التونتاش سپہ سالار اور ارسلان جاذب نے غرجستان کو فتح کیا۔ یہ ملک دریاء مرغاب پر غور کے متصل واقع ہے +

ان دنوں میں سلطان نے خلیفہ عباسی بغداد القادر باللہ کو نامہ لکھا کہ بلاد خراسان کا اکثر حصہ میرے تصرف میں ہے باقی حصہ جو حضرت کے غلاموں کے پاس ہے وہ بھی مجھے عنایت ہو خلیفہ کو کوئی اور چارہ نہ تھا ناچار سلطان کی درخواست کو منظور کر لیا۔ مگر دوسری دفعہ پھر اُس نے خلیفہ عباسی کو خط بھیجا کہ ثمرقند مجھے عنایت کیجے اور منشور لکھ بھیجے۔ خلیفہ نے ایلچی کی زبانی کہلا بھیجا کہ معاذ اللہ یہ کام مجھ سے نہ ہوگا اور میرے حکم بغیر ثمرقند کی تسخیر کا ارادہ تو کریگا تو اٹک عالم کو تیرے برخلاف شورش پر آمادہ کر دونگا سلطان کو اس جواب سے بڑا رنج ہوا اور خلیفہ کے ایلچی سے کہا کہ تو یہ چاہتا ہے کہ دار الخلافہ پر ہزار فیل چڑھا کر لے جاؤں اور اسکو برباد کر کے اس کی خاک ہاتھیوں کی پیٹھ پہ غزنین میں لاؤں رسول یہ سنکر چلا گیا اور کچھ دنوں کے بعد نامہ لایا اور سلطان محمود کو دیا کہ امیر المومنین نے یہ جواب لکھا ہے۔ خواجہ ابو نصر زوزنی نے کہ دیوان رسالت تھا اس نامہ کو کھولا تو اسمیں یہ لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم + لکھا ہے اور بعد اسکے چند سطروں میں حروف مقطعات الم الم لکھے ہیں اور آخر میں الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ علی رسولہ محمد و آلہ اجمعین تحریر ہے باقی کچھ نہیں۔ سب وزیر و منشی حیران تھے کہ یہ کیا جواب ہے۔ تفاسیر میں ان حروف کی تفسیر دیکھی مگر کچھ نہ معلوم ہوا خواجہ ابو بکر قہستانی نے جسارت کر کے عرض کی کہ حضور نے جو ہاتھیوں کے پاؤں کا ڈراوا لکھا تھا اسکا یہ جواب الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل ہے۔ یہ سُنتے ہی سلطان کے ہوش اُڑ گئے اور جب ہوش میں آیا تو بہت رویا خلیفہ کے رسول سے معذرت کی اور بہت تحائف نذر کے لئے بھیجے اور ابو بکر کو

خلعت خاص عنایت کیا ۔ ۴۱۰ھ میں ہندوستان کی فتوحات کا فتحنامہ خلیفہ القادر باللہ عباسی
پاس سلطان محمود نے بھیجا اور ایک سنگ جو ہندوستان میں سلطان کو ملا تھا اور اُسکی یہ خاصیت
تھی کہ زخم پر اُسکو لگائے تو فوراً اچھا ہو جاتا تھا تحفہ بھیجا خلیفہ نے ایک مجلس عظیم کو جمع کیا
اور منبر پر بیٹھکر بآواز بلند فتحنامہ کو اہل مجلس کے روبرو پڑھا۔ ان فتوحات کے سننے سے مسلمانوں کو
عید کی سی خوشی ہوئی اور ۴۱۲ھ میں علماء و صلحا و اہلِ اسلام کی جماعت نے متفق ہوکر سلطان
سے عرض کی کہ بیت الحرام کی راہ اعراب و قرمطیوں سے مسدود ہو رہی ہے اور اُنکے خوف سے
اور خلفاء عباسیہ کے ضعف سے مسلمان حج سے محروم رہتے ہیں سلطان نے اس عرض پر
محمد ناصحی کو کہ قاضی القضاۃ ممالک محروسہ کا تھا امیر حجاج بنا کے اور تیس ہزار زر سرخ دیکر روانہ
کیا کہ اعراب کو راہ قافلہ سے پرے ہٹا دیں۔ بہت سے مسلمان قاضی صاحب کے ساتھ ہوئے جب
یہ قافلہ بادیہ فید میں پہونچا تو عرب نے اُسے روکا قاضی صاحب پانچہزار دینار اُنکو دیتے تھے مگر احماد
بن علی شیخ اعراب متعرض ہوا جسکو ایک تیر انداز نے مار ڈالا۔ اعراب بھاگ گئے اور اس سال
حج خوب ہوا +

خوارزم کی سلطنت کا سلطان کے ہاتھ آنا +

جب ولایت خوارزم ماموں کے بعد اسکے بیٹے ابو علی کو ملی تو اُسنے سلطان محمود کی بہن سے
نکاح کیا اور اس رشتہ مندی سے سلطان کے ساتھ سچی دوستی ہوگئی جب ماموں کی حکومت ختم
ہوئی تو اسکا جانشین ابو العباس ماموں ہوا۔ تو اُسنے محمود کے ساتھ خلوص عقیدت ظاہر کر کے
اجازت چاہی کہ اُسکی بہن سے جو اُسکے بھائی کی بیوہ تھی خطبہ نکاح پڑھائے سلطان نے اجازت
دیدی اور اسطرح محبت کی بنیاد مستحکم ہوگئی۔ ابو العباس ماموں کے آخر ایام میں سلطان نے اس پاس
ایلچی بھیجا اور درخواست کی کہ ولایت خوارزم میں خطبہ اُسکے نام پڑھوایا جایا کرے ابو العباس
ماموں نے اپنے اعیان دولت سے مشورہ کیا تو اکثر نے یہ کہا کہ جب تک آپکا ملک دوسرے
کی شرکت سے خالی ہے ہم کمر خدمت باندھے ہوئے موجود ہیں اور اگر آپ کسی اور کے محکوم ہوتے
ہیں تو ہم تلواریں لئے کھڑے ہیں آپ کو معزول کرینگے اور کسی اور کو تخت پر بٹھائینگے سلطان کا
ایلچی یہ صورت حال دیکھکر اُلٹا چلا گیا۔ اعیان خوارزم شاہی سے یہ کہتے تو کہہ دیا مگر پھر وہ

سلطان آگے اونکے روکنے سے پشیمان ہوئے اور نیال تگین جو صاحب جیش خوارزم اور سر دفتر اہل جہالت وخباثت تھا اُنکے واسطے تیار ہوا۔ ایک دن وہ اوباشوں کے گروہ کے ساتھ خدمت ابو العباس مامون میں گیا۔ اندر سے خبر آئی کہ اُسکا انتقال ہو گیا اور کسی شخص کو اِس واقعہ ہولناک پر اطلاع نہ ہوئی۔ اسکے بعد پسر ابو العباس کو تخت پر بٹھایا۔ یہ خوارزمی گروہ خوب جانتا تھا کہ سلطان اسکا انتقام ہم سے لیگا اسلئے سب نے باہم قسم کھائی کہ اگر محمود انتقام کے درپے ہو تو اتفاق کرکے اُس سے خوب لڑیں۔ جب سلطان محمود کو اِس غدر کی خبر ہوئی تو صلاح مشورہ کرکے وہ سپاہ کو آراستہ کرکے خوارزم کی طرف چلا۔ سلطان نے محمود طائی کو مقدمۃ الجیش بناکر بھیجا۔ یہ لشکر صبح کی نماز پڑھ رہا تھا کہ خمار تاش خوارزمیوں کے سپہ سالار نے انپر چھاپہ مارا اور بہت سے انمیں قتل کئے اور لشکر کو بھگا دیا۔ سلطان نے پھر اپنے خاصہ غلاموں کا لشکر بھیجا۔ اُسنے خوارزمیوں کو شکست دی اور خمار تاش کو گرفتار کیا اور اُسکو سلطان کی خدمت میں لائے۔ جب سلطان قلعہ ہزار اسپہ پاس پہنچا تو ایک سخت لڑائی صبح سے دوپہر تک ہوئی اور شام تک بہت سے آدمی سلطان کے ہاتھیوں اور گھوڑوں نے پامال کئے اور پانچہزار آدمی قید ہوئے اور باقی بھاگ گئے۔ نیال تگین کشتی میں بیٹھ کر جیحون سے عبور کرنا چاہتا تھا کہ ایک شخص اُسکو کشتی میں باندھ لیا اور سلطان پاس لے آیا۔ سلطان نے ابو العباس مامون کی قبر کے پاس سولیاں کھڑی کیں جنپر نیال تگین اور اُسکے ساتھیوں کو وہاں چڑھایا اور مامون کی قبر پر یہ کندہ کرادیا کہ ہذا قبر مامون ابن مامون یعنی علیہ حشمہ واجترا علی دمہ خذلہ مکہ فقبض الیہ السلطان یمین الدولہ امین الملۃ حتی اقبض منہم وصلبہم علی الجذوع عبرۃ للناظرین وآیۃ للعالمین اور خوارزم کی حکومت امیر حاجب کبیر التونتاش کو دی اور قیدیوں کو غزنین بھیجا اور پھر سب کا قصور معاف کرکے چھوڑ دیا +

سلطان نے سُنا کہ تھانیسر کے ملک میں ہاتھی بڑے قوی ہیکل ہوتے ہیں اور اُنکو میدان جنگ میں لڑنا خوب آتا ہے تھانیسر کے حکمران کو ان ہاتھیوں پر بڑا غرور تھا۔ سو سلطان فوج جرار کو لے کر گیا۔ اُسکو ایسے جنگل میں اول گذرنا پڑا کہ جسمیں سوا چرند و پرند حیوانوں کے انسان نے ابتک قدم نہیں رکھا تھا۔ گھوڑے کا سُم اُسپر نہ پڑا تھا۔ اُسمیں دانہ پانی کا کال تھا اول

سلطان ہی نے اِن جنگل کو طے کیا +

تھانیسر کے نیچے ایک ندی صاف پانی کی بہتی تھی اُسکی تہ میں پتھر تھے اور اُسکے کنارے ناہموار اور تیر کی طرح نوکدار تھے سلطان اس ندی پر وہاں پہنچا جہاں وہ درہ کوہ میں ملتی تھی اور وہاں دشمنوں نے ہاتھیوں کے پیچھے مقام کیا تھا اُنکے پاس بہت پیادے اور سوار تھے سلطان نے یہاں یہ حکمت اختیار کی کہ اپنے لشکر کو دو پایاب مقاموں سے ندی کے پار اُتارا اور دشمنوں پر دونو طرف سے حملہ کیا جب ان لشکروں میں آپس میں قریب آنکر لڑائی بھڑائی ہونے لگی تو سلطان نے اپنے لشکر کو اس درہ کوہ سے جسمیں ندی بڑے زور شور سے بہ رہی تھی ندی کے کنارہ پر کھڑے ہوکر حملہ کرنے کا حکم دیا کہ دکھائیو نہیں جو دشمن چھپے ہوئے ہیں اُنکو قتل کریں شام تک سخت لڑائی ہوئی۔ دشمن بھاگے ہاتھی چھوڑ گئے جو سلطان کے پاس پکڑے آئے جنمیں سے بڑے بڑے ہاتھی سلطان نے اپنے پاس رکھے۔ اسقدر ہندو مارے گئے کہ اُنکے خون سے ندی کے پانی کا ایسا رنگ بدل گیا کہ کوئی اُسے پیتا نہ تھا۔ رات ہوگئی نہیں دشمن اور زیادہ ہلاک ہوتے۔ یہ بیان تاریخ یمینی سے لکھا ہے۔ تاریخ فرشتہ میں اس مہم کو یوں بیان کیا ہے کہ محمود غزنوی کا ارادہ تھا کہ تھانیسر کو فتح کیجیے وہ ان دنوں بت پرستوں کا ایسا ہی معبد تھا جیسا کہ بلاتشبیہ مکہ خدا پرستوں کا۔ جب سلطان پنجاب میں آیا تو اس سبب سے کہ انندپال سے جو شرائط عہود ہوچکے تھے اُنکا پاس و لحاظ تھا کہ اُنمیں کوئی فرق نہ آئے اور اُسکا علاقہ لشکر سے پامال نہ ہو۔ اسلیے سلطان نے انندپال کو لکھا کہ ہمارا ارادہ تھانیسر جانیکا ہے تم کو چاہیئے کہ اپنے معتمد آدمیوں کو ہمارے لشکر کے ہمراہ کردو کہ آشنا راہ ہیں وہ اپنے علاقوں کو بتلاتے جائیں تاکہ لشکر سے اُنکو گزند نہ پہونچے۔ انندپال اس بات کو غنیمت سمجھا سامان رسد جمع کرنے میں ہمہ تن مصروف ہوا اور کل تاجروں اور بنئے بقالوں کو حکم دیدیا کہ لشکر سلطانی کے لیے غلہ جمع کرو اور کل اپنے ماتحتوں کو تاکید کی کہ لشکر سلطانی کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پاوے اور دو ہزار سوار اپنے بھائی کے ساتھ سلطان کی خدمت میں بھیجے اور ایک عرضی لکھی کہ تھانیسر ہمارا معبد ہے اگر حضور وہاں کی رعایا پر خراج اور محصول مقرر کریں تو بہتر ہے اگر حضور میری درخواست منظور فرمائینگے تو میں بھی پچاس ہاتھی سالانہ نذر دیا کرونگا سلطان نے اُسپر حکم لکھا کہ بت پرستی کی

بیخ کنی کرنا اور شرع اسلام کا رواج دینا ہمارا کام ہے جب دہلی کے راجہ کو یہ خبر پہونچی تو اُسنے
اور راجاؤں کو لکھا کہ محمود لشکر نا معدود سے تھانیسر کی طرف متوجہ ہوا۔ اگر اس سیل کا بند
نہ باندھ ہوگے تو وہ سب پر پانی پھیر کر خاک میں ملائیگا۔ یہ راجہ اپنی فوج جمع کرتے ہی رہے
کہ تھانیسر میں محمود داخل ہوا اور دل کھول کر خوب لوٹا مارا۔ بتوں کو توڑا۔ سب سے بڑے بُت کو
غزنین بھیجا کہ وہاں پیروں کے تلے ہمیشہ روندا جاے غنیمت بے حساب ہاتھ آئی۔ ایک یاقوت ملا
جس کا وزن ساٹھ تولہ تھا +

سنہ ۱۰۱۵ء

سلطان نے سنہ ۴۰۶ھ میں کشمیر کا ارادہ کیا۔ قلعہ لوہ کوٹ تک آیا۔ یہ قلعہ نہایت مستحکم تھا سلطان
نے اسکا محاصرہ کیا جب اس محاصرہ پر مدت گذر گئی اور کشمیر کو کمک اور اطراف سے بھی پہنچ گئی
اور جاڑے اور برف کی بھی بڑی شدت ہوئی تو سلطان نے محاصرہ کو چھوڑا اور غزنین کی راہ لی
اس سفر میں لشکر اُس صحرا میں پہونچا جہاں پانی کے سوا اور کچھہ نظر نہ آتا تھا۔ ایک خلق
پانی میں ڈوب کر ہلاک ہوئی یہ پہلی دفعہ تھی کہ ہندوستان کے حملوں میں لشکر اسلام پر اس طرح کا
صدمہ پہونچا کہ صدہا جانیں ضائع ہوئیں بہت سی مشقتیں اُٹھانی پڑیں اور کوئی مقصد حاصل
ہوا۔ اور غزنین سلطان بے نیل مرام پھر آیا +

سنہ ۱۰۱۸ء

پنجاب تو مدتوں سے اہل اسلام کے قدموں کا رمنا تھا اب سلطان محمود کے ارادوں کو دیکھنا چاہیئے کہ
وہ کیسے بلند اور فراخ ہو گئے تھے کہ اُسنے یہ اولوالعزمی کی کہ وسط ہند کا دروازہ اہل اسلام
کی فتح و نصرت کے لئے کھولئے۔ اُسنے ایک لشکر جرار جمع کیا۔ اُسکو ایک مورخ لکھتا ہے کہ ایک لاکھ
سوار اور بیس ہزار پیادے تھے۔ تاریخ یمینی میں لکھا ہے کہ بیس ہزار سوار ماوراء النہری اپنے پاس تھے
فقط جہاد کے ارادہ سے آئے تھے۔ اس سلطان کی اس فرزانگی کو دیکھیے کہ اُسنے سپاہی سمرقند
اور بخارا اور ان ملکوں کے لئے جو ابھی فتح ہوئے تھے یہ تدبیر نہایت معقول تھی اگر ہمراہ نہ لیتا
تو وہ کب اسکے پیچھے نچلے بیٹھتے۔ ضرور ایسا دنگہ فساد مچاتے کہ سلطان کو آگے بڑھنا دشوار
ہو جاتا۔ پھر اس سپاہ فراوان کو ہمراہ لیکر وہ سات دریاؤں سے ان مقامات سے اُترا
جہاں اُن کے پاٹ کم تھے۔ سنہ ۴۰۹ھ میں سلطان جس راہ سے قنوج آیا مورخوں نے مختلف طرح

سے بیان کیا ہے مگر ہم تاریخ یمینی کے موافق اس سفر کا حال بیان کرتے ہیں سلطان لشکر کو لیکر اول کشمیر میں آیا کشمیر اور غزنیں کے درمیان ایسے گھنے جنگل تھے کہ انہیں ہوا کا گذر بھی دشوار تھا انہیں جانور نغمہ سرائی اور غل شور مچاتے تھے سلطان پاس بیس ہزار ماوراالنہری سپاہی اسلئے آگئے تہے کہ وہ انکو کہیں جہاد میں بھیجکر غازی و شہید بنادے سلطان نے اس لشکر کو ہمراہ لیکر قنوج کا ارادہ کیا -

غزنیں اور قنوج کے درمیان گھوڑوں اور اونٹوں کی تین مہینہ کی راہ تھی سو سلطان نے راتدن سفر کرنا شروع کیا وہ دریاے سندہ اترا پہر جہلم - راوی - بیاہ - ستلج سے عبور کیا - یہ دریا ایسے عمیق ہیں کہ ان میں ہاتھی ڈوب جاتے ہیں اس سے سمجھہ لینا چاہیے کہ اونٹوں اور گھوڑوں پر کیا گذری ہوگی جن ملکوں میں سلطان کا گذر ہوا وہاں کے حاکموں نے اسکی اطاعت اختیار کی اور اپنے سفیر بھیجے - سیلی یا جانکی بن شاہی بن بمنی حاکم درہ ہاے کشمیر نے سلطان کو یہ جانا کہ وہ کوئی خدا کا فرستادہ ہے اسکے پاس حاضر ہوا اور راہ نمائی کا ذمہ لیا اور وہ ایک جنگل سے دوسرے جنگل میں لے گیا آدہی رات کو کوچ کا نقارہ بجتا اور دوپہر کے بعد تک منزل طی ہوتی ۲۰ - رجب کو یہ لشکر جمنا پار اترا - راہ میں سلطان کو ایسے بلند قلعے نظر آئے کہ انکے دیکھنے میں گردن پیچھے سے لگ جاتی تہی اب وہ قلعہ برن میں پہنچا (یہ پرانا نام بلند شہر کا ہے) راجہ ہردت کے ملک میں یہ قلعہ تہا جب اسنے سنا کہ اس لشکر جرار نے حملہ کیا ہے اپنے میں تاب مقاومت نہ دیکھی وہ دس ہزار آدمیوں سمیت سلطان کی خدمت میں آیا اور ان سب نے دین اسلام قبول کیا اور بت پرستی کو ترک کیا -

[برن]

کچھہ توقف کے بعد سلطان قلعہ مہاون کی طرف متوجہ ہوا وہاں کا راجہ کل چند تھا وہ کثرت مال اور رجال اور مملکت پر بڑا مغرور تھا - بڑے بڑے راجہ اس سے لڑتے ہوئے ڈرتے تھے اور اور ایسے قلعے اسکے پاس مضبوط تھے کہ کبھی انکو زمانہ کے ہاتھہ سے آسیب نہیں پہونچا تھا وہ اپنے لشکر کو ایک جنگل میں لیگیا کہ اس میں درخت ایسے گھنے تھے کہ نہ دہوپ جاسکتی تھی نہ ہوا جب سلطان وہاں پہونچا تو اسکا لشکر اس جنگل میں اسطرح گھس گیا جیسے کہ بالوں میں کنگھی جاتی ہے -

[فتح قلعہ مہاون]

اور قلعہ کی راہ دریافت کرلی سخت لڑائیاں ہوئیں مگر ہندوؤں کو ہر جگہہ شکست ہوئی۔ بہت سے سپاہی
اُنکے قتل ہوئے اور کچھہ جمنا کے پار چلے گئے غرض اس طرح پچاس ہزار ہندو عرصہ فنا اور ورطہ عنا میں
پڑے۔ کلچند نے خنجر کھینچ کر پہلے اپنی بیوی کو مارا اور پھر اپنا سینہ چاک کیا۔ سلطان کو ایک سو
اٹھاون ہاتھی ہاتھ آئے اور بہت سی غنیمت ملی +

جب سلطان کو کلچند کی مہم سے فراغت ہوئی تو وہ متھرا میں گیا۔ وہاں عمارتیں دیکھیں جنکو
یہاں کے لوگ کہتے تھے کہ وہ آدمیوں نے نہیں بنائیں بلکہ دیوتاؤں نے۔ وہاں کی عمارتیں بھی ایسی تھیں
جو عادات جاریہ کے خلاف تھیں اور انکا یقین مشاہدہ ہی سے آسکتا ہے۔ شہر کی فصیل سنگ خارا کی
بنی ہوئی تھی۔ اُسکے دو دروازے جمنا کے کنارہ کی طرف ایسے مضبوط بنے ہوئے تھے کہ پانی سے اُن کو
آسیب نہیں پہنچ سکتا تھا۔ شہر کے دونو طرف ہزار قصر تھے اور ان میں بُت خانے تھے اور وہ سر سے
پاؤں تک لوہے کی میخوں سے مضبوط کئے گئے تھے۔ یہ سب عمارتیں گچ کی بنی ہوئی تھیں۔ سب مندروں
سے بڑا شہر کے بیچ میں ایک مندر زیادہ عظیم الشان و رفیع البنیان تھا کہ اُسکا بیان ہو سکتا ہے نہ نقشہ
کھنچ سکتا ہے۔ سلطان نے شرفائے غزنین کو اس عمارت کی نسبت لکھا ہے کہ اگر ہزار دفعہ ہزار دینار خرچ
کئے جائیں اور دو سو برس تک چابک دست کاریگر و سنگکار اُسے بنائیں تو بھی ایسی عمارت نہیں بن سکتی
بتوں میں سے پانچ سونے کے بُت تھے ہر ایک پانچ گز لمبا تھا۔ یہ بُت ہوا میں معلق لٹکے رہتے تھے۔ اُن
بتوں میں سے ایک کی آنکھوں میں یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ ان یاقوتوں سے ہر ایک یاقوت کی قیمت
پچاس ہزار دینار سے کم نہو گی۔ ایک بُت کی آنکھیں صاف و چمکدار یاقوت ازرق کی تھیں اسکا وزن ساڑھے
چار سو مثقال تھا۔ ایک بُت کے دو پاؤں سونے کے وزن میں چار ہزار چار سو مثقال کے تھے۔ ان بتوں میں
کل سونا وزن میں اٹھانوے ہزار تین سو مثقال تھا۔ چاندی کے بُت دو سو تھے مگر انکا وزن بغیر توڑنے
کے نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ ترازو میں بغیر توڑنے کے نہیں رکھے جا سکتے تھے۔ سلطان نے حکم دیدیا کہ سارے
بُت خانے نفطہ آگ سے جلا دیے جائیں اس جلانے سے سنگین عمارتوں کا نقصان بہت ہوا ہوگا۔ بعض
مورخ لکھتے ہیں کہ سلطان نے بعض مندروں کو حسانت کے سبب سے نہ توڑا یا حصانت کے سبب سے نہ توڑ سکا
بعد اسکے سلطان نے قنوج کی طرف کوچ کیا۔ قنوج تصحیف سے فتوح ہوتا ہے یہ فال نیک پہلے سے موجود

سلطان نے اپنے لشکر کا ایک حصہ پیچھے چھوڑا اور تھوڑی سی فوج قنوج کے راجہ جیپال سے لڑنے کو لئے گیا۔ راجہ کے ساتھ بھی تھوڑے سپاہی تھے اور وہ اپنے کسی امیر یا بن بھاگ کر جانے کو تھا۔ اس ملک میں سلطان نے جس قلعہ کو دیکھا اسکو گرا کر زمین کی برابر کیا۔ یہاں کے باشندوں نے کیا اسلام قبول کیا یا تلوار لیکر لڑنے کو کھڑے ہوئے بیشمار قیدی اور غنیمت سلطان کو ہاتھ لگی۔ ۸ شعبان ۴۰۹ھ کو سلطان کے قریب پہنچنے کی خبر سنکر راجہ جیپال گنگا پار بھاگ گیا +

قنوج کی فصیلوں میں سلطان داخل ہوا تو اس میں سات قلعے جدا جدا بنے ہوئے تھے اور اسکے نیچے گنگا بہتی تھی۔ قنوج میں دس ہزار بتخانے تھے جنکو ہندو کہتے تھے کہ دو دو تین تین ہزار برس گذرے ہیں کہ ہمارے باپ دادا نے بنائے تھے سلطان نے ایک ہی دن میں ساتوں قلعے لے لئے اور سپاہ کو حکم انکے لوٹنے کا دیدیا باشندے کیا بھاگ گئے یا قتل یا اسیر ہوئے +

قنوج کی تعریف ہندو مسلمان دونو کرتے ہیں مگر اسکی وجہ کوئی نہیں معلوم ہوتی کہ یہ شہر کیوں دولت سے مالا مال اور باشان و شکوہ گنا جاتا تھا۔ نہ تو وہاں راجہ کا ملک وسیع تھا کہ ہندوستان میں کسی اور راجہ کا نہ ہو نہ اسکی حکومت اور راجاؤں سے زیادہ تھی۔ اس زمانہ میں قنوج کی نسبت مورخ یہ بیان کرتے ہیں کہ اسکی شہر پناہ پندرہ کوس کے گردے میں تھی بتیس ہزار تنبولیوں کی دکانیں تھیں راجہ کے پاس پانچ لاکھ پیادے تھے بتیس ہزار سوار تھے۔ اسی ہزار زرہ پوش تھے۔ اصل حال معلوم ہونا دشوار ہے مگر ان مورخوں کے بیان میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ فارسی تاریخوں میں تعداد میں ہمیشہ اختلاف ہوتا ہے۔ قنوج کے خواہ پہلے کچھ ہی شان ہو۔ مگر اب وہ قصبہ کہنہ ہے البتہ اسکے گرد عمارات کے کھنڈر باقی ہیں جو ارباب بصیرت کو عبرت دلاتے ہیں اب دیر جو بیان قنوج کی فتح کا لکھا ہے وہ تاریخ یمینی سے لکھا ہے اب اور تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ قنوج کا راجہ کنور رائے سلطان کے لشکر کی عظمت اور شوکت کو دیکھ کر دنگ رہ گیا اور سوا اسکے کچھ بن نہ پڑی کہ رومال سے ہاتھ باندھ کے مع اپنے اہل و عیال کے سلطان کی حضور میں حاضر ہوا۔ سلطان نے اس پر بہت لطف و کرم کیا۔ اور کسی طرح کی اذیت نہیں پہنچائی خود تین روز تک یہاں رہا اور اس سے وعدہ کیا کہ اگر کوئی دشمن تمکو ستائیگا تو ہم خود آکر تمہاری امداد کرینگے۔ چنانچہ اس وعدہ کا ایفا بھی کیا

جسکا آگے ذکر آئے گا +

پھر سلطان منج کی طرف متوجہ ہوا یہ برہمنوں کا قلعہ مشہور تھا اسکے باشندے شتر بے مہار تھے۔ وہ مقابلہ کے لیے کھڑے ہوئے مگر جب مقابلہ نہ کرسکے اور انکو یہ بھی یقین تھا کہ مسلمان ہمکو جیتا نہ چھوڑینگے تو وہ فصیلوں پر سے کود کود کر بھاگنے لگے مگر اسطرح کودنے میں پاش پاش ہوکر مرگئے +

یہ شہر منج مدے پرانا شہر منجھاؤن یا مجھاون معلوم ہوتا ہے جو کہ کھنڈر کانپور سے جنوب میں دس میل کے فاصلہ پر پڑے ہیں وہ قنوجی برہمنوں کا مرکز ہے +

پھر سلطان قلعہ آسی یا اسوتی کی طرف متوجہ ہوا یہاں کا حاکم چندپال تھا۔ وہ ہندو کے امیروں اور سپہ سالاروں میں سے تھا۔ وہ ہمیشہ فتح پاتا تھا اس قلعہ کے گرد بڑا گھنا جنگل تھا اور اسمیں سانپ بھرے ہوئے تھے جنپر کوئی منتر چلتا تھا اور ایسا اندھیرا رہتا تھا کہ چاندنی اسمیں نہیں دکھائی دیتی تھی۔ بڑی چوڑی اور گہری خندق قلعہ کے گرد تھی چندپال نے جب سلطان کے آگے بڑھنے کی خبر سنی تو بڑا ہول اسکے دل میں اٹھا اور اسنے جان لیا کہ موت منہ کھولے میری طرف آرہی ہے اسلیئے وہ بھاگا۔ سلطان نے اسکے پانچوں قلعوں کے منہدم کرنیکا حکم دیا انہیں کے ملبے کے نیچے باشندے دبے رہ گئے سپاہی قتل اور اسیر ہوئے۔ مال اسباب انکا لوٹا گیا یہ قلعہ اسوتی گنگا کے گوشہ شمال مشرق میں فتح پور سے دس میل پر ہے۔ یہ بہت پرانا شہر ہے اسکو اسوتی کمانے جو سورج کا بیٹا تھا بنایا تھا اسنے یہاں پر بلدان کیا تھا اور اس شہر کو اپنے نام پر آباد کیا تھا +

جب سلطان نے سنا کہ چندپل بھاگ گیا تو اسکو افسوس ہوا اور وہ قلعہ شروا کی طرف چلا یہاں کا راجہ چندرائے تھا۔ ہندوں میں بڑے رتبے کا راجہ تھا۔ پورجی پال سے ہمیشہ سرحد کی بابت اسکی لڑائی رہتی تھی اور کشت و خون ہوتا تھا۔ پورجے پال نے اپنے پرانے دشمن کی بیٹی سے اپنے بیٹے کا پیغام بیاہ کا بھیجا کہ اس رشتہ مندی کے سبب ہمیشہ کے لئے رشتہ اتحاد قائم ہوگا۔ اپنے اپنے بیٹے کو بیاہنے کے لئے رائے چند پاس بھیجا۔ رائے چند نے اسکے بیٹے کو قید کرلیا اور اس باپ کے سبب جو اسکے نقصان ہوئے تھے انکا معاوضہ چاہا پس اب پورجے پال مجبور تھا کہ رائے چند کے قلعہ اور ملک پر حملہ نہیں کرسکتا تھا اپنے بیٹے کو بھی نہیں چھڑا سکتا تھا غرض ان دونوں میں

چھیڑ چھاڑ ہمیشہ رہتی تھی کہ سلطان محمود اس ملک میں آگیا۔ پورجے پال تو راجہ بھوج چند پاس جا کر
چھپ گیا مگر چندرائے سلطان سے لڑنے کے لئے آمادہ ہوا۔ اس اثنا میں بھیم پال نے ایک خط
اسکو لکھا کہ سلطان محمود کا حال ہندوستان کے راجاؤں کا سا نہیں ہے وہ ہندؤں کا پیشوا نہیں ہے
اسکے باپ کے نام سے فوجیں بھاگتی ہیں بہتر ہے کہ اس سے صلح کیجائے اگر تم اس سے لڑوگے تو لٹیا ڈبوگے
آگے تمہیں اختیار ہے۔ اگر تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو کہیں چھپ جاؤ۔ چندرائے نے بھیم پال کی
صلاح کو مان لیا اور وہ اپنے ہاتھیوں اور خزانوں کو لیکر پہاڑوں میں جا چھپا اس صلاح و
راے بتانے کا سبب تھا کہ کہیں وہ سلطان کے دام میں ایسا نہ پھنس جائے کہ وہ مسلمان ہو جائے جیسے
کہ بھیم پال کے رشتہ دار مسلمان ہو گئے تھے سلطان نے قلعہ شروا کو فتح کر لیا مگر اصل مطلب سلطان کا یہ
تھا کہ چندرائے کو گرفتار کرے۔ اسلئے وہ اسکی تلاش میں پندرہ فرسنگ ایسے جنگل میں چلا جسکے کانٹوں
سے اسکے لشکر کے آدمی بڑے زخمی ہوئے آخر کو اُسنے ۲۵ شعبان سنہ ۴۰۹ھ (۶ جنوری سنہ ۱۰۱۹ء) کو دشمن
کو جا لیا سلطان نے اپنے دشمنوں پر حملہ کر کے اُنکو قتل کیا اور تین دن تک مُردوں کی تلاشی لوٹ کے
لئے کی۔ بہت سے ہاتھی گرفتار کئے۔ ایک ہاتھی جو اس راجہ کا مشہور تھا وہ خود سلطان کی طرف چلا گیا
جسکا نام خداداد رکھا گیا۔ تمام غنیمت تین ہزار درہم کی ہاتھ لگی اور قیدی اتنے ہاتھ لگے
کہ دو سے لیکر دس درہم تک ایک قیدی فروخت ہوتا تھا۔ یہ قیدی غزنیں کو روانہ ہوئے دور دور
سے سوداگر انکے خریدنے کو آئے بسا اوقات ماوراء النہر عراق خراسان ان ہندی غلاموں سے بھر گیا گورے کالے امیر
غریب غلامی میں آکر برابر ہو گئے۔ یہ سروادہ سیوں رہی جو کین ندی کے کنارہ پر کالنجر اور باندہ کے درمیان
واقع ہے یا سرواگڈھ ہے جو بیونج ندی کے کنارہ پر کوچ سے کچھ فاصلہ پر ہے جن پہاڑوں میں راجہ چندرائے
جاکر چھپا تھا وہ بندیل کھنڈ کے پہاڑ ہیں انکے سواء کوئی اور نہیں ہوسکتے کیونکہ جب سلطان محمود
۸ شعبان کو قنوج میں تھا اور ۲۵ شعبان کو ان پہاڑوں میں آگیا ہو تو سواء انکے اور پہاڑ نہیں ہوسکتے
سرسواگڈھ بندیل کھنڈ کے راجاؤں کی تاریخ میں بڑا مشہور مقام ہے اور دو سو برس بعد چند بھاٹ نے
پرتھی راج دہلی کے راجہ کی لڑائیوں میں اس قلعہ کا ذکر کیا ہے کہ اسکی حفاظت میں بہت سے راجہ مارے گئے
سنہ ۴۱۲ھ میں سلطان نے کشمیر کا قصد کیا۔ لوہ کوٹ کو محاصرہ کیا۔ ایک مہینہ اسمیں صرف کیا مگر قلعہ کو

غزنین کا ایک صوبہ پنجاب کا بنا

ایسا مستحکم اور بلند پایا کہ اسکا فتح کرنا اپنے احاطہ قدرت سے باہر دیکھا ۔ یہاں سے لاہور کی طرف گیا ۔ لشکر کو جوانب اور اطراف میں تاخت و تاراج کے لیے بھیجا ۔ بہت مال دولت غنیمت ہاتھ لگی چونکہ جیپال کا پوتا ضعیف ہو گیا تھا اور اجمیر کے راجہ پاس بھاگ گیا تھا اس لیے سلطان شہر لاہور پر قابض ہوا اور اپنے امرائے معتمد میں سے ایک کو صوبہ پنجاب حوالہ کیا اور اُسکے اضلاع میں اپنے عامل حسب صلاح تدبیر مقرر کیے ۔ باج و تاراج کی جگہ ملک گیری اختیار کی ایک لشکر یہاں متعین کیا اور اس ملک میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا ۔ اول بہار میں وہ غزنین چلا گیا ۔ یہ پہلی دفعہ تھی کہ دریائے اٹک کے جانب شرق میں لشکر اسلام نے سکونت اختیار کی اور یہی ہندوستان میں سلطنت اسلامیہ کی بنیاد تھی +

[illegible]

سلطان نے آب جیحوں سے عبور کیا ماوراء النہر کے سرداروں نے اسکا استقبال کیا ۔ ہر ایک نے اپنے مقدور کے موافق پیش کش دی ۔ یوسف قدر خاں کہ ترکستان کا بادشاہ تھا استقبال کے لیے آیا سلطان میں اور اس میں دوستانہ ملاقات ہوئی جشن شاہانہ بڑی تیاریوں سے ہوئے تحفہ تحائف باہم لیے دیے گئے ۔ علی تگین کو جب خبر ہوئی تو وہ بھاگ گیا سلطان نے اسکو گرفتار کر کے ہندوستان کے کسی قلعہ میں محبوس کیا +

[illegible]

کنور رائے راجہ قنوج اور سلطان کے باہم عہد ہو چکا تھا کہ اگر کوئی راجہ اسکو ستائیگا تو وہ اُسکی امداد کریگا ۔ ایک کالنجر کے راجہ نندرائے نے اور راجاؤں کو اپنے ساتھ لیکر قنوج کے راجہ کو دبانا چاہا اس راجہ کی اس حرکت سے کہ محمود کی اُسنے اطاعت کر لی تھی سب راجا متنفر ہو گئے تھے اور اُسپر لعنت ملامت کرتے تھے جب یہ خبر سلطان محمود کو پہونچی تو وہ راجہ کالنجر سے لڑنے کے لیے چلا ۔ وسط ہند کی پہلے وہ سیر کر چکا تھا مگر اُسکے آنے سے پہلے ہی راجہ کالنجر نے قنوج کے راجہ کا کام تمام کر دیا ۔

غزنین سے جب فوج سلطان لیکر آتا تھا تو راجہ جیپال دوم جسکو بورجی پال فارسی کتابوں میں لکھا ہے لشکر سلطانی کا دریائے جمن پر سد راہ ہوا ۔ یہ راجہ انندپال کا بیٹا ہمیشہ سلطان کی اطاعت کیا کرتا تھا مگر شامت اعمال جو آئی تو راجہ کالنجر کا طرفدار ہو گیا ۔ اس دریا کی طغیانی لشکر

سلطانی کی عبور کو مانع ہوئی۔ مگر تہہ امیر دریا سے پار اتر گئے اور راجہ جے پال کے پوتے کو
شکست دی اور ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ اور بت خانوں کو لوٹا۔ غرض وہاں
سے نندا کے ملک میں سلطان آیا اس راجہ نے بھی لڑائی کے ارادہ سے بڑا لشکر جمع کیا تھا
چھتیس ہزار سوار اور پینتالیس ہزار پیادے اور چھ سو چالیس ہاتھی جمع تھے۔ سلطان نے جو کسی
بلندی پر چڑھ کر یہ لاؤ لشکر دیکھا تو دل میں پشیمان ہوا کہ میں یہاں کیوں آیا۔ خدا کی درگاہ میں
التجا لایا اور فتح اور سلامتی کے لئے گڑگڑایا۔ خدا کی قدرت جب رات ہوئی تو نندا پر
ایسا خوف عظیم طاری ہوا کہ وہ سب اسباب چھوڑ چھاڑ کر فرار ہوا۔ جب دن ہوا تو سلطان نے
یہ دیکھا تو خود گھوڑے پر سوار ہو کر کمین گاہوں کو دیکھا اور پھر دست غارت دراز کیا۔ اور
پانچسو اسی ہاتھی یہاں اس کے ہاتھ لگے غرض بعد اس فتح کے غزنین کو مراجعت کی +

اس مہم میں کئی باتیں ایسی ہیں کہ انکا حل ہونا دشوار ہے۔ اول وہ دریا جہاں محمود اترا
کون تھا۔ کوئی دریا رحمن تجویز کرتا ہے۔ کوئی رام گنگا بتلاتا ہے غرض کچھ تحقیق نہیں دوسرے
کوئی پور جے پال کو نبیرہ جے پال لکھتا ہے کوئی بیٹا بتلاتا ہے۔ اس مہم کا نام مہم راہب بھی ہے۔
۴۱۴ھ - ۱۰۲۳ء میں سلطان کو خبر لگی کہ قیرات اور ناردین کے آدمیوں نے بغاوت اختیار کی۔
ان دونو دیار کے باشندے بت پرست تھے سلطان نے لشکر جمع کیا اور بہت سے آہنگر اور سنگتراش
ساتھ لئے اور انکی طرف روانہ ہوا اول قیرات کو فتح کیا۔ یہ ملک قیرات کا سردسیر تھا۔ وہاں
میوے بہت پیدا ہوتے تھے اور ہندوستان اور ترکستان کے درمیان واقع تھا اور وہاں کے
باشندے شیر پرست تھے۔ یہاں کے حاکم نے اطاعت کی اور اسلام قبول کیا اور باشندے بھی اپنے
حاکم کی تقلید کر کے مسلمان ہوئے۔ حاجب علی بن ارسلان یا صاحب علی بن ایلار کو ناردین
کے فتح کرنے کے لئے بھیجا اسنے قلعہ کو سر سواری فتح کر لیا اور اس مقام پر ایک قلعہ بنوایا اور علی قدر
بن سلجوقی کو یہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اسلام نے اس ملک میں اشاعت پائی۔ اس مہم کی نسبت
بہت سے محققین کو اشتباہ ہے۔ اول قیرات اور ناردین کے صحیح نام اور مقام کے دریافت
کرنے میں بہت کوشش کی گئی۔ فارسی تاریخوں میں نام ایسی بے پروائی سے لکھے ہیں کہ وہ

مہم قیرات اور ناردین +

کچھہ سے کچھہ ہوجاتے ہیں اب دونو مقاموں کے نام مختلف طرح سے لکھے ہیں کوئی قرت کہتا ہی اور کوئی قیرات اور نار دین لکھتا ہے غرض بعد تحقیق کے صحیح معلوم ہوتا ہی کہ یہ قیرات اور نار دین کا وہ ملک ہی جسمیں سوات اور باجور اور ایک حصہ کافرستان کا واقع ہے۔ طبقات اکبری کا بیان ایسا ہے کہ جس سے کچھہ شبہ نہیں رہتا کہ حقیقت میں یہی ملک ہے اور بہت سے بودہ موجود وہاں جو یہاں کی شیر پرستی کی شہادت دیتے ہیں بدہ کا نام شاکی سنگہ تھا سنگہہ شیر کو کہتے ہیں اسلئے مسلمانوں نے بودہوں کو شیر پرست لکھا ہے +

راجہ کالنجر کی تادیب +

سنہ ۴۱۳ھ میں راجہ کالنجر کے تادیب کے واسطے سلطان محمود نے لاہور سے قصد پھر کیا۔ جب سلطان گوالیر پہونچا اور وہاں کا محاصرہ کیا چار روز بعد راجہ نے امان مانگی اور پینتیس ہاتھی نذرانہ میں بھیجے سلطان نے امان دی اور کالنجر کی طرف روانہ ہوا۔ یہ قلعہ سارے ہندوستان میں استحکام کے اندر اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ اسکا بھی محاصرہ کیا مگر نندا رائے نے تین سو ہاتھی ہدیتاً بھیجے اور امان چاہی۔ ان ہاتھیوں پر فیلبان نہ تھے۔ بادشاہ نے ترکوں سے کہا کہ ان پر چڑہو۔ ترک انکو پکڑ پکڑ سوار ہونے لگے ہندوں کو بڑا تعجب ہوا۔ راجہ نے ہندی اشعار سلطان محمود کی تعریف میں لکھہ کر بھیجے پنڈتوں سے اسکے معنی پوچھے انکے معنی سنکر راجہ سے بہت خوش ہوا اور اُس کو پندرہ قلعوں کا حاکم مقرر کیا راجہ نے بھی بہت سے جواہر اور زر نقد اور اسباب اسکو پیشکش کئے سلطان اب غزنین کو واپس آیا +

اب محمود کا دل لوٹ مار کے حملوں سے بھر گیا تھا۔ اور ایسی مہموں میں اُسکو مزہ نہ آتا تھا۔

سومنات پر حملہ سنہ ۴۱۶ھ +

قنوج کی فتح کی بعد جو حملے اُسنے کئے وہ اپنی خوشی سے اُسنے نہیں کئے بلکہ مجبوری تھی۔ اب ساری توجہ اس بات پر تھی کہ اسلام کی اشاعت میں گو وہ کوئی بڑا آدمی نہ شمار کیا جائے مگر یہ بات تو حاصل ہو کہ بت پرستی کے حق میں بلا سمجھا جاوے اور بت شکن نام پائے۔ اسلئے اُسنے ارادہ سومنات کا کیا +

یہ حملہ سومنات پر اہل اسلام کا ایک مشہور جہاد ہی اب تو ہندوستان کے لوگ سومنات کا مقام بھی نہیں جانتے لیکن وہ اُسوقت میں بڑے تیرتھوں میں گنا جاتا تھا۔ گرہن کے دن لاکھوں آدمی دور دور سے یہاں آتے تھے اور ہندوؤں کا یہ اعتقاد تھا کہ روحیں بدن سے جدا ہو کر

سومنات کی نسبت ہیں کہ آواگون کے موافق آتی ہے اور سمندر کا جوار بھاٹا نہیں ہوتا بلکہ
سمندر اسکی پرستش میں تھا سمجھا جاتا ہے مقام اس مندر کا وہاں تھا جہاں اب جزیرہ نما گجرات میں
بیراول واقع ہے وہ ایک بڑا مندر تھا اسی مکان میں سومنات تھا - وہاں باہر کی روشنی نہ آتی
تھی بجواہرات الماس جو در و دیوار میں جڑے ہوئے تھے اور جڑاؤ قندیلوں میں لگے ہوئے
تھے انکی جوت اور جگمگاہٹ سے دن رات وہاں برابر تھے چھپن ستون مرصع جواہرات کے
لگے ہوئے تھے دو سو من سونے کی زنجیر لٹکتی تھی اسمیں گھنٹے اور گھڑیال لٹکی تھیں جسوقت پوجا
کا وقت ہوتا تھا وہ بجتے تھے اسکے مصارف کے واسطے دو ہزار گانو معاف تھے - دو ہزار پنڈے وہاں
محافظت کے واسطے متعین تھے - دروازہ کے سامنے سومنات کھڑا تھا - پورا پانچ گز لمبا تھا - دو گز
زمین کے اندر اور تین گز زمین کے باہر - گنگا اگرچہ چھ سو کوس پر ہے مگر روز تازہ گنگا جل آتا تھا
اور اس سے سومنات کا اشنان ہوتا تھا - پانچ سو گائنیں اور تین سو گوتے تھے کہ پوجا کے وقت
بھجن گاتے تھے اور ناچتے تھے - وہ دولت اس مندر میں جمع تھی کہ کسی راجہ کے خزانہ میں
نہ ہوگی - غرض جب اس مہم سومنات کی غزنین میں تجویزیں ہونے لگیں تو ہزاروں مسلمان ترکستان
اور اور ملکوں سے حرارت مذہبی کے جوش سے ساتھ ہو لئے انکی نہ تنخواہ تھی نہ درماہہ فقط
غنیمت کی امید ہمراہ تھی - ماہ ستمبر ۱۰۲۵ء میں فوج غزنین سے روانہ ہوئی اور ماہ اکتوبر میں
ملتان میں پہونچی - اب یہاں ملتان سے آگے راستہ بالکل جنگل ہی جنگل تھا نہ راہ میں آدمی ملتا نہ کھانا
پینا - تیس ہزار اونٹوں پر پانی اور غلہ لادا گیا اور ہر سپاہی پر تاکید تھی کہ وہ اپنے کھانے پینے
کا سامان رکھ لے +

غرض یہ سب سامان درست کرکے ۳۵۰ میل لق و دق میدانوں کو لپیٹ کر اجمیر کے پاس سلطان پہنچا
اگرچہ کوئی راجہ ایسا نہ تھا کہ سلطان کے ارادہ سے واقف نہ تھا مگر کوئی یہ نہ سمجھتا تھا کہ یہ طوفان
ہم پر بجلی کی طرح آن پڑیگا اور پہاڑ کی طرح آن پڑیگا - اب راجہ اجمیر نے سوا بھاگنے کے
کوئی اپنا چارہ نہ دیکھا - راجہ بھاگا - دارالخلافہ خالی ہوا - اسکا ہر ایک گھر بے چراغ ہوا - سامنے
تارا گڈھ کا قلعہ نظر آیا - مگر محمود نے وہاں کے محاصرہ کو بے سود جانا - اپنا سیدھا سفر منزل منزل

طے کرنا شروع کیا۔ راہ میں جو اور قلعے پڑے اُنکو فتح کرتا ہوا چلا گیا گجرات کے مشہور شہروں میں سے اول وہ نہل واڑہ میں پہونچا اگرچہ اجہ نہل واڑہ کا راجہ تھا مگر سلطان محمود کے سامنے سے بھاگ گیا۔ یہ ایک فتح نمایاں اہل اسلام کو حاصل ہوئی مگر محمود نے کچھہ اسکا خیال نہ کیا سیدھا سومنات کی دُھن میں چلا گیا۔ خدا نے اُسکو منزل پر پہونچایا سمندر کے کنارہ پر ایک قلعہ عالی شان نمودار ہوا سر اُسکا آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔ پانوں میں اُسکے سمندر لوٹ رہا تھا فصیلوں پر جگہہ جگہہ پہرہ بندی تھی جب مندر والوں نے دیکھا کہ نشان محمودی لہرا رہا ہے اور اُسکے ساتھہ یہ ساز و سامان اور لاؤ لشکر موجود ہے تو دیواروں پر کھڑے ہوکر ہو پکار پکار کر کہتے کہ تم اپنے لشکر کے گھمنڈ پر ہم کو لوٹنے آئے ہو اسکی تمکو خبر نہیں کہ ہمارے دیوتا سومنات نے تمکو یہاں بلایا ہے۔ سارے ہندوستان میں شوالے مندر بت تم نے توڑے ہیں اب اُسکے عوض میں ہمارا یہ دیوتا تمہاری گردنیں توڑے گا۔ ایلچی ایسے ایسے پیغام محمود پاس لائے مگر اُسنے کان لگا کر سُنا بھی نہیں کہ کیا کہتے ہو۔ تیوری بدل کر مُنہ پھیر لیا جب دوسرا دن ہوا تو محمود نے اپنے تیر اندازوں کو فصیل کے پہرہ والوں کے جا بھڑایا۔ اِن تیر اندازوں نے وہ تیر برسائے کہ ہندوؤں کو فصیل چھوڑتے ہی بنی۔ پھر ہندو اپنے دیوتا کے قدموں پر گر پڑے اور گڑگڑا نے رونے۔ یہ رو ہی رہے تھے کہ مسلمان جھٹ سیڑھیاں لگا کمندیں ڈال فصیلوں پر چڑھ گئے اور تکبیر کے نعرے مارنے شروع کئے۔ راجپوتوں کا حال ہے کہ جیسے وہ جلد سرد ہو جاتے ہیں ویسی ہی جلد حرارت میں بھر آتے ہیں غرض غیرت سے خون اُنکا جوش میں آیا اور مسلمانوں سے ایسا لڑے کہ اُنکے پیر اُکھیڑ دیے مسلمان نقصان اُٹھا کر اُلٹے پھرے مسلمانوں نے تیسرے روز پھر حملہ کیا اور بہت سا نقصان اُٹھایا۔ اور جب محمود نے بڑے زور سے حملہ کیا اور زینے لگا کر فصیل پر لشکر چڑھایا۔ تو مندر والوں نے اپنی بہادری سے اُنکو سر کے بل گرایا اُسے خوب معلوم ہو گیا کہ وہ اپنے مندر کی حمایت میں آخر دم تک لڑنے کو موجود ہیں اب آس پاس کے راجہ مندر چھڑانے کے لیے جو جمع ہوئے تھے اُنھوں نے باہر اپنے لشکروں کی صفیں آراستہ کیں جب ہی محاصرہ چھوڑ کر محمود نے دشمنوں

لڑنا پڑا۔ دونو لشکروں میں لڑائی شروع ہوئی لڑائی ترازو کی تول تھی یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ کسطرف کا پلہ بھاری ہے کہ ہندوؤں کیطرف اہل واڑہ کا راجہ بہت سی فوج لیکر آموجود ہوا۔ اب ہندوؤں کا پلہ بھاری معلوم ہونے لگا۔ اور یہ وہم ہونے لگا کہ لشکر اسلام ضعیف ہوگیا۔ سلطان محمود مضطرب ہوا۔ ایک اثنائے کی عالم میں تھا۔ کہ دیکھیے کیا خدا دکھاتا ہے۔ خدا کی درگاہ میں التجا لایا۔ اور عجز و نیاز سے دعائیں مانگیں اور خرقہ شیخ ابوالحسن خرقانی پہنا۔ بعد ازاں گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی فوج کے دل بڑھانے لگا۔ سپاہ جو اتنے دنوں سے سلطان محمود کے ہمرکاب لڑتی ہو وہ ایسے وقت میں چھوڑ کر کہاں جا سکتی تھی غرض سب نے ایک دل و جان ہو کر اور تکبیر کہہ کر ایسا قدم بڑھایا کہ کوئی اُسکو روک نہ سکا۔ پانچ ہزار ہندوؤنکو قتل کر ڈالا ہندو بھاگ کر مندر میں گھسنے لگے اور ایسی ہیبت لشکر اسلام اُنکے دل میں بیٹھی کہ مندر کے سپاہیونکو بھی بچنے کی اُمید نہ رہی چار ہزار سپاہی دل کر کے باہر نکلے اور کشتیوں میں بیٹھ کر گنگا بھاگ جانے کا ارادہ کیا مگر محمود نے اُنکے پکڑنے کے واسطے کشتیاں چھوڑیں اُنمیں سے کچھہ مارے گئے کچھہ جان بچا کر چلے گئے کچھہ ڈوب کر مر گئے + بعد اس فتح کے محمود مندر کے اندر داخل ہوا۔ اور سومنات کی ناک تبر سے اڑا دی اور توڑنے کا حکم دیا۔ تو پجاری بیچارے دوڑ کر پاؤں میں گر پڑے اور عرض کرنے لگے۔ اگر جناب عالی اس مورت کو نہ توڑیں تو اسکے عوض میں جسقدر روپیہ فرمائیں ہم لوگ اسکو نذر دیں یہ بات سُنکر سلطان نے کچھہ تامل کیا اور پھر فرمایا کہ میرے نزدیک بت فروش نام پانے سے بت شکن نام پانا بہتر ہے۔ یہ کہہ کر اُس پتھر کی مورت پر ایک گرز ایسا مارا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی حسب اتفاق اُسکے پیٹ میں اسقدر ہیرے موتی اور جواہرات بیش بہا نکلے کہ اُس نذرانہ کی اُسکے آگے کچھہ اصل نہ تھی۔ یہ دیکھہ کر محمود باغ باغ ہوگیا۔ دو ٹکڑے اُسکے مدینے بھیجے۔ دو غزنیں کو بھجوائے جنمیں سے ایک جامع مسجد میں اور ایک دیوان عام کے دروازہ پہ ڈالدیا۔ کہتے ہیں کہ اس مہم میں کم از کم دس کروڑ روپیہ کا مال اُسکو ہاتھہ آیا ہوگا ایسی غنیمت عمر بھر ہاتھہ نہیں لگی تھی اہل واڑہ کا راجہ برہم دیو گندابہ کے قلعہ میں پناہ گیر ہوا۔ یہ قلعہ سمندر میں تہا جب سمندر کا پانی اُترتا

تو اس تک سائی ہوئی۔ محمود نے لشکر بھیجا۔ اوسنے قلعہ فتح کر لیا۔ مگر راجہ ہاتھہ نہ آیا۔ بعد ان فتوحات
کے محمود انہل واڑہ میں آیا۔ اور ساری برسات یہیں کاٹی۔ اس ملک میں آب ہوا کی صفائی
اور آدمیوں کی حسانت اور دل آرائی۔ اور زمین کی شادابی۔ اور پانی کی روانی کو دیکھ کر یہ خطہ
اُسکو پسند آیا۔ اور ارادہ کیا کہ غزنین مسعود کو دیدیجئے۔ اور اپنا یہاں جدا دار الخلافہ بنائے
اور سلطنت کو بڑہائیے محمود کی اس عالی حوصلگی کو دیکھنا چاہئے کہ وہ سکندر ذوالقرنین بنا
چاہتا تھا۔ یہاں رہنے سے یہ مطلب تھا کہ جہازوں کا بیڑا تیار کرے اور لنکا اور پیگو کو فتح کرے
اور وہاں کے سونے اور جواہرات کی کانوں سے متمتع ہو۔ غرض ان خیالات سے یہاں رہ جانے کا
ارادہ کیا تہا۔ مگر اُسکے مشیروں نے اُسے ڈہیلا کر دیا۔ اُنہوں نے عرض کی کہ خراسان کو کس محنت اور
جان کاہی سے صاف کیا۔ اُسکو چھوڑنا اور گجرات کو دار السلطنت مقرر کرنا مصلحت ملکی نہیں ہے
اس بات کو سلطان نے مان لیا اور مراجعت کا ارادہ کیا۔

سلطان نے فرمایا کہ کسی ایسے شخص کو منتخب کرو کہ جسکو یہاں مملکت اور حکومت سپرد کر جائیں ہم نے
امیروں سے اسمیں مشورہ کیا۔ اور عرض کیا کہ اس ملک میں پہر ہمارے آنے کا اتفاق نہ ہوگا یہیں کے
کسی شخص کو حاکم مقرر کرنا چاہئے۔ اہالیان سومنات سے اس معاملہ میں کچھہ گفتگو ہوئی۔ اُنہوں نے
کہا کہ سب سے اچھا حسب و نسب اس ملک میں داب شلیموں کا ہے۔ اور اُنمیں سے ایک شخص یہاں ریاضت
میں مشغول ہے۔ اگر اُسکو یہاں کی سلطنت عنایت کیجئے تو بہتر ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ داب شلیم بڑا تند خو
ہے۔ یہ ریاضت اُسکی عصمت بی بی از بے چادری ہے۔ جب اُسکو لڑائی جھگڑے سے ملک کا ہاتھہ
نہ آیا تو یہ سانگ بھرا۔ ایک اور داب شلیم ہے وہ بہت عاقل اور دانا ہے اور ایک دیار میں حاکم بھی ہے
اور سب اُسکی بات مانتے ہیں۔ اگر سلطان اُسکے نام فرمان بھیجے تو وہ سر آنکھوں سے حاضر ہو کر
وہ یہاں خوب راج کریگا۔ اور آپکا خراج اور باج ادا کرتا رہیگا۔ سلطان نے ارشاد فرمایا کہ کسی ملک
کے حاکم کو یہاں بُلا کر راجا بنانا نامناسب ہے۔ داب شلیم مرتاض ہی کو یہاں کا بادشاہ بنا دیا۔
اس داب شلیم نے عرض کی کہ ایک داب شلیم میرا دشمن ہے جسوقت حضور یہاں سے تشریف فرما ہونگے
وہ مجھے دبا کر ملک چھین لیگا۔ اسلئے بہتر ہے کہ اُسکو میرے حوالہ کیجئے سلطان نے اس داب شلیم کا

سومنات پر داب شلیم کو راجہ مقرر کرنا

لے لیا۔ پہلے یہاں دستور تھا کہ بادشاہ کو مارا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اپنے تخت کے نیچے نہایت تنگ و تار ایک گھر بناتے اور اُسکے اندر ایک سوراخ رکھتے۔ اُسی میں سے دانہ پانی راجاؤں کو قید کرکے دیتے۔ ابتک مکان تیار نہ تھا اسلیئے دابشلیم مرتاض نے عرض کی کہ دوسرے دابشلیم کو آپ ہمراہ لے جایئے اور جب میں مانگوں تو اُسے میرے حوالہ کیجئے۔ خدا کی قدرت جب یہ دابشلیم غزنین سے گجرات کو آیا تو دابشلیم مرتاض اندھا ہو گیا تھا۔ اسلیئے وہی قیدی گجرات کا راجہ ہوا اور جو گھر اُسکے قید کرنے کے لیئے بنایا تھا اُس میں یہ دابشلیم مرتاض قید ہوا سچ ہے چاہ کن را چاہ در پیش +

اب جیسا اس ملک میں آنا دشوار تھا ایسا ہی اُلٹا جانا مشکل تھا جس راہ سے آیا تھا وہاں اجمیر اور انہلواڑہ کے راجاؤں کی فوجیں کمین میں بیٹھی تھیں سلطان کی فوج نے کیسے کچھ مصائب اٹھائے تھے اور کیا کیا لڑائیاں لڑی تھیں اُس سبب سے وہ کم ہو گئی تھی سلطان جنگ کرنی مصلحت نہ جانتا تھا اسلیئے وہ اُس راہ سے نہ گیا جس راہ سے آیا تھا۔ بلکہ بیابان اور ریگستان سندھ کی راہ اختیار کی اور ملتان جانیکا قصد کیا۔ راہبر ساتھ لئے۔ مگر راہبر نے راہ نہ بتائی بلکہ راہ سے بے راہ۔ اور گمراہ کیا اور ایسی راہ پر ڈال دیا جہاں پانی کا پتا نہ تھا جب رات دن سفر ہوا اور پانی نہ ملا تو ایک تلاطم سارے لشکر میں پڑ گئی۔ راہبر سے پوچھا کہ پانی کہاں ملیگا اُسنے جواب دیا کہ میں سومنات کا فدائی ہوں تجھے اور تیرے لشکر کو ایسی جگہ لایا ہوں کہ بن پانی ماروں سلطان نے غضب میں آکر اُسکو وہیں مار ڈالا۔ پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر پھرتا تھا کہ مرغابی نظر آئے۔ اُسے یقین ہوا کہ جہاں یہ جانور ہونگے وہاں پانی ضرور ہوگا غرض اُسنے ایک چشمہ کا پتا مشکل سے ملا اِس صدمہ میں بہت سے آدمی مر گئے۔ کچھ دیوانے ہو گئے۔ راہ کی مصیبتوں کے بیان کرنے کے لیئے ایک دفتر چاہیئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ملتان کی راہ سے سلطان غزنین میں پہونچ گیا۔ اور اسی سال میں خلیفہ القادر باللہ عباسی نے اُسکو لقب کہف الدولت والاسلام عطا فرمایا۔ اب اس مہم میں یہ باتیں قابل غور کے ہیں۔ اول گنداجیسی راجہ انہلواڑہ کا جاکر چھپا کیا مقام ہے۔ فارسی تاریخوں میں اُسکے نام مختلف طرح کے لکھے ہیں غالباً

بیان ان مصائب کا جو سلطان محمود کو واپسی میں پیش آئیں +

وہ کھانڈ اور کاٹھیاواڑ میں ہے - دوم سومنات کی تحقیقات جو تاریخ فرشتہ میں لکھی ہے کہ وہ مرکب سوم اور نات سے ہے اور سوم نام بادشاہ کا ہے جسنے اُسے بنایا تھا - اور نات اُس بت کا نام ہے - یہ دونو علم ملکر نام بت اور بتخانہ اور شہر کا ہوگیا ہے اور نات کے معنی ہندی میں بزرگ کے ہیں - اُسنے قیاس حکبناتھ پر کیا ہے مگر یہ اُسکی غلطی ہے - اصل یہ ہے کہ سنسکرت میں سوم چاند کو کہتے ہیں مہادیو کی پرستش اس سوم نات کی نام سے بھی کیجاتی ہے - اسلئے اُسکو سومنات کہتے تھے - چاند کی پہلی اور چودہویں تاریخ کو اُسکا اشنان بڑے دھوم دھام سے ہوتا تھا شاید اسلئے اُسکو سومنات کہتے تھے - پہلے مورخوں نے کچھ اِس بت کے اعضا اور خط و خال نہیں بیان کئے وہ لنگ کی شکل تھا - اُسمیں آنکھہ ناک کچھہ نہ تھے اور لنگ ٹھوس ہوتا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مورخوں کا لکھنا کہ تبر سے ناک اُڑائی - اور گُرز سے پیٹ کو توڑا - اُسمیں سے جواہرات نکلے غلط ہے - ابو ریحان بیرونی کا لکھنا صحیح معلوم ہوتا ہے - اُسکے سر کے اوپر یعنی لنگم پر سونے کی پوشش اور جواہرات جڑے ہوئے تھے +

تاریخ فرشتہ میں جو حال سومنات کے توڑنے کا لکھا ہے وہ ایک کہانی بے اصل گھڑی ہوئی ہے مگر وہ دلچسپ ایسی ہے کہ اِن مورخوں نے جو تحقیق سے غرض نہیں رکھتے نقل کردیا ہے - ابو ریحان بیرونی نے صحیح لکھا ہے کہ سومنات لنگ تھا - یہ ہر شخص دیکھہ سکتا ہے کہ لنگ کی پیٹ نہیں ہوتا جو اُسمیں جواہر بھرے جاتے ہندوستان میں بارہ مندر لنگ کے ہیں اُنمیں سے ایک سومنات بھی تھا +

جیسی فارسی تاریخوں میں سومنات کے پیٹ سے جواہر نکلنے کی کہانی لکھی جاتی ہے انگریزی تاریخوں میں اس سے زیادہ بیہودہ یہ کہانی گھڑی جاتی ہے کہ سومنات کا دروازہ صندلی محمود غزنیں لے گیا تھا جسکو ۱۸۴۲ء میں سرکار انگریزی بڑی دھوم دھام سے غزنیں سے ممالک شمالی میں لائی اور اُسکو اپنی فتح کا نشان بنایا

بعد ان تکالیف کے بھی سلطان محمود کو چین نصیب ہوا - اور ایک دفعہ ہندوستان میں آنا پڑا سومنات سے جب واپس آتا تھا - تو سپاہ محمود کے تکلیف رساں اور مزاحم جودھ کے جاٹ ہوئے تھے وہ بہت سی فوج لیکر ملتان کی طرف گیا - اور ایک بیڑہ چودہ سو کشتیوں کا بنوایا - اور ہر کشتی میں

سومنات کا صندل کا دروازہ

بیڑہ محمود

تین تین ہاتھ کی نکلی ہوئی تھیں دوا دھر اور دو ادھر اور ایک پیشانی پر۔ غرض یہ کشتیاں ایسی بنیں کہ جو کوئی اُنکے سامنے آئے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ ہر کشتی میں بیس تیر انداز تھے اور اُن پاس تیر اور نفط اور قارورہ موجود تھے اِس بیڑے میں سوار ہو کر جاٹوں پر حملہ کیا۔ جاٹوں نے اِس بیڑہ کی خبر پا کر اُن جزیروں میں پناہ لی جو دریائے اٹک کے چھوٹے چھوٹے دھاروں سے بن گئے تھے۔ اور وہ دہاریں پایاب تھیں اور اُنکے ذریعہ سے جزیروں میں آمد و رفت اور دشمن کے صدمہ سے بچنا آسان تھا۔ جاٹوں نے بھی بعض کہتے ہیں کہ چار ہزار اور بعض کہتے ہیں کہ آٹھ ہزار کشتیاں تیار کرائیں اور خود مسلح ہو کر اُنمیں مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آمادہ ہوئے۔ اب یہ دونوں بیڑے آپسمیں خوب لڑے۔ جاٹوں کی کشتی جو محمود کی کشتی پاس آتی تھی وہ ان آہنی شاخوں سے پاش پاش ہو جاتی تھی۔ بہت سے جاٹ ڈوب کر مر گئے۔ اور بعض تلواروں کے نیچے آئے اب فوج سلطانی وہاں پہونچی جہاں جاٹوں کے اہل و عیال چھپے تھے۔ اُسنے ان سب کو قید کر لیا۔ بعد اِس فتح کے سلطان نے غزنیں کو مراجعت کی +

اب محققین تاریخ اس میں شبہ کرتے ہیں کہ سلطان محمود جاٹوں سے لڑنے آیا کیونکہ لاہور کی سلطنت بگڑنے پر یہ جاٹ ضرور متمرد ہوئے ہونگے۔ اور زور پکڑ کر لوٹ مار شروع کی ہوگی۔ بلکہ ایک فقرہ کامل التاریخ میں یہ لکھا ہے کہ مسلمانوں کی ریاست منصورہ پر جاٹوں نے حملہ کیا اور وہاں کے رئیس کو اپنے مذہب سے منحرف ہونے پر مجبور کیا۔ یہ تحقیق نہیں معلوم ہوتا کہ ملتان کے پاس پہاڑوں میں وہ کہاں کہاں تک پھیلے ہوئے تھے۔ غالباً نمک سار پہاڑوں کا سلسلہ انکا ملجا اور ماوا ہوگا جن جاٹوں نے محمود کا مقابلہ کیا وہ شمال مشرق میں زیادہ پھیل گئے ہونگے جیسے انکا صاحب قوت ہونا معلوم ہوتا ہے محققین اِس بیڑے میں شاخسانے لگاتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ دریا ایسا وسیع نہ تھا کہ اسمیں یہ بیڑے سما سکتے۔ کوئی کہتا ہے کہ اسقدر کشتیوں کا جمع ہونا ممکن نہ تھا۔ ایک بڑا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ محمود نے گجرات سے مراجعت میں سختیاں و مصیبتیں اُٹھائیں اُسنے دریائے سندھ سے کیوں فائدہ نہ اُٹھایا۔ اگر وہ ایسا بیڑا بنا سکتا تھا تو ضرور وہ اُن اپنی مصائب کے دور کرنیکے لئے اُسے بناتا۔ یہ بھی نہ تھا کہ وہ اِس راہ سے ناآشنا تھا محمد بن قاسم کی

مہمات سے اور افغانوں کی قربت سے ضرور اُس کو اطلاع ہوگی۔

۴۱۸ھ میں سلطان محمود نے ابوالحرب ارسلان کو امیر طوس مقرر کیا کہ دریائے آمویہ (جیحون) سے
سلجوقی اتر کر ملک میں فساد کرتے ہیں انکا استیصال کرے۔ امیر طوس نے جنگہائے عظیم کے بعد لکھا جب تک
سلطان خود یہاں رونق افروز نہو سلجوقیوں کا فساد مٹنا ممکن نہیں۔ یہاں رے میں مجدالدولہ
فخرالدولہ کی صغیرسنی کے سبب سے اُسکی ماں سیدہ سلطنت کرتی تھی اور مسند پر بیٹھ کر پردہ کے پیچھے
بیٹھ کر وزراء سے باتیں کرتی۔ سلاطین کے خطوط آتے انکا جواب بغیر کسی مدد کے لکھواتی۔ سلطان محمود
نے اُس کو خط لکھا کہ سکہ و خطبہ اسکے نام کا اپنے ملک میں جاری کر یا جنگ کے لئے آمادہ ہو۔ سیدہ نے
جواب میں لکھا کہ جب تک میرا شوہر زندہ تھا مجھے اندیشہ تھا کہ اگر سلطان یہاں آئیگا تو کیا تدبیر کرنی ہوگی
مگر اب مجھے کچھ اسکا فکر نہیں ہے سلطان عاقل و فرزانہ ہے اور جنگ دو سروں کے ساتھ کرتا ہے۔ اگر مجھ پر ظفر ہوگی
تو سلطان کا اس سے کچھ نام نہوگا کہ ایک بیوہ عورت پر فتح پائی۔ اور اگر مجھ سے شکست پائی تو قیامت
تک اس بدنامی کا داغ محو نہیں ہوگا کہ جوانمردی ہو کر زنے کم ہو۔ سلطان اس جواب کو
سنکر اُسکی خصومت سے درگذرا مگر جب وہ مرگئی اور مجدالدولہ کو اختیار ہوا تو ملک سے بے خبر ہوا
۴۲۰ھ کے اوائل میں غزنین سے عراق کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ مازندران میں جب پہنچا تو شمس المعالی والی
سلطان سے ملا اور بہت سے تحائف نذر میں دے۔ بعد چند روز کے وہ کسی توہم کے سبب اپنے ملک کو
چلا گیا اور سلطان کے پاس چار ہزار دینار اور مایحتاج سپاہ بھیج گیا اور معذرت نامہ ایسا لکھا کہ سلطان بھی اسکے
پیچھے نہیں پڑا۔ مجدالدولہ کتابیں بہت پڑھا کرتا تھا۔ اُسنے بھی سلطان محمود پاس خط اپنی سپاہ
کی شکایت میں لکھا سلطان کو جب یہ حال معلوم ہوا تو ایک لشکر گران رے کو روانہ کیا اور امیر لشکر
کو ہدایت کی کہ ایسی سعی کرے کہ مجدالدولہ خود مقید ہو۔ جب لشکر سلطانی رے میں آیا تو مجدالدولہ اُسکے
استقبال کو نکلا حاجب سلطان کہ امیر لشکر تھا اُس نے مجدالدولہ اور اُسکے بیٹے ابودلف کو گرفتار کرلیا۔ جب
سلطان کو یہ خبر ہوئی تو وہ بلا توقف رے میں آیا۔ اور خزانہ رے سے بہت دولت و جواہر
اور جامہ ابریشمیں سلطان کے پاس لائے۔ سلطان نے مجدالدولہ کو بلا کر پوچھا کہ شاہنامہ
کہ تاریخ ملک فارس ہے اور تاریخ طبری جسمیں ارباب اسلام کی وقائع لکھی ہیں پڑھی ہیں اُسنے کہا کہ ہاں

سلطان محمود کا رے پر فوج کشی کرنا اور ملک کو فتح کرنا اور رے کا فتح ہونا۔

سلطان نے پوچھا کہ شطرنج بھی کھیلی ہے کہا ہاں پھر سلطان نے کہا کہ کتاب میں یہ بھی پڑھا ہے کہ
ایک ملک میں دو بادشاہ حکومت کرتے ہوں اور بساط شطرنج میں دو بادشاہ ایک خانہ میں ہوں۔
اُسنے کہا کہ نہیں سلطان نے کہا کہ پھر تو نے کسواسطے اپنا اختیار دوسرے شخص کو دیدیا جو تجھسے زیادہ
با اقتدار تھا غرض مجد الدولہ اور اُسکے بیٹے اور نواب کو قید کرکے غزنین روانہ کیا اور خلیفہ قادر باللہ
عباسی کو نامہ لکھا کہ ہم نے رے میں آکر مجد الدولہ کو گرفتار کیا۔ اسکے گھر میں پچاس عورتیں تھیں جنمیں
سے تیس کے اولاد تھی۔ اس سے سوال کیا کہ اتنی بیویاں کس مذہب کے موافق تو نے کیں اُسنے جواب دیا
کہ ہمارے اسلاف کی یہی عادت اور رسم تھی۔ ایک جماعت فرقہ باطنیوں کی اسکی ملازم تھی اُنکو
سب کو دار پر کھینچا اور رے میں جو معتزلہ تھے اُنکے کوچے لگا کے خراسان بھیجدیا۔ کہتے ہیں
مجد الدولہ کے کتب خانہ میں کتابیں بہت تھیں اُنمیں سے جن کتابوں میں اقوال اہل اعتزال اور
حکما کے تھے اُنکو جلادیا باقی کتابوں کو خراسان بھیجدیا۔ اور سلطان مسعود کو رے اور سپاہان سپرد کرکے
اور ایران فتح کرکے غزنین آیا +

جس سال میں سلطان سومنات سے پھرا ہے خلیفہ القادر باللہ عباسی نے سلطان محمود کو القاب نامہ
لکھا۔ اور خراسان ہندوستان نیمروز خوارزم کا لوا بھیجا اور سلطان کو کہف الدولہ والاسلام
کا اور اُسکے بیٹے مسعود کو شہاب الدولہ وجمال الملتہ کا اور دوسرے بیٹے امیر محمد کو جلال الدولہ وجمال الملتہ
اور اُسکے بھائی امیر یوسف کو عضد الدولہ ومؤید الملتہ کا لقب دیا اور یہ بھی اجازت دی کہ جسکو
چاہو اپنا ولی عہد مقرر کرو یہ نامہ سلطان کے پاس بلخ میں پہونچا +

پچیس برس کے عرصہ میں سلطان محمود نے ہندوستان پر سترہ حملے کیے ان سب کا نتیجہ یہ تھا کہ
کہ پنجاب کے مغربی اضلاع دولت غزنویہ کے تابع ہوگئے مشرق میں قنوج میں اور جنوب میں گجرات میں
سلطان کی تاخت وتاراج کی یاد باقی رہی سلطان نے ہندوستان پر مستقل سلطنت کرنیکا قصد
نہیں کیا پنجاب سے باہر جو اُسنے مہمات کیں اُنکا مقصود فرمانروائی کرنے سے زیادہ بت شکنی اور
دولت گھسیٹنی تھی۔ باپ نے تو صرف پشاور میں چھاونی ڈالی تھی بیٹے نے پنجاب کو سلطنت غزنویہ
کا ایک تابع صوبہ بنادیا +

سلطان محمود کی سلطنت کے تعلقات مختلف قوموں کے ساتھ +

اہل عرب اور ایرانی خواہ وہ شہروں میں رہتے ہوں یا صحرا نشین ہوں سلطان کی پوری پوری اطاعت کرتے تھے بہت فرماں جو خود مختاری کے درجہ پر پہونچے ہوئے تھے وہ بھی اسکے حکم کو مانتے تھے۔ غرض جب دیکھا جاتا ہے کہ کہاں کہاں مختلف قومیں اُس کے زیر فرمان تھیں تو اُسکے جاہ و جلال کا اندازہ ہوتا ہے کیسا بلند پایہ تھا۔

محمود اپنی خاص حفاظت کیلئے ترکی غلاموں کی بہرچہ کی رکھتا تھا اور اس میں تاتاری سپاہی بھی ہوتے تھے اُسنے اپنی سلطنت کے مختلف حصّوں میں فوج بھرتی کی تھی اور وہ سب ایک نگاہ سے دیکھتا تھا اور سب کو برابر سمجھتا تھا اُسنے ان سپاہیوں کے افسر ایسی فراست سے مقرر کیے تھے کہ جنکی ماتحتی میں سپاہ کا کام بہت دیتی تھی ہماری سپاہ میں اُنکے موروثی افسر تھے جو کبھی اُنکو بغاوت نہیں کرنے دیتے تھے اکثر سپاہیوں کے افسروں کے ناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ترکی تھے۔ اُس نے بڑی وسیع سلطنت کا انتظام بہت تھوڑی فوج سے کرلیا تھا۔ ضرورت کے وقت فوج بھرتی کرلیا کرتا تھا۔ اگرچہ محمود کی فوج میں کہیں یہ ذکر نہیں آیا کہ ہندوں کی فوج نے بھی کوئی کام اُسکی زندگی میں کیا مگر بعد اُسکے غزنین کے انقلابات عظیم میں ہندی سپاہ نے بڑے بڑے کارنمایاں کئے سلطان جب تک زندہ رہا ہندوؤں سے خدمت کا کام لیتا رہا کچھ مذہب و دین کا خیال نہیں کیا۔ اگرچہ اُسکی سپاہ میں ترکی سب مسلمان ہوگئے تھے مگر اُنکے نام مسلمانوں کے سے نہ تھے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ وہ ترک بُت پرست تھے۔ مگر ناموں سے ایسا سمجھنا غلط ہے ترکوں نے اسلام اختیار کیا لیکن اپنے نام رکھنے کا قدیمی طریقہ نہیں چھوڑا +

سلطان محمود کی وفات +

سلطان محمود دو سال سے اسہال یا سوء القنیہ میں مبتلا تھا۔ مگر اس مرض کی حالت میں وہ سارے کام کرتا تھا جو صحت کی حالت میں کرتا۔ ہرچند طبیب اُسکو منع کرتے تھے مگر وہ مانتا نہ تھا۔ آخر مرض نے وہ زور پکڑا کہ جینے کی آس نہ رہی ۲۳۔ ربیع الاول سنہ ۴۲۱ھ مطابق ۱۹ اپریل سنہ ۱۰۳۰ء میں ۶۳ برس کی عمر میں پیغام اجل آگیا۔ کہتے ہیں کہ دو دن مرنے سے پہلے حکم دیا کہ سارے جواہر خانے اور دولت خزانے باہر لاکر سجاؤ۔ جس وقت ایک میدان میں شامیانے کے نیچے یہ نفائس سجائے گئے تو ایک چمن معلوم ہوتا تھا۔ وہ سلطان محمود جو اقبال کے گھوڑے پر ہمیشہ سوار

رہتا تھا۔ ایک پالکی میں پڑا ہوا نیم جان آیا چہرہ پر مُردنی کی زردی چھائی ہوئی تھی سپاہ سوار پیادے
سلطنت [illegible] کے عالم میں کھڑے تھے محمود چاروں طرف ان چیزونکو دیکھتا تھا اور سرد آہیں بھرتا تھا
اور روتا تھا بعد ازاں حکم دیا کہ ان خزانونکو لے جاویں پھر دوسرے روز [illegible] بعد ان [illegible] کیا اور حکم دیا کہ
[illegible] اسپان [illegible] شتران قوی [illegible] لگائے
جائیں۔ یہ بھی مرصع جھولوں میں ایک [illegible] کا عالم دکھارہے تھے۔ انکو بھی دیکھہ دیکھہ کر زار زار رویا
مگر حیف ہے کہ اس وقت ایک پیسا کسی شخص کو اللہ اعطا کرنہ دیا۔ سلطان محمود کا یہ قطعہ مشہور ہے قطعہ

ہزار قلعہ کشادم بیک اشارت دست	بسے مصاف شکستم بیک فشردن پائے
چو مرگ تاختن آورد ہیچ سود نداشت	بقا بقائے خدا است و ملک ملک خدائے

آخر عمر میں سلطان کو خبر ہوئی کہ ایک شخص نیشاپور میں دولت رکھتا ہے اُس کے حاضر ہونیکا حکم صادر فرمایا جب وہ حاضر ہوا تو سلطان نے فرمایا کہ مجھے خبر لگی ہے کہ تو ملاحدہ اور قرامطہ میں سے ہے۔ اُسنے جواب دیا کہ میں نہ ملحد ہوں نہ قرمطی ہوں یہ دو تو عیب نہیں مگر ایک عیب بھاری ہے کہ میں دولتمند ہوں جو کچھہ میرے پاس ہے وہ حضور لے لیں مگر مجھے بدنام نہ کریں۔ سارا مال اُسکا لیکر فرمان اسکے ایماندار ہونیکا سلطان نے لکھہ دیا +

ایکدفعہ سلطان پاس ایک دادخواہ آیا۔ اُسپر التفات فرماکر حال پوچھا وہ بولا کہ میرا حال اس جلسہ میں کہنے کے قابل نہیں خلوت میں چلیئے تو عرض کروں اُسوقت سلطان خلوت میں لے گیا۔ وہاں عرض کی کہ آپکا خواہرزادہ میری بی بی کے پاس آتا ہے اور شب بھر رہتا ہے اور مجھے مار کر نکال دیتا ہے اسکا انصاف آپکے اعیان دولت سے چاہا۔ مگر کسی نے کچھہ نہ سُنا اب آپ انصاف کیجئے نہیں خدا انصاف کرنے والا ہے۔ اس کہنے سے سلطان کو رونا آگیا اُسے کہا کہ تو نے مجھہ سے پہلے کیوں نہ کہا۔ اُسنے عرض کیا کہ بھلا میرے تئیں یہاں کون آنے دیتا ہے آج بھی نہیں معلوم کہ کیا اتفاق ہے کہ میں حضور تک پہونچ گیا سلطان نے فرمایا کہ جسوقت وہ شخص تیرے گھر میں آوے مجھے اطلاع کر اور اُسکو اطلاع کرنیکا طریقہ بھی تبلادیا غرض تیسرے روز دادخواہ پھر آیا محمود تلوار ہاتھہ میں لیے اُسکے ساتھہ ہوا۔ اور اُسکے مکان پر پہونچا۔ دونو سیاہ کاروں کو

حاشیہ: [illegible] محمود کی فصاحت و بلاغت [illegible] +

سوتے پایا چراغ گل کرایا۔ اور تلوار کا ایک ہاتھ اُس عرو پر ایسا لگایا کہ قصہ پاک ہوا۔ پھر اُسکا مُنہ دیکھکر خدا کا شکر بجا لایا اور پانی مانگا اور خوب ڈگڈگا کر پیا اور اُلٹا چلا۔ اُس شخص سے کہا کہ اب تم آرام سے سوؤ۔ اُس آدمی نے چراغ بجھانے اور پانی مانگنے کا سبب پوچھا اُسپر فرمایا کہ چراغ گل کرنیکا سبب یہ تھا۔ کہ اُسکا مُنہ دیکھنے سے محبت کا خون جوش نہ کر آوے۔ اور پانی مانگنے کی وجہ یہ تھی کہ جسوقت سے یہ بات مینے سُنی تھی قسم کھائی تھی کہ جب تک اِس ظلم کو دور نکرونگا کھانا پینا مجھے حرام ہے تین روز تک اسی انتظار میں بسر ہوئے اب تو آیا اور شر فساد دور ہوا۔ پیاس کی شدت تھی اوسکو بجھایا عراق کی فتح پر تھوڑا عرصہ گذرا تھا کہ وہاں کے شرقی بیابان میں ایک قافلہ سوداگروں کا لٹ گیا ایک عورت روتی دھوتی فریاد لیکر محمود پاس آئی کہ میرا بیٹا مارا گیا اور سب اسباب مال غارت ہوا یہ فریاد سُنکر محمود نے فرمایا کہ ملک دور دراز ہے۔ اُسکا انتظام دشوار اور مشکل ہے عورت نے دل کڑا کرکے یہ کہا کہ جب تجھسے دور کے ملکوں کا نظم و نسق نہیں ہو سکتا تو پھر کیوں ملکوں کو فتح کرتا ہی اس بات کو خوب یاد رکھ کہ اُنکی حفاظت اور حراست کی جوابدہی تیرے ذمہ ہوگی۔ اِس لعنت ملامت سے محمود نادم ہوا عورت کو بہت کچھ دے دلا کر راضی اور رخصت کیا۔ اور آیندہ ایسا انتظام کیا کہ قافلہ کا لٹنا موقوف ہوا۔

تاریخ بناکتی میں لکھا ہے کہ خراسان میں جب سلطان محمود گیا لوگوں نے اُسسے کہا کہ آپ شیخ ابوالحسن خرقانی کی زیارت کیجیے۔ سلطان نے کہا کہ میں اِس سال اپنے گھر سے مصالح خراسان کے لیے آیا ہوں زیارت کے عزم سے نہیں آیا۔ یہ شرط ادب نہیں ہے کہ کسی دوسرے کام کی تحصیل سے مقربان الہی کی زیارت کیجائے۔ وہ غزنین میں گیا پھر زیارت شیخ کی نیت کرکے خرقان گیا اور شیخ کو پیغام بھیجا کہ سلطان غزنین سے آپکی زیارت کو آیا ہے۔ اگر آپ خانقاہ سے اُسکی بارگاہ میں تشریف لائیں تو آپکے الطاف سے بعید نہ ہوگا۔ ایلچی سے یہ بھی کہدیا کہ اگر آنے سے انکار کرے تو یہ آیت سُنا دینا کہ یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم رسول نے پیغام شیخ پاس پہونچایا۔ شیخ نے جانے سے انکار کیا۔ رسول نے جب آیت پڑھی تو شیخ نے کہا کہ مجھے معذور رکھو اور محمود سے کہدو کہ میں اطیعوا اللہ میں ایسا مستغرق ہوں کہ اطیعوا الرسول سے

حکایت شیخ ابوالحسن خرقانی

تخیل بدل جاتے کہیں اولی الامر کی طرف متوجہ ہوں ایلچی سلطان پاس آیا اور یہ حال سنایا
پیغمبر کا معجزہ دکھو وقت آئی اور اسنے کہا کہ چلو یہ آدمی ایسا نہیں ہے جیسا میں نے گمان کیا تھا سلطان
شیخ کی خدمت میں گیا اور اس سے درخواست کی کہ کچھ نصیحت فرمایئے شیخ نے اُس کو یہ نصیحتیں کیں
اول پرہیزگاری دوسرے نماز باجماعت سوم سخاوت چہارم خلق شفقت سلطان کو دعا دی
کہ عاقبت محمود باد۔ اپنا خرقہ دیا جب سلطان رخصت ہوا تو اسکی تعظیم سرزد ہوئی سلطان نے
عرض کی کہ جب میں آیا تھا تو آپنے یہ التفات نہ فرمایا تھا اب جاتے وقت یہ تعظیم کیوں کی تب شیخ
نے اسکا سبب بتلایا کہ جب آپ آئے تھے تو رعونت بادشاہی اور نخوت امتحان آپکے ساتھ
تھی اب جاتے وقت انکسار درویشی ہمراہ ہے سلطان نے دو دفعہ اس خرقہ کو اُس وقت میدان جنگ میں
پہنا تھا کہ نہایت تنگ تھا اور فتحیاب ہوا سلطان نے ملاقات کے وقت شیخ کی نذر میں روزینہ کیا
تھا شیخ نے روٹیاں سلطان کے روبرو رکھکر کہا کہ کھاؤ سلطان نے جب انکو کھایا تو وہ گلے میں اٹکیں
تو شیخ نے کہا کہ روٹی آپ کے حلق سے نیچے نہیں اُترتی سلطان نے کہا کہ ہاں شیخ نے کہا کہ یہ آپ کا
روپیہ ہمارے گلے میں اٹکتا ہے ہم نے زر کو طلاق دیدی ہے اسے اُٹھالو۔ اس کہانی سے معلوم
ہوتا ہے کہ سلطان فقیروں سے کیسا خوش عقیدہ تہا اور شاہ و گدا میں اسوقت کن اخلاق کا برتاؤ
ہوتا تھا۔ فقیر بادشاہوں کو اخلاق کی تعلیم کیونکر کرتے تھے +

محمود کی سپاہ میں ترکی تاتاری۔ عربی۔ ایرانی۔ ہندی قوموں میں سے ملازم تھے جن کا
حال یہ تھا کہ ترکی غزنیں میں فتحمند ہوکر نہیں بلکہ لونڈی غلام بنکر آئے۔ مگر انھوں نے وفاداری
ایمانداری۔ جوانمردی ایسی دکھائی کہ معتمد کاموں پر وہ مقرر ہونے لگے اُنکے اعتماد کا ایک سبب
یہ بھی تھا کہ وہ اس ملک سے کچھ تعلق نہیں رکھتے تھے بلکہ بیگانہ تھے ایسی حالت میں اعتماد ہمیشہ
زیادہ ہوتا ہے۔ تاتاری اور اہل عرب خانہ بدوش اور سپاہی ہونے میں برابر تھے۔ مگر تاتاریوں
میں بلند دماغی عربوں کی سی نہ تھی۔ تاتاری فقط سپاہیانہ کاموں سے مناسبت رکھتے تھے مگر علم میں
ان کا ذہن کند تھا عربوں نے دین۔ قانون۔ علم حکمت کی صورتوں کو بدلا یا بہت کچھ انہیں اپنے
ذہن دقیق سے اضافہ کیا مگر تاتاریوں نے ان کاموں میں سے ایک کام نہیں کیا۔ وہ صرف سپاہی

سادے سپاہی ہے - ایرانی ان سب میں غضب کے تھے انمیں حسینی چالاکی تاتاریوں کی سی تیز فہمی عربوں کی سی فند فریب مکاری ہندیوں کی سی تھی - یہ سب صفات اُنکی ذات میں ایسی جمع تھیں کہ ملکی کاموں میں وہ سب قوموں پر سبقت لے گئے - یہ ایرانیوں کی اُستادی تھی کہ ہندوستان کی درباری بادشاہی زبان انھیں کی زبان ہوئی - محمود کے وزراے اعظم ایرانی ہی تھے - ہندی سپاہ کو کوئی موقع نہیں ملا کہ وہ سلطان غزنوی کے سامنے اپنا کام دکھاتے مگر بعد ازاں اُسنے سلطنت اسلامیہ کی حمایت میں کار ہاے نماں کئے +

باوجود اس سپاہیانہ مزاج کے سلطان محمود کو علوم و فنون و علم ادب کا بڑا شوق تھا - اس خوبی میں کوئی بادشاہ اُس پر سبقت نہیں لے گیا سب کاموں میں کفایت شعار تھا مگر شہر پروری اور علم کی قدر شناسی میں دریادل تھا - ایک عظیم الشان دار العلوم اُسنے بنایا - اور اُس میں بڑا کتب خانہ جمع کیا - عالموں کے وظیفوں اور پنشنوں میں ایک لاکھ روپیہ سالانہ صرف ہوتا تھا - ایک عجائب خانہ بھی بنایا جسمیں سارے عالم کے عجائب جمع کئے - اُسکی قدردانی اور جوہر شناسی نے چاروں طرف سے اہل کمالوں کو لاکر غزنین کے دربار میں جمع کر دیا تھا - نامور شاعر اُسکے دربار کے یہ تھے عنصری استاد رشیدی طوسی - منوچہر بلخی - حکیم عنصری - عسجدی - فرخی - دقیقی - سوا ان شاعروں کے چار سو شاعر اُسکے ملازم تھے - فردوسی کل شعرا کا سر آمد تھا + وہ شاداب ضلع طوس میں پیدا ہوا تھا - حاکم طوس نے ایک باغ بنایا تھا اسکا نام فردوس رکھا تھا فردوسی کا باپ مولانا فخر الدین اسکی باغبانی کرتا تھا اس مناسبت سے وہ اشعار میں اپنا تخلص فردوسی کرتا تھا یزدجرد آخر ساسانی شہریار ایران نے ایران کے تمام بادشاہوں کے حالات کیومرث کے زمانہ سے لیکر خسرو پرویز کی تخت نشینی تک بڑی تحقیق و تدقیق اور تلاش سے یکجا جمع کئے تھے - اور اُسکا خلاصہ ہوکر ایک کتاب موسوم بہ باستان نامہ تصنیف ہوئی تھی جب اہل اسلام سلطنت ایران کے فرماں روا ہوئے تو کتاب یزدجرد کے کتاب خانہ میں اُنکے ہاتھ آئی جب خراسان میں آل یعقوب کے ہاتھ یہ باستان نامہ آیا تو ابو منصور عبد الرزاق بن عبد اللہ فرخ معتمد الملک کو یعقوب بن لیث نے حکم دیا کہ خسرو پرویز سے شہریار یزدجرد کے مرنے تک واقعات جو واقع ہوئے ہیں وہ لکھ کر

محمود کا علمی شوق +

فردوسی کا حال +

یاستاں نامہ میں اضافہ کئے جائیں اس حکم کے موافق ۳۶۰ ہجری میں یہ کتاب مرتب ہوگئی اور اسکی نقلیں خراسان اور عراق میں پھیلیں آل سامان کو جب یہ کتاب ہاتھ لگی تو اُنھوں نے دقیقی شاعر کو حکم دیا کہ وہ اسکو نظم میں لکھے اُسنے ایک دو ہزار شعر کہے تھے کہ کسی غلام نے اُسکو مار ڈالا جب دولت آل سامان کا زوال آیا اور سلطان محمود کا اقبال چمکا تو اُسنے بھی آل سامان کی تقلید کی اور یاستان نامہ کو چاہا کہ نظم میں لکھا جائے۔ فردوسی نے دقیقی کی نسبت یہ اشعار لکھے ہیں اشعار

یکایک ازو بخت برگشتہ شد * بدست یکے بندہ برگشتہ شد * زگشتاسپ جاسپ بیتے ہزار بگفت و سر آمد برو روزگار * فردوسی کی یہ آرزو ہوئی کہ میں اس کتاب کو نظم میں لکھ کر پورا کروں سیاستان نامہ اسکو ہاتھ نہ آتا تہا اُسکی تلاش میں رہتا تہا کہ اُس کے ایک دوست نے یاستان نامہ لا دیا اور فردوسی سے کہا کہ تیرا یہ ارادہ کہ اس نامہ پہلوی کو نظم میں لکھے نہایت مستحسن ہے اسوقت طوس میں ابو منصور محمد امیر تہا اُسنے فردوسی کو نصیحت کی تھی کہ جب یہ کتاب تمام ہو تو کسی بادشاہ کی نذر کرنا سب ملکوں میں مشہور تہا کہ سلطان محمود شاعر دوست بڑا قدر شناس ہے اسلئے فردوسی غزنین میں آیا سلطان محمود نے اپنے دربار کے شعراء عظام سے یاستان نامہ کی نظم لکھوائی سب نظموں میں فردوسی کی نظم فائق معلوم ہوئی سلطان نے فردوسی کو حکم دیا کہ یاستان نامہ کو نظم میں لکھے۔ اُسکے واسطے رہنے کا مکان اور اسباب آسائش کے تیار کرنے کا حکم دیا۔ اور ہر ہزار اشعار کہنے کے بعد ہزار دینار طلا دینے کا ارشاد کیا سلطان کہا کرتا تہا کہ فردوسی نے آکر میرے دربار کو فردوس بنا دیا۔ فردوسی شاہنامہ کہنے میں مصروف ہوا۔ خواجہ احمد بن حسن میمندی نے ایک ہزار اشعار کے بعد اس پاس ہزار دینار بھیجے مگر فردوسی نے اسلئے نہیں لئے کہ اُسکا ارادہ تہا کہ ایک دفعہ سب لے لے۔ اور اُسکو طوس کی ندی کے بند باندھنے میں خرچ کر دے ارکان دولت فردوسی کے ساتھ محبت کرتے تھے اور وہ بھی اُنکی مدح کرتا تہا یہ امر احمد بن حسن میمندی وزیر سلطان کو ناگوار خاطر تہا۔ ان دونوں میں ایسی شکر رنجی ہوگئی کہ فردوسی نے یہ اشعار کہے * مثنوی *

من بندہ کز مبادی فطرت نبودہ ام | مائل بہ مال ہرگز طامع بجاہ نیز

چوں فارغم ز بارگہ بادشاہ نیز　　سوئے در وزیر چہ التفت شوم

محمود کے سامنے فردوسی کے اشعار ایسے پڑہے جانے لگے جس سے اُس کا معتزلہ شیعہ قرمطی - دہریہ ہونا ثابت ہو سلطان کو بھی اشعار کی طرف رغبت کم ہوگئی تھی - کچھ اس سعایت و شکایت سے بھی فردوسی کے حال پر پہلی سی مہربانی نہ رہی تھی - باستان نامہ کی جو داستان نظم میں مرتب ہوتی جاتی تھی اسکی نقلیں اطراف میں جاتی تھیں امرا اُسکا صلہ فردوسی پاس بھیجتے تھے - یہ امر بھی سلطان کو ناگوار خاطر ہوتا تھا - غرض وزیر کے سبب سے سلطان کو فردوسی سے نفرت ہوگئی جب شاہنامہ کو فردوسی تمام کر چکا تو اُسنے ایاز کو دیا - فردوسی اور ایاز میں کمال محبت تھی - ایاز نے سلطان کی نذر کیا سلطان نے خواجہ احمد بن حسن کو فرمایا کہ پیلوار زر سرخ فردوسی کو دو اور یہ شعر پڑہا - بیت -

کنوں پیلوارش دہم گنج زر　　بچشم من چو بکشود گنج گہر

وزیر نے عرض کی کہ حضور کی رائے حکمت آرائے پر مخفی نہیں ہے کہ شادی مفرط بھی آدمی کو اسی طرح ہلاک کرتی ہے جیسا کہ غم بے اندازہ - نعوذ باللہ اگر یہ صلۂ بادشاہ فردوسی پاس پہونچے گا تو وہ شادی مرگ ہو جائیگا غرض سلطان کو بہکا کر وزیر نے ساٹھہ ہزار مثقال نقرہ ایاز کے ہاتھہ اُس پاس بھیجے جب صلہ اُس پاس پہونچا تو وہ حمام میں نہا رہا تھا جب حمام سے باہر وہ آیا تو ایاز نے سلام کر کے صلہ پیش کیا اُسے دیکھہ کر وہ بہت غمگین ہوا اور ایاز سے کہا کہ سلطان نے اپنا وعدہ ایفا نہیں کیا - ایاز نے سلطان اور وزیر کی ساری حکایت عرض کی فردوسی نے بیس ہزار مثقال حمامی کو اور بیس ہزار ایاز کو اور بیس ہزار فقاعی کو دیدئے اور ایک پیالہ شربت کا پیا اور ایاز سے کہا کہ سلطان سے عرض کرو کہ میں نے جو رنج اس کام میں اٹھایا وہ ان مثقال نقرہ کے لئے نہ تھا جب ایاز نے سلطان سے یہ عرض کیا تو وہ وزیر پہ غصہ ہوا - وزیر نے عرض کی کہ بادشاہ کا صلہ ایک حبہ سے لیکر ہزار درم تک برابر ہے بلکہ اگر بادشاہ ایک خاک کی مٹھی بھی صلہ میں بھیجے تو چاہیے کہ اُسکو آنکھوں کا سرمہ بنائے اور اُسکا اعزاز و اکرام کرے فردوسی نے سلطان کے ساتھہ سخت گستاخی کی ہے غرض سلطان کو فردوسی کی طرف سے ایسا وشنا نے بھر کایا کہ سلطان نے حکم دیدیا کہ یہ قرمطی ہاتھی کے پاؤں تلے کچلا جائے تاکہ تمام بے ادبوں کو عبرت ہو جب فردوسی کو اسکی خبر ہوئی صبح کو سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر قدموں پر گر پڑا اور گڑگڑایا کہ حاسدوں

شاہ کو حضور کے [illegible] فضل و قرآن [illegible] کی رعایا ہیں مگر وہ [illegible] ساتھ ہیں مجھکو
کبھی ان میں سے شمار فرماتے یا [illegible] معاف کیجئے اور یہ اشعار فی البدیہ پڑھے +

چو دریای سلطان که بخشش نمود — بے بہت ترسا و گبر و جہود
گرفتند در ظل عدلش قرار — شدہ ایمن از آز دش روزگار
چہ باشد کہ سلطان گردون شکوہ — رہی را شمارد یکے زان گروہ

ان اشعار سے سلطان کا غصہ فرو ہوا اور اُسکا قصور معاف کر دیا +

فردوسی نے غزنین سے باہر چلے جانے کا ارادہ کیا اور جامع مسجد میں یہ اشعار اُس جگہ دیوار پر لکھے جہاں سلطان آن کر بیٹھتا تھا +

خجستہ درگہ محمود زاولی دریاست — چگونہ دریا کہ آں را کرانہ پیدا نیست
چو غوطہ ہا زدم و اندرو ندیدم در — گناہ بخت من ست این گناہ دریا نیست

جب محمود نے جامع مسجد میں آنکر یہ اشعار پڑھے اور سلطان کے فردوسی کے معتقدین نے اُسکی سفارش کی اور عرض کیا کہ جو معاملہ فردوسی کے ساتھ ہوا ہے وہ ایک قصہ بخل و حسد کا ساری دُنیا میں مشتہر ہوگا سلطان نے حکم دیدیا کہ ساٹھ ہزار دینار طلا خلعت شاہی کے ساتھ فردوسی پاس بھیجا جاے - یہ عجب اتفاق کی بات ہے طوس کے ایک دروازہ سے فردوسی کا یہ صلہ آیا تھا کہ دوسرے دروازہ سے اس کا جنازہ جاتا تھا کہتے ہیں اس صلہ کے روپیہ سے سلطان نے طوس کی ندی کا آب بند تعمیر کرا دیا - حکیم ناصر خسرو نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ میں جب طوس میں گیا تو ایک رباط نو تعمیر دیکھی جسکو لوگ کہتے تھے کہ یہ رباط صلہ فردوسی سے بنی ہے - فردوسی نے سلطان محمود کی ہجو میں ایک مثنوی لکھی ہے جسے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ محمود کی وہ بُرائیاں اس سے ظاہر ہوتی ہیں جو کسی طرح آشکارا نہ ہوتیں - حضرت ابوالفضل نے اس ہجو کی نسبت یہ اکبرنامہ میں لکھا ہے کہ ہجوِ فردوسی پست فطرت و سبکسری خواہش در شدہ و پردہ آزرم را در گفتگوے داد و ستد بر گرفت آگہ سخن فروش بود بہا امید انست بدل آں راسنگ پارچہ چند اندیشیدہ چوں بازاریان بازار در کشایش افزایش زبان نو گشت - بہا را بے بہا و وزن را بے وزن ساخت سی سال زحمت کشید برائے نفرین ابد +

عارف جامی کہتا ہے+

گذشت شوکت محمود و در زمانہ نماند — جز این فسانہ کہ نشناخت قدر فردوسی

غرض ایک ہی بات سے مختلف نتیجے نکالے ہیں اپنے اپنے اعتبار سے وہ سچے ہیں — انگریزی مورخ
اس تمام واقعہ کو ایک داستان بے سروپا بتا کر یہ لکھتے ہیں کہ محمود نے ہر شعر پر ایک دینار
دینے کا وعدہ کیا تھا ساٹھ ہزار شعر دیکھ کر اپنے وعدہ سے پچھتایا اور بخل کے سبب وعدہ پورا نہ کیا۔

دربار محمودی کا درۃ التاج حکیم ابوریحان بیرونی تھا۔ ابوریحان محمد بن احمد بیرونی ۳۶۰ھ میں
پیدا ہوا تھا جنم بھوم اسکی بیرون تھی جو ملک سندھ کا ایک شہر تھا۔ اسنے تحصیل علوم و فنون کی تکمیل کے
لئے اپنا وطن چھوڑا اور سیر و سیاحت مختلف ملکوں میں کی کچھ دنوں فارس کے بادشاہ شمس المعالی
قابوس ابن وشمگیر کی خدمت میں رہا۔ اسکی وزارت کو علم کی خاطر نہیں منظور کیا۔ کچھ دن تک خوارزم
میں بھی رہا اور وہاں سے کسی سبب سے سلطان محمود کے پاس چلا آیا سلطان محمود غزنوی کے ساتھ
اسنے ہندوستان کی بڑی سیر کی اور یہاں رہ کر نہایت محنت و مشقت سے سنسکرت میں مہارت کامل
پیدا کی۔ یہاں کے پنڈتوں کے دماغ میں یہ نخوت سمائی ہوئی ہے کہ ہند کے سوا اور ساری دنیا میں کہیں علم نہیں ہے
جب ابوریحان اور قوموں کے علموں کا ذکر کرتا تو وہ اسکو جھوٹا یا دیوانہ سمجھتے مگر جب اس نے
تحریر اقلیدس اور مجسطی کا ترجمہ سنسکرت میں کر کے ان کو دکھا دیا تو وہ متحیر ہوئے اور اسکو ساحر کہنے
لگے اور حقارت سے اس سمندر سے تشبیہ دینے لگے جسکا پانی سرکہ سے زیادہ ترش ہو+

ابوریحان کی تصنیفات اسقدر ہیں کہ اگر انکے نام لکھے تو چند کاغذ کے تختے سیاہ ہوں اور
اگر اسکی کتابوں کو جمع کر کے اونٹ پر لادیں تو وہ بہت سے اونٹوں پر لدیں۔ اس نے سنسکرت کی وہ کتابیں
عربی زبان میں ترجمہ کیں جنکو پنڈت بھی بہت مشکل سے سمجھتے ہیں علوم متعلقہ میں اسکی ایجادات
اور اختراعات ایسے ہیں کہ جنمیں ذہانت اور جودت طبیعت آجکل کے نمونوں کی پائی جاتی ہے
تسطیح کرہ کے باب میں ایک رسالہ اسنے لکھا ہے کہ جس میں کرہ کی سطح مستدیر کو سطح مسطح پر نقشہ بنانے
کی ترکیبیں اختراع کر کے وہ لکھی ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ علم ہندسہ میں اسکو کمال تھا۔ وہ بوعلی سینا
کا معاصر تھا۔ اُسکے علمی مباحثے مدتوں تک ہوتے رہے مگر انہیں اسی کا پلہ بھاری رہا علم نجوم یونانی اور ہندوستانی

حال ابوریحان بیرونی+

وہ نوجانتا تھا علم سیاحت میں اُسکی تصنیفات اس زمانہ میں بھی اعلیٰ درجہ کی شمار ہوتی ہیں اسنے جو اپنا
ہند کا سفرنامہ لکھا ہے اُس سے صدہا تاریخی عقدے حل ہوتے ہیں محمود غزنوی کے حملوں کے مقامات
اُسے صحیح معلوم ہوتے ہیں کہیں کہیں ہم نے اُسکا ذکر کیا ہے - اہل یوروپ کو اسی عالم کی تصنیفات
سے اول اول بہت کچھہ سنسکرت کی کتابوں پر اور ہندوؤں کے رسم و رواج پر علم ہوا ہے
سلطان محمود کو اگرچہ کئی ہزار غلام تھے لیکن ان میں سرآوردہ ایاز تھا اور اُسکے عشق کی کمند میں
محمود گرفتار تھا - ایاز کو کہتے ہیں کہ والی کشمیر کا بیٹا تھا باپ کے ساتھہ شکار میں گیا تھا کہ چوروں نے
اُسکو قابو پاکر پکڑ لیا اور بدخشاں اُسکو لیگئے یہاں اِس لعل بے بہا کو ایک سوداگر کے ہاتھہ خاطر خواہ
قیمت پر فروخت کیا - تقدیر الٰہی سے شاہزادہ سے غلام بنا اور نام بھی اُسکا غلاموں کا سا رکھا گیا
سوداگر اپنے سارے مال سے زیادہ اِس غلام کو قیمتی جانتا تھا اور اُس کی تربیت و تعلیم میں
سعی کرتا تھا وہ بدخشاں سے غزنین میں آیا تو ایاز کے حسن و جمال کا شہرہ سلطان محمود کے کان
تک پہنچا - اُس کو اپنی انجمن خاص کا انیس اور مخصص اختصاص کا جلیس بنایا حسن صورت سے
زیادہ اُس کی حسن سیرت پر فریفتہ ہوا - **بیت**

ایں عشق کہ ہست بے خود از خویش — نے شاہ شناسد و درویش

سلطان کے نیاز کے اور ایاز کے حسن و ناز کے قصے اکثر مشہور ہیں مُلّا زلالی نے ایک داستان
اُسکی بڑی رنگین لکھی ہے - ایاز حسن صورت و جمال ظاہری میں ایسا یکتا نہ تھا جیسا کہ اخلاق
پسندیدہ و صفات حمیدہ میں بے بہا تھا +

(ایاز)

(وزرائے محمود)

حبیب السیر میں لکھا ہے کہ سلطان محمود کا اول وزیر ابو العباس فضل بن احمد اسفراینی تھا
سلاطین سامانی کے امراء میں فائق ایک امیر تھا اُسکے ہاں وہ کتابت کرتا تھا جب فائق کے
اقبال کا زوال آیا تو وہ امیر ناصر الدین سبکتگین پاس آیا اور مسند وزارت پر بیٹھا بعد امیر ناصر الدین
کے مرنے کے سلطان محمود نے بھی اُسکو وزارت کے منصب پر قائم رکھا - ابو العباس کو عربی زبان
میں ایسا تبحر نہ تھا کہ وہ احکام سلطانی کو عربی زبان میں لکھتا اسلئے سلطان نے حکم دیا کہ احکام
فارسی زبان میں لکھے جائیں لیکن خواجہ بزرگوار خواجہ احمد میمندی نے پھر احکام کو عربی زبان میں

لکھوانا شروع کیا۔ ابو العباس فضل کو امور مملکت اور سر انجام مہام سپاہ و رعیت میں کمال تھا جب
دس سال وزارت کر چکا تو بعد ازاں وہ معزول ہوا بعد اسکے خواجہ بزرگوار احمد بن حسن میمندی
وزیر ہوا وہ سلطان کا برادر رضاعی اور ہم سبق تھا اسکا باپ حسن میمندی امیر ناصر الدین سبکتگین کے
عہد میں قصبہ بست میں ضبط اموال کے لئے قیام رکھتا تھا۔ مگر اسکی خیانت کے سبب سے پھانسی پر
چڑھایا گیا یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ سلطان کا وزیر حسن میمندی تھا بالکل غلط ہے

حسن خط میں جودت و فہم و فضل میں احمد بن حسن مشہور تھا اول وہ صاحب دیوان انشا
و رسالت کا ہوا پھر سلطان کی عنایت سے درجہ بدرجہ ترقی ہوتی گئی استیفا و ممالک کا عہدہ ملا
شغل عرض عساکر اسکا ضمیمہ ہوا بلاد خراسان میں اموال کی تحصیل اسکے سپرد ہوئی۔ اور جب
ابو العباس اسفراینی سے سلطان کی طبیعت مکدر ہوئی تو عہدہ وزارت اسکو بالاستقلال مل گیا
اٹھارہ برس تک وہ اس عہدہ وزارت پر مامور رہا اور ملک و مال کا کام بخوبی کرتا رہا۔ پھر
التونتاش سپہ سالار اور امیر علی خویشاوند کا عروج ہوا اُسکی غیبت و بہتان سے خواجہ بزرگوار
معزول ہوا۔ قلعہ کالنجر میں تیرہ سال قید رہا امیر مسعود کی سلطنت میں اس قید سے رہا ہوا۔
اور پھر وزیر سلطنت ہوا۔ اور ۴۲۴ھ میں انتقال کیا پھر سلطان محمود نے ایک مدت کے بعد احمد حسن
میکال کو منصب وزارت عطا کیا وہ لڑکپن سے سلطان کی خدمت میں رہتا تھا۔ جودت طبع و جودت
گفتار و محاسن کردار میں معروف تھا وہ سلطان کی وفات تک وزیر رہا +

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمود کی سلطنت کا ملکی نظم و نسق ایرانیوں کے ہاتھوں میں تھا
اسکے دو بڑے وزیر ابو العباس اور احمد میمندی خاص ایرانی تھے۔ اور وہ دونوں ترکی کے سپہ سالاروں
سے بغض و عداوت رکھتے تھے + اگرچہ ایرانیوں نے کبھی ہندوستان فتح نہیں کیا مگر کار پردازی
سلطنت میں دخیل ہونے سے انھیں کی زبان کا رواج ہندوستان میں ہوا۔ اور وہی شاہی زبان سمجھی گئی

محمود متوسط الاندام تھا اعضا میں اسکے تناسب تھا۔ ورزش بہت کرتا تھا۔ مگر چیچک نے
اسکے چہرہ کو ایسا کھایا تھا کہ ایک دن وہ آئینے میں اپنے چہرہ کو دیکھ کر پژمردہ اور افسردہ ہوا
اور وزیر سے کہنے لگا کہ کہتے ہیں بادشاہوں کے دیکھنے سے نور بصر زیادہ ہوتا ہے۔ مگر میری

صورت ایسی ہے کہ جس سے دیکھنے والوں کو ضرر پہونچیگا۔ وزیر نے عرض کی کہ آپ کی صورت تو ہزاروں آدمیوں میں سے ایک بھی نہیں دیکھنے کا مگر سیرت پسندیدہ کو سب دیکھینگے ایسی حسن سیرت پیدا کیجیے کہ جس سے ساری خلق مفتون اور شیدا ہو۔ اس کلام نے وہ تاثیر محمود کے دل پر کی کہ اُس نے اپنی حسن سیرت سے زشتی صورت کے عیب کو مٹا دیا +

ہندوستان سے جو حال محمود کا تعلق رکھتا اُسکو بالتفصیل اور باقی کو بالاجمال ہم نے بیان کر دیا ہے اب طالب علم غور کر کے اُسکی بُرائیاں بھلائیاں اُسکے اعمال اور افعال سے خود سمجھیں جو ہمارے سمجھہ میں آتا ہے وہ بیان کرتے ہیں +

محمود کی لیاقتیں عادتیں و خصلتیں +

اوّل سلطان محمود اپنے وقت کا بڑا شان و شوکت اور جاہ و جلال کا بادشاہ تھا وہ مشاہیر عالم میں ہمیشہ شمار ہوگا۔ اہل اسلام میں وہ ہمیشہ سلطان عظیم سمجھا جائیگا۔ کیسا جوانمرد اور شجاع کہ جب دشمن پر فوج لیکر چڑہتا۔ دریا کی طرح نشیب فراز نہ دیکھتا۔ دشمن پر برابر پانی پھیرتا چلا جاتا۔ کیسا منتظم اور اولو العزم تھا کہ کیسے کیسے لشکر و نکو اُن صحراؤں سے نکال کر لیگیا۔ جہاں پانی کا پتا اور گھاس کا پتا نہ تھا۔ کہاں سے کہاں گیا۔ کیا کیا ارادے کئے سلطنت اُسکی ایسی وسیع کہ جس کی شرقی اور غربی سرحدیں دجلہ اور گنگا اور شمال اور جنوبی حدیں تاتار اور بحر ہند۔ کیسا مدبر کہ کتنی ہی دور دار السلطنت سے چلا جاتا مگر انتظام ملکی میں بال برابر خلل نہ آتا۔ گو بعض محقق یہ کہیں کہ اُس وقت ملکوں کا خود حال ایسا ہو رہا تھا کہ سلطنت کا انتظام کر لینا کمال نہ تھا۔ مگر محمود کے صاحب کمال ہونے میں کسیکو گفتگو نہیں ہے۔ دولتمند ایسا کہ شاید دوسرے بادشاہ پاس اسقدر دولت ہوگی جس وقت آخر شاہ کہ امیر نوح سامانی پاس سات رطل جواہر تھے تو اُس وقت اُنسے یہ کہا کہ خدا کی عنایت سے میرے پاس سات سو رطل جواہرات کے ہیں +

دوم جیسا اُسکو مندروں اور بتوں کے توڑنے پھوڑنے کا شوق تھا ایسا ہندوؤں کو مسلمان بنانے کا ذوق نہ تھا۔ کہیں تاریخ سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اُسنے اشاعت اسلام اور دعوت اسلام میں ہمت صرف کی ہو گجرات میں اتنے دنوں تک پڑا رہا۔ مگر ایک ہندو کو مسلمان نہ بنایا۔ اُسکا طریقہ محمد بن قاسم کا سا نہ تھا کہ ہندوؤں سے مسلمان ہونے کو کہتا۔ پھر جہاد کرتا۔ غرض محمود ان مسلمانوں میں نہیں شمار ہو سکتا

کہ جنہوں نے مذہب اسلام کا علم بلند کیا ہو۔ اہل یورپ اُسپر الزام تعصب مذہبی کا ناحق لگاتے ہیں محمود دیندار مسلمان تہا۔ لڑائی اور جہاد فقط غنیمت کے لیے کرتا۔ جہاں اُسکو دولت مل گئی پھر اُس کو کچھہ پروا کسی بات کی نہ تھی۔ اگر وہ بالاستقلال کسی صوبہ پر ہندوستان کے قبضہ کرتا تو اُس کے ہاتھہ ایسی غنیمت تو نہ آتی مگر اسلام کے حق میں زیادہ فائدہ مند یہہ امر ہوتا۔

سوم۔ اُسنے اسلام کو ایسی ہیبت ناک شکل میں دکھایا۔ کہ ہندوں کو اُسکی طرف رغبت پیدا نہ ہوئی بلکہ نفرت زیادہ ہوگئی۔ اور پھر اُنکا اسلام میں لانا زیادہ دشوار ہوگیا +

چہارم اہل یورپ جیسا اُسکے ذمہ تعصب مذہبی کا الزام بیجا لگاتے ہیں ایسی ہی ایشیا والے اُسکی بعض حرکات سے حریص ہونے کی تہمت دہرتے ہیں اور یہ اشعار اُسکی شان میں کہتے ہیں ؎

نبودش ز فضل سخاوت شرف   نگہداشتے در لبان صدف

خزائن بسے داشت پر از گہر   ولے زاں نشد مفلسے بہرہ ور

مرتے وقت سب نقد و جنس کو دیکھا۔ مگر ایک پیسا ہاتھ سے نہ نکلا۔ مگر یہ الزام بھی پہلے الزام کی طرح بیجا معلوم ہوتا ہے۔ اُسکے دربار میں اسقدر فضلا، علما، شعرا، حکما جمع ہوئے تھے اور اُسکے خوان مکرمت سے بہرہ مند ہوتے تھے۔ کسی اور بادشاہ کو یہ بات کم نصیب ہوئی ہوگی غرض جیسا کہ وہ دولت کے پیدا کرنے میں ہوشیار تھا۔ اُسکے خرچ کرنے میں کفایت شعار تھا نہ فضول خرچ تہا نہ ممسک تہا۔ مگر یہ عیب اُسمیں ضرور تھا کہ وہ اپنے عمدہ کاموں میں دولت کی حرص کو ایسا شامل کردیتا تھا کہ وہ کام اچھا بھی برا معلوم ہوتا تھا۔ اُسکے سارے جہاد اور لڑائیاں یہ معلوم ہوتے ہیں کہ فقط دولت جمع کرنے کے لئے تہیں ابوالفضل نے بڑا ستم کیا ہے کہ سلطان محمود کی نسبت یہ زہریلے فقرے لکھے ہیں تعصب پیشگان ہند را دار الحرب اندوده آں سادہ لوح را بر ریختن آب ناموس و خون بیگناہان و گرفتن مال نیکواں برانگیختہ + سچ یہ ہے کہ اگر اس زمانہ کا لحاظ کریں تو سلطان اخلاق حمیدہ سے موصوف شجاعت فطری وکسبی میں معروف۔ ممالک ستانی وسپاہگری وتیغ گزاری میں ایسا سلیقہ رکھتا تھا کہ مخالفوں کو مغلوب کرتا تھا۔ رعیت پروری و دادگستری سے ملک کو رونق دیتا تھا۔ اپنی عدالت سے ستمگاروں کو سزا دیتا تھا اور ستم دیدگان کو مدعا پر پہنچاتا تھا

تعصب کی خلیق نیوی و نو اسکے دین متین کی تہذیب سلطنت نواب کے اور مال و اسباب حاصل کرنیکی لئے وہ ہندوستان میں سترہ دفعہ آیا یہ شعر اسکی حسب حال
ہے جا لگ حقیقتش رسید ❊ اقبال بہ سینہ با دو دیدہ ❊ شیران جہاں شکار کردہ ❊ وز مور چگاں کنارہ کردہ
سخندانی و نکتہ فہمی لطیفہ گوئی و مدعا شناسی میں بہرہ کافی رکھتا تھا فضلا و شعرا کا اعزاز و احترام کرتا تھا -
اور اُنکے ساتھ رعایت و احسان کرتا تھا - نجم کبھی مصیبت اُسپر نہیں پڑی اور کوئی لڑائی ایسی نہیں ہوئی کہ اسمیں
اُسنے خدا کی درگاہ میں سجدہ کرکے دعا نہ مانگی ہو - اور اپنی فوج پر سلامتی اور خدا کی رحمت نہ چاہی ہو وہ فقرا
اور گوشہ نشینوں کا بڑا معتقد تھا خلیفہ وقت کی ہمیشہ فرمانبری کرتا تھا - باوجود اس حشمت و شوکت
کے خلیفہ قادر باللہ نے جو خطاب اُسے دیا تھا اُسکو اپنا فخر سمجھتا تھا غرض اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پکا مسلمان
تھا تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ طبقات ناصری میں دیکھنے میں آیا کہ سلطان محمود ہمیشہ اس حدیث کے
باب میں کہ العلماء ورثۃ الانبیاء میں متردد رہتا تھا اور قیامت کی نسبت شک تھا اور اسمیں بھی شبہ تھا
کہ میں امیر سبکتگین کا بیٹا ہوں یا نہیں ایک رات کہیں سلطان جاتا تھا فراش شمع و شمعدان طلائی آگے لئے
ہوئے جاتا تھا کہ اُسنے دیکھا کہ ایک طالب العلم اس سبب سے کہ چراغ جلانیکے لئے اُسکے پاس دام نہ تھے ایک بقال
کی دکان کے چراغ کی روشنی میں مطالعہ کرتا تھا سلطان کو اُسپر رحم آیا اور شمع و شمعدان اُسکو دیدیا - اُس
شب کو رسول خدا کی زیارت ہوئی کہ اُنہوں نے یہ فرمایا - یا ابن امیر ناصر الدین سبکتگین اعزک اللہ فی الدارین
کما اعززت ورثتی - اس بات سے اُسکی تینوں مشکلیں حل ہوگئیں طبقات ناصری میں بھی یہ حکایت ملی
انگریزی مورخ اس مضمون کو یوں ادا کرتے ہیں + ایشیائی مورخ جسکی کچھ وقعت نہیں کرتے کہ اُسکو دو
شبہے عائد ہوئے - اول یہ کہ میں امیر سبکتگین کا بیٹا ہوں یا نہیں خیر اسکی اصل تو کچھ ہو سکتی
ہے - کیونکہ وہ ماں کی طرف سے داغدار تھا - ما اُسکی زابلستان کے کسی امیر کی بیٹی تھی - اُسکے منکوحہ
و غیر منکوحہ ہونے میں اشتباہ ہے - مگر دوسرا شبہ کہ قیامت ہوگی یا نہیں اس شبہ کے سبب سے لوگ
اُسسے متنفر ہونے لگے - تو اُسنے یہ کہا کہ پیغمبر خدا نے خواب میں آکر میرے دونو شبہے رفع کردئے ہیں +
نظم سلطنت سارے محمود کے حال میں کہیں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کوئی نیا قانون اور آئین اور دستور
جدید ایجاد کیا ہو - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کاموں کے لئے وہ شرع اسلام کو کافی سمجھتا تھا
اور قوانین کے ایجاد کرنے میں اپنا وقت نہیں ضائع کرتا تھا - مگر اُسکو انتظام کرنا خوب آتا تھا عراق کی

عورت کی حکایت دیکھ لو +

ہفتم ۔ اپنی سپاہ میں بدکاری کو راہ نہ دیتا تھا۔ اور سخت منتظم اس کام میں تھا۔ اور قواعد اور قوانین سپاہ کی بڑی رعایت کرتا تھا۔ بھانجے کے قتل کرنے کی حکایت سے یہ بات ثابت ہے +

ہشتم ۔ اُسکو علم کا بڑا شوق تھا یہی سبب اصل اُسکی ناموری کا تھا۔ اِس عمدہ صفت کے سبب سے وہ فخر اسلام شمار ہوتا ہے۔ اور اور قومیں بھی اُسکو مانتی ہیں غرض یہی اُسکے اصل فخر اور عزت کا سبب تھا عمارات کا بھی شوق رکھتا تھا۔ ایک مسجد اُسنے غزنیں میں بنوائی۔ ساری سنگ باسی اور سنگ مرمر کی بنی ہوئی تھی۔ اور ایسی خوبصورت تھی کہ لوگ اُسے دیکھ دیکھ کر متحیر ہوتے تھے اور بے اختیار اُسکو عروسِ فلک کہتے تھے۔ یہ بادشاہ کا شوق ایسا تھا کہ اور امرا نے بھی اُسکی تقلید کرکے غزنیں میں وہ عمارتیں بنوائیں کہ وہ سارے ایشیا کے شہروں پر سبقت لیگیا +

نہم ۔ محمود خوش اخلاق بڑا تھا۔ اپنے رفقا اور ملازمین سے بہت اچھی طرح پیش آتا تھا۔ حسین غلاموں کا شوقین تھا۔ محمود کا غلام ایاز مشہور ہے جسکی حکایتیں بہت سی زبان زدِ خلائق ہیں کوئی بات اُسمیں ایسی نہ تھی کہ جس سے اُسکو ظالم کہہ سکیں جو کوئی شخص اُسکے ہاتھ سے لڑائی میں مارا جاتا مارا جاتا۔ مگر پیچھے وہ کسی کی جان نہ لیتا۔ اور نہ اُسکے دربار میں وہ ظلم ہوتے جو اور ایشیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کے ہاں ہوا کرتے ہیں باغی عفو تقصیر کے بعد بھی جو بغاوت کرتے اُنکو سوا قید کے اور کوئی سزا نہ ملتی

ذکر سلطنت شہاب الدین وجمال الملۃ سلطان مسعود بن سلطان محمود غزنوی

سلطان محمود کی اولاد اور انکی تربیت +

سلطان محمود کے تین بیٹے تھے امیر مسعود ۔ امیر محمد ۔ امیر عبدالرشید ۔ ۴۰۱ھ میں غور کے فتح کے لئے سلطان روانہ ہوا۔ اور بست سے زمین داور میں پہنچا تو اپنے بھائی یوسف اور دو بیٹوں امیر مسعود اور امیر محمد کو یہیں زمین داور میں چھوڑا۔ سلطان کو اول اُسکے باپ نے اسی سرزمین کا والی مقرر کیا تھا اسلئے وہ زمین داور کو اپنی اولاد کے لئے مبارک سمجھا۔ ان لڑکوں کے لئے ملازم خادم ۔ اتالیق سب مقرر کئے اور یہاں کے حاکم بالتگین کو اُنکا محافظ مقرر کیا۔ اُس وقت دونو شاہزادے چہاردہ سالہ تھے ۔ وہ دونوں ایک ہی دن پیدا ہوئے تھے مسعود چند گھنٹے

محمد سے بڑا تھا اور یوسف کی عمر سترہ برس کی تھی - یہ تینوں ہم عمر بھائی آپسمیں مل جل کر رہا کرتے با اخلاص
سے خوش و خرم رہتے تھے - امیر مسعود کی تعظیم و تکریم نوکر چاکر بہ نسبت ان دو کے زیادہ کرتے تھے
سنہ [illegible] میں امیر مسعود کو غور کی لڑائی میں سلطان محمود لے گیا - اس لڑائی میں باپ کے ساتھ بڑے
بڑے بہادری کے کام اُس نے کئے - ایک حصار کے برج پر ایک شخص اپنے تیروں سے بہت مسلمانوں کو
ہلاک کر رہا تھا کہ مسعود نے ایسا تیر تاک کر اسکی گردن میں لگایا کہ وہ ہلاک ہوا اور اسی وقت قلعہ فتح ہو گیا -

امیر مسعود کی بہادری +

جب سلطان جنگ سے فارغ ہوا تو امیر مسعود کو خیمہ میں بلایا اور اسپر بہت نوازش کی اور اسکا
تجمل زیادہ کیا اور اس کو دکی میں اسکو اپنا ولیعہد مقرر کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ میرے مرنے
کے بعد میرے دودمان کا چراغ روشن رکھنے والا سوا اسکے دوسرا نہیں ہے - اپنے باپ کی
زندگی میں امیر مسعود نے غور اور خراسان کے فتح کرنے میں بڑے بڑے کارنمایاں کئے تھے مسعود
فقط نام ہی میں محمود کا ہم قافیہ نہ تھا بلکہ شجاعت میں اُسکا ردیف تھا +

جوانی میں باپ سے چھپ کر امیر مسعود شراب پیتا تھا اور رقص و سرود کی محفلیں گرم کرتا تھا
ہرات میں اُسنے عالی شان محل بنایا اور اس میں باغ پر فضا لگایا - اسمیں حوض بنایا - اور ایک
خلوتکدہ کے اندر تمام دیواروں اور چھت پر ایک ہزار تصویریں ننگی عورت و مرد کی بنائیں اور انپر
نام بھی اُنکے لکھہ دئے جنکی تصویریں تھیں اسی محل میں امیر مسعود قیلولہ کرتا تھا - سلطان محمود نے
امیر مسعود پر اُسکے مخفی حالات دریافت کرنیکے لئے مشرف و جاسوس مقرر کر رکھے تھے - اُس کو
جب اس محل کا سارا حال معلوم ہوا تو اُسنے نوشتگین کو یہ حکمنامہ لکھہ کر دیا کہ وہ آٹھہ روز میں ہرات
پہنچے اور سیدھا سراے عدنان کے باغ میں جائے جسکے دائیں طرف حوض ہے اور اُس کے بائیں
طرف ایک مکان ہے اُسکی دیواروں و چھت کا حال دیکھہ کر چلا آئے - وہ کچھہ امیر مسعود کا خیال نہ کرے
اور جو کوئی اُسکو گھر میں جانے سے روکے تو اُسکی گردن تلوار سے اُڑا دے - امیر مسعود کو بھی یہہ
اطلاع ہو گئی کہ جاسوس اسلئے آیا ہے اُسنے دیواروں کو گچ کرا کے اور خوب گھٹوا کے کپڑا اسپر ڈلوا دیا
اور جاسوس کو دکھا دیا کہ جو کچھہ سلطان نے سنا ہے وہ غلط ہے جب اُس جاسوس نے آنکر سلطان سے
اس مکان کا حال بیان کیا تو اُسنے کہا کہ افسوس ہے کہ ایسے میرے فرزند پر لوگ جھوٹ بہتان لگاتے ہیں

امیر مسعود کی عیاشی +

امیر مسعود کو لڑکپن اور جوانی میں زور آزمائیوں کا بڑا شوق تھا بڑے بھاری پتھر اوٹھاتا کشتی لڑتا
سخت جاڑے میں برف پر موزہ اُتار کر ننگے پاؤں چلتا شکار بہت کھیلتا شیر کو پیادہ پا اسطرح مارتا
کہ پہلے اُس پر اینٹ مارتا جس سے وہ غصہ میں بپلکر آتا تو اُسکو نیزہ مارکر مارتا مگر جب اسکو ہندوستان کی
ہوا لگی تو ہاتھی ہی پر سوار ہو کر شیر کا شکار کھیلتا غرض وہ شجاعت میں رستم ثانی مشہور تھا اُسکا تیر بیل
کے برگستوان کو توڑ کر اُسکے بدن پر اثر کرتا تھا جس گرز کو وہ ایک ہاتھ سے اُٹھاتا تھا اُس کو کوئی دوسرا
شخص دو ہاتھوں سے بھی نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ کریم اور سخی بڑا تھا۔ شاعروں کو انعام سے اکثر مالا مال کر دیتا
تھا۔ مگر بڑی عمر میں اس سخاوت میں کمی آگئی تھی +

امیر محمد اپنے بھائی امیر مسعود سے بہت حسد رکھتا تھا۔ اُس نے جاسوس مقرر کر رکھے تھے کہ وہ مسعود کی
ذرا ذراسی باتوں سے اطلاع دیتے تھے اور پھر ایک ایک بات کی دس دس باتیں سلطان کے کان میں بھرتے
تھے۔ سلطان محمود نے اول امیر مسعود کو ولیعہد کیا پھر مسعود کے حاسدوں اور دشمنوں نے سلطان کا
دل اُس سے برگشتہ کرادیا اور ایسی ایسی رنجش کی باتیں ہونے لگیں کہ ایک دن سلطان کی خدمت
میں مسعود آیا اور ایک ساعت ٹھیر کر واپس چلا کہ سلطان نے اُسے پیغام بھیجا کہ خیمہ نوبتی میں ٹھیر جا
آج ہم تم ملکر شراب پئینگے مسعود نوبت کے خیمہ میں جا بیٹھا کہ ایک بوڑھا فراش آیا اُس نے عرض کی کہ
آج آپکے لئے کچھ اور ارادے ہو رہے ہیں ہوشیار ہو جائیے نہیں تو خیر نہیں ہے۔ مسعود نے اپنے غلاموں
اور ملازموں اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ تیار اور ہوشیار رہو اور زین کس لو اور ہتیار ہاتھ میں لو
جب سلطان محمود کو یہ خبر ہوئی کہ ایک فساد اٹھنے والا ہے اُس نے مسعود سے کہلا بھیجا کہ بیٹا اب تم جاؤ
اور انتظار نہ کرو۔ آج ہم کو ایک ضروری مہم در پیش ہے۔ اسلئے مے نوشی کی مجلس کو میں نے موقوف کردیا
سلطان محمود گرگان سے رے کو جاتا تھا کہ امیر محمد نے درگاہ سلطانی پر امیر خراسان کا گھوڑا
منگایا اور سوار ہو گیا۔ اسپر سلطان محمود نے امیر مسعود سے کہلا بھیجا کہ آج امیر محمد تو خراسان کے گھوڑے
سوار ہو گیا تم بھی گھوڑے پر سوار ہونا چاہتے ہو یا امیر عراق کے گھوڑے پر۔ امیر مسعود نے عرض کی
کہ میں حضور کی کس کس نعمت کا شکر ادا کروں۔ اول حضرت نے یہ نعمت مجھے عطا کی کہ میرا نام مسعود رکھا
جسمیں بڑی بزرگی یہ ہے کہ حضور کے نام کا ہموزن ہے آج حضور کی خدمت سے جدا ہوتا ہوں ایسا فرمان

سلطان محمود کا ناراض ہونا مسعود سے اور امیر محمد کو ولیعہد کرنا +

عنایت کیجیے جس سے اس نام کی سعادت روز بروز زیادہ ہوتی جائے۔ سلطان یہ جواب سن کر منفعل ہوا
اور کہنے لگا کہ خوب جواب دیا۔ غرض روز بروز باپ کی نظر سے مسعود گرتا جاتا تھا۔ اُسنے امیر محمد کو ولیعہد
کر دیا اور حکم دیدیا کہ امیر محمد کا نام اور لقب امیر مسعود کے نام اور لقب پر مقدم کیا جائے۔ جب فرمان
بارگاہ محمودی میں پڑھا گیا تو وہ سب کو اسلئے ناگوار گذرا کہ سلطنت و شہامت کے آثار مسعود کی پیشانی
پر زیادہ نمایاں تھے۔ امیر مسعود باپ سے رخصت ہوا تو ابو نصر مشکان مسعود کے پیچھے گیا اور عرض کی کہ آج
سلطان کے فرمان سے ہم سب ارکان سلطنت کو ملال ہوا۔ سلطان مسعود نے فرمایا کہ کچھ غمناک نہ ہو
تم نے سنا ہوگا کہ السیف اصدق انباء من الکتب + اب تم جاؤ۔ سلطان کو اس کے جانے کی خبر
مخبروں نے کر دی تھی۔ جب وہ الٹا آیا تو سلطان نے اسکو بلایا اور حال پوچھا۔ اُسنے سارا ماجرا بیان کیا
سلطان نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ امیر محمد پر سب طرح سے امیر مسعود فوقیت رکھتا ہے اور میرے بعد وہی
سلطان ہوگا۔ میں تکلف اسلئے کرتا ہوں کہ محمد بیچارہ کو بھی میرے عہد میں کچھ حرمت و تمتع
حاصل ہو۔ محمود نے مسعود سے جو باتیں کہیں وہی وقوع میں آئیں +

سلطان محمود کے بعض معتمد ملازمین نے امیر مسعود سے عرض کی کہ سلطان آپ کی طرف سے روز بروز زیادہ بدگمان
ہوتا جاتا ہے اگر حکم ہو تو ہم سلطان کو رخصت کر کے آپ کو اس کشمکش سے رہائی دیں۔ اُسکے جواب میں
امیر مسعود نے کہا کہ استغفر اللہ میں اور یہ کام۔ مجھے تو اسکا خیال بھی حرام ہے۔ سلطان محمود میرا باپ ہے
مجھے تو اسپر تیز ہوا کا چلنا بھی گوارا نہیں۔ اسکی گوشمالیوں سے میں خوش ہوتا ہوں۔ وہ ایسا بادشاہ ہے کہ
دنیا میں جواب نہیں رکھتا۔ فالعیاذ باللہ اگر وہ کام ہو جو تم کہتے ہو تو اس خاندان کے دامن پر وہ
بدنامی کا داغ لگے گا کہ قیامت تک وہ مٹائے سے نہ مٹے گا۔ وہ خود بڈھا ہے اُسکی عمر ختم ہونے کو آئی
میں اسکا جینا چاہتا ہوں۔ تم سے فقط میری یہ درخواست ہے کہ وہ جب بقضاء الٰہی اس دُنیا
سے انتقال کرے تو تم میرے مطیع و فرمانبردار ہو +

جب سلطان محمود کا انتقال ہوا تو امیر مسعود سپاہان یا اصفہان میں جو سات سو فرسنگ غزنین سے
دور تھا اور امیر محمد یہاں کوزکانان میں تھا۔ جب سلطان کو باغ پیروزہ میں دفن کیا تو اسی رات کو
حاجب بزرگ امیر علی قریب نے جمال الدین جمال الدولہ محمد کو کوزکانان سے بلا کر

سلطان محمود کی وصیت کے موافق تخت پر بٹھا دیا۔ مسعود نے بھائی کو لکھا کہ میں تمہارا ملک نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہوں
کہ میرا نام خطبہ میں داخل پڑھا جائے مگر محمد نے بھائی کو سخت جواب دیا جسکا مفصل حال آگے بیان ہوگا
امیروں نے ہرچند چاہا کہ دونوں بھائیوں میں نہ بگڑے تو اچھا ہے مگر محمد نے نہ مانا۔ یوسف بن سبکتگین
مقدمۃ الجیش بنا کے اول رمضان ۴۲۱ھ کو وہ تکیناآباد میں جو حقیقت میں اسکے لئے نکبت آباد تھا
آیا اور رمضان میں سارے مہینے یہیں رہا عید کے روز اُس کے سر سے ٹوپی گر گئی جسکو لوگ بڑی بدشگونی
سمجھے۔ ۳ شوال کی رات کو علی خویشاوند اور یوسف بن سبکتگین نے سازش کر کے اسکو قید کر دیا۔ اور خود
امیر مسعود کی طرف روانہ ہوئے اور باقی امرا کا حال لکھا جائیگا کہ کیونکر وہ امیر مسعود پاس چلے گئے اور کیا حال ہوا

امیر مسعود سپاہان میں قصد کر رہا تھا کہ سپاہ سالار تاش فراش کو یہ ملک حوالہ کر کے ہمدان و
جبال کی طرف جاؤں۔ فراش خیموں کو بھی باہر لیگئے تھے کہ ناگاہ ۲۰ جمادی الاولی ۴۲۱ھ کو
یہ خبر پہنچی کہ سلطان محمود کا انتقال ہوا۔ اور امیر محمد تخت سلطنت پر بیٹھا ہے اور حاجب بزرگ علی
قریب اسکا پیشکار ہے۔ امیر سخت تحیر میں تھا کہ اسکی والدہ حرۂ ختلی نے اُسے یہ خط لکھا تھا
۲۳ ربیع الآخر ۴۲۱ھ کو سلطان محمود کی عمر پوری ہوئی۔ میں مع تمام اہل حرم کے قلعۂ غزنین میں
رہتی ہوں پرسوں سلطان کی مرگ کا اشتہار ہوا اور باغ پیروزہ میں اُسے دفن کیا۔ حاجب علی
سارے کام سلطنت کے کرتا ہے اور امیر محمد سلطان ہے۔ تمکو معلوم ہے کہ سلطنت کے لائق محمد نہیں ہے اور ہمارے
خاندان کے دشمن بہت سے ہیں تم ولیعہد ہو جلد یہاں آؤ جو ولایت تم تسخیر کر چکے ہو اور جو ولایت لے سکتے
سو یہ دونوں باتیں باپ کی حشمت کے سبب سے تھیں۔ جواب دنیا سے رخصت ہوا جب اسکے مرنے کی خبر
مشہور ہوگی تو معاملات سلطنت کا رنگ کچھ اور ہوگا۔ سب کی اصل غزنین ہے اور خراسان اور ملک اسکی
فروع ہیں اصل پر اول متوجہ ہو فروع کو چھوڑو جسقدر جلد ممکن ہو یہاں آؤ میں چشم براہ بیٹھی ہوں۔
جو کچھ یہاں حال گذرے گا اُسکی اطلاع بلاتوقف دیتی رہونگی +

امیر مسعود نے اپنے باپ کے مرنے کا ماتمی دربار اسطرح کیا کہ خود قبا و دستار سفید پہنکر آیا
اور اسی سفید لباس میں اور اہل دربار جمع ہوئے۔ اور خوب رونا پیٹنا ہوا تین روز تک یہی ماتم و شیون
امیر مسعود کی خود اور اسکے مشیر امیروں کی یہی صلاح ہوئی کہ جسقدر جلد ہوسکے غزنین پہنچنا چاہیے

پاہان کا یہ انتظام کیا کہ ابو جعفر کاکویہ کو منشور دے کر حوالہ کیا اور ۵ ۲ جمادی الاخری ۴۲۱ھ کو سلطان
ری کی طرف روانہ ہوا جب اس شہر میں آیا تو اہل شہر نے اُسکے آنے کے لیے آئین بندی کی اور بہت سے
تکلفات کیے۔ یہاں امیر المومنین قادر باللہ کا خط بھی تعزیت و تہنیت میں رسم کے موافق پہنچا۔ اسمیں
لکھا تھا کہ ولایت ری و جبال و سپاہان جو ملک تو نے تسخیر کیا ہے ہم نے بھی اسپر تجھ کو والی مقرر کیا تو
جلد خراسان جا کہ وہاں کوئی خلل نہ پیدا ہو۔ امیر مسعود اس نامہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اُسکو برملا
پڑھوایا اور بوق دہل کو بجوایا۔ اس نامہ کی نقلیں چاروں طرف ملکوں میں بھجوائیں کہ میں امیر المومنین کا
خلیفہ اور اپنے باپ کا ولیعہد ہوں +

غزنین سے امیر یوسف و حاجب بزرگ علی۔ ابو سہیل ہمدانی و خواجہ علی میکائیل رئیس اور سرہنگ
بو علی کوتوال کی عرضی پرچہ چھپی آئی تھی۔ سب نے بعد بندگی کے عرض کی کہ تسکین وقت کے لیے
امیر محمد کو غزنین بلا لیا تھا تا کہ کوئی اضطراب نہ پیدا ہو۔ اُس سے سلطنت کا کام نہیں چل سکتا۔ وہ شب
روز لہو و لعب میں مصروف ہے۔ ولیعہد آپ ہیں یہاں جلد تر آکر تخت سلطنت پر بیٹھیے امیر مسعود ان
عرضیوں سے بہت قوی دل و مسرور ہوا۔ اور اُسنے اس امر پر ارادہ مصمم کر لیا کہ اصل غزنین ہے اُسکی
طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ باقی ملک کو نہایت سخت محنت اور شمشیر زنی سے حاصل ہوا ہے وہ فرع ہے
فرع بغیر اصل کے قائم نہیں رہ سکتی اسلیے وہ جلد نیشاپور اور ہرات کی طرف روانہ ہوا اور ری میں
یہاں کے چھ محتشم و معظم امیروں کو دربار میں اُسنے جمع کیا۔ اور اُنکی صلاح و مشورہ کے موافق
حسن سلیمان کو یہاں شحنہ مقرر کیا۔ رجب ۴۲۱ھ میں ری سے روانہ ہوا۔ غزنین سے بھاگ کر دامغان
میں بو سہیل زوزنی پہنچا جب امیر مسعود ہرات میں آیا تھا تو وہ اُسکا بڑا معتمد مشکار تھا۔ مگر پھر امیر سے
برگشتہ ہو گیا تھا۔ مگر اب پھر وہ امیر کا مقرب سب سے زیادہ ہو گیا۔ دامغان آگے کچھ چلا تھا کہ وہ رکابدار
ملا جسکے ہاتھ سلطان محمود نے نامے جابجا بو نصر مشکانی سے لکھا کر بھجوائے تھے کہ میں نے امیر مسعود کو
عاق کر دیا۔ اس رکابدار نے یہ سب نامے امیر مسعود کو دیے امیر نے ان سب کو چاک کر کے پھینک دیا اور کہا
کہ سلطان محمود نے میرے ساتھ ہزاروں نیکیاں کی ہیں اگر آخر عمر میں اُسنے ایک جفا کی تو کیا مضائقہ ہے
اُسکی گوشمالیوں سے مجھے بہت فائدہ پہونچا ہے۔ لکھنے والے کا بھی اسمیں کچھ قصور نہیں ہے جو سلطان نے

لکھوایا وہ اُسنے لکھہ دیا۔ کاہار کو پانچہزار درم عنایت کئے اور دامغان سے آگے بڑہا اور سپاہ سالار
خراسان غازی حاجب اور قضاۃ و اعیان و رئیس و عمال کے نام نامے لکھے کہ وہ حاضر ہوں جب
سلطان بیہق میں پہنچا تو غازی سپہ سالار خراسان بہت سا لشکر لیکر خدمت میں حاضر ہوا۔ امیر نے اُسکو
سپہ سالار مقرر کیا۔ اور سپاہ کی موجودات لی اور ایک بڑا جلسہ سپاہ کا زیب و زینت کے ساتھ ہوا۔
پھر نیشاپور میں امیر آیا۔ یہاں بھی اُسکے استقبال کی بڑی تیاریاں ہوئیں امیر مسعود نے یہاں کے قیدیوں
کو بھی قیدخانہ سے رہائی دی۔ بہت سے شریفوں کی ملکیں چھوڑ دیں +

ری سے خبر آئی کہ امیر مسعود نے جب یہاں سے سفر کیا تو فرقہ شاہنشاہی میں سے بہت آدمیوں نے دنگہ
اور فساد برپا کیا اور ال بویہ کو ری کا مالک بنانا چاہا۔ ان اوباشوں کو حسن سلیمان نے جو امیر مسعود کی
طرف سے ری کا والی مقرر ہوا تہا۔ ایک سخت لڑائی لڑکر شکست دی اور سب اوباشوں کو بھگا دیا جب
امن امان قائم کیا۔ ہزاروں مفسدوں کو انہیں راہوں میں کہ وہ آئے تھے سولیوں میں لٹکا دیا
جب امیر مسعود کو اس فتح کی خبر ہوئی تو بڑی خوشی منائی اور اس مژدہ فتح کو مشتہر کرایا اور بوق
اور دہل کو بجوایا۔ یہیں بیہق میں خلیفہ بغداد کی طرف سے ایلچی آیا اور بہت سے تحفہ تحائف اور لوا
اور منشور لایا۔ اس ایلچی کی التعظیم و تکریم میں حد سے زیادہ تکلفات کئے گئے اور سلطان نے
عطیات خلیفہ کی بڑی تعظیم کی اور اُسکے شکریہ میں خدا کی درگاہ میں دوگانہ شکر ادا کیا۔ اور خود
امیر نے اور اور امیروں نے لاکھوں روپے صدقے و خیرات میں دے۔ خلیفہ نے جو منشور بھیجا تہا
اُسکی نقلیں سب ممالک کے رئیسوں کے پاس بھیجی گئیں پھر امیر ہرات میں آیا۔ عید الفطر کا جشن ایسی
دہوم دہام سے یہاں ہوا کہ پہلے کبھی نہیں ہوا تہا۔

غزنین سے ہر روز خط آتے تھے کہ لشکر کیا کر رہا ہے۔ دہم شوال ۴۲۱ھ کو سنگتارک برادر
حاجب بزرگ علی قریب اور دانشمند ابوبکر حصیری درگاہ سلطان مسعود میں حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے
آنکر سلطان کو سلطنت کی مبارکباد دی اور اُسکے بھائی امیر محمد کے قید ہونے کی خبر سنائی سنگتارک
کو امیر نے حاجب مقرر کیا اور ابوبکر حصیری کو ندیم بنایا جب امیر محمد کو نکانان سے آن کر
تخت پر بیٹھا تو امیروں نے اسے سلطان تسلیم لیا۔ اگرچہ سلطان محمود نے امیر مسعود کو اول اپنا

دیکھنے کیا تھا مگر آخر اسکو یہ مصلحت معلوم ہوئی کہ امیر مسعود ایک طرف رے سے روم تک اور دوسری
جانب میں مصر کو طوعاً و کرہاً فتح کرکے اپنے ملک میں فرماں روائی کرے۔ اور غزنین اور ہندوستان میں
امیر محمد سلطنت کرے بغرض سلطان مسعود نے امیر محمد پاس ایلچی بھیجکر اول باپ کے مرنیکی تعزیت
کی اور تخت سلطنت پر اسکے بیٹھنے کا حال بیان کیا اور ایسے پیغام بھیجے کہ جنمیں طرفین کی بھلائی
تھی اور اسمیں خراسان و عراق کے ہزاروں آدمیوں کی آسایش تھی اسنے صاف صاف بیان
کیا کہ خلیفہ امیر المومنین کے حکم و فرمان سے ہم کو اتنی ولایتیں لینے کا اختیار ہے کہ اسکا اندازہ نہیں
ہو سکتا۔ ہم دونو بھائیوں کو چاہیے کہ ہم پشت و یکدل ہوکر موافقت رکھیں اور کل مخالفت کو
بالکل دور کریں تاکہ جہان میں ہمارا نام باقی رہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ زرادخانہ سے پانچہزار اونٹ
پر اسلحہ و بیس ہزار گھوڑے و دو ہزار ترکی غلام ساز و سامان کے ساتھہ اور پانچسو ہاتھی جنگی
ہمارے پاس بھیجدو کہ ہم تم کو اپنا خلیفہ بنائیں منبروں پر خطبوں میں اول میرا نام پڑھا جائے
پھر تمھارا نام۔ درم و دینار و جامہ پر اول میرا نام ہو پھر تمھارا نام قضاۃ و سفیر میرے پاس آئیں
تاکہ جو کچھہ مجھکو حکم دینا ہو وہ انکو دوں میں عراق و روم کی جانب مشغول ہوں اور تم غزنین
اور ہندوستان کی طرف تاکہ سنت پیغمبر ادا ہوتی رہے اور جو ہمارے باپ دادا کا طریقہ ہے وہ
جاری رہے کہ اسکی برکتیں ہم کو پہنچیں اور میں صاف صاف تم سے کہتا ہوں کہ جو کچھہ میں نے
تم کو حکم دیا ہے اگر اسمیں تم تعلل اور عدم موافقت سے شغل کروگے تو ناچار مجھے غزنین آنا پڑے گا
اور اس سبب سے جو کچھہ ملک میں نے لیا ہے وہ یونہیں بیکار جائیگا غزنین اصل ہے اور یہ اسکی
فرع ہیں جسوقت اصل میرے ہاتھہ میں ہوگی تو فرع کا کام آسان ہوگا۔ خدانخواستہ اگر ہم میں
اور تم میں لڑائی ہوئی تو ناگزیر خوں ریزی ہوگی میں اپنے باپ کا ولیعہد ہوں میں نے جو کچھہ
چاہا ہے اسمیں انصاف مدنظر رکھا ہے + تمہارے ساتھہ بہت رعایت کی ہے +

جب ایلچی غزنین میں آیا تو یہاں امیر محمد کے دماغ میں باد نخوت زور کر رہی تھی شب و روز
عیش و نشاط سے کام تھا خزانہ کی کنجیاں ہاتھہ میں تھیں بخشش کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔
جو اسکے مشیر تھے انہوں نے نہ چاہا کہ مستحق کے ہاتھہ میں ملک آئے۔ انہوں نے صلاح دیکر

تگیناآباد سے ہرات میں لشکر کا جانا +

بھائی کے ایلچی کو واپس بھیجا اور یہ پیغام بھجوایا کہ باپ کا ولیعہد میں ہوں اور باپ نے زری تم کو اسلئے دیا تھا کہ تم وہاں رہو + اُس کے مرنے کے بعد ہم تم اسی ملک پر جو باپ دے گیا ہی راضی رہیں گھوڑے - ہاتھی - غلام - ہتیار - میں تم کو اس شرط سے دیتا ہوں کہ تم عہد کرو کہ خراسان کا مقصد تم کبھی نہیں کروگے - غرض جب جواب آیا تو سلطان مسعود سپاہان سے سفر کیا اور ہرات میں پہنچا +

حاجب علی اور اعیان سلطنت نے امیر مسعود کو نامہ لکھا تہا کہ ہم نے امیر محمد کو قلعہ کوہ شیر میں ٹھہرا رکھا ہے - اور فوج آپ کے حکم آنے پر روانہ ہوگی - اس نامہ کا جواب ہرات سے پہنچا - سلطان مسعود نے اپنے ہاتھ سے حاجب علی کو اسطرح خط لکھا تھا کہ جیسے کوئی اپنے مساوی درجہ والے کو لکھتا ہی - تگیناآباد سے حاجب بزرگ علی نے فوجیں روانہ کرنی شروع کیں مگر سپاہ ہندی کو حکم دیا کہ وہ یہاں رہے وہ اُسکے ساتھ پیچھے جاویگی - حاجب بزرگ علی جانتا تھا کہ سلطان مسعود مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا اور یہ خط جو اُسنے برادرانہ لکھا ہے اور میرے بھائی کو حاجب مقرر کردیا ہے یہ سب اُسکی فریب کی چالیں ہیں اُسنے کہا کہ میرے پاس خزانہ و ہاتھی و فوج قوی ہندی ایسی ہے کہ سیستان کی راہ سے جاکر کرمان اور اہواز کو لیکر بغداد کے دروازہ تک جاسکتا ہوں مگر میں اس خاندان کا نمک پروردہ ہوں سلطان محمود مجھسے ایسی محبت کرتا تھا کہ خویشاوند کا خطاب دیا تھا - میں نمک حرام ہوکر اپنے تئیں بدنام کرنا نہیں چاہتا - علی ہندی سپاہ کے ساتھ ہرات میں امیر مسعود پاس پہنچا - اول امیر مسعود نے اُسکی حد سے زیادہ خاطر کی مگر آخر کو اُسکو فریب سے پکڑوا کر قتل کروا دیا - اکثر تاریخوں میں یہ لکھا ہے جب تگیناباد سے ہرات کو سلطان پاس سپاہ روانہ ہوئی ہے تو سپاہ ہندی نے بسرداری سوندیرا کے حملہ کیا اور شکست پائی دوسری طرف ترکی غلام بھی مارے گئے جنکے سرکٹ کر امیر محمد پاس آئے - یہ بات تاریخ مسعودی بیہقی میں نہیں لکھی اسلئے یہ امر معتبر نہیں معلوم ہوتا - سلطان مسعود کے ہاں ارکان و اعیان سلطنت کے دو گروہ ہوگئے ایک محمودی دوسرا مسعودی گروہ مسعودی کی بنی آئی اور گروہ محمودی میں بہت سے آدمی قتل ہوئے +

خواجہ احمد حسن کا وزیر ہونا +

خواجہ احمد بن حسن میمندی سلطان محمود کے حکم سے قلعہ کالنجر میں مقید تھا - اسکو اول ہی سال جلوس میں ۴۲۲ھ میں سلطان مسعود نے رہائی کا حکم دیا اور اپنے پاس بلاکر وزیر کردیا - خواجہ احمد حسن نے

یہ خوف تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو سلطان محمود کے زمانہ میں واقعہ مجھے پیش آیا تھا وہی اب بھی پیش آوے
اسلئے اُسنے وزارت قبول کرنے سے انکار کیا۔ مگر جب سلطان نے اصرار کیا تو وزارت کو منظور کیا +

جب تکیناباد سے لشکر ہرات کو روانہ ہوا تو امیر محمد کے تمام خدمتگار ماہی بے آب کی طرح مضطر
تھے کہ دیکھئے آگے کیا ہوتا ہے کہ سلطان مسعود کا حکم آیا کہ حاجب بکتگین جس کی حراست میں امیر محمد قلعہ
کوہ تیز میں تھا وہ امیر محمد کو قلعہ مندیش میں پہنچا دے یہ قلعہ بڑا اونچا تھا وہاں مشکل سے آدمی پہنچ
سکتا تھا غرض امیر محمد اُس قلعہ میں بھیجا گیا ایک شاعر نے اُسکے جانے کے باب میں یہ اشعار کہے ہیں کہ +

اے شاہ چہ بود اینکہ ترا پیش آمد — دشمنت ہمہ از بہر بدی خویش آمد
در محنتہا محنت تو بس پیش آمد — از ملک پدر بہر تو مندیش آمد

جب سلطان محمود نے خواجہ احمد میمندی کو معزول کر کے قلعہ کالنجر میں قید کیا ہے تو خواجہ حسنک میکائیل
کو اُسکی جگہ اپنا وزیر مقرر کیا تھا۔ وہ نوجوان ناتجربہ کار زمانہ کے نشیب فراز سے ناواقف تھا۔ مگر
صاف باطن تھا۔ دشمنوں کو سزا دینے میں اور دوستوں پر عنایت کرنے میں جلد باز تھا۔ گو سلطان
محمود کو امیر مسعود سے نفرت تھی مگر جب تک وہ ظاہر نہ ہوئی تھی کہ سلطان نے امیر محمد کو اپنا ولیعہد
مقرر کیا۔ خواجہ حسنک ہمیشہ امیر مسعود کے حق میں بدگمانی کیا کرتا تھا اور باپ کا دل اسکی طرف سے
برگشتہ کراتا تھا اسلئے سلطان مسعود کو بھی اُس سے عداوت قلبی تھی چنانچہ ایک نہایت عمدہ تلوار جب
اُسکے پاس تحفہ آئی تو اُسنے کہا کہ سب سے عمدہ کام اس تلوار سے کل میں یہ لونگا کہ خواجہ حسنک کا سر
اس سے اڑا دونگا مگر اسکے مصاحبوں نے اس حرکت سے اسکو باز رکھا۔ امیر مسعود جب سلطان ہوگیا تو خواجہ
حسنک ہرات میں اس پاس آیا۔ اُسکے وزیر بو سہیل نے اُس کو گرفتار کرکے اپنے نوکر علی عارض کے حوالہ کردیا
وہ اسی طرح گرفتار سلطان کے ساتھ بلخ میں آیا راہ میں طرح طرح کی ذلتیں اُسکو اٹھانی پڑیں آخر کو
سلطان نے اُسکو حکم دیا کہ وہ سنگسار کیا جاوے۔ وہ ایک میدان میں لایا گیا رسوں سے باندھا گیا خود اُسکے
سر پر چڑھایا گیا اور حکم ہوا کہ پتھر اسکو لوگ لگائیں مگر اُس کی اس حالت پر سب کو رحم آتا تھا کسی نے اُس کو
پتھر نہیں لگائے تو چند اوباشوں کو روپے دئیے تو انھوں نے اُسکو پتھر لگائے مگر وہ پہلے ہی رسوں کی
بندش سے مرچکا تھا۔ اُسکا سر خود دیکھا کر خلیفہ بغداد پاس بھیجنے کے لیے سنگساری سے بچایا گیا تھا

اُسپر قرمطی ہونے کا جرم لگایا گیا تھا جسکے سبب سے خلیفہ بغداد نے قتل کا فتویٰ دیا تھا جب وزیر بوسہیل کی مجلس شراب میں طشت پر یہ سر رکھا ہوا آیا تو وزیر بہت خوش ہوا - ایک شاعر نے خواجہ حسنک کے مرنے کا مرثیہ کہا تھا جسکے چند شعر یہ ہیں -

بہ بریدند سرش را کہ سران را سر بود ۔۔۔ آرائش ملک و دہر را افسر بود
گر قرمطی و جہود و یا کافر بود ۔۔۔ از تخت بدار بر شدن منکر بود

اریارق حاجب محمود غزنوی کا ہند کا اور حاجب اسفتگین غازی کا گرفتار ہونا+

سلطان محمود نے علی اریارق کو ہند کا سپہ سالار مقرر کر کے لاہور بھیجا تھا یہاں آنکر اس کے دماغ میں نخوت ایسی سمائی کہ سلطان کے سرتابی کی جب اُسکو سلطان نے بلایا تو نہ گیا اور امیر محمد نے بلایا تو نہ گیا جب خواجہ احمد کالنجر کے قلعہ سے لاہور میں آیا تو اُسکو سمجھایا کہ تم میرے ساتھ چلو تو میں سلطان مسعود سے تمہاری سفارش کر دونگا جو رنجش امیر کو تم سے ہو رہی ہے رفع ہو جائیگی اس سمجھانے سے وہ خواجہ کے ہمراہ سلطان مسعود پاس چلا آیا - اب محمودی گروہ میں یہ دو سپہ سالار اریارق اور اسفتگین غازی باقی رہ گئے تھے انکی اکھیڑ پچھاڑ میں مسعودی گروہ لگا رہتا تھا - یہ دونو سپہ سالار بڑے زیرک و ہوشیار تھے مگر جب شراب بہت پیتے تھے تو احمق ہو جاتے تھے - انکی مجلسوں میں سپاہ پیشہ آتے تھے اور شراب کا دور خوب چلتا تھا اور پھر مستانہ نوشی میں حاجب بزرگ بلکاتگین کو مخنث اور علی دایہ کو مادہ اور بکتغدی سالار غلاماں کو کور اور لنگ غرض ایسی پھبتیاں سب امیروں پر کہتے تھے آخر کو سلطان مسعود نے اریارق کو اپنی مجلس میں شراب پلا کر اور بہت سی باتیں نوازش و مہربانی کی کر کے گرفتار کر کے غزنین روانہ کیا اور غزنین سے غور میں بھجوا دیا +

یہ اریارق کا حال دیکھکر غازی نے شراب سے توبہ کی اور امیر مسعود کے بدگمان ہوا وہ جوان تھا بڈھوں کا ادب نہیں کرتا تھا اسلئے امیر مسعود کے کان اُسکی برائیوں سے بھر جاتے تھے ایکدن امیر کا ارادہ اُس کی گرفتاری کا ہوا مگر ایک لونڈی کی معرفت اُسکو اطلاع ہوئی وہ اپنی جان بچا کر بھاگا - دریا جیحوں میں کشتی میں جا رہا تھا کہ امیر مسعود کے اہلکاروں و سپاہیوں نے اُسے آن لیا کچھہ ہتیار چلے غازی کی ٹانگ میں تیر لگا کہ امیر عبدوس اُسے سمجھا سمجھو کر امیر پاس لے آیا اُسکا علاج کیا گیا - پھر ایک دن دغا بازی سے اس غازی کو گرفتار کر کے غزنین اور غزنین سے غور بھجوا دیا - ان دونو سپہ سالاروں کا مال اسباب

اور جو کچھ انھوں نے اپنی عمر میں جمع کیا تھا امیر مسعود نے ضبط کر لیا +

جب معدان والی کرمان اس جہان سے گذر گیا تو اسکے دو بیٹوں عیسی اور ابو العساکر میں مخالفت ایسی بڑھی کہ تلواریں کھچنے لگیں لشکر و رعیت دونو عیسی کے طرفدار ہوئے اسلئے وہی فرمانروا ہوگیا اور بیچارہ ابو العساکر سلطان محمود کی خدمت میں فرار ہو کر حاضر ہوا جب عیسی نے دیکھا کہ بھائی نے سلطان کا دامن پکڑا ہے تو اسکے دل میں بھی کھٹکا پیدا ہوا۔ اسنے بھی سلطان کی اطاعت اور نذر و ہدیہ کا وعدہ کیا اور سلطان کے نام کا خطبہ اپنے ملک میں پڑھوایا اسلئے سلطان نے اس کو ریاست پر بدستور رہا مو رکھا اور ابو العسکر کو باعزت و حرمت اپنے پاس رہنے دیا اور اسکے بھائی سے وظیفہ معقول کرا دیا جب امیر مسعود سلطان ہوا تو ابو العساکر اپنے بھائی سے انتقام لینے کے درپے ہوا اور سلطان مسعود سے عرض کیا کہ اگر سلطان فوج بھیجکر پچ و کرمان کو میرے تصرف میں کرا دے تو میں آپکے نام کا سکہ و خطبہ اپنی ولایت میں چلاؤنگا اور ہمیشہ آپ کا دولت خواہ رہونگا سلطان نے اسکی عرض قبول کر لی اور حاجب جامہ دار کے ساتھ ایک لشکر گران دیکر وہاں بھیجا اور کہہ دیا کہ اگر عیسی ملک کی تقسیم برادرانہ پر راضی ہو جائے تو فہو المراد ۔ اسے ابو العساکر کا حصہ دلا دینا جب ابو العساکر لشکر کے ساتھ اس ملک کی حدود میں آیا تو عیسی بھی سپاہ لیکر لڑنے کو تیار ہوا۔ اکثر آدمی اس سے جدا ہو کر ابو العساکر سے آملے۔ مگر پھر بھی ایسا لڑا کہ لڑائی میں مارا گیا۔ ابو العساکر اپنے موروثی ملک کا مالک ہوگیا اور اسنے سلطان مسعود کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس سال میں ولایت ری و ہمدان و سائر بلاد جبال کی ریاست فراش خود تاش کو دی گئی۔ اسنے یہاں سب طرح سے انتظام کر لیا اور سلطان مسعود کے حکم سے علاء الدولہ کو جسنے یہاں اپنا علم بلند کر رکھا تھا اسکے عاملوں کو نکال باہر کیا

والی کرمان کا سلطان مسعود کا مطیع ہونا +

سلطان مسعود ١٣ جمادی الاولی ٤٢٢ھ کو بلخ سے غزنین کی طرف روانہ ہوا۔ راہ میں بعض منزلوں میں عیش و عشرت کے جلسے کرتا خود ہر روز شراب کے نشہ میں چور رہتا اور اپنے ہمنشینوں کو شراب سے بدمست کرتا عورتوں کا ناچ دیکھتا اور قوالوں کا گانا سنتا جب منزل بلبت میں آیا تو یوسف بن سبکتگین جو اسکا چچا تھا یہاں آیا اور گرفتار ہوا۔ یوسف ایک سیدھا سادہ آدمی تھا وہ اپنے بھائی سلطان محمود کی خدمت کرتا اور جب فرصت پاتا تو عیش و عشرت کرتا اور شراب پیتا

سلطان مسعود کا بلخ سے غزنین جانا اور یوسف بن سبکتگین کا گرفتار ہونا +

اسکی دو بیٹیاں تھیں بڑی امیر محمد سے اور چھوٹی امیر مسعود سے منسوب تھی۔ امیر محمد سے جس لڑکی کی شادی ہوئی تھی وہ دلہن بنتے ہی مر گئی اسلئے دوسری بیٹی کی بھی شادی امیر محمد سے کر دی جس سے مسعود ناراض ہوا اور جب امیر محمد تخت سلطنت پر بیٹھا تو اُسنے اپنے اس چچا کو جو خسر بھی تھا اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کر دیا تھا۔ اسے سلطان مسعود اور ناراض ہوا۔ غرض اُسنے اس چچا کو اپنے پاس بلاکر قید کیا اور ہندی سپاہ کی حراست میں قلعہ درونہ میں بھیجدیا۔ یہیں اُسکی زندگی ختم ہو گئی اسکا غلام طغرل تھا جسنے اُس کو دغا سے گرفتار کرایا تھا جمادی الاخرے میں سلطان غزنین میں آیا سارا شہر اُسکے آنے سے خوشی کے مارے پھولا نہ سماتا تھا۔ ہر جگہ محفل رقص و سرود و مے و درو آراستہ ہوئی سلطان بڑی شان و شکوہ سے تخت پر بیٹھا۔ لاکھوں روپیہ خیرات و صدقہ میں دیا۔ امیر مسعود کی یہ حرکت لوگوں کو نہایت ناپسند ہوئی کہ امیر محمد نے اپنے ارکین سلطنت و امرا غزنین کو جو روپیہ خزانہ سے انعام دیا تھا اُن سے واپس لینے کا ارادہ کیا اور بہت امیروں سے روپئے و خلعت واپس لئے۔ اور اپنے بھائی امیر محمد کو نابینا کر کے قلعہ ولج میں قید کیا۔ امیر محمد کی سلطنت صرف پانچ مہینے رہی اور نو برس وہ قید میں رہا اور پھر ایک سال کے لئے سلطان ہوا +

رجب ۴۲۲ھ میں غزنین میں سیل آئی اور اُسنے ہزاروں آدمیوں کا خانماں برباد ہوا +

اریارق کے چلے آنے سے ہندوستان کی سالاری خالی تھی سلطان مسعود نے احمد نیالتگین کو ہندوستان کا سالار مقرر کیا۔ وہ بڑی شان و شکوہ سے یہاں ہندوستان میں آیا۔ امیر نیالتگین سلطان محمود مشہور تھا اُسکی ماں اور سلطان میں نہایت اتحاد تھا۔ اس سبب سے لوگوں کا اسپر اور گمان تھا۔ یہاں جب ہندوستان میں وہ آیا تو پہلے یہاں قاضی شیرازی حکمرانی کر رہے تھے۔ ان دونوں میں آپس میں نارضامندی ہوئی سلطان مسعود تک شکایت کی نوبت پہنچی سلطان نے حکم بھیجا کہ احمد نیالتگین سپہ سالار ہندی اور قاضی شیراز مال کا افسر ہے۔ قاضی ٹھاکروں سے اپنا خراج وصول کرے سپاہ کے باب میں دخل نہ دے۔ مگر اور دروازہ میں نزاع نہیں ہوتی جاہیے اسے امیر نیالتگین بڑا خوش ہوا اور اپنے لشکر سمیت لاہور میں آیا اور یہاں سے چلکر دریائے گنگ کے بائیں کنارہ سے اتر کر بنارس میں پہنچا۔ یہ شہر دو فرسنگ سے دو فرسنگ تھا۔ بزازوں و عطاروں

سیل غزنین +

احمد نیالتگین کا سالار ہند مقرر ہونا اور اسکا باغی ہو جانا +

گو ہر نوع شہروں کے عین بازار تھے انکو لوٹ کر سارا لشکر اسکا متمول ہو گیا۔ وہاں رات کو رہنے میں خطر
تھا اسلیئے احمد نیالتگین واپس چلا آیا۔ قاضی شیراز یہ دیکھکر دیوانہ ہو گیا اُس نے سلطان کو خبر دی
احمد نیالتگین بنارس کی لوٹ سے مالامال ہو گیا ہے اور اس غرض سے [illegible] خیانت اُسنے کی ہے کچھ
سلطان کو بھیجا ہے اور باقی مال اُسنے ہضم کیا ہے۔ اور ایسی خبریں [illegible] جو نہیں بھی سلطان کو [illegible] اب تک
بنارس کے فتح کرنے کے لیئے کوئی مسلمان نہیں گیا تھا۔ [illegible] صد ہزار [illegible] باغی [illegible] تھا کہ اس [illegible] میں
اس مضمون کے خطوط آئے کہ احمد نیالتگین [illegible] آگیا ہے ترکمان اور [illegible] اسکے ساتھ ہیں
اور ہر جنس کے آدمی اسکے پاس آتے جاتے ہیں اگر اسکا جلد [illegible] تو [illegible] ہو جائیگا
سلطان نے مجلس شوریٰ کو جمع کیا اور اسمیں سلطان [illegible]
سالاری کرنے کی ہے وہ منظور کیجائے اسلیئے کہ وہ ہندوستانی ہے [illegible] ان دنوں ہندوؤں
سے اچھی طرح کام ہونے کی زیادہ توقع ہے۔ غرض تلک بڑی شان وشکوہ کے ساتھ ہندوستان
روانہ ہوا۔ یہ تلک [illegible] کا لڑکا تھا لیکن صورت وجیہ اور زبان فصیح رکھتا تھا۔ ہندی اور فارسی میں
خوش خط تھا اور عشوہ وناز کرنے میں سحر کرتا تھا۔ قاضی شیراز بوالحسن پاس اُسنے تربیت پائی تھی
پھر خواجہ احمد کا وہ معتمد خاص ہو گیا تھا اسطرح تربیت وتعلیم پانے سے وہ [illegible] فائق ہو گیا تھا
سلطان مسعود نے تلک اور قاضی کے پاس احکام روانہ کردیئے تھے کہ وہ دونوں احمد نیالتگین کا
کام تمام کریں جب تلک لاہور میں آیا تو اُسنے چند مسلمانوں کو جو احمد نیالتگین کے بڑے یارغار
تھے قید کیا اور اُنکے داہنے ہاتھ کٹوا دیئے۔ اس سیاست [illegible] سے احمد نیالتگین کے ساتھیوں
کے دلوں میں ایسا خوف پیدا ہوا کہ وہ اُس سے جدا ہو کر تلک سے امان مانگنے لگے۔ یہ [illegible] کا
کام درستی سے ہونے لگا۔ تلک بہت سے آدمیوں کو جنمیں سے اکثر ہندو تھے ساتھ لیکر احمد نیالتگین
کے پیچھے پڑا۔ راہ میں لڑائیاں ہوتی تھیں۔ تلک اُسکے آدمیوں کو دل فریب باتوں سے اپنی طرف
کر لیتا تھا۔ احمد نیالتگین ایک جگہ جم کر خوب لڑا مگر ہزیمت پائی۔ ترکمانوں نے اسے بالکل چھوڑ دیا
اور وہ تلک پاس آ گئے۔ احمد تین سو سواروں اور اپنے چند خاص آدمیوں کے ساتھ جو سخت مجرم تھے
بھاگا۔ تلک نے جاٹوں کے سرداروں کو چٹھیاں لکھیں کہ وہ اگر احمد نیالتگین کو زندہ پکڑ کر یا اُسکا سر

تلک سپہ سالار ہندوستان [illegible] مقرر ہونا

کاٹ کر بھیجدیں گے تو پانچ لاکھہ درم اُسکے عوض میں انعام دئے جائینگے - ان جاٹوں نے احمد نیالتگین
کو ایک دریا میں گھیر کر مار ڈالا اور اُسکے بیٹے کو پکڑ لیا اور تمام مال اسباب اسکا لوٹ لیا جس سے وہ
مالا مال ہوگئے - جاٹوں نے تلک پاس نیالتگین کا سر اور اسکا بیٹا بھیجکر مسعود کی درخواست کی جسکے
جواب میں تلک نے جاٹوں سے یہ کہا کہ تمکو لوٹ سے بہت کچھہ مال مل گیا ہے غرض بعد تکرار کے ایک
لاکھہ درم پر فیصلہ ہوگیا جب سلطان کے پاس فتحنامہ پہنچا تو بہت خوشیاں اُس نے منائیں اور تمام
ممالک میں اِس فتح کو مشتہر کرایا - اپنے امیروں کو اس نوید سے مطلع کیا اور تلک کو حکم بھیجا کہ وہ احمد نیالتگین
کا سر اور اُسکے بیٹے کو لیکر ہمارے پاس یہاں چلا آئے اور اُسکے کاموں کی بہت تحسین و آفرین کی
آدم علیہ السلام کے عہد سے یہ حال چلا آتا ہے کہ جس بندہ نے اپنے خداوند سے سرتابی کی اُسکا سر
برباد ہوا جیسا کہ احمد نیالتگین کا ہوا - سلطان نے شاہزادہ امیر مجدالدین کو ہندوستان کا سالار
مقرر کیا اور خلعت دیکر اُسے لاہور روانہ کیا - اور یہ تین امیر اُسکے ساتھہ کئے منصور بن ابوالقاسم
علی نوکی - سعد سلمان - سرہنگ محمد +

پہلے لکھہ آئے ہیں کہ حاجب جامہ دار کے ساتھہ لشکر بھیجکر ابوالعساکر کو کرمان میں سلطان مسعود نے
فرمانروا بنا دیا تھا - ایسا انتظام ہوگیا تھا کہ رعایا آرام سے رہتی تھی امیر مسعود کو خبرداروں نے
خبر دی کہ اس ملک میں امیر بغداد حاکم ہے وہ اپنی خوشتن آرائی اور تن آسانی میں مصروف ہے کہ مفسد
فساد کرتے ہیں اُسکی وہ پرواہ نہیں کرتا - کام میں ایسا سُست مگر ہمت میں ایسا چست ہے کہ
اس ساری ولایت کو خود لینا چاہتا ہے - سیستان کے آخر حصہ سے کرمان ملا ہوا تھا اور اُسکے دوسری
طرف ری اور سپاہان سے ہمدان تک سلطان مسعود کا لشکر پھیلا ہوا تھا بعد صلاح و مشورہ کے یہ
صلاح پائی کہ احمد علی نوشتگین کو کرمان کا والی اور سپہ سالار مقرر کرکے بھیجدیا جائے چنانچہ وہ
دو ہزار سوار ترک اور ایک ہزار سوار ہندی اور ایک ہزار سوار کرد اور عرب اور ہر قسم کے پیادے
پانچ پانچ سو اُسکے ہمراہ ہوئے وہ کرمان میں بڑے ترک اور احتشام سے روانہ ہوا عامل سیستان
کو لکھا گیا کہ دو ہزار پیادے سگزی تیار رکھے اس لشکر نے جاکر کرمان پر قبضہ کرلیا اور دیلم کے اوباش
جو یہاں جمع تھے اُنکو نکال دیا اور بالکل انتظام ہوگیا امیر بغداد اس سے آزردہ ہو غصے میں آنکر خط

لکھا اور ایلچی کے ہاتھہ بھیجا۔ یہاں سے خط کا جواب گیا کہ یہ ولایت تمہارے ملک سے دو جانب سے ملی ہوئی ہے۔ وہاں کی رعایا نے ہم سے فریاد کی کہ ہم کو مفسد ستاتے ہیں۔ ہم پر فرض تھا کہ مسلمانوں کو اس بلا سے بچائیں سوا اسکے خلیفہ امیر المومنین بغداد نے ہمکو منشور بھیجا ہے کہ اس ولایت کی خبر رکھیں۔ امیر بغداد نے اسپر خلیفہ بغداد کو بھی برا بھلا کہا۔ اس سے اسلطنت کی رنجش اور بڑہ گئی۔ آخر کو پسر با قیہ اور صاحب امیر بغداد دس ہزار سوار لیکر کرمان میں آئے۔ بر دا شیر میں ایک جنگ عظیم ہوئی احمد علی نوشتگین نے سر جینیہ کوشش کی مگر ہندوؤں نے ایسی سستی کی کہ اور سپاہ کا بھی دل شکستہ ہوگیا اور لشکر کو شکست ہوئی۔ احمد نوشتگین قائن کی راہ سے نشاپور میں آگیا تھا۔ ہندی سپاہ سیستان میں آگئی۔ انکے سردار پانچ صد ہزارہ کے ایک مکان میں تا ئے گئے۔ ایسی سختی ہوئی کہ انمیں سے چھہ سرداروں نے اپنے تئیں کٹار مار کر ہلاک کیا۔ اسپر سلطان نے کہا کہ یہ کٹاریں جو اپنے تئیں لگائیں وہ کرمان میں لگانی چاہئے تھیں۔ باقی ہندی سرداروں کا قصور معاف کردیا۔ اس شکست کا الزام ہندیوں کے ذمے ناحق لگایا جاتا ہے۔ اسلئے کہ زیادہ اور ملکوں کی سپاہ لڑائی میں موجود تھی +

آل سلجوق کی فرمانروائی کا حال بابت ۴۲۶ھ میں پڑہو۔ طغرل بیگ و جغر بیگ جیحون سے عبور کرکے نسا میں پہونچے اور وہاں کے بیابان میں اترے اور تھوڑے دنوں بعد ایک ایلچی بابت ان سلطان مسعود کے پاس بھیجا اور اپنے وفاق و حسن اتفاق کا پیغام بھیجا۔ سلطان مسعود کو یہ بات پسند نہ آئی کچھہ بری بھلی باتیں سنائیں ایلچی سے کہلا بھیجا کہ آل سلجوق کی صلاح حال اسی میں ہے کہ ہمارے ملک سے باہر چلے جائیں۔ جب طغرل بیگ و جغر بیگ کو امیر مسعود کی اعانت سے مایوسی ہوئی تو انہوں نے اموال رعایا پر دست درازی شروع کی اور اسباب محاربہ تیار کیا۔ جب سلطان مسعود کو خبر پہونچی کہ وہ نسا و ابیورد میں رعایا کو ستا رہے ہیں تو اسنے بکتغدی خاں کو سپاہ جرار کے ساتھہ روانہ کیا اور بڑا خزانہ بھی ہمراہ کیا اور آل سلجوق کے نکالنے کا حکم دیا۔ غرض امیران سلجوق اور سلطان مسعود کے لشکر میں جنگ عظیم ہوئی اور بکتغدی خاں کو شکست فاحش ہوئی۔ جب بھگوڑوں نے سلطان مسعود سے یہ حال بیان کیا تو وہ خود دار الملک غزنین سے خراسان کی طرف اس ارادہ سے روانہ ہوا کہ آل سلجوق کو بالکل دفع کرے۔ اعیان سلطنت سے اس باب میں مشورہ لیا۔ انمیں سے

سلطان کا سلجوقیوں سے لڑنا +

ارباب خرد نے یہ صلاح دی کہ کوئی ناصح مشفق سمجھدار و دانا دست کر طغرل و جعفر کے پاس بھیجی جاے
کہ وہ انکو ایسی نصیحت کرے کہ یہ فساد رفع ہوجاے سلطان نے ایلچی بہت سے تحفے دیکر سلجوقیوں
کے پاس بھیجے اور جو کچھ کہ ہوچکا تہا اسکی معذرت کی کہ یہ احمقوں کی حرکت ناشائستہ تھی اب آپ
مصفی باصفی پیغام فرماتے اور پہلی باتوں کو بہول جاوین اپنے مخالفت کو دل سے نکالدیں اور
مصادقت و موافقت کیجیے اور ہمنے اپنے امیروں کا یہ قرار دیا کہ لڑکیاں طغرل بیگ و جعفر بیگ و
ینال بیگ بیاہنے کے لیے تجویز کی ہیں تاکہ اس سے باہمی منافرت دور ہوگی بلاد و عباد آفت
مخالفت سے امن ہوینگے جب ایلچی اردوے سلجوق میں پہنچا اور پیغام دیا تو جواب میں جعفر بیگ نے
کہا کہ بالفعل سلطان مسعود نے نہایت لطف و کرم کے کلمات دل پذیر ارشاد فرماے ہیں اور جو مروت
و انسانیت کا اقتضا تھا وہ کام کیا ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ انکے یہ بیانات انکے اعمال اپنے
احوال کے موافق ہونگے یا نہیں اگر زبان کے موافق دل ہے تو ہم انکے مطیع ہیں اور اس بات کے
خواہاں ہیں کہ خونریزی نہ ہو اور رعایا امن میں رہے اور اگر اس پیغام کے خلاف ظاہر ہوگا تو
ہمنے بھی ارادہ ہوگا وہ ظہور میں آویگا جب ایلچی یہ جواب لیکر سلطان مسعود پاس آیا تو وہ بہت
مسرور اور خوش ہوا اور والی مرو کو حکم بھیجا کہ وہ ان تینوں امیروں کی خدمت بجا لاوے اور تینوں
لڑکیوں کی عروسی کا سامان تیار کرے جب یہاں سب تیاری ہو چکی اور امراے سلجوقی پاس
ایلچی پیغام لیکر گیا تو ان بیباک ترکمانوں نے اپنی حماقت سے سلطان مسعود کو گالیاں دیں اور کہا کہ
اگر لڑنے سے پہلے سلطان یہ لکہتا تو محبت و وداد کی بنیاد مستحکم ہوتی اب ان خرخشات کلمات سے
کچھہ فائدہ نہیں جب سلطان مسعود کو یہ خبر ہوئی تو اُسنے سلجوقیوں سے لڑنے کا ارادہ مصمم کیا ان
ترکمان سلجوقیوں نے سلطان مسعود کے تمام ممالک میں متفرق ہوکر غدر مچا دیا سلطان نے سیاشی کو
سپہ سالار مقرر کیا وہ تین برس تک جابجا ان سلجوقیوں سے لڑتا پہرا روز بروز سلجوقیوں کا ستارۂ اقبال
زیادہ چمکتا جاتا تہا سیاشی ہرچند کوشش کرتا تھا مگر کامیاب نہیں ہوتا تھا سلطان مسعود نے پریشان
ہوکر عزم کیا کہ خراسان کی جانب خود جاے لیکن پسر و وزیر اسکے مانع ہوے انھوں نے عرض کیا کہ
سلطان اگر خود جائیگا تو یہ طایفہ عاجز ہوکر دور کے بیابانوں میں چلا جائیگا اور پہاڑوں میں چھپ

ہو بیٹھے گا جب سلطان مراجعت فرمائیگا تو وہ پھر جنگل سے لومڑیوں کی طرح سے نکل کر تخریب بلاد
اور تعذیب عباد میں کوشش کرینگے اور اگر وہ صف کھینچکر لڑا اور چشم سلطانی کو بعید چشم زخم پہنچا یا تو
ہمیشہ بدنامی ہوگی۔ اسطرح کی ناصحوں نے نصیحت کر کے سلطان کو اپنے ارادہ سے باز رکھا پھر
سلطان بساط نشاط و انبساط بچھا کر پری پیکروں کے ساتھ عیش و عشرت میں مصروف ہوا۔
شراب پر زور کے نشہ میں شب و روز چور رہنے لگا زمانہ زبان حال سے مخاطب ہو کر یہ اشعار
پڑھنے لگا + اشعار +

شاہا زمی گران چہ سر خواہد خواست ۔۔۔ وز مستی پیکران چہ سر خواہد خوست
شہ مست و جہان خراب و دشمن پس و پیش ۔۔۔ پیداست کزان میان چہ سر خواہد خواست

۴۲۳ھ میں التونتاش سپہ سالار سلطان مسعود کے حکم سے خوارزم سے ماوراء النہر میں آیا
یہاں علی تگین کو سمرقند اور بخارا میں بڑا غلبہ ہو گیا تھا اور دار السلطنت غزنین سے التونتاش
کی مدد کے واسطے پندرہ ہزار سوار جرار متعین ہوئے تھے اور حدود بلخ میں اس سے آملے تھے آب آمو
سے التونتاش عبور کر کے اول بخارا میں آیا اور اسکو ایک حملہ میں تسخیر کر کے سمرقند کی طرف متوجہ
ہوا۔ علی تگین رزم کا عزم کر کے شہر سے باہر آیا اور ایسی جگہہ لشکر گاہ بنایا جسکے ایک طرف آب رود
اور بہت سے درخت تھے اور دوسری طرف یہاں بلند پہاڑ جب آتش جنگ گرم ہوئی تو علی تگین کے
آدمیوں نے کمین میں سے نکلکر التونتاش کے بہت آدمیوں کو ہلاک کیا اور التونتاش کے بھی زخم
کاری ہاتھہ پر اُس جگہ لگا کہ وہ ہند کی لڑائی میں منجنیق سے پہلے زخمی ہو چکا تھا۔ باوجود اس
زخم کے وہ اتنا ثابت قدم رہا کہ اُسنے علی تگین کے بہت سے سپاہیوں کو قتل کیا اور باقی سپاہیوں
کو بھگا دیا جب رات کو اپنی منزل پر آیا تو اُسنے اپنے امرا اور اعیان سے زخم کا حال بیان کیا کہ
وہ ایسا سخت ہے کہ کسی طرح میں بچ نہیں سکتا۔ تم سبکو چاہئے کہ اپنا اپنا چارہ آپ کرلو امیروں
نے مشورہ کر کے علی تگین سے پیغام صلح بھیجا کہ بخارا سلطان مسعود کا اور سمرقند تمہارا ہے۔ امیر
علی تگین راضی ہو گیا سلطان مسعود کا لشکر خراسان کو اور علی تگین کا لشکر سمرقند کو روانہ ہوا
اسی رات کو التونتاش نے وفات پائی سلطان نے جب یہ خبر سُنی تو اُس کے بیٹے ہارون کو

التونتاش کا ماوراء النہر میں آنا ۴۲۳ھ +

خوارزم کی حکومت عنایت فرمائی +

۴۲۴ھ میں وزیر احمد بن حسن میمندی نے وفات پائی سلطان نے اسکی جگہ ابو نصر احمد ابن محمد
ابن عبد الصمد کو کہ خوارزم میں ہارون بن التونتاش کا وزیر اعد نائب تھا اپنا وزیر مقرر کیا -
اس اثنا میں سلجوقی دریا جیحون سے گذر کر نسا باورد کے ہمسایہ میں اقامت گزین ہوئے جب انکی
قدرت بڑھی تو وہ سلطان مسعود سے اپنی عداوت دکھانے لگے ۴۲۶ھ میں سلطان نے جرجان اور
طبرستان پر لشکر کشی کی اور اسکی وجہ یہ تھی کہ عراق عجم حاکم اسکی طرف سے تھے انہوں نے اس سے
امداد طلب کی تھی - ابو سہیل حمدانی جو رے کا حاکم تہا اُسنے سپاہ بھیجکر اہل قم اور ساد کو جو عذر
مچاتے ہیں مطیع کیا سلطان مسعود جرجان سے غزنین میں آیا اور ہند کی طرف روانگی کا ارادہ کیا
ہر چند امیروں اور اعیان سلطنت نے اُسکو سمجھایا کہ پہلے آپ کو چاہئے کہ سلجوقیوں کو ملک سے
نکالیے پھر ہندوستان کا قصد کیجئے مگر سلطان مسعود نے کہا کہ میں نے بیماری میں نذر مانی تھی کہ
صحت کے بعد میں ہند کے فلاں قلعہ کو فتح کرونگا جسمیں بہت کا فر جمع ہیں وہ غزنین سے ۱۹ ذی الحجہ
۴۲۹ھ کو ہندوستان کی طرف روانہ ہوا - کابل کی راہ سے وہ ۲۵ محرم کو دینار کوٹہ پر دریائے
جہلم کے کنارہ پر خیمہ زن ہوا اور یہاں وہ بیمار پڑا اور چودہ روز تک بیمار رہا - اس بیماری میں
شراب سے توبہ کی اور ساری شراب کو دریائے جہلم میں پھکوادیا اور اسکے برتنوں کو توڑ ڈالا - پھر
محتسب مقرر کردئے کہ کسی شخص کو ظاہر شراب پینے دیں - بو سعید مشرف کو جلکی ہند لڑنے کو بھیجا
مگر پھر اُسکا حال معلوم نہیں کیا ہوا - سلطان کو جب صحت ہو گئی تو وہ جہلم سے چلا اور نہم ربیع الاول
کو قلعہ ہانسی پر پہنچا قلعہ کے نیچے لشکر اتارا - بڑی سخت لڑائی ہوئی اہل قلعہ نے جنگ کرنے میں کوئی
کسر نہیں رکھی لشکر سلطانی نے بھی داد شجاعت دی - قلعہ کی دیوار کے نیچے پانچ جگہ سرنگ لگائی
اور دیوار گرائی اور تلوار سے اس قلعہ کو فتح کر لیا - اس قلعہ کو ہندوستان کا قلعہ العذرا کہنا چاہئے کیونکہ
ابتک اُسکو کسی نے فتح نہیں کیا تہا وہ دوشیزہ ہی تھا اور بہت غنیمت لشکر منصور کو ہاتھ آئی - پھر یہاں سے
قلعہ سونی پت کی طرف متوجہ ہوا - یہاں کا راجہ دیپال ہری جنگل میں بھاگ گیا لشکر اسلام نے
اس قلعہ کو فتح کر لیا پھر دیرہ رام پر گئے - رام نے اپنی ضعیفی کا عذر کرکے سلطان کو نذر دیکر صلح کرلی

احمد بن حسن کا انتقال +

سلطان کا جرجان اور طبرستان پر لشکر لیجانا +

۴۲۹ھ ہانسی کے قلعہ پر سلطان مسعود کا فتح پانا +

اب یہاں سے سلطان نے غزنین کا ارادہ کیا راہ میں برف و باران کی وجہ سے بڑی تکلیف اٹھائی۔
بہت مشکل سے غزنین پہنچا۔ وہاں تو جشن کیا مگر اب جو توبہ کے سبب نہیں پی تھی اب پی۔ +
ہانسی جانے سے سلطان کی مملکت میں بڑے شور و فساد عظیم برپا ہوئے خراسان میں سلجوقی ترکمانوں
کی قوت بڑھ گئی۔ علاء الدین ابن کاکویہ جو سلطان کی طرف سے حاکم عراق تھا اُسنے ابو سہل حمدونی
کو رَے سے نکال دیا۔ ابو کالیجار جو مسعود کا مخالف تھا طبرستان میں قوی حال ہو گیا۔ ایک شاعر نے
یہ قطعہ بھی پیش کیا +

قطعہ

مخالفان تو بودند مور مار شدند + برآر از سر موران مار گشته دمار
عدوے را مدہ ہرگز رہ امان زین بیش + کہ اژدہا شود ار روزگار یابد مار

۴۳۰ھ میں غزنین سے باہر نکلا اور جرجان میں پہنچا۔ ان دنوں میں جرجان کے قریب ایک
قلعہ میں ایک شخص نے اوباشوں اور چوروں کی ایک جماعت اپنے پاس جمع کی تھی اور اس نواح میں وہ
رہزنی کرتا تھا جب سلطان مسعود یہاں آیا تو چوروں کے سردار نے قلعہ میں پناہ لی مسعود نے قریب
اس قلعہ کو فتح کر لیا اور اسی چوروں کو دار پر کھینچا سلطان بلخ میں پہنچا۔ وہاں کے آدمیوں نے
عرض کی کہ نورتگین نے حضور کی غیبت میں جرأت و جسارت کر کے کئی دفعہ دریا سے عبور کر کے
ہمکو غارت اور قتل کیا مسعود نے کہا کہ اس جاڑے میں اس کا سب کام میں تمام کئے دیتا ہوں امیروں اور
نوابوں نے غل مچایا کہ دو سال ہوئے کہ سلجوقی خراسان سے خراج لیتے ہیں اور وہاں کے آدمی انکی
مطیع ہوئے جاتے ہیں اول انکو دفع کرنا چاہئے مسعود کی نحوست کے دن تھے اُسنے کچھہ نہ سنا
اور دریا سے عبور کر کے نورتگین کے پیچھے پڑا جاڑے کا موسم تھا لشکر پر ایسی برف پڑی کہ اُسنے
سپاہ غزنین کو بڑی زحمت اُٹھانی پڑی اس اثناء میں سُنا گیا کہ داؤد سلجوقی سرخس سے بلخ
کی طرف متوجہ ہوا ہے اسلئے ناچار مسعود کو پھرنا پڑا۔ نورتگین کو جب اس مراجعت کی خبر ہوئی تو وہ
بھی اُسکے پیچھے رواں ہوا اُسکے گھوڑوں اور اونٹوں کو لوٹ لیا ہر طرف سے مسعود کی ذلت و
رسوائی ہونے لگی اور سلجوقیوں سے لڑائیاں ہوئیں اور آخر کار سلطان کو سلجوقیوں کے ساتھ معرکہ آرائی
کی قوت نہ رہی جب سلطان بلخ میں آیا تو داؤد مرو کو چلا گیا سلطان مسعود اپنے پسر مودود کو

ہمراہ لیکر جغر بیگ کے تعاقب میں گورگان گیا جب ترکمانوں کو خبر پہونچی کہ سلطان مسعود ادہر آتا ہے
تو ایلچی بھیجکر پیغام بھیجا کہ ہم آپ کے غلام و مطیع ہیں اگر ہماری چراگاہوں کی جگہ معین ہو جاوے تو ہم
وہاں اپنے متعلقین اور اہل و عیال کے ساتھ رہیں اور ہم کسی سے کار نہ رکھیں کوئی ہم کو آزار نہ دے
[illegible] ہماری درخواست کا قبول کرنا آپ کی شان سے بعید نہ ہوگا
سلطان نے [illegible] بیغو کے پاس بھیجا اور اس جماعت کا سردار تھا کہ وثیقہ لکھوا لے
اگر انکے عہد و پیمان [illegible] شریک ہونگے اور [illegible] انکی [illegible] پردے یوں
قبول کر لیا [illegible] مشغول ہوا ایک ترکمانوں کی جماعت [illegible] لشکر کے چند
اونٹ [illegible] ڈالا اور کچھ اسباب لوٹ کر لیگئے سلطان نے اس جماعت ترکمانوں کے تعاقب میں
ایک فوج کو بھیجا [illegible] انکو قتل کیا اور انکے اہل و عیال کو اسیر کر کے انکے سر [illegible] سلطان مسعود کے
پاس لائے سلطان نے [illegible] بیغو کے پاس بھیجدئے اور کہلا بھیجا کہ جو
کوئی نقض عہد کریگا اسی سزا کا سزاوار ہوگا بیغو نے عذر کیا کہ مجھکو اسکی خبر نہ تھی آپنے جو
مجرموں کو سزا دی [illegible] سلطان مسعود ہرات سے نیشاپور گیا اور وہاں کے قلعہ میں
آیا ترکمانوں نے اسپر حملہ کیا اور شکست پائی ان دنوں میں خبر آئی کہ باد آورد کے آدمیوں نے
اپنا قلعہ ترکمانوں کو دیدیا سلطان مسعود نے اس قلعہ کو فتح کر کے وہاں کے آدمیوں کو قتل کیا اور پھر
نیشاپور میں آگیا اور جاڑا یہیں بسر کیا جب موسم بہار آیا تو سنہ ۴۳۰ میں طغرل بیگ کے لڑنے کے لئے
باد آورد میں گیا طغرل بیگ کو خبر ہوئی وہ [illegible] دربار آورد کی طرف بھاگا سلطان [illegible] کی راہ
سے ترمذ میں آیا [illegible] کے رہنے والے خراج نہیں دیتے تھے انہیں سے کسی جماعت کو قتل کیا کسی جماعت کے
ہاتھ کٹوائے حصار انکا ویران کر دیا وہاں سے [illegible] میں آیا ۹ رمضان سنہ ۴۳۱ھ کو ترکمانوں
نے چاروں طرف سے ہجوم کر کے غزنین کی راہوں کو بند کر دیا ناچار سلطان کو لڑنا پڑا دو دن جنگ
عظیم ہوئی اس اثنا میں بڑے بڑے سردار غزنین کے ترکمانوں سے جا ملے سلطان اپنے نفس
نفیس سے لڑتا رہا اور ترکمانوں کے چند سرداروں کو قتل کیا جو لشکر سلطان کے ساتھ تھا اس نے
بھی دغا کی اور وہ میدان جنگ سے غزنین کو بھاگے سلطان پاس سب کوئی باقی نہ تھا تنہا رہگیا

مردانگی سے معرکہ سے باہر آیا اور مرو میں پہونچا۔ کچھ لشکر اسکا یہاں آن کر بلاعذر کی راہ سے وہ
غزنین میں آیا۔ جو سردار لڑائی میں بھاگ گئے تھے مثل علی دایہ و حاجب سباشی [illegible]
لیکن ہندوستان کے قلعوں میں مقید کیا۔ اکثر ان میں سے اسی قید ہی میں مر گئے۔ [illegible]
ترکمانوں کے ہاتھ سے ایسا تنگ آیا کہ اُس نے ہندوستان کا قصد کیا [illegible]
اور بعد سلجوقیوں کو سزا دے شہزادہ مودود یا نصرت غزنین میں آیا اور اس قلعہ سے امیر محمد کو جو غزنین
میں اپنے ساتھ لایا تھا۔ امیر محمد کو قلعہ غزنین میں بھیجا اور سگڑی امیر خرم کو اسیر تیمین کیا۔ امیر
کے ساتھ اُسکے چار بیٹے امیر احمد۔ عبد الرحمن۔ عثمان تھے۔ ان چاروں بھتیجوں کی خستہ حالی پر
امیر مسعود کو افسوس ہوا۔ انکو خلعت گراں بہا عطا کئے گھوڑے سواری کو دئے اور وظیفے اُنکے
مقرر کر دئے اور ہزار ہزار دینار ہر ایک کو دئے اور امیر احمد کے ساتھ اپنی بیٹی حرہ گوہر کو منسوب کیا +
مسعود نے انکو حکم بھیجا کہ خزانے زر و درم و جواہر کے و جامہ اور سب طرح کی چیزیں جو ایسی ہیں انکو
اونٹوں پر لاد دو اور سب بہنوں اور بیٹیوں کو حکم دیدیا کہ وہ ہندوستان سفر کے لئے آمادہ ہوں اور
غزنین میں کوئی چیز ایسی نہ چھوڑیں کہ اُسے دل کو تعلق باقی رہے۔ وزیر کو نامہ لکھا کہ ہم ہندوالے
و مرمشارہ و پشاور کبری میں جاڑے کے موسم میں رہینگے ہم سے پشاور میں تم آنکر ملو۔ وزیر اس ارادہ
کا مانع ہوا اور اسطرح اُسکو خط لکھا جیسے کہ کوئی برابر والے کو لکھتا ہے اور صاف صاف یہ لکھا کہ
حضور اسطرف تشریف فرما ہونگے تو دشمن بلخ کے دروازہ پر لڑینگے اور آپ کو شہر کے اندر نہیں
داخل ہونے دینگے۔ لوگوں کے دل ہماری طرف سے ایسے برگشتہ ہو رہے ہیں کہ وہ شہر کو چھوڑے
جاتے ہیں اور ہم سے لڑتے ہیں اگر حضور ہم غلاموں کو حکم دیں تو ہم دشمنوں کو وہاں سے نکال دیں
حضور کو ہندوستان میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جاڑے میں غزنین میں ہیں کوئی یہاں وحشت کی
بات نہیں ہے۔ بوری تگین کو میں نے بھیجدیا ہے وہ دشمنوں پر غالب ہے کہ یہاں آنے والا ہے۔ اگر حضور ہندوستان
تشریف فرما ہونگے اور اہل حرم و خزانوں کو ساتھ لیجائینگے اور یہ خبر منتشر ہوگی اور دوست دشمنوں کے کانوں
تک پہنچیگی تو حضور کی آبرو جاتی رہیگی۔ ہندوؤں پر ایسا اعتماد نہیں ہے کہ اپنے اہل حرم اور خزانے
انکی زمین میں بھیجے جائیں میں ہندوؤں کی وفاداری پر چنداں اعتماد نہیں کرتا۔ غلاموں کو جو ویرانہ میں

امیر محمود اور اسکے بیٹوں کے ساتھ [illegible] سلوک +

سلطان مسعود کا ہندوستان جانا اور وزیر کا منع کرنا +

لے جانے کے لئے خزانے حوالہ کئے جاتے ہیں اُنکا کیا اعتماد ہو کہ وہ خزانوں کو جنگل میں لوٹ لیں گے
سلطان نے جو ابتک ہمارے کہنے کو نہیں مانا ہے اُسکا انجام دیکھ لیا کہ کیا ہوا۔ اگر خدا نخواستہ حضور
ہندوستان کو روانہ ہوئے تو رعیت کا دل شکستہ ہوجائیگا بندہ نے یہ نصیحت کی اور حضور کا حق
نعمت ادا کیا اور جوابدہی سے چھٹکارا پایا آگے جو حضور کی رائے ہو وہ راہ ہے سلطان مسعود نے
جب اس نامہ کو پڑھا تو اُسنے کہا کہ وزیر خوف زدہ ہو گیا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ وہ کیا بکتا ہے اُسکو جواب
لکھو کہ جو کچھ میں نے فیصلہ کیا ہے وہی عین صواب مصلحت ہے اور خواجہ نے جو لکھا ہے اُسکو میں
جانتا ہوں کہ شفقت کے سبب سے لکھا ہے مگر تم میرے حکم کے آیندہ منتظر ہو جسسے تمکو معلوم ہوگا کہ جو میں نے
سوچا ہے وہ تم نہیں سوچ سکتے ہو جب سلطان کا یہ جواب آیا تو سب مایوس ہوئے اور سفر کی تیاری
شروع کی۔ بوعلی کوتوال بلخ سے تمام کام وہاں کے درست کر کے آیا تھا اُسے شہر و قلعہ اور نواح غزنین
حوالہ کیا۔ شاہزادہ مودود کو بلخ کی امارت دی اور خواجہ محمد بن عبد الصمد وزیر کو اور چار ہزار سپاہ کو
اُسکے ساتھ کیا۔ شاہزادہ مجدود کو جو لاہور سے آیا تھا اُسکو دو ہزار سپاہ دیکر ملتان روانہ کیا کہ وہاں کا
انتظام کرے۔ اور شاہزادہ ایزدیار کو کوہ پایہ غزنین بھیجا کہ وہاں جو افغانوں نے غدر و فساد مچا رکھا ہے
اُسے مٹائے غرض سارے ملکوں کا انتظام ارکان سلطنت کو سپرد کر کے لاہور کی جانب مع اہل و عیال
و خزانوں کے روانہ ہوا سلطان مسعود کی سلطنت کا رعب اُٹھ گیا تھا اور سپاہ خود سر ہو گئی تھی
غزنین میں سلجوقیوں کے مقابلہ کے لئے وہ فوج نہیں جمع کر سکتا تھا بلکہ اتنی جمعیت بھی بہم نہیں پہنچا سکتا تھا
کہ اُسکے ذریعے فساد و ںکو روکے۔ اس حالت میں اسکا یہ منصوبہ غلط تھا کہ وہ ہندوستان میں لشکر
اور اُسکا سامان ایسا بہم پہنچائیگا کہ وہ سلجوقیوں کے پست کرنے کو کافی ہوگا۔ جب وہ دریاے سندھ سے
اُدھر آیا تھا اور خزانے دریا کے پار تھے کہ خاص غلاموں کے نوشتگین امیر کی نیت بگڑی اور آپس میں اتفاق
کر کے خزانوں کو لوٹ لیا اور اندھے امیر محمد کے پاس گئے اور اُسکو تخت سلطنت پر بٹھایا۔ ہر چند اُسنے
انکار کیا مگر غلاموں نے کہا کہ آپ کی دولت خواہی کے لئے تو یہ ہم نے گناہ کیا ہے۔ اگر آپ نہیں مانینگے
تو دوسرے کو سلطان بنائینگے اور آپ کو مار ڈالینگے۔ ناچار اس اندھے امیر کو سلطانی قبول کرنی پڑی
اور اُسکے ساتھ دریاے سندھ سے عبور کر کے سلطان مسعود سے لڑنا شروع کیا سلطان مسعود لاچار ہو کر

رباط مارنگلہ میں بھاگا۔ وہاں سب چھوٹے بڑوں نے آکے چھوڑ دیا۔ ان سب کو جو غلاموں و شاہ غزنی کے
سفر نے آزردہ خاطر کر رکھا تھا۔ اس لشکر نے مسعود کو گرفتار کیا اور اُسکو سلطان محمد کے آگے لایا
سلطان محمد نے کہا کہ میں تجھے مارنے کا قصد نہیں کرتا جس جگہ تیرا جی رہنے کو چاہے وہ بتادے
وہاں میں تیرے لئے اور تیرے اہل و عیال کے رہنے کا سامان تیار کر دونگا۔ مسعود نے قلعہ کیری
کو سکونت کے لئے پسند کیا۔ محمد نے وہیں اسکو مع کل متعلقین کے بھیجدیا اور ایک جماعت اسکی
حراست کے لیے متعین کردی۔ جب مسعود قلعہ کی طرف جاتا تھا تو اس پاس ضروری خرچوں کے لئے
بھی روپیہ نہ تھا۔ بھائی سے کچھ روپیہ مانگا اس پست ہمت بھائی نے پانچسو درم بھیجے۔ ان درمونکو
دیکھ کر مسعود رو کر کہنے لگا کہ کل میرے پاس تین ہزار خروار یا خزانہ تھا آج ایک درم کا مقدور نہیں
فاعتبروا یا اولی الابصار + جو شخص یہ درم لایا تھا اُسنے ایک ہزار درم اپنے پاس کے دیدیئے۔ اس
سخاوت کے علاوہ سعادت اور انعام بھی اُسکو آئندہ سلطنت سلطان مسعود میں مل گیا چونکہ محمد
اندھا تھا اُسنے سلطنت کے کام پر اپنا نام بھی اپنے پاس نہیں رکھا وہ سب سلطنت میں اپنے بیٹے احمد کے
حوالہ کیا خود ایک نان پر قانع ہوا۔ احمد کا دماغ مشوش و مخبط تھا اُسنے ۴۳۳ھ میں سلیمان بن امیر
یوسف بن سبکتگین اور بیر علی خویشاوند سے اتفاق کرکے بے استصواب پدر قلعہ کیری میں
سلطان کو تلوار سے مارڈالا بعض کہتے ہیں کہ زندہ کنوئیں میں ڈال کر اسکو مٹی سے بھروادیا
بعض کہتے ہیں کہ اس پاگل نے باپ کو مجبور کرکے اسکے قتل کا حکم دلایا۔ کوئی لکھتا ہے کہ نو سال
نو مہینے کوئی بارہ سال غرض دس سال کچھ زیادہ مسعود نے سلطنت کی۔ مسعود بڑا شجاع تھا۔
کریم الاخلاق تھا بڑی سخاوت کرتا تھا۔ ایک دفعہ رمضان میں اُسنے ہر ایک مستحق کو ہزار ہزار دینار
دیدیئے وہ علماء و فضلاء کے ساتھ مجالست کرتا تھا اور انپر طرح طرح کے احسان کرتا تھا۔ فاضلوں
کی ایک جماعت کثیر نے اسکے نام پر کتابیں لکھی ہیں حکیم ابو ریحان نے جسکا پہلے ذکر کر چکے
ہیں قانون مسعودی علم ریاضی میں اُسکے نام پر لکھا اور قاضی ابو محمد مسعودی نے کتاب مسعودی
فقہ حنفیہ میں اسکے نام پر لکھی باوجودیکہ اسکے ملک میں شور و فساد برپا تھے مگر علم کی ترقی
برابر جاری تھی اُسنے بہت سے مدرسے جاری کئے انکے لئے عمارتیں بنوائیں۔ مسجدیں خانقاہیں

نہایت عمدہ تعمیر کرائیں اور اپنے رہنے کی عمارات عالیشان بنائیں۔ غرض وہ ان باتوں میں اپنے باپ کا سچا جانشین تھا +

حکایات سلطان مسعود

جامع الحکایات میں سلطان مسعود کی حکایات یہ لکھی ہیں کہ سلطان محمود نے والی کرمان پاس تحائف ایک ایلچی کے ہاتھ بھیجے اُسکو کفیچ اور بلوچیوں نے صحرا خبیس میں لوٹ لیا اور اسکے چند ہمراہیوں کو مار ڈالا۔ ان چوروں کی جماعت نے ایک بلندی پر اپنی گڑھی بنا رکھی تھی اور وہ رہزنی کیا کرتی تھی سلطان محمود کو اُسکی کچھہ خبر نہ تھی بست میں سلطان محمود مقیم تھا کہ اُسکو اپنے ایلچی کے لُٹنے کا حال معلوم تھا۔ امیر مسعود بھی باپ سے ملنے کو یہاں آیا تو باپ کو خفا پایا بیٹے سے اُسنے ہاتھہ نہ ملایا اور ناخوشی کا چہرہ بنایا۔ اس خفگی سے امیر مسعود ڈرا اور اُسنے باپ سے اس رنجیدگی کا سبب پوچھا تو باپ نے تختے سے کہا کہ میں تجھہ سے خفا کیوں نہوں اور تیری صورت کیوں دیکھوں کہ تو میرا بیٹا ہوا اور تیری ناک کے سامنے یہ غضب کی رہزنیاں ہوں اور تجھکو خبر نہ ہو۔ مسعود نے عرض کیا کہ ای حضرت میں ہرات میں وہ رہزنی صحرا خبیس میں اسمیں میرا قصور کیا ہے۔ سلطان نے کہا کہ میں کچھہ نہیں جانتا تیری خیر اسی میں ہے کہ چوروں کو زندہ پکڑ کر یا اُنکا سر کاٹ کر میرے روبرو لا۔ امیر مسعود دو سو سواروں کو لیکر چوروں کی تلاش میں روانہ ہوا۔ جاسوسوں کو بھیجکر اُنکا پتا لگایا اور ہوشیاری یہ کی کہ پہلے پچاس سوار اُنکے روبرو گئے جنکے ہتیار بھی نہیں چھپے ہوئے تھے۔ چوروں نے اُن کو تھوڑا اور بے ہتیار سمجھکر جانا کہ اُنکا مار لینا کیا بات ہے۔ وہ جب اُنسے لڑنے کو آئے تو مسعود اپنے باقی ڈیڑہ سو سواروں کو لیجا کر اُنپر حملہ کیا چالیس کو زندہ پکڑا اور چالیس کا سر کاٹا۔ زندوں کو سلطان کے روبرو لایا۔ جسنے زندوں کو بُری طرح قتل کیا کہ جسسے لوگوں کو عبرت ہوا اور اُسکے انصاف کی شہرت ہو۔

دوسری حکایت امیر مسعود جب عراق میں حاکم تھا تو اُسکو معلوم ہوا کہ کرمان میں ایک چوروں کا گروہ راہزنی کرتا ہے اور سلطان جب اُنکو پکڑنے کے لیے سپاہ بھیجتا ہے تو وہ بھاگ کر چھپ جاتے ہیں اُنکے مارنے کی تدبیر امیر مسعود کو یہ سوجھی کہ اُسنے اصفہانی سیبوں میں سوراخ کرکے زہر آلود کیا اور اُنکو ایک کارواں کو دیا اور اُسکے ساتھ اپنے آدمیوں کو کیا کارواں کو

چور گرے مال لوٹا اور انہوں نے سیبونکو نوشجان کیا جو انکے نشیں چاں کی ور آسیب فان ہوے
اسطرح سب گئے تو امیر مسعود کے آدمیوں نے اہل کارواں کا سب مال اسباب لٹا ہوا انکو دلایا۔
اس حکمت سے امیر مسعود کی تدبیر نے وہ کام کیا جو ہزار شمشیر نہیں کر سکتی تھیں +

سلطان مسعود کے مرنے کے بعد ملک میں خرابی پھیل گئی محمد اور اسکا بیٹا احمد دونو لشکر و رعیت
کی نظر سے گر گئے اور کچھہ انکا اعتبار نہیں ہا۔ دیار وسیع ممالک پشاور کا غارت ہو گیا سب
طرح کا مال لٹ گیا۔ اس ملک میں غلام ایک دینار کو بکتا اور ایک من خمر بھی ایک دینار کو
خمر کے خریدار غلاموں سے زیادہ تھے

سلطان محمد کی سلطنت +

ذکر سلطنت ابو الفتح قطب الملۃ شہاب الدولہ امیر مودود بن سلطان مسعود

جب امیر مسعود کشتہ ہوا تو امیر محمد مکحول بہت رویا اور جنہوں نے اُسے مارا تھا بہت لعنت ملامت کی اور
امیر مودود کو جو باپ کے مرنے کے وقت بلخ میں تھا اس مضمون کا نامہ لکھا کہ فلاں فلاں آدمیوں نے
تیرے باپ کو مارا ہے اور سوا انکے کسی دوسرے کو اسمیں اختیار نہ تھا۔ مودود نے اس تعزیت نامہ کے جواب میں
یہ لکھا کہ حق سبحانہ تعالیٰ امیر کی عمر دراز کرے اور اُسکے دیوانہ فرزند احمد کو عقل دے کہ وہ اپنی زندگی
اچھی طرح بسر کرے اُسنے یہ امر عظیم کیا ہے کہ اس بادشاہ کا خون کیا ہے کہ امیر المومنین نے جسکو سید الملوک
والسلاطین کا لقب دیا تھا جلد اُسکا وہ پاداش پائیگا۔ اُسنے اس نامہ کے بھیجنے کے بعد قصد مارکلہ کا
کیا مگر وزیر ابو نصر احمد نے اس ارادہ سے باز رکھا اور اُسکو غزنیں میں لے آیا۔ سارا شہر اُسکے استقبال
کو گیا۔ سنہ ۴۳۳ھ میں محمد مکحول نے بھی اپنے چھوٹے بیٹے نامی کو پشاور اور ملتان میں سپہ سالار مقرر کیا
اور خود آب سند سے عبور کرکے غزنیں کو چلا۔ دیبور میں چچا بھتیجوں کی لڑائی ہوئی آخر مودود نے فتح و
ظفر پائی۔ محمد اور اُسکا بیٹا اور نوشتگین بلخی و نیسر علی خویشاوند و سلمان بن یوسف کہ مادۂ فتنہ و فساد
تھے سب اسیر ہو کر قتل ہوئے مگر عبد الرحیم پسر امیر محمد اس سبب سے بچ گیا کہ جب سلطان مسعود قید تھا تو
دونو بھتیجے عبد الرحیم و عبد الرحمن چچا کو قید خانہ میں دیکھنے گئے تھے عبد الرحمن نے تمسخر کی راہ سے
یہ بے ادبی کی کہ چچا کے سر سے ٹوپی اُتار لی عبد الرحیم نے ٹوپی اُسکے ہاتھ سے چھین کر پھر مسعود کے

مودود کی چچا سے لڑائی +

سر پر بٹھا دیا اور بھائی کو اس بے ادبی پر سرزنش کی اور گالیاں دیں۔ پس اس ادب کے سبب سے اُسنے رہائی پائی اور عبدالرحمٰن ورطہ ہلاکت میں خود بھی ڈوبا اور اوروں کو بھی لے ڈوبا شعر

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

جب باپ کے قاتلوں سے مودود انتقام لے چکا تو اسنے اُس موضع پر جہاں فتح ہوئی تھی ایک رباط بنائی اور قریہ آباد کیا اسکا نام فتح آباد رکھا۔ اسکے حکم سے باپ کا تابوت اور اُسکے بھائی کیری سے غزنین میں آئے اور خود بھی غزنین میں چلا آیا اور سریر دولت پر بیٹھا اور منصب وزارت ابو نصر بن احمد عبدالصمد کو دیا اور پھر اُسکو وزارت سے معزول کر کے ہندوستان بھیجا جسنے ہندوستان میں سلطان محمد کے بیٹے نامی حاکم پشور کو لڑ کر مار ڈالا۔ سلطان مودود نے عدل و داد سے سلطنت کرنی شروع کی۔ رعایا کے ساتھ رحمت کا طریقہ اختیار کیا اسکو اندیشہ سوا اسکے کچھہ اور نہ تھا کہ اُس کا چھوٹا بھائی مجدود بن سلطان مسعود باپ کے مرنے پر ملتان سے لاہور میں آیا اور ایاز کے استظہار سے سند لے کر ہانسی و تھانیسر تک کما حقہ انتظام کر کے خوب استقلال اپنا کر لیا۔ مودود نے لشکر مرتب کیا۔ پہلے اس سے کہ مجدود کوئی فساد برپا کرے اُسکے دفع کرنے کے لیے اس لشکر کو نامزد کیا۔ مجدود جب اس لشکر کی روانگی سے واقف ہوا تو وہ ہانسی میں جو پہلی فتح کرنے کی گھات میں بیٹھا ہوا تھا یہاں سے روانہ ہوا اور پہلے اس سے کہ مودود کا لشکر لاہور پہونچے وہ یہاں لا وہ فراوان لیکر گیا۔ عید الضحٰے کی صبح کو ناگاہ اسکو خرگاہ میں مُردہ دیکھا اور اسکا حال کسی پر نہ کھلا۔ چند روز بعد ایاز نے بھی وفات پائی۔ اس مجدود کے مرنے سے ہند کا علاقہ جتنا مسعود سے متعلق تھا وہ مودود سے متعلق ہو گیا اور ملوک ماوراء النہر نے اُسکی اطاعت قبول کی مگر سلجوقیوں سے باوجود اسکے کہ اُسنے جعفر بیگ سلجوقی کی بیٹی سے نکاح کیا تھا پہلی منازعت چلی جاتی تھی +

جب سلطان مودود کو ملوک ہند نے دیکھا کہ وہ مغربی فتوحات میں مصروف و سرگرم ہے تو دہلی کے راجہ نے اور راجاؤں سے اتفاق کر کے بلدہ ہانسی و تھانیسر اور انکے سارے مضافات گماشتگان غزنویہ کے ہاتھ سے نکال لیا اور نگر کوٹ کی طرف متوجہ ہوئے اور چار مہینہ اس کا بھی محاصرہ کیا اور محصورین نے لاہور سے مدد مانگی مگر آپس کی رنجش کے سبب سے کمک نہ آئی اسلئے

ہندوؤں نے نگرکوٹ کو بھی فتح کرلیا اور اپنی رسم قدیم کے موافق یہاں بتوں کو قائم کیا اور رسوم بت پرستی کو بدستور سابق رواج دیا۔ اس واقعہ کی حکایت تاریخ فرشتہ میں لکھی ہے کہ جب سلطنت غزنویہ کے آثار ضعف و ادبار نمودار ہوئے تو ایک برہمن نے راجہ دہلی سے کہا کہ میرے سپنے میں نگرکوٹ کے بت نے آنکر یہ کہا ہے کہ اتنی مدت تک میں نے غزنین میں اسلئے توقف کیا تھا کہ دولت غزنویہ کی اساس کو متزلزل کرکے ویران کردوں اب مقصد حاصل ہوگیا ہے اسلئے چاہتا ہوں کہ اپنے مرکز اصلی پر مراجعت کروں اور ہندوؤں کو ایسا فتحمند کروں کہ جو ملک انکے ہاتھ سے نکل گئے ہیں وہ پھر ہاتھ آجائیں راے دہلی نے مخفی سنگ تراشوں سے ویسا ہی بت جیسا کہ پہلے نگرکوٹ میں تھا بنوا تیار کرالیا۔ اور راجاؤں کے ساتھ متفق ہوکر قلعہ ہانسی اور تھانیسر کو فتح کرلیا تو اسکے بعد وہ نگرکوٹ میں آیا۔ اور یہاں ایکدن اس بت مصنوعی کو اسطرح ظاہر کیا کہ گویا وہ قدیمی بت یہاں پھر پیدا ہوا۔ پھر اسپر چڑھاوے چڑھنے شروع ہوئے اور اتنا مال جمع ہوا کہ محمود کی روح پھر ہندوستان میں آئی ہوگی جو ہندو اسکی پوجا کو آتا تو اُسے پوجاری یہ کہتا کہ اس بت کا حکم ہے کہ قلعہ نگرکوٹ کو فتح کرو چنانچہ انھوں نے اُسے فتح کرلیا۔ بتخانہ شکستہ کی مرمت کرلی نگرکوٹ میں بت پرستی کا بازار خوب گرم ہوا۔ ہندوؤں کا قاعدہ تھا کہ وہ امور عظیم سے اس بت سے مشورت لیتے اگر وہ اجازت دیتا تو کرتے کچھہ دنوں بعد یہ ہندوؤں کا اثر مسلمانوں پر ہوگیا تھا کہ وہ اس بت پر نذریں چڑھاتے اور اُسکی اجازت کے موافق کام کرتے۔ یہاں سے مسلمان بھاگ کر لاہور گئے۔

اس اثنا میں حال دیکھہ کر ملک پنجاب کے راجہ جو اسلام کے شیروں کے خوف سے لومڑیوں کی طرح چھپے ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی سر نکالا اور تین قوی دست راجاؤں نے دس ہزار سپاہ لے جاکر لاہور کا محاصرہ کرلیا لعزاء اسلام جنہوں نے سلطان مودود کی اطاعت کو طاق پر رکھہ کر چھہ سات مہینے آپسمیں لڑائی لڑ رہے تھے ہندوؤں کی یہ جمعیت و جرأت دیکھہ کر آپس کی نااتفاقی کو موقوف کرکے رکھہ چھوڑا اور آپسمیں اتفاق کرکے سلطان مودود کی اطاعت اختیار کی اور آپسمیں عہد و پیمان کیا اور لشکر کی ہیئت اجتماعی بنائی سلطان مودود سے لشکر کی مدد مانگی اسنے مدد غزنین سے روانہ کی مگر پہلے اس سے کہ یہ لشکر یہاں پہنچے ہند کے راجاؤں میں جو محاصرہ کر رہے تھے خلاف واقع ہوا

ہندوؤں کا لاہور کا محاصرہ

بعض نے ان میں سے مودود کی اطاعت اختیار کرلی اور اہل شہر کے ساتھ ہو گئے اور ہندوؤں کی فوج آئے
ملک کو روانہ ہوئی - لاہور کے آدمیوں نے ان آدمیوں کی معاونت سے جنھوں نے مودود کی اطاعت اختیار
کی تھی ہندوؤں کے لشکر پر کہ جسمیں پانچ ہزار سوار اور چھ ہزار پیادے تھے تعاقب کیا وہ
ایک بلند پہاڑ کے حصار میں محصور ہوئے مسلمانوں نے انکو چاروں طرف سے گھیرا دو روز تک لڑائی
ہوئی اور بہت ہنود کو قتل کیا بقیۃ السیف نے امان چاہی اور قلعہ کے حوالہ کرنے کی درخواست
کی اہل اسلام نے کہا کہ ہم سے تم امان چاہتے ہو تو ہم جب امان دینگے کہ جو قلعے تمھارے
تصرف و قبضے میں ہیں ہمکو سب واپس کردو - ہندوؤں نے ضعف و خوف جان سے کل قلعے حوالہ کردیے
ملوک ہند کو جب اس فتح عظیم کی خبر ہوئی تو سب مطیع ہو گئے - مسلمان بہت سی غنیمت اور
پانچ ہزار مسلمانوں کو جو ہندوؤں نے قلعوں میں مقید کر رکھے تھے ساتھ لیکر لاہور میں آئے +

سنہ ۴۳۴ھ میں مودود نے لشکر مرتب کیا سنہ ۴۳۵ھ میں لشکر کو ارتگین حاجب کے ساتھ طخارستان
میں بھیجا اسکو خبر لگی کہ ترکمان ارتن میں آئی ہیں یہ لشکر لیکر جب انکے قریب پہنچا تو ارسلان
پسر حقیر بیگ اپنے لشکر کو چھوڑ کر معدود آدمیوں کے ساتھ چلا گیا - ارتگین نے اسکے
لشکر پر پہنچ کر بہت آدمیونکو قتل کیا شہر بلخ میں آیا اور امیر مودود کے نام کا خطبہ پڑھا گیا
پھر کچھ دنوں بعد ترکمان بلخ کا قصد کرکے آئے - ارتگین نے امیر مودود سے مدد کی درخواست
کی وہ نا منظور ہوئی وہ اپنی جمعیت سمیت کابل کی راہ سے غزنین میں آیا - سلطان مودود نے
اسی سال ارتگین کو اپنے سامنے مروا ڈالا +

پھر ترکمان ملک غزنویہ کی طمع کر کے نواحی بست میں آئے سلطان مودود نے لشکر بھیجا جسنے
انکو شکست دی اور اسی سال میں طغرل حاجب کو بست کی طرف بھیجا کہ وہ سیستان کو ترکمانوں
کے ہاتھ سے نکالے اسنے برادر ابو الفضل و زنگی ابو المنصور کو گرفتار کیا اور غزنین لایا
سنہ ۴۳۳ھ میں سلجوقی ترکمانوں نے غزنین کیطرف رخ کیا بست سے گذر کر رباط امیر کو غارت کیا طغرل
لشکر غزنین کو ساتھ لیجا کر انسے لڑا سخت کشت و خون ہوا ترکمانونکو ہزیمت ہوئی اور اکثر
انمیں قتل ہوئے بعد اس فتح کے طغرل گرمسیر اور قندھار میں گیا جہاں ترکمانوں نے

ترکمانوں سے لڑائیاں و متفرقات +

بڑی شورش مچا رکھی تھی اور وہاں کے ترکمانوں کو جنکو سرخ کلاہ کہتے تھے خوب قتل کیا اور
بہت ترکمان قید کئے اور غزنین میں آیا۔ ۴۳۳ھ میں سلطان مودود نے طغرل کو بھی بست
کی طرف روانہ کیا جب وہ تگیناباد میں پہنچا تو سلطان سے بغاوت کی جب یہ خبر سلطان مودود
کو ہوئی تو اُسنے آدمی بلانے کے لئے بھیجے تو طغرل نے یہ جواب دیا کہ جو سلطان کی خدمت
میں جماعت ہے وہ میری دشمن ہے میں حضور کی ملازمت میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ سلطان
مودود نے علی بن حاذم کو دس ہزار سوار دیکر طغرل کی سرکوبی کے لئے بھیجا جب وہ اُسکے قریب گیا
تو طغرل چند آدمیونکو لیکر بھاگ گیا۔ علی نے اُسکے لشکر کو غارت کیا اور چند آدمیونکو پکڑکر غزنین
میں لایا۔ اسی سال میں حاجب بزرگ امیر باشتگین کو غور کی جانب میں بھیجا جب وہ غور
کے نزدیک آیا ولد بہی غوری کو ہمراہ لیا۔ اور حصار ابوعلی پر پہنچا اور اُسے فتح کیا اور ابوعلی
جو غور کے امراء عظیم میں سے تھا گرفتار کیا۔ یہ وہ حصار تھا جسکو سات سو سال سے کسی نے امیر
حاجب سے پہلے نہیں فتح کیا تھا ولد بہی اور ابوعلی کو طوق گردن میں ڈال کر وہ غزنین لایا
یہاں سلطان نے انکی گردن اُڑادی۔ اسی سال میں امیر حاجب باشتگین ترکمانوں کے سپہ سالار بہرام
نیہال پر چڑھ کر گیا۔ نواحی بست میں لڑائی ہوئی۔ ترکمانوں کو ہزیمت ہوئی ۴۳۹ھ میں امیر
قراداد نے بغاوت کی امیر باشتگین اُس سے لڑنے گیا اور قراداد نے شکست پائی۔ کچھ دنوں کے
بعد اطاعت اختیار کی اور خراج دینا قبول کیا۔ امیر حاجب نے غزنین مراجعت کی ۴۴۰ھ میں سلطان
مودود نے اپنے دو بڑے بیٹوں ابوالقاسم محمود و منصور کو خلعت طبل و علم دے کر ابوالقاسم
کو لاہور اور منصور کو پیشاور بھیجا۔ ابوعلی کوتوال کو فوجدار کرکے ہندوستان میں بھیجا
تاکہ ہند کے سرکشونکو سزا دے۔ ابوعلی پہلے پیشاور میں آیا قلعہ مہتلہ کی طرف چلا تو اس قلعہ کا حاکم
اہلی باغی ہو کر بھاگ گیا۔ اس زمانہ میں تلک سالار ہند جسکا ذکر پہلے بہت کچھ ہو چکا ہے کشمیر کے
پہاڑوں میں زندگی بسر کرتا تھا اُسکو ابوعلی نے بلایا اور قول قرار لیکر غزنین بھیجا۔ سلطان مودود
نے اُسکے حال پر التفات کی +

۴۴۱ھ میں تمام ملوک ماوراء النہر اور بامیان نے سلطان مودود سے عہد کیا تھا کہ وہ اُسکے ساتھ

سلطان مودود کی بیماری سلجوقیوں کے جھگڑے اور بیماری اور مرنا +

خراسان کو ترکمانوں کے نکالنے میں مال اور لشکر سے مدد کرینگے۔ اس سال کے رجب کے مہینے میں غزنین سے لشکر فراوان لیکر روانہ ہوا کہ اول ہی منزل میں درد قولنج میں مبتلا ہوا غزنین مراجعت کی۔ اپنے وزیر عبد الرزاق احمد میمندی کو سیستان کی جانب روانہ کیا کہ ترکمانوں کے قبضہ سے اس ملک کو نکالے جب مودود غزنین میں آیا تو مرض نے غلبہ کیا اور ایک ہفتہ کے اندر مر گیا۔ اسکی سلطنت کی مدت نو سال تھی اور عمر ۲۹ سال۔ غرض سلطان مودود کو سلجوقیوں کے ساتھ باوجود قریب رشتہ داری کے ایسے جھگڑے اور قضیئے پیش رہے کہ دم نکلنے تک ایک لمحہ کی فرصت ہندوستان میں آنے کی نہ ملی +

سلطنت ابو جعفر مسعود بن مودود +

جب سلطان مودود نے دنیا سے سفر کیا تو اسکے بیٹے مسعود کو جسکی عمر چار سال کی تھی علی بن ربیع نے تخت سلطنت پر بٹھا دیا۔ اس بہانہ سے علی خود سلطنت کرنی چاہتا تھا مگر باشتگین کہ سلطان محمود غزنوی کے زمانہ کے امرا میں سے تھا اسکے ساتھ اس کام میں متفق نہیں ہوا۔ ان دونوں میں جنگ کی نوبت پہونچی غزنین کے باشندے سلح ہوکر باشتگین پاس آئے باشتگین نے اور امرا کی اتفاق رائے سے مسعود بن مودود کو تخت سے اتار کر اسکے چچا ابو الحسن علی کو بادشاہ بنایا مسعود نے بھی چار پانچ روز سلطنت کرلی

سلطنت بہاء الدولہ ابو الحسن علی بن مسعود بن محمود +

ابو الحسن علی ۴۴۱ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور مودود کی بیوی سے جو جعفر بیگ کی بیٹی تھی عقد نکاح کیا۔ علی بن ربیع میرک وکیل کے ساتھ اتفاق کر کے زر و جواہر جتنے لے سکا لیکر پشاور کو بھاگ گیا اور غلاموں اور امیروں کو اپنے ہمراہ لے گیا اور اس خطہ ملتان و سندھ پر قابض ہو گیا اور افغان جو فساد مچا رہے تھے انکو تلوار سے مطیع و منقاد کیا۔ سلطان ابو الحسن علی نے اپنے بھائی مردان شاہ اور ایزد شاہ کو قلعہ نائی سے دار الامان غزنین میں بلا کر معزز و مکرم کیا۔ عبد الرشید کے آنے کی خبر گرم تھی اسلیئے سلطان ابو الحسن نے خزانہ کا منہ لوگوں کے لیئے کھول دیا عبد الرشید آخر سال میں آیا اُسنے ابو الحسن کو منہزم کیا اور خود تخت و تاج کا مالک ہوا اور چند روز عزت کے ساتھ سلطنت کی ابو الحسن کی مدت سلطنت دو سال تھی +

ابو منصور جمال الدولہ عبد الرشید بن محمود +

سلطان عبد الرشید کو اکثر مورخ سلطان مسعود کا بیٹا بتاتے ہیں مگر صحیح امر یہ ہے کہ وہ سلطان محمود کا بیٹا تھا۔ وہ سلطان مودود کے حکم سے کسی قلعہ میں جو بست و غزنین کے درمیان ہے مقید تھا جب

اس قلعہ کے قریب عبدالرزاق بن احمد حسن میمندی وزیر آیا تو سلطان مودود کے حکم سے سیستان جاتا تھا اور اُسکو سلطان مودود کے وفات کی خبر پہونچی تو وہ عبدالرشید کو قید سے نکال لایا اور لشکر کو اسکی اطاعت کے لئے دعوت کی سپاہ نے اسے قبول کیا یہ وزیر عبدالرشید کی ہمراہی میں غزنیں کو روانہ ہوا جب وہ دارالملک کے قریب آیا تو ابوالحسن بھاگ گیا ۴۴۳ھ میں عبدالرشید بے تکلف اپنے باپ دادا کے تخت پر رونق بخش ہوا اور ملک و مال کے کام میں مشغول ہوا۔ اگرچہ عبدالرشید فاضل و عاقل تھا اور سب طرف کی خبر رکھتا تھا مگر قوت دل و شجاعت ایسی نہیں رکھتا تھا کہ سلطنت کو سنبھال سکتا۔ اسنے سلطان ابوالحسن علی کو بغیر کسی ورد کے سر قلعہ وندی میں بند کیا +

پہلے ہم لکھ چکے کہ علی بن ربیع نے یہاں پنجاب میں تسلط اپنا پیدا کر لیا تہا اُس کے دفع کرنیکے لئے عبدالرشید نے نوشتگین حاجب کو ہندوستان کا امیرالامرا مقرر کیا اور سپاہ و امرا کو ساتھ کر کے ہندوستان روانہ کیا۔ وہ یہاں آیا اور قلعہ نگر کوٹ کہ جسپر ہندوؤں نے اپنا تسلط کر رکھا تہا پانچ چھہ روز میں فتح کر لیا

سلطان مودود کا حاجب طغرل تھا وہ سلطان کا بہت مُنہ چڑہا اور ناک کا بال تھا سلطان مودود نے طغرل کی بہن سے نکاح کیا تہا طغرل ہمیشہ اس بات کو بہت چاہتا تھا کہ ایک لشکر اُسکو حوالہ کیا جائے کہ وہ خراسان میں جا کر سلجوقیوں کو دفع کرے جب عبدالرشید کی سلطنت کی نوبت آئی تو نہایت منت سماجت کے اُسنے بھی یہی درخواست کی اُسنے بیس ہزار سوار طغرل کو دیکر وہ سیستان سلجوقیوں سے جا کر لے اور سیستان میں داؤد سلجوقی کی طرف سے ابوالفضل حاکم تھا اور قلعہ طاق میں اقامت رکھتا تھا طغرل سیستان میں آیا اور ابوالفضل کا محاصرہ کیا اور اُس سے کہا کہ سلطان عبدالرشید کی اطاعت اختیار کرو۔ ابوالفضل نے اطاعت سے انکار کیا۔ محاصرہ پر بھی ایک مدت گذر گئی طغرل نے بغیر اسکے کہ فتح نمایاں ہو شہر سیستان کی طرف متوجہ ہوا اور ایک فرسخ پر شہر سے کمینگاہ میں اسلئے چھپا کہ بے خبر شہر پر جا پڑے اس اثناء میں بیغو سلجوقی جس سے ابوالفضل نے کمک طلب کی تھی لشکر لیکر عقب میں آیا۔ طغرل نے جنگ کرنے کے باب میں مشورہ کیا۔ سب نے بالاتفاق یہ کہا کہ کوئی تدبیر بہتر اسکے سوا نہیں ہے کہ جس مہلکہ میں ہم پڑے ہوئے ہیں اس میں لڑنے پر راضی ہوں اور اس غربت میں شمشیر کے تلے دم دیدیں۔ غزنیں دور ہے پانی کی قلت ہے دشمنوں کی کثرت ہے غرض سب نے یہ

ہندوستان کا انتظام +

طغرل کا عبدالرشید اور اولاد محمود و مسعود کو قتل کرنا +

تیار ہو کر بیغو پر حملہ آور ہوئے اور بیغو کو شکست دیکر بھگا دیا اور دس فرسنگ تک طغرل نے اس کا تعاقب کیا اور شہر کو لے لیا سلطان عبدالرشید کو تمام اپنا قصہ سُنا دیا اور خراسان جانے کیلئے مدد طلب کی عبدالرشید نے اپنے نامی سوار طغرل کی مدد کے لئے بھیجے اور سیستان میں طغرل مستقل ہو گیا اور اسکے سارے اطراف اور نواح میں انتظام کر لیا۔ اب اپنے خاص دوستوں سے عبدالرشید کے باب میں صلاح و مشورہ کرنے لگا۔ سب نے اسکی رائے کو عبدالرشید کے قلع و قمع کے باب میں پسند کیا پس اس ارادے سے وہ غزنین کی طرف روانہ ہوا جب غزنین سے پانچ فرسنگ پر آیا تو عبدالرشید کو اسکے غدر و مکر پر اطلاع ہوئی وہ مع اپنے متعلقین کے غزنین میں آیا طغرل نے غزنین کو لے لیا اور قلعہ کے کوتوال پاس آدمی بھیجے اور اس سے وعدہ وعید کی باتیں کیں اُس نے سلطان عبدالرشید کو اُسکے حوالہ کیا۔ اس کافر نعمت نے عبدالرشید کو اور سلطان محمود کے نو یا گیارہ اولاد کو جو اُسکے ہاتھ آئی قتل کیا۔ اس اولاد میں سے تین آدمی قلعہ میں محبوس تھے کہ اُن تک طغرل کی رسائی نہیں ہوئی۔ بہت چاہا سے دختر سلطان مسعود سے نکاح کیا تخت سلطنت پر بیٹھ گیا۔ نوشتگین خنی کو کہ سلطان عبدالرشید کے حکم سے لاہور گیا تھا اور حوالی پشاور میں پہنچا تھا اُسکو طغرل نے بڑی محبت و دوستی سے خط لکھا مگر نوشتگین سلاطین غزنویہ میں بڑا اعتبار رکھتا تھا بھلا وہ اس کافر نعمت کی بات کب سُنتا تھا اسنے اس نمک حرام کے خط کا جواب نہایت تلخ و ترش لکھا اور دختر مسعود کو پوشیدہ خط بھیجا اور اُس کو طغرل کافر نعمت کے قتل پر ترغیب دی اور اور امراء غزنوی کو جو نعمت پروردہ خاندان محمودی کے تھے خطوط لکھے اور طغرل کے اعمال قبیح سے چشم پوشی کرنے پر بہت سرزنش کی اس سبب سے سب کی غیرت و حمیت کی رگ حرکت میں آئی اور سب نے ملکر طغرل کے قتل کا قصد کیا۔ نوروز کے دن طغرل کا اجلاس تخت شاہی پر ہو رہا تھا اور دربار عام لگ رہا تھا کہ ایک ترک سلحدار نے قدم جراءت بڑھا کر اس کافر نعمت محسن کش کا تلوار سے سر اُڑا دیا دربار میں واہ واہ کا غل شور مچ گیا — بعد اس حادثہ کے چند روز بعد نوشتگین کرخی بھی غزنین میں آیا اور اشراف اور اعیان کو جمع کیا۔ امیر ناصر الدین سبکتگین کی اولاد میں سے تین شخص قلعوں میں مقید تھے

فتح [illegible] ہم شجلع - انکے [illegible] لا گیا تو فرخ زاد کے نام پر [illegible] سلطنت پر بٹھایا
اور مجلسے اس نے بیعت کی [illegible] کی سلطنت کی [illegible] ایک سال [illegible]
طغرل [illegible] بیالیس روز کی حکومت میں بھی بڑے ظلم [illegible] پوچھا کہ ملک کی طمع کیونکر [illegible]
دل [illegible]
[illegible] کہہ کر عہد کرتا تھا تو وقت [illegible] پایا تھا
کہ ہڈیوں کی آواز میرے کان میں آتی تھی اسنے [illegible] بتانا کہ [illegible]
لائق نہیں ہے [illegible] ملک و دولت کی طمع دامنگیر ہوئی [illegible] ع

سلطنت گر ہمہ یک لحظہ بود غنیمت است +

جب فرخ زاد نے تاج شاہی سر پر رکھا تو کاروبار سلطنت [illegible] کے حوالہ ہوئے
اس نے امور سلطنت کا انتظام کیا اور جس قدر عبدالرشید کے قتل میں شریک تھے [illegible]
کرکے قتل کیا جب داؤد سلجوق کو غزنوی خاندان کے اس انقلاب کی خبر ہوئی تو وہ فوج لیکر
غزنین پر چڑھ آیا تو نوشتگین کرخی بھی غزنین سے محاربت کا سامان حرب تیار کرکے لڑنے
کے لیے سامنے آیا صبح سے شام تک لڑائی ہوئی بہت سا کشت و خون ہوا۔ امیر نوشتگین
کو فتح وظفر ہوئی۔ داؤد نے فرار پر قرار اختیار کیا۔ غزنویہ نے سلجوقیوں کا تعاقب کیا اور
انکا بہت سا اسباب لوٹا غارت کیا اس فتح سے فرخ زاد کی استقامت کی صورت سلطنت
پر پیدا ہوئی۔ پھر فرخ زاد ایک سپاہ عظیم لیکر خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ سلجوقیوں کی طرف
سے انکے امرا اعظم میں سے کلیارق بھاری لشکر لیکر لڑنے کو آیا۔ جب دونوں لشکر آپس میں ملے تو وہ
جدال وقتال کی آگ بھڑکی کہ خدا کی پناہ۔ اس لڑائی میں بھی غزنوی فتحیاب ہوئے کلیارق
اور چند امرا گرفتار ہوئے جب خبر جعفر بیگ سلجوقی یا چکر بیگ یا جغر بیگ سلجوقی کو پہنچی
تو اُسنے اپنے بیٹے الپ ارسلان کو فرخ زاد سے لڑنے کے لیے بھیجا۔ اور نوشتگین کرخی اُسنے لڑنے
کو گیا مگر اس دفعہ سلجوقی غالب رہے اور انہوں نے کئی غزنوی امیر اسیر کئے جب فرخ زاد نے یہ
حال دیکھا تو اُسنے بڑی دانائی کی کہ کلیارق اور امیران سلجوقی کو جو اسکی قید میں تھے خلعت دیکر

رخصت کیا جب سلجوقیوں نے غزنویوں کی یہ مروت اور انسانیت دیکھی تو انہوں نے بھی ... قیدیوں کو رہا کر دیا۔ سلطان فرخ زاد کو روضۃ الصفا میں مسعود کا بیٹا لکھا ہے اور احمد ... عبد الرشید کا بیٹا مگر سکاوات رروضۃ الصفا کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔ ایک دفعہ حمام میں اسکو غلاموں نے گھیر کر مارنا چاہا تھا وہ تلوار ہاتھ میں لیکر بڑی بہادری سے مقابلہ کرتا رہا ... آدمیوں کو خبر ہوگئی اور حمالوں نے آ کر ... ہوں کا کام تمام کیا۔ بعد ازاں فرخ زاد اکثر موت کا ذکر کیا کرتا تھا اور دنیا کو حقیر جانتا تھا۔ اس کا اوائل میں وزیر حسن مہران تھا اور آخر میں ابو بکر صالح ہوا +

فرخ زاد حلیم و عادل تھا جب تخت سلطنت پر بیٹھا ہے تو ملک زابلستان عوارض و اموات کے سبب خراب و ویران ہو گیا تھا اس نے خراج اسکا معاف کر دیا تب وہ ملک آباد ہو گیا وہ خلق کے ساتھ نیکوئی کرتا اور قولنج میں مبتلا ہو کر داعی حق کو لبیک کہی۔ اسکی عمر ۳۴ سال کی تھی اور مدت سلطنت چھ سال ۴۴۴ھ سے ۴۵۰ھ تک +

سلطان فرخ زاد کے فنا میں روپوش ہوا اور سلطان ابراہیم مسند سلطنت پر رونما ہوا اس نے اپنی جلوس کے ابتدائی سالوں میں سلجوقیوں سے مصالحت کر لی اور آپس میں قرار ہو گیا فریقین میں سے ایک دوسرے کے ملک کا قصد نہ کرے اور رعایا کو کہ خدا کی ودیعت ہے آزار و ضرر نہ پہنچائے۔ ملک شاہ سلجوقی کی بیٹی کا نکاح اپنے بیٹے مسعود کے کر دیا جس سے غزنویوں اور سلجوقیوں میں ابواب مصالحت کشادہ ہو گئے کہتے ہیں خدا معلوم سچ یا جھوٹ کہ جب سلطان ملک شاہ نے غزنین پر حملہ کرنے کا قصد کیا تو سلطان ابراہیم کو وہم پیدا ہوا اور اس نے یہ تدبیر سوچی کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے امرا کے نام خطوط لکھے جن کا مضمون یہ تھا کہ ہماری تشریف ... یہ بات سنی ہو کہ آپ لوگ اس طرف آنے کی ملک شاہ کو بہت ترغیب و تحریص کر ... پسند آیا ... اس باب میں نہایت سعی ... جلد اس ملک میں آئے تا کہ ہمکو بالکل ... خلاصی ہو جائے۔ اور ... کو مضاعف کر دیں اور تم سب پر عنایت و عاطفت بیکراں رکھیں اور ان ...

حالات فرخ زاد

ابو المظفر ظہیر الدولہ رضی الدین سلطان ابراہیم ...

سلطان ملک شاہ ...

بیگ کو دیا اور اُسے کہہ دیا کہ ملک شاہ کی عادت ہے کہ اکثر اوقات شکار دشت میں رہتا ہے اُسکی شکارگاہ میں اس تاک میں رہنا کہ لوگ تجھکو پکڑ کر اُس پاس لیجاویں۔ اس تعلیم سے سلطان ابراہیم کی یہ غرض تھی کہ یہ مکتوبات ملک شاہ کے ہاتھ میں اسوقت پڑیں کہ امراء اُس پاس جمع ہوں تاکہ امراء اُنہا قید ہوں۔ کہ سلطان ملک شاہ قصبہ اسفراین میں فروکش تھا اور ایک دن شکار کو جاتا تھا کہ اثناء شکار میں صید کے محافظین نے بیگ کو گرفتار کیا اور سلطان کے روبرو لے گئے۔ سلطان نے بیگ سے پوچھا تو اُسنے پریشان باتیں کرنی شروع کیں جب سلطان نے اُسکے تازیانے لگوائے کہ سچ سچ باتیں کہہ دے۔ تو اُسنے سلطان سے کہا کہ میں سلطان کا پیک ہوں امراء سلجوقی پاس ان مکتوبات کے پہنچانے کے لیے بھیجا گیا ہوں جب مکتوبات کو لیکر ملک شاہ نے پڑھا تو اُنکا اظہار کچھ نہیں کیا اور اپنی دارالسلطنت میں چلا آیا۔ بعد تفحص و تفتیش کے معلوم ہوا کہ یہ تمام سلطان ابراہیم کی مکاریاں چال بازیاں ہیں کہتے ہیں کہ ملک شاہ نے کہا کہ سلطان ابراہیم نے جو یہ مکر و حیلہ کیا ہے اسکا سبب یہ ہے کہ وہ سلجوقیوں کے ساتھ تاب مقاومت نہیں رکھتا۔ اور وہ یقینی جانتا تھا کہ اگر لڑائی ہوگی تو میں مغلوب ہونگا اور جب ہم اسکے مکر و تدبیر سے اپنے ارادہ سے باز رہینگے تو گویا وہ ہم پر غالب رہیگا +

فتوحات سلطان ابراہیم

جب سلجوقیوں سے سلطان ابراہیم کی یوں خاطر جمع ہوئی تو ہندوستان میں اُسنے لشکر بھیجا جسنے وہ ملک فتح کیے جو ابتک مسلمانوں نے فتح نہیں کیے تھے اور ۴۷۲ھ میں خود ہندوستان میں آیا اور قلعہ اجودھن کو جو اب پاک پٹن فرید شکر گنج کہلاتا ہے اور لاہور کے قلعہ سے سو کروہ ہے محاصرہ کرکے مسخر کرلیا پھر روپال کے قلعہ کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ قلعہ بلند پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے اسکے ایک طرف دریا ہے اور دوسری طرف وہ جنگل ہے کہ جسمیں خار دار درختوں کی کثرت سے آفتاب کی شعاعوں کا گذر نا بھی مشکل تھا اور اکثر درختوں پر زہریلے سانپ لپٹے ہوئے رہتے تھے حصار کے نیچے نہ ٹھہرنے کی نہ لڑنے کی جگہ تھی سلطان ابراہیم نے اپنی ہمت شاہانہ سے لڑکر قلعہ کو فتح کرلیا اور ایک موضع دره پر وہ متوجہ ہوا۔ یہاں کے متوطن اہل خراسان تھے کہ افراسیاب نے انکی سرکشی سے تنگ ہوکر اِن سبکو زن و فرزند سمیت ولایت خراسان سے خارج کرکے ہندوستان میں بھیدیا تھا

اس شہر کے آدمی سارے وہی خراسانی تھے وہ بیگانوں سے پیوند مواصلت نہیں کرتے تھے [illegible]
بت پرست تھے اور یہ شہر بہت آباد تھا اور اس شہر میں ایک حوض تھا جسکا قطر نصف فرسنگ اور
اسکی تھاہ کا تو پتا ہی نہ تھا سارے آدمی اور چارپائے اسکا پانی پیتے تھے مگر اس پانی میں اصلا فرق نہ
آتا تھا اور اوسکے گرد درخت اتنے تھے کہ آمد و رفت کی راہ نہیں معلوم ہوتی تھی ملوک ہند جانتے
تھے کہ سپہ سالار غالب ہے نا ممکن ہے اسلئے کچھہ تعرض نہیں کرتے تھے سلطان کو راہ میں بہت سی اور بہت
بڑی دشوار گھاٹیاں پیش آئیں جب اس جنگل میں وہ پہنچا تو [illegible] کاٹنے
کو بھیجے جب درختوں کو کاٹ کر راستہ بنایا تو برسات شروع ہو گئی تین مہینہ تک لڑنا پڑا
کثرت بارش سے لشکر کو بہت تکلیف اٹھانی پڑی۔ اول شہر والوں کے پاس آدمی بھیجکر دعوت اسلام
کی انھوں نے یہ دعوت قبول نہیں کی اسلئے اس شہر کو جبر و قہر لڑائی سے مفتوح کیا اور ایک لاکھ
لونڈی غلام اسیر کرکے اور غزنین بھیجے اور غنائم بھی بہت سی ہاتھ آئیں۔ بعد ان فتوحات سلطان غزنین آیا

یہ بادشاہ بڑا عابد و متقی زاہد تھا۔ باوجود عنفوان شباب کے کل ممنوعات شرعی سے دست کش تھا
لذات نفسانی کو ترک کرکے رجب شعبان کو رمضان کے ساتھہ ملاکر سال بھر میں تین مہینے روزے
رکھتا تھا۔ اور رعیت پروری بوجہ احسن کرتا اور خیرات بہت دیتا۔ ہر سال میں ایک مرتبہ امام یوسف
سجاوندی کو اپنی مجلس میں بلاتا اُن سے وعظ کہواتا اور آدمیوں کو نصیحت کراتا۔ سلطان ابراہیم کو
لیے کھڑا باادب باتیں سنتا مگر امام کی درشتی سے آزردہ نہ ہوتا خط نسخ میں بڑا خوشنویس تھا
ایام سلطنت میں ہر سال ایک مصحف اپنے ہاتھہ سے لکھتا اسکو ایک سال مکہ معظمہ کو اور دوسرے سال مدینہ منورہ
کو بھیجتا۔ ابتک اُسکے ہاتھہ کے لکھے ہوئے مصحف آنحضرت کے کتابخانہ میں موجود ہیں یہ ایک نقل مشہور
ہے کہ سلطان ابراہیم ایک دن غزنین کو جاتا تھا کہ ایک حمال کو دیکھا کہ عمارت شاہی کے لیے وہ بڑا
بھاری پتھر سر پر رکھے لیے جاتا تھا اور اُسکے بوجھہ سے مرا جاتا تھا سلطان کو اسکے حال پر رحم آیا
فرمایا کہ پتھر کو پھینک دے۔ اس بیچارہ نے میدان میں پتھر پھینک دیا جب گھوڑے یہاں آتے تو دوڑنے
میں اس سے تکلیف پاتے۔ ایک دن کسی مقرب نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو یہہ پتھر میدان سے اٹھا دیا جاے
سلطان نے کہا کہ ہم نے حکم دیا کہ پتھر کو یہاں پھینکدو اور پھر حکم دیں کہ اٹھاو تو ہمارے قول کی

حال سلطان ابراہیم

بے ثباتی پر حمل ہوگا اور ایسا کرنا لائق بادشاہوں کو سزاوار نہیں ہے سلطان ابراہیم غزنوں کی تعظیم کا ایسا خیال تھا کہ وہ بہرام شاہ کی سلطنت تک اسی طرح پڑا رہا +

سلطان ابراہیم کی وفات اور اولاد اور اسکے عہد کے شعرا وغیرہ +

سلطان ابراہیم کے چھتیس ۳۶ بیٹے اور چالیس ۴۰ لڑکیاں تھیں وہ لڑکیوں کو اکثر سادات اور علما کو جو نہایت متقی اور کامل ہوتے تھے بیاہتا تھا۔ اسکی وفات ایک روایت کے موافق ۴۸۱ھ میں اور دوسری روایت کے موافق ۴۹۲ھ میں ہوئی۔ پہلی روایت کے موافق اسکی سلطنت کی مدت اکتیس سال اور دوسری روایت کے موافق بیالیس سال۔ اُسکی اوائل سلطنت میں ابو سہیل خجندی و خواجہ مسعود رخی سے اسکی مدح سے تعلق رکھتی اور اواخر عہد میں عبد المجید احمد بن عبد الصمد اسکی مدح میں ابو الفرج نے یہ قصیدہ کہا ہے جسکا مطلع یہ ہے

ترتیب فضل و قاعدہ جود و رسم داد   عبد المجید احمد عبد الصمد نہاد

اسکی سلطنت میں ابو الفرج اور ارزقی بڑے شاعر تھے۔ ابو الفرج کے قصید کا تو ایک شعر اوپر لکھا گیا۔ ارزقی کے نام پر اول ابو الفضل لکھا جاتا تھا۔ وہ اصل میں ہرات کا رہنے والا تھا الفیہ شلفیہ اسکی تصنیفات سے ہیں

سلطنت علاء الدولہ مسعود بن ابراہیم +

سلطان مسعود بادشاہ کریم نیک اخلاق و مبارک عہد و گزیدہ اوصاف با عدل و داد تھا حیا و کرم اسمیں بہت تھی۔ رسوم ظلم کہ اس سے پہلے وضع ہوئی تھیں اور وہ قلمبند ہو کر مروج ہو گئی تھیں ان سبکو اُسنے مٹا دیا اور باج و خراج میں تخفیف کر دی۔ کل امرا اور ملوک کو جو جاگیریں باپ کے وقت میں مل چکی تھیں برقرار رکھیں۔ اور خود سوچ سمجھ کر سلطنت کا دستور العمل عمدہ بنایا۔ پہلے ہندوستان کی امارت امیر عضد الدولہ کو دی اور جب وہ مر گیا تو طغاتگین کو ہندوستان کا سپہ سالار مقرر کیا یہ سپہ سالار دریاء گنگ سے عبور کر کے وہاں پہنچا جہاں سوا سلطان محمود کے لشکر کے کوئی اور لشکر اسلام نہیں گیا تھا۔ وہ بہت سی غنیمت و مال لیکر لاہور میں واپس آیا۔ اس بادشاہ کے عہد میں تمام امور ملک داری کا انتظام رہا اور اُسنے بے خرخشہ و اندیشہ ۱۶ برس سلطنت ۴۹۲ھ سے ۵۰۸ھ تک کی۔ وہ ۴۵۳ھ میں غزنیں پیدا ہوا تھا اور ستاون برس کی عمر اسکی تھی ۵۰۸ھ میں وہ دار البقا کو سدھارا۔ اُسنے سلطان سنجر کی بہن مہد عراق سے شادی کی تھی تاریخ گزیدہ میں لکھا ہے کہ مسعود کی وفات کے بعد اسکا بیٹا کمال الدولہ شیرزاد تخت پر بیٹھا۔ ایکسال اسکی سلطنت پر گذرا تھا کہ ۵۰۹ھ میں اُسکے اپنے بھائی ارسلان شاہ نے مار ڈالا مگر اور مورخ

سلطان الدولہ ارسلان شاہ بن مسعود

کمال الدولہ کی سلطنت کا رنگ گنج میں نہیں لگاتے۔ ارسلان شاہ کو مسعود کے بعد ہی تخت پر بٹھاتے ہیں
جب ارسلان شاہ غزنین کا بادشاہ ہوا اُسنے اپنے سب بھائیوں کو قید کیا۔ مگر ایک بھائی
اسکا ابراہیم شاہ اُسکے پنجے سے نکل گیا۔ اور اپنے ماموں سلطان سنجر پاس چلا گیا جو ان دنوں اپنے
بھائی محمد سلطان بن ملکشاہ کی طرف سے خراسان میں فرمانروائی کرتا تھا۔ یہ زمانہ ایسا تھا کہ سلجوقیوں
اور غزنویوں میں آپس میں رشتے داریاں ہو گئی تھیں اور سلطان سنجر کی بہن مہد عراق خاندان غزنوی
کے سارے شہزادوں کی ماں تھی۔ کوئی لکھتا ہے کہ ہر چند ارسلان شاہ نے بہرام شاہ کے باب میں سلطان
سنجر کو خط لکھے اور بہت منت سماجت کی۔ مگر اُسنے اُسکی کچھ نہ سُنی اور وہ بہرام شاہ کی مدد پر آمادہ
ہوا۔ کوئی کہتا ہے کہ سلطان سنجر نے ارسلان شاہ کو لکھا کہ بھائیوں سے نہ لڑو اُسنے کہی نہ سُنی۔ ارسلان
شاہ نے سلطان محمد سے اُسکے بھائی سلطان سنجر کی شکایت کی سلطان محمد نے خراسان ایلچی روانہ کیا
اور پوشش سے منع کیا مگر ایلچی سے کہدیا کہ اگر سلطان سنجر غزنین کو روانہ ہو گیا ہو تو کچھ نہ کہنا جب
ایلچی خراسان میں آیا تو اُسنے دیکھا کہ سلطان سنجر برسر سفر ہے اسلیے اُسنے کچھ نہ کہا جب سلطان سنجر
لشکر لیکر بست میں پہنچا تو ابوالفضل والی سیستان اُس سے ملا۔ ارسلان شاہ کو جب سلطان محمد سے مایوسی
ہوئی اور سلطان سنجر کی لشکر کشی کا حال معلوم ہوا تو وہ بھی لشکر لیکر سلطان سنجر سے لڑنے کو آیا
دونوں لشکر میں لڑائی ہوئی غزنوی کچھ زخمی ہوئے کچھ مارے گئے۔ باقی بُرے حال احوال سے
غزنین میں آئے بعد ازاں ارسلان شاہ نے اپنی ماں مہد عراق کے روبرو ہاتھ جوڑے اُس کے
پانوں پڑا دو ہزار دینار اور بہت سے تحائف دیکر سلطان سنجر پاس بھیجا اور مصالحت کا طالب ہوا۔
مگر یہ ماں پہلے ہی اُسکے ظلموں سے دل آزردہ جلی بھنی بیٹھی تھی وہ اپنے بچوں کو قید میں طرح طرح کے
عذابوں میں کب دیکھ سکتی تھی اُسنے بھائی پاس جا کر ایسی باتیں لگائیں بجھائیں کہ سلطان سنجر
جسکا ارادہ سخاوت کا تھا غزنین پر حملہ کرنے کو مستعد ہوا۔ اور بہرام شاہ نے غزنین کی تسخیر کی
آسان صورت بتلادی سلطان سنجر غزنین سے ایک فرسخ پر آگیا تو ارسلان شاہ تیس ہزار سوار اور
بہت سے پیادے اور ایک سو ساٹھ ہاتھی لیکر سلطان سنجر سے لڑنے کے لیے صف آرا ہوا۔ جانبین سے
سیف و سناں سے آدمی ضایع ہوئے اور ابوالفضل والی سیستان کی شجاعت و جلادت سے غزنویوں کو

شکست کھا کر اور بہرام شاہ ہار کر ہندوستان کو روانہ ہوا اور ماہ شوال ۵۱۰ھ میں سلطان سنجر غزنین میں داخل ہوا [illegible] فتح کیا اور خود داخل غزنین ہوا [illegible] [illegible] کی قیمت [illegible] دنیا کی لوگ آگئے تھے [illegible] — وہ غزنین میں چالیس روز رہ کر [illegible] بہرام شاہ کو غزنین کے تخت سلطنت پر بٹھایا۔ جب ارسلان شاہ کو خبر ہوئی کہ سلطان سنجر غزنین سے مراجعت کی تو وہ ولایت ہند سے فوج جمع کر کے غزنین کی طرف چلا۔ بہرام شاہ اُسسے نہیں لڑسکتا تھا اسلئے وہ بامیاں میں آیا اور یہاں سے سلطان سنجر کے لشکر کو اپنی پشت پناہ بنا کے اپنے دار الملک کی طرف متوجہ ہوا۔ ارسلان شاہ خوف وہراس کے سبب افغانوں میں بھاگ گیا وہاں سلطان سنجر کے لشکر نے اسکا تعاقب کیا اور گرفتار کر کے بہرام شاہ کے حوالہ کیا جسنے اُسے خفیہ مروا دیا اور خود مستقل بادشاہ ہوگیا اور تین سال سلطنت کی اور ستائیس سال کی عمر میں وفات پائی طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ ارسلان شاہ کے عہد میں حوادث عظیم واقع ہوئے آسمان سے آگ برسی اور بجلی ایسی پڑی کہ غزنین کا بازار جل گیا

بہرام شاہ ابن مسعود — ذی شوکت وصاحب حشمت بادشاہ تھا علما وفضلا کی صحبت کو بہت عزیز رکھتا تھا اُنکے کمال وہنر کی قدر کرتا تھا۔ اس جوہر شناسی کا نتیجہ یہ تھا کہ عالموں نے اُسکے نام پر بہت کتابیں تصنیف کیں چنانچہ شیخ نظامی گنجوی نے مخزن الاسرار بھی اُسکے نام پر تصنیف کی ہے۔ سید حسن غزنوی نے جلوس کے روز ایک قصیدہ پڑھا جسکا مطلع یہ ہے +

منادی برآمد ز ہفت آسمان — کہ بہرام شاہ ہست شاہ جہاں

کلیلہ دمنہ کا ترجمہ عربی زبان سے فارسی زبان میں اُسی کے نام سے مزین ہوا حکیم سنائی بھی اسی بادشاہ کے عہد میں تھا۔ یہ بادشاہ ہندوستان میں کئی دفعہ آیا۔ اُسکے یہاں آنے کا سبب سرکشوں کو سزا دینی تھی محمد باہلیم سلطان ارسلان شاہ کی طرف سے سپہ سالار لاہور تھا۔ اور اعمال ناشائستہ اختیار کر کے علم مخالفت اُسنے بلند کیا۔ بہرام شاہ اول دفعہ ہندوستان میں اسی کی گوشمالی کے لئے آیا تھا اور ۲۷ رمضان ۵۱۲ھ کو گرفتار کر کے قید کیا پھر اسکا گناہ معاف کر کے قید سے رہا کیا اور بدستور سپہ سالار مقرر کیا

سلطان معز الدولہ بہرام شاہ بن مسعود ۵۱۲ھ

سلطان [illegible] بہرام شاہ

جب سلطان یہاں چلا گیا تو اسکی غیبت میں قلعہ ناگور میں جو لوہ ہوا [illegible]
[illegible] عیال و اسباب و مال کو دیکھا عجب عجیب اقبال خلیج لے آدمیوں کو لوٹا [illegible]
کیا اور بہت سے ہندو سرکشوں کو دبایا۔ اور اسنے نخوت اسکی ایسی بڑھی کہ سلطنت [illegible]
کرنے لگا۔ جب بہرام شاہ کو اسکی خبر ہوئی تو وہ [illegible] ہندوستان [illegible]
دس بیٹوں کو جو سند امارت پر متمکن تھے ساتھ لیکر بہرام شاہ سے لڑنے گیا [illegible]
جنگ ہوئی جسمیں [illegible] کو شکست ہوئی [illegible] اپنے دس بیٹوں [illegible]
[illegible] کا تماشا لگا کر زمین پھٹ گئی یا آسمان [illegible] سالار حسین بن ابراہیم علوی کو [illegible] سپہ سالاری
نے مقرر کیا۔ اور خود غزنین کو چلا گیا +

ایک عرصہ دراز تک اس بادشاہ کی سلطنت [illegible] مگر آخر [illegible]
دودمان غزنوی کا چراغ گل ہو گیا اور سلطنت غزنین خاک میں مل گئی۔ اس اجمال کی تفصیل
یہ ہے کہ سلطان مودود کے عہد سے سلطنت غزنین کا ایک صوبہ غور چلا آتا تھا۔ بہرام شاہ کے
عہد میں قطب الدین محمد غوری سوری غور میں سلطنت کرتا تھا۔ اور وہ خود بہرام شاہ کا داماد تھا
ان دونوں بادشاہوں میں کچھ جھگڑا ہوا۔ بہرام نے قطب الدین کو غزنین بلایا اور اسکو
زہر دلوایا یا قتل کرایا۔ غرض اپنے داماد کا کام تمام کرایا۔ جب اس قتل کی خبر سیف الدین اسکے
بھائی کو پہنچی تو وہ فوراً انتقام لینے کے لئے غزنین پر چڑھ آیا۔ بہرام میں اسکے مقابلہ کی تاب
نہ تھی اسلئے غزنین سے بھاگ کر شہر کرمان میں جو غزنین اور سند و افغانستان کے درمیان ہے
اماں لی۔ اور اسپر متصرف ہو کر وہیں قیام کیا۔ یہاں پہاڑوں کی کثرت کے سبب سوار کا
گذر نہ تھا سیف الدین غزنین پر مسلط ہو گیا اور غزنویوں پر اعتماد کر کے یہیں سکونت اختیار
کی اور اپنے بھائی علاء الدین کو مع اپنے تمام امراء قدیمی کے غور کو روانہ کر دیا۔ باوجودیکہ غوریوں
کی برابر غزنویوں کے ساتھ سیف الدین سوری سلوک کرتا تھا اور غوریوں کا یہ مقدور نہ تھا کہ وہ
اہل غزنین پر ذرا سا بھی ظلم کریں مگر غزنوی اسے منافقانہ طور پر رہتے تھے اور در پردہ بہرام شاہ
سے سازش رکھتے اور اسکی سلطنت کے خواہاں رہتے تھے اور ظاہر میں سیف الدین کے ساتھ

اظہار دوستی کرتے تھے جب موسم زمستان آیا اور غور کی راہیں برف سے مسدود ہوئیں تو بہرام شاہ
ناگاہ بہت سا لشکر افغانوں اور خلجیوں اور صحرا نشینوں کا لیکر غزنین پر چڑھ آیا غزنین سے دو فرسنگ
پر اُسکا لشکر ہوگا کہ سیف الدین نے اہل غزنین سے مشورہ پوچھا کہ میں بہرام سے لڑوں یا غور کو
چلا جاؤں۔ ان نفاق پیشہ اہل غزنین نے مشورہ کا حق نہ ادا کیا اور جنگ پر اُسکو ترغیب دی
سیف الدین نے المستشار مؤتمن پر عمل کرکے اُنکو مشورہ میں امین جانا اور کچھہ فوج غزنین
کی اور کچھہ سپاہ غور کی لیکر شہر سے باہر نکلکر صفیں آراستہ کیں ابھی سامان حرب پورا تیار
نہ ہوا تھا کہ اہل غزنین نے سیف الدین کو گرفتار کرکے خوش طبعی کے طور پر بہرام شاہ کے حوالہ کیا
بہرام شاہ کے حکم سے سیف الدین کا منہ کالا کیا گیا اور ایک مریل بیل پر جو قدم بھر کو نہیں اُٹھاتا
وہ سوار کیا گیا اور سارے شہر میں یوں پھرایا گیا شہر کے لڑکے کیا اور بوڑھے کیا اُس کے
پیچھے تھے اور گالیاں دیتے تھے اور طرح طرح کی ہنسی اُڑاتے تھے اور بعد اس گشت کے
بہت بُری گت سے اُسکو مارا اور سر کو تن سے جدا کرکے سلطان سنجر پاس بھیجدیا اور اُس کے وزیر
سید مجد الدین کو بھی دار پر کھینچا معلوم ہے کہ یہ کام انسانیت سے بعید بہرام سے اُسکی عادت کے خلاف
کیونکر سرزد ہوا جب یہ خبر وحشت اثر علاء الدین کے کان میں پہنچی تو اُسکے کلیجے میں آگ لگ گئی
اور اپنے بھائی کے انتقام لینے کے لئے جھٹ پٹ لشکر جرار تیار کرکے غزنین پر چڑھ آیا بعض
کہتے ہیں کہ اس اثناء میں بہرام شاہ کا طومار حیات لپٹ چکا تھا اور اُسکا بیٹا خسرو شاہ بادشاہ ہو چکا
تھا مگر روایت یوں مشہور ہے کہ جب بہرام شاہ نے غزنین میں علاء الدین کے آنے کی خبر سنی تو وہ اپنے
لشکر کو تیار کرکے غزنین سے باہر اُسکے لڑنے کو آیا اور علاء الدین پاس ایلچی بھیجکر یہ پیغام بھیجا کہ تیرے
لئے یہی مصلحت ہے کہ اپنے اس بے حاصل ارادہ سے نادم ہوکر واپس چلا جا ورنہ ہزار پہلوانان شیر افگن
اور فیلان آہنی تن تیری بیخ کنی کے واسطے موجود ہیں میرے ساتھہ ستیز کرنے سے پرہیز کر ورنہ
سارا خاندان سلاطین غوریہ کا معدوم ہوجائیگا سلطان علاء الدین نے اُسکے جواب میں کہلا بھیجا
کہ جو کام بہرام شاہ نے کیا ہے وہ دولت غزنویہ کے زوال کی علامت ہے یہ دستور تو بادشاہوں کا ہے
کہ وہ ایک دوسرے کے ملک پر لشکر کشی کرتے ہیں اور اُنکے نفوس نفیسہ کو مستاصل کرتے ہیں مگر نہ

اس سوائی و نصیحت کے ساتھ کہ تو نے کیا یقین کر کہ زمانہ ضرور تجھسے انتقام لے گا اور مجھکو فتح و ظفر دیگا۔ تو اپنے ہاتھیوں پر گھمنڈ نہ کر۔ اگر تیرے پاس فیل ہیں تو میرے پاس خرفیل ہیں (سلطان علاء الدین کے لشکر میں دو پہلوان تھے جنکا نام خرفیل یعنی فیل کلاں تھا) ایلچی نے بہرام شاہ کو جب پیغام سنایا تو بظاہر وہ کچھ متغیر نہ ہوا مگر باطن میں ضرور متاثر ہوا۔ اور دل میں بہت ہراس پیدا ہوا القصہ دونو لشکروں میں لڑائی شروع ہوئی تلواروں کی غپاغپ اور تیروں کی شناشن کی دھوم مچی بہرام شاہ کا بیٹا دولت شاہ لشکر کا سپہ سالار تھا جسوقت اس معرکہ جانستان میں اسکی جان گئی تو بہرام کا دل ٹوٹ گیا اور ہندوستان کی طرف بھاگا۔ اس بھگڑ میں فرزند کے رنج سے ایسا رنجور ہوا کہ اس سرائے فانی سے دور ہوا۔ صحیح روایت کے موافق ۵۴۷ھ میں اسکی وفات ہوئی اسکی سلطنت کی مدت کوئی ۳۵ سال اور کوئی ۴۱ سال بتاتا ہے +

روایت صحیح یوں ہے کہ بہرام شاہ نے جب وفات پائی تو باتفاق امرا خسرو شاہ تخت پر بیٹھا لیکن جب اسکو یہ معلوم ہوا کہ غزنین میں علاء الدین غوری آن پہنچا ہے تو وہ مع اہل و عیال کے ہندوستان کو روانہ ہوا اور لاہور میں اقامت کی۔ یہاں ہندوؤں نے اسکی نہایت تعظیم و تکریم کی۔ ان سکو اس بات کی خوشی تھی کہ انکے شہر میں ایک سلطنت قائم ہو گئی اس طرح غزنین کی سلطنت ہندوستان میں منتقل ہو گئی +

اگرچہ بہرام شاہ اور اہل غزنین کے ہاتھ سے غوریوں نے بہت سے جور و ستم اٹھائے تھے اور اسکے عوض میں جو کچھ علاء الدین کرتا تھوڑا تھا۔ مگر جو اسنے غضب ڈہایا اور ظلم و ستم توڑا اسکے نام کو وہ دہبا لگا تا ہی کہ قیامت تک نہ مٹے گا۔ اسکے ظلموں کی تفصیل کے لئے ایک طومار کی ضرورت ہے مگر مختصر یہ ہے کہ ملک ایشیا کا عروس البلاد شہر غزنین جسکی برابر کوئی شہر نہ تھا اسکو اس ظالم نے تین دن یا سات دن تک ایسا جلایا کہ دہوئیں سے دن رات معلوم ہوتی تھی اور شعلوں سے رات دن معلوم ہوتا تھا۔ اور باشندوں کو قتل کیا اور سارے شہر کو لٹوایا اور حکم دیا کہ اس شہر کی تخریب و غارت و قتل میں کوئی بات نہ اٹھا رکھی جائے۔ جب کچھ غیض و غضب کم ہوا تو عوام کے قتل سے ہاتھ اٹھایا اور خواص پر ہاتھ صاف کیا سید مجد الدین وزیر سیف الدین کے قتل کے انتقام میں منتخب سادات غزنویہ کی

سلطان خسرو ملک بن خسرو شاہ ۲۵

چلدیا - سات سال سلطنت کرگیا +

جب خسرو شاہ لاہور میں مرا تو اسکا بیٹا خسرو ملک لاہور میں تخت سلطنت پر بیٹھا سلطان ابراہیم اور سلطان بہرام شاہ کے زمانہ میں جسقدر ہندوستان کا حصہ مسلمانوں کے قبضہ میں تھا اسپر اس بادشاہ نے اچھی طرح حکومت جمالی اور انصاف و عدالت سے کام کرنا شروع کیا لیکن سلطان شہاب الدین محمد غوری نے غزنین ہی کو جو اس خاندان کا دار السلطنت تھا لیکر بس نہیں کی بلکہ ہندوستان کی بھی طمع کی پیشاور و افغانستان و ملتان و سند کو مسخر کرکے ۵۷۶ھ میں لاہور کی طرف رخ کیا خسرو ملک اس سے لڑ نہیں سکتا تھا اسلئے قلعہ نشین ہوا سلطان شہاب الدین خسرو ملک کے ایک بیٹے خرد سال ملک شاہ کو اول میں اور ایک نامی ہاتھی کو لیکر غور چلا گیا ۵۸۰ھ میں پھر لاہور آیا خسرو ملک پھر قلعہ میں چلا گیا سلطان نے اس نواح کو تاخت و تاراج کیا اور سیالکوٹ میں اپنا کوئی معتمد حاکم مقرر کر گیا - گکھڑ و نکوسات لیکر خسرو ملک نے سیالکوٹ پر حملہ کیا مگر ناکام رہا الٹا چلا آیا - اب سلطان شہاب الدین غوری نے عزم جزم کیا کہ لاہور کو مسخر کرے ۵۸۲ھ میں وہ یہاں آیا اور بظاہر خسرو ملک سے اظہار محبت کیا اور ملک شاہ پسر خسرو ملک کو اسباب بادشاہی سے جو کچھ مناسب تھا دیکر لاہور کو باپ سے ملنے کے لیے معتمد آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا اور حکم دیدیا کہ اسکو ہمیشہ شراب پلایا کرو اور آہستہ آہستہ لیجاؤ اور راہ میں قیام کرتے جاؤ - خسرو ملک کو جب بیٹے کے آنے کی خبر پہنچی تو اُس کو سلطان شہاب الدین کی دوستی پر اعتماد ہوا اور عیش و طرب میں مشغول ہوا - ہنوز ملک شاہ راہ ہی میں تھا کہ سلطان شہاب الدین غوری بیس ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ لیکر غزنین سے ایلغار کرکے راوی کے کنارہ پر آپہنچا جب صبح کو خسرو ملک خواب غفلت سے بیدار ہوا تو اُسنے دریا کے کنارہ پر لشکر دیکھا تو ناچار عاجز ہوکر امان چاہی اور سلطان سے جا کر ملا - اس حیلہ سے بے خرخشہ و جنگ محمد غوری کے ہاتھ لاہور آیا غزنین کے خاندان سے غوریوں کے خاندان میں سلطنت منتقل ہوگئی ۵۸۳ھ میں خسرو ملک غرجستان قلعہ بروان میں قید کیا - ۵۹۸ھ میں اسکو اور اسکے بیٹے بہرام شاہ کو قلعہ سیف رود غور میں قید تھا دونو کو شہید کیا یوں آل سبکتگین کا نشان باقی نہ رہا اور خسرو ملک آل سبکتگین کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا یہی ختم الملوک اس خاندان کا ہوا فقط

فصل سوم

خاندان غوری

غور کو غورستان بھی کہتے ہیں اور وہ ہرات اور غزنین کے درمیان ایک کوہستانی ملک ہے اس زمانہ میں قدیمی دارالقرار افغانوں کا ایک ویرانہ شہر ہے جو ہرات سے شرق جنوب میں ۲۰ میل ہے افغانستان میں بھی غوریوں کے سلاطین کے نسب کی نسبت عجیب روایات ہیں طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ سلاطین غوریہ کے نسب نامہ کو مولانا فخرالدین مبارک شاہ نے نظم میں لکھا ہے اور سلسلہ نسب کی ابتدا ضحاک تازی سے کی ہے مشرقی مورخین تو ضحاک کو بادشاہ مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ بڑا جابر ظالم تھا اُسنے اپنے باپ کو ہلاک کیا اور عرب کا بادشاہ ہوا اور جمشید سے سارا ملک چھین لیا اُسکے پاس ایک زنبیل سونے کی تھی جسکے سات سوراخ تھے اور ہر سوراخ پر دنیا کے ساتوں اقلیموں میں سے ایک ایک اقلیم کا نام لکھا ہوا تھا جو اقلیم اُسسے بغاوت کرتی وہ اس سوراخ سے جو اُس اقلیم سے منسوب تھا اپنا سحر پھونکتا تو اس ولایت میں قحط و وبا آجاتے۔ اُسکے کندھے پر دو مار مردم خوار بھی کہتے ہیں کہ تھے غرض اس بادشاہ کے افسانوں سے بہت سے صفحے سیاہ کرتے ہیں مگر مغربی مورخین کہتے ہیں کہ ضحاک کوئی ایران کا بادشاہ ہی نہ تھا فقط شاعروں نے اپنے خیال سے گھڑ لیا ہے اور اُسکے افسانے بنا کے لکھ دیے ہیں ملوک غور کے باب میں مشرقی ارباب تاریخ سب کا یہ ارشاد ہے کہ جب ضحاک تازی پر فریدوں غالب ہوا تو ضحاک کی اولاد میں سے ایک گروہ کو ایسے مامن کی تلاش ہوئی کہ وہ دشمنوں کو نہ ملے اور اگر ملے تو اُسپر اُنکو قدرت نہ حاصل ہو بعد بہت سی تگ و پو و جستجو کے کوہستان بامیاں میں کہ بلخ و کابل کے درمیان ہے۔ یا نہاوند میں ضحاک کے نبیروں میں سے دو جنکے نام سور و سام تھے آئے اور اس مقام کو مستحکم کیا اور سور اپنے قبیلہ کا سردار اور سام سپہ سالار ہوا سور کی دختر سام کے پسر شجاع سے بیاہی گئی جب سام مر گیا تو اُسکا بیٹا شجاع سپہ سالار ہوا اور چچا کی خدمت میں رہا مگر لوگوں نے لگا بجھا کے چچا بھتیجوں میں ایسی بگاڑ دی کہ چچا نے یہ چاہا کہ میری بیٹی کو بھتیجا طلاق دیدے پسر شجاع خفا ہو کر ایک رات کو مال اسباب نقد و جواہر اہل و عیال کو لیکر جبال غور میں چلا آیا اور یہاں پہنچکر کہا کہ مینند ملشن سلے اس مقام کا نام

بیند لیکن بھی ہے یہاں قلعے مستحکم بنائے۔ فریدون کو جب اسکا حال معلوم ہوا تو اُسنے اپنا لشکر یہاں کی تسخیر کو
بھیجا وہ مدتوں تک لڑتا رہا آخر کار ان شرائط پر صلح ہو گئی کہ اہل غور باج خراج دیا کریں اور فقط
غور ہی پر قناعت کریں کسی اور ولایت سے متعرض نہ ہوں اس خاندان میں مدت تک سلطنت نسلاً
بعد نسلٍ چلی اور شنسب تک نوبت پہنچی۔ وہ حضرت علی مرتضیٰ کے دست مبارک پر مسلمان ہوا اسلیے
اس خاندان کا لقب شنسبانی ہوا غرض انکی تاریخ تاریکی میں ہے۔ یہاں سے تاریخ کا سلسلہ چلتا ہے
کہ سلطان محمود غزنوی نے محمد سوری حاکم غور اور اُسکے بیٹے کو گرفتار کرکے قید کیا جسکا ذکر ہم پہلے
کر چکے۔ محمد سوری نے اپنے بیٹے حسن سے کہا کہ میری عمر تو ختم ہو چکی ہے میری آرزو یہ ہے کہ تو غور جا
تاکہ ہمارا خاندان بالکل مستاصل نہ ہو جائے۔ قیدخانہ میں ایک کھڑکی جنگل کی طرف تھی مگر اونچی تھی
محمد سوری نے بیٹے کی بند کو توڑا اور اپنے نیچے بچھانے کی کمبل کی رسی بٹی۔ اور اپنے بیٹے
کو اس رسی میں لٹکا کر قیدخانہ سے نکالا اور وہ غور میں پہنچا اور وہاں اپنی حکومت کرنے لگا جب
سلطان محمود کو اسکی خبر ہوئی تو اُسنے محمد سوری کو مروا ڈالا اور حسن ابن محمد سوری کو غور کی ایالت پر
قائم رکھا۔ اُسکا بیٹا حسین ہوا اور اس حسین کے سات بیٹے ہوئے جب غزنین میں بہرام شاہ
سلطان ہوا اور اُسکی سلطان سنجر سے لڑائی ہوئی تو حسین کے بیٹوں سے اُسنے مصالحہ کرکے انمیں
جو بڑا تھا اُسکو طلب کیا اور ملک قطب الدین جو بزرگتر اولاد حسین میں سے تھا وہ غزنین میں گیا اور
مدتوں تک اس پاس رہا پھر کسی سبب سے بہرام شاہ نے اُسکو قتل کر ڈالا۔ اسی سبب سے غزنیوں اور
غوریوں میں عناد ہو گیا اور انمیں ایک دوسرے کے ملک کے خواہاں ہوئے۔ ایک اور قول یہ ہے کہ
محمد بن سوری معاصر سلطان محمود غزنوی کا تھا۔ وہ بغاوت کے سبب سے سلطان کے ہاتھ میں زندہ
اسیر ہوا۔ اور حکومت غور کی اُسکے بیٹے ابو علی کو تفویض ہوئی۔ اُسنے بھی اپنے باپ کا طریقہ سرکشی
کا اختیار کیا۔ تو بو علی کے بھتیجے بو عباس کو غور کی سلطنت سپرد ہوئی سات برس تک اُسنے ظلم اور
ستم کیا۔ بڑا قحط پڑا آخر کار وہ بھی سلطان ابراہیم کے عہد میں قید ہوا محمد بن عباس اُسکا جانشین
ہوا اور سلطان غزنین کی اطاعت کرتا رہا۔ غرض ان سلاطین غوریہ کا خاتمہ قطب الدین حسن
بن محمد بن عباس پر ہو گیا۔ اُسکی آنکھ میں تیر لڑائی میں لگا اور اس صدمہ سے مر گیا۔ اسکا بیٹا …

سلاطین غوریہ کی تسلط کے سبب سے ہند میں بھاگ آیا۔ اور یہاں نوکر ہوگیا پھر مسلمان ہوگیا۔ اور یہاں
تجارت کرنے لگا۔ آخر کو وطن کی محبت نے جوش کیا۔ اہل وعیال سمیت غور کی جانب دریائی راہ سے روانہ
ہوا۔ باد مخالف سے کشتی غرق ہوئی۔ اور سب اہل کشتی غریق لجۂ فنا ہوئے۔ مگر اعزالدین حسین
بن سام بچ گیا۔ ایک کشتی کا تختہ اسکو ہاتھ لگ گیا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ اتفاق بہتے بہتے
ایک شیر بھی اس تختہ پر اسکے ساتھ بیٹھ گیا۔ ع خوش ہست آوارگی اور اگر ہمراہے چنین باشد۔
بھوکا تین رات دن تک مصیبتیں اٹھا کر کنارہ پہنچا۔ شیر تختے سے کودا۔ اعزالدین اس بلا سے چھوٹا۔
ایک شہر نظر آیا۔ اسمیں پہنچا۔ مسافروں کی طرح رات کو ایک دکان پر سوگیا۔ کوتوال شہر نے اسکو چور
جانکر پکڑ لیا۔ قید خانہ میں بھیجدیا۔ وہاں اتفاقاً بادشاہ بیمار ہوا۔ اسکے صدقہ میں جو قیدی چھوٹے
انھیں سے یہ بھی صدقہ اترا۔ ایک راہ میں قزاقوں سے ملا۔ انھوں نے اسکو خوبصورت اور قوی جوان
دیکھ کر بدوستی اپنا سردار بنایا۔ گھوڑا اور لباس دیا۔ نصیبوں کی کم بختی سے سلطان ابراہیم غزنوی
کے آدمیوں نے اس گروہ کو گرفتار کیا۔ سلطان نے سب کے گردن مارنے کا حکم دیا۔ جس وقت
جلاد نے حسین کی آنکھوں پر پٹی باندھی۔ اسنے فریاد اور واویلا مچائی اور کہا کہ اے خدا تیرے
ہاں غلطی نہیں ہوتی میں بے خطا قتل ہوتا ہوں تیرے ہاں ظلم نہیں پھر میں کیوں بیگناہ مارا جاتا
ہوں۔ جلاد نے کہا کہ ساری عمر رہزنی کرتا رہا۔ اب تک اپنے تئیں بے گناہ کہتا ہے۔ حسین نے اپنی ساری
سرگذشت سنائی۔ اسپر جلاد کو رحم آیا۔ ایک سردار کی معرفت یہ ماجرا سلطان کے کان تک پہنچوایا۔
بادشاہ کو بھی رحم آیا۔ اسکو بلوایا۔ بشرہ سے آثار نجابت ظاہر تھے۔ انھوں نے اسکے قول کی صداقت کی
بادشاہ نے اوسپر عاطفت شاہانہ فرما کر مقربین میں داخل کیا۔ پھر امیر حاجب کا عہدہ عطا کیا۔ اور اپنی
لڑکی کی شادی اسکے ساتھ کردی۔ اسطرح روز بروز جاہ و اعزاز اسکا بڑھتا گیا۔ اور جب سلطان مسعود
بن سلطان ابراہیم تخت سلطنت پر بیٹھا تو غور کا حاکم حسین مقرر ہوا۔ انگریزی مورخ اس ساری
داستان کا یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ غور کی حکومت کسی جوانمرد آدمی نے سلاطین غزنویہ کی بدولت
حاصل کی۔ اور یہ آدمی یا تو اصل حقیقت میں غوری تھا یا کسی غوری سردار کی دامادی کے رشتہ سے
غوریوں میں داخل ہوا۔ اور پھر اپنے حسب نسب کے عیب چھپانے کے واسطے یہ ایک داستان گھڑلی

سلطان علاء الدین جہانسوز غوری

جب غزنین میں سلطان مسعود بن ابراہیم بادشاہ ہو تو حسین کو حکومت غور عنایت کی اور درجہ اسکا بلند کیا جب حسین مرگیا تو بہرام شاہ غزنوی اور حسین کی اولاد میں چند دفعہ صلح و جنگ ہوئی۔ بہرام شاہ اور علاء الدین جہان سوز سے کہ رشید اولاد میں تھا ایک جنگ عظیم ہوئی خاندان غزنویہ کے بیان میں اس لڑائی کا حال ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ کیا کیا ہوا +

علاء الدین جہانسوز کے حالات جو غزنین سے متعلق ہیں وہ ہم سلطان بہرام شاہ غزنوی کے ذکر میں بیان کر چکے ہیں اب وہ غزنین کے سب کاموں سے فارغ ہو کر اور اپنا انتقام لیکر فیروزہ کوہ میں آیا اور سلطان کا لقب اختیار کیا عیش و نشاط میں مشغول ہوا۔ مگر یہ عیش اُسکو بہت دنوں نصیب ہوا سلطان سنجر کو جو خراج ہمیشہ بھیجا کرتا تھا وہ نہ بھیجا بلکہ ہرات اور بلخ کو دبا لیا۔ اسپر سلطان سنجر سے ایک معرکہ ہوا سنجر غالب ہوا علاء الدین اسیر ہوا۔ سنجر نے کہا کہ اسکے پاؤں میں بھاری بیڑیاں ڈالی جائیں تو اُسنے سلطان سے کہا کہ مجھے یہ توقع ہے کہ سلطان میرے ساتھ وہ سلوک کرے جو میں نے اُسکے لئے سوچا تھا سلطان سنجر نے پوچھا کہ تو نے کیا سوچا تھا۔ جواب دیا کہ مینے آپکی عزت کے سبب چاندی کی زنجیریں بنوائی تھیں کہ اگر آپ میری قید میں آئے ہوتے تو وہ بیڑیاں آپ کو پہناتا سلطان نے حکم دیا کہ وہی بیڑیاں پیدا کر کے اُسکے پاؤں میں ڈال دی جائیں۔ علاء الدین کی ذکاوت مشہور تھی طبع لطیف تھی اور شعر خوب کہتا تھا اسلئے سلطان سنجر نے اُسکو رہا کر کے اپنا ندیم اور مجلس خاص کا جلیس بنایا۔ ایک دن سلطان سنجر کے روبرو ایک طبق موتیوں سے بھرا ہوا آیا وہ اُسنے علاء الدین کو دیدیا جسپر اُسنے یہ رباعی فی البدیہہ کہی —

رباعی —

بگرفت و نکشت شہ مرا در صفِ کیں | با آنکہ بدم کشتنی از روے کیں
بخشائش و بخششم چنان کرد چنیں | و آنکہ بہ طبق میدہدم در ثمیں

ایک دن سلطان سنجر موزہ اُتار کر اپنے پاؤں کو پھیلا کر پاک کرتا تھا کہ علاء الدین کی نظر اسپر جا پڑی سلطان سے اجازت لیکر بوسہ دیا اور یہ رباعی اُسیوقت کہی کہ

ای خاک سُمِ مرکب تو افسرِ من | وے حلقہ بندگی تو زیورِ من
تا خاک کف پاے ترا بوسہ زدم | اقبال ہمے بوسہ زند بر سرِ من

بعد ازان سلطان سنجر نے علاء الدین جہان سوز کو غور میں سلطنت دیدی اور وہ وہاں بکار سلطنت کے
کاموں میں مشغول ہوا جب سلطان علاء الدین سنجر کی قید میں تھا تو غور میں فتنہ و فساد برپا تھا اسلئے
اعیان غور نے ملک ناصر الدین محمد کو تخت پر بٹھا دیا تھا۔ مگر وہ رات دن عیش و نوش میں مشغول رہتا تھا امور سلطنت کا
کام کچھ نہیں کرتا تھا جب سلطان علاء الدین قید سے رہا ہو کر اور غور کا بادشاہ بن کر آیا تو ناصر الدین
کو عورتوں نے بستر میں دبا کر اسکا دم نکال لیا۔ سلطان علاء الدین پھر تخت پر بیٹھا اور فتوحات کے درپے ہوا
بلاد بامیان اور طخارستان کا انتظام کیا اور بلاد داور و رود و بست کو تسخیر کیا۔ خراسان میں قلعہ تولک
غرجستان کو فتح کیا اور بعض اور قلعے فتح کئے اسکے آخر عمر میں ملاحدۂ الموت کے ایلچی [illegible] آئے اور وہ
وہ انپر بہت مہربانی کرتا تھا اسلئے بدنام ہوتا تھا تھوڑے دنوں بعد چار برس [illegible] سلطنت کر کے
۵۵۱ھ / ۵۵۶ میں رحمت حق سے پیوستہ ہوا +

سلطنت سلطان سیف الدین محمد بن سلطان علاء الدین حسین +

جب سلطان علاء الدین جہان سوز اس جہان سے رخصت ہو گیا [illegible] ہوا تو اکابر متفق ہو کر
اسکے بیٹے سلطان سیف الدین محمد کو فیروز کوہ میں تخت سلطنت پر بٹھایا۔ سلطان علاء الدین جب
غزنین کو تباہ کر کے غور میں آیا تھا تو اسنے اپنے بھتیجوں غیاث الدین محمد اور معز الدین محمد کو سنجہ
میں حاکم مقرر کیا تھا۔ ان دونوں بھائیوں کے مزاج میں سخاوت و شجاعت بہت تھی۔ اسلئے وہ مرجع
خلائق بن گئے۔ علاء الدین کو اس سبب سے بھتیجوں کی طرف سے وہم پیدا ہوا۔ انکو غرجستان کے قلعہ میں قید
کر دیا۔ اصل سبب اسکا یہ تھا کہ بھتیجوں کی لیاقت کے سبب سے اسکو یہ اندیشہ پیدا ہوا تھا کہ اس کا بیٹا
سیف الدین کہیں سلطنت سے محروم نہ ہو جائے۔ مگر جب بیٹا بادشاہ ہوا تو وہ ایسا نیک دل تھا کہ اس نے
اپنے ان چچیرے بھائیوں کو غرجستان کے قلعہ سے رہائی دی۔ یہ اس بادشاہ نے ایک کام عدل کا کیا
ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ ملاحدۂ الموت کے حال پر اسکے باپ کو نظر عنایت تھی۔ مگر یہ بادشاہ سنی
شریعت پرور تھا ملک غور سے ان ملاحدہ کا استیصال کلی کر دیا۔ اسکے عہد میں رعیت بڑے چین سے
رہتی تھی۔ مگر اس نیک سیرت بادشاہ کی سلطنت دوران گل کی طرح بقا نہ رکھتی تھی بہت جلد اسکا
رشتہ حیات اسطرح منقطع ہو گیا کہ ایک دن وہ اپنے لشکر میں چاند ماری پر تیر لگا رہا تھا اور
امرائے غور بھی اسکے ساتھ شریک تھے انمیں سپہ سالار درویش بن شیش بھی تھا اور اسکا بھائی ابو العباس بھی تھا

اس زمانہ میں امراء غور میں رسم تھی کہ جس کسی کو خلعت دیتے تو اس میں جواہرات کے مرصع زرین ستارے بھی دیتے تھے اس سپہ سالار ورمش کے ہاتھ میں وہ دستار مرصع تھی جو ملک ناصر الدین حسین نے خلعت میں دئے تھے وہ سلطان سیف الدین کی بیوی کے ہاتھ سے گئے تھے انکو دیکھ کر سلطان کو غیرت آئی حمیت سلطنت سے سینہ میں ایک شعلہ غضب اٹھا اُسنے کہا کہ ورمش چاندماری سے تیر نکال لا حسب الحکم ورمش نے آنا جو کسیطرف منہ کیا تو پشت اُسکی سلطان کی طرف ہوئی سلطان نے کمان تانکر ایک تیر ایسا اسکو مارا کہ وہ اُسکے جگر کے پار ہو گیا اور سفیر مرگ ناگہانی بن گیا +

دولت سنجری کا دور آخر ہو چکا تھا۔ امراء غزاں کا غلبہ تھا۔ اطراف غور میں بھی اُنکی تاخت و تاراج کا بازار گرم تھا سلطان سیف الدین باپ کے ملک کا انتظام کر کے اس فساد کے مٹانے کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ غرجستان اور ولایت مادین کی طرف آیا اور پھر رود بار مرو کی طرف گیا اور شہر درق سے گذر کر غز سے لڑا سپہ سالار ابو العباس اپنے سینہ میں کینہ اپنے بھائی کے قتل کا لیے ہوئے موقع کی تلاش میں تھا لڑائی میں وہ سلطان کے پس پشت آیا اور سلطان کے پہلو میں ایسا نیزہ مارا کہ وہ زمین سے زمین پر گرا اور ابو العباس نے چلا کر یہ کہا کہ مرداں را بر روئے آماج نکشند چنانچہ برادر مرا نشتی چنیں جاے کشند + جب سلطان گرا تو لشکر کا بھی منہ لڑائی سے پھرا اور سلطان کی بھی خبر نہ لی کہ کہاں پڑا ہے۔ ایک غز اُسکے سر پر گیا ہنوز وہ زندہ تھا وہ بادشاہ کے جامہ و کمر کی تلاشی لینی چاہتا تھا مگر کمر اُسکی جلد نہ کھلی تو اُسنے بند کمر پر چھری لگائی اور چھری کی نوک سلطان کے پیٹ میں گھس گئی اور اس زخم سے وہ شہید ہوا۔ وہ صرف ایک برس بادشاہ رہا +

سلطان غیاث الدین اور سلطان معز الدین دونو سگے بھائی تھے غیاث الدین تین برس کچھ دنوں اپنے بھائی سے بڑا تھا جبتک دونو بھائی سلطان سیف الدین نے رہا کئے غیاث الدین فیروز کوہ میں سلطان سیف الدین کی خدمت میں رہنے لگا اور معز الدین اپنے چچا ملک فخر الدین مسعود پاس بامیان میں چلا گیا غیاث الدین غز کی لڑائی میں سلطان سیف الدین کے ساتھ تھا کہ وہ مارا اور لشکر شکست پاکر بھاگا۔ ابو العباس جسنے سلطان سیف الدین کے نیزہ مارا تھا وہ غیاث الدین پاس آیا اور سب اکابر اور امرا و شرفاء لشکر کو جمع کیا اور غیاث الدین کو تخت پر بٹھایا اور سب نے

اسکی بیعت کرائی اس سے پہلے غیاث الدین کا نام شمس الدین تھا اور اسکے بھائی کا نام شہاب الدین تھا
جو خراسان فتح کرنے کے بعد معز الدین ہوا مگر تاریخوں میں شہاب الدین ہی نام مشہور ہوا جب شہاب الدین
نے بھائی کے بادشاہ ہونے کی خبر سنی تو وہ چچا سے اجازت لیکر بامیان سے بھائی پاس شہر فیروز کوہ
میں آگیا۔ چونکہ سپہ سالار ابو العباس نے سلطان غیاث الدین کو بادشاہ بنایا تھا اسلئے وہ کمال
عزت و عظمت کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا اور سلطان کو امور سلطنت میں زیادہ اختیار نہ دیتا تھا اور
غوریوں کے دل میں اس کی شوکت و مہابت بہ نسبت سلطان غیاث الدین کے زیادہ تھی۔
سب متمرد اسکی طرف رجوع کرتے تھے۔ ان دونو بھائیوں کو جب یہ یاد آتا تھا کہ ملک سیف الدین
کو زین سے زمین پر اسنے گرایا ہے تو دلوں میں انتقام کا جوش اٹھتا تھا۔ اس سبب سے آخر کو ان
دونو بھائیوں نے مشورت کرکے ایک خاص اپنے ترک کو حکم دیا کہ جب ابو العباس دربار میں آوے
اور شہاب الدین اپنے ہاتھ کو اٹھا کر اپنے سر پر لگاوے تو وہ ابو العباس کا سر اڑا دے۔ چنانچہ
یہی ہوا کہ ابو العباس کا سر اسی طرح تن سے جدا ہوا۔ ابو العباس نے اس حال میں بھی میان سے
تلوار کھینچی مگر وہ آدھی ہی کھینچی تھی پوری کھینچنے کی طاقت نہ رہی۔ اب ابو العباس کے
قتل کے بعد ملک فخر الدین مسعود کو بھتیجوں کی سلطنت کی طمع دامنگیر ہوئی۔ اور تاج الدین یلدوز
حاکم ہرات اور علاء الدین قماج والی بلخ سے استمداد کی اور وہ اسکی معاونت کے لیے اپنے ملک
سے چلے۔ سلطان غیاث الدین نے ان دونو کے روکنے کے لیے انکی راہ میں لشکر بھیجا۔ لشکر نے
ان دونو سرکشوں کو مار ڈالا اور مظفر و منصور واپس آیا اور یلدوز کا سر اور قماج کا علم ملک فخر الدین
پاس بھیجا گیا۔ انھیں دیکھ کر ملک اپنی یورش سے پشیمان ہوا اور مراجعت کا ارادہ کیا کہ اس اثنا
میں افواج غور نے چاروں طرف سے اسکو گھیر لیا۔ اس سپاہ کے پیچھے سلطان غیاث الدین اور
سلطان شہاب الدین بھی آئے جب انکو معلوم ہوا کہ انکا چچا ملک فخر الدین اسطرح گھرا ہوا ہے
تو وہ گھوڑوں پر سے اترے اور اپنے چچا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے لشکرگاہ میں لے گئے
اور تخت پر اسکو بٹھایا اور دونو بھائی کمر بستہ اور دست بستہ کھڑے ہوئے۔ ملک فخر الدین نہایت
شرمسار اور سراسیمہ ہوکر تخت سے اٹھا اور بھتیجوں سے کہا کہ تم مجھ سے تمسخر اور استہزا کرتے ہو

مگر ان نیک بھتیجوں نے ایسی معذرت کی کہ جس سے یہ شبہ اسکا رفع ہوگیا اور وہ بامیان کو
اسکے ساتھ ایک منزل تک پہنچے گئے اور پھر پھر آئے۔ جب ملک غز میں سلطان سنجر کا انتقال
ہوگیا تو اُسنے زمین داور اور گرمسیر پر لشکر کشی کی اور اس دیار کو تسخیر کیا۔ پھر بادغیس
اسکو بھی اسنے زیر کیا غرجستان کے حکام سے ملا اس سرزمین میں بھی اسکی حکومت قائم ہوئی
سنہ ۵۶۹ھ غزنین کو جو ترکوں کے ہاتھ میں بارہ برس سے تھا فتح کرلیا اور اپنے چھوٹے بھائی
کو یہاں کی حکومت دی اور سلطان محمود کے تخت پر بٹھایا اور خود فیروز کوہ میں آیا۔ دو سال بعد
غور و غزنین کے لشکروں کو جمع کرکے دار السلطنت ہرات پر لے گیا۔ یہاں ان دنوں بہاؤ الدین
طغرل حاکم تھا اور وہ سنجر کے غلاموں میں تھا۔ وہ شہر کو چھوڑ کر چلا گیا اور خوارزم شاہ سے جا ملا۔
سلطان نے ہرات لے لیا پھر دو سال بعد پوشنج کو فتح کیا جب ملوک سیستان نے دیکھا کہ سلطان
کا تسلط اکثر بلاد خراسان پر ہوگیا تو انھوں نے بھی ایلچیوں کی معرفت اپنی اطاعت کا اظہار کیا
سلطان غیاث الدین کی روز بروز ترقی ہوتی جاتی تھی سنہ ۵۹۷ھ میں شادیاخ پر لشکر کشی کی
علی شاہ ابن تکش خان نے دروازے بند کئے اور خود خوارزم شاہی شاہزادوں کو لیکر ایک برج میں
چلا گیا عجب اتفاق سلطان کا گذر اس برج کے پاس ہوا۔ اُسنے حکم دیا کہ منجنیق سے برج [illegible]
کیا جاوے۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ برج میں خود ہی رخنہ ہوگیا جس سے شہر مسخر ہوگیا۔ وہاں سے
سلطان نے مراجعت کرکے ایک سال بعد مرو کو لے لیا۔ غرض کل خراسان میں اسکا فرمان نافذ ہوا
کہ وہ فرمان شاہی آیا کہ جسکی نافرمانی ممکن نہیں یعنی اسکو ملک عقبی میں جانا پڑا۔ ہرات کی جامع مسجد
اُسکا مدفن بنا اسلئے اُسنے یہ مسجد بنائی تھی۔ وہ ساٹھ سال جیا اور ۴۳ سال سلطنت کی۔
سلطان سے پہلے غوریوں کا مذہب کرامیاں تھا اور سلطان غیاث الدین نے شافعی مذہب اختیار کیا
اور ہرات کی جامع مسجد میں شافعی مذہب کے امام مقرر کئے۔ اس مسجد کی شان و رفعت کی تعریف
اس زمانہ میں مابعد اور زمانہ آیندہ میں بھی چلی گئی۔

سلطان غیاث الدین کو آغاز جوانی میں عیش و عشرت کی طرف رغبت تھی اور شکار کا از حد
شوق تھا۔ ایک وسعت عظیم میں اُسنے اوروں کو شکار کھیلنے کے لئے منع کر رکھا تھا۔ زمین داور میں

راجہ جے چند راج کرتا تھا جسکی راج دہانی اب بھی اٹھ ہزار میل میں ٹوٹی پھوٹی اینٹوں اور کنکر پتھروں
ورڑوں سے بھری پڑی ہوئی ہے اسنے گھوڑے کی قربانی یعنے راجسو جگ کیا جس سے معلوم ہوا کہ
اسکی برابر کوئی راجہ ہندوستان میں نہیں ہے +

اس راجسو جگ میں خدمت گاری کے تمام کام ان راجاؤں کو کرنے پڑتے ہیں جو بڑے راجہ کے
زیر فرمان ہوتے ہیں اسمیں راجہ دہلی کو دربانی کی خدمت کے لئے بلایا گیا اس جگ کے اندر قنوج کے
راجہ کی لڑکی کا سوئمبر بھی تھا یعنے وہ مجلس جسمیں لڑکی اپنے شوہر کو پسند کرتی ہے۔ دہلی کا راجہ کو اس
لڑکی پہ فریفتہ تھا۔ مگر اُسکے لئے اس دربانی کی ذلت کو گوارا نہ کرتا تھا۔ وہ اس رسم میں قنوج میں کر شریک
نہ ہوا تو راجہ قنوج نے اُسکی ایک بدہنگی سی مورت بناکے دروازہ پر کھڑی کردی جب راجہ کی دربار میں لڑکی
آئی تو راجاؤں کے حلقہ کی طرف اپنی شرمگیں آنکھوں سے دیکھتی ہوئی اور مغرورانہ رفتار سے چلتی ہوئی دروازہ
پہ گئی اور وہاں جو یہ بدہنگی مورت رکھی ہوئی تھی اُسکے گلے میں ہار ڈال دیا۔ راجہ دہلی یہ سنکر اسپ
بادرفتار دوڑ آیا اور رانی کو اپنے گھوڑے پر سوار کرکے اپنی دارالسلطنت کو لے گیا قنوج کا راجہ سپاہ
لیکر اُسکے پیچھے دوڑا اور افغانونکو بلایا کہ دہلی میں دوسری طرف سے حملہ کریں اسطرح دونو سلطنتیں ہندو کی
غارت ہو گئیں یہ ہندوؤنکا افغانونکا بلانا مسلمانوں کی کسی معتبر تاریخ میں نہیں لکھا۔ مگر انگریزی تاریخ سے معلوم
معلوم نہیں کس استناد و استشہاد پر یہ لکھا جاتا ہے +

سلطان شہاب الدین کے عہد دولت میں رجپوتوں کی چار بڑی سلطنتیں تھیں دہلی میں رجپوتونکی
قوم تواریا تومر راج کرتی تھی۔ دوسری اجمیر میں رجپوتونکی قوم چوہان۔ اور تیسری قنوج میں رجپوتونکی قوم
راٹھور۔ اور چوتھی گجرات میں رجپوتونکی قوم بگھیلے۔ دہلی میں قوم توار کا راجہ اننگ پال تھا اُسکے کوئی
بیٹا نہ تھا صرف بیٹیاں ہی تھیں جنمیں سے ایک کی اولاد راجہ قنوج تھا اور دوسری کی اولاد پرتھی
راج تھا جسکو اننگ پال نے متبنٰی کر لیا تھا اس سبب سے پرتھی راج دونو سلطنتوں دلّی اور اجمیر کا راجہ
ہو گیا۔ اجمیر کی سلطنت اُسکو اپنے باپ سومیشور سے ہاتھ آئی اور دہلی کی سلطنت نانا سے میراث میں ملی
یہ میراث جے چند راجہ کو نہ بھائی۔ یہی دونو راج مغربی وشمالی حملوں کی ٹکروں کا جواب دے سکتے
مگر انمیں ایسی پھوٹ پڑ گئی کہ پرتھی راج کے ساتھ جو تھیں ۱۰۸ راجاؤں میں سے ۶۴ راجہ رہ گئے مگر سچ ہے

راجسو جگ اور سوئمبر ... +

رجپوتوں کی سلطنت ... ۱۱۹۲ء میں +

ہاتھی جس سے بہتر کوئی اور ہاتھی اس پاس نہ تھا وہ نذر میں دیا۔ سلطان محمد غوری نے بھی الصلح
پر عمل کرکے مراجعت کی دوسرے سال دیبل میں کہ ولایت سندھ میں ہے گیا اور مغربی کنارہ کے ملک پر تصرف کیا
اور بہت مال غنیمت میں لیا۔ ۵۸۰ھ میں پھر لاہور میں آیا اور اس نواح کو غارت کیا اور آب راوی
اور چناب کے درمیان قلعہ سیالکوٹ بنایا۔ حسین خرمیل کو یہاں قلعہ دار مقرر کیا۔ ملک خسرو نے
فرصت پاکر گکھڑوں کی قوم سے اتفاق کیا۔ اور اس قلعہ کا محاصرہ شروع کیا۔ مگر فتح نہ ہوا۔ اس بات سے
محمد غوری آشفتہ ہوا۔ ایک لشکر جرار کے ساتھ لاہور پر دوبارہ چڑھا۔ خسرو ملک پھر قلعہ میں متحصن ہوا
سلطان شہاب الدین اسکو بزور نہ فتح کرسکا تو یہ داؤ کھیلا کہ خبر اڑا دی کہ ایک ضرورت کے سبب سے
مغرب کی طرف سلطانی فوج جاتی ہے۔ اور ظاہر میں خراسان جانے کی تیاریاں کیں اور ملک خسرو
سے آشتی چاہی۔ اور اسکے بیٹے کو جو اول میں تھا چھوڑ دیا۔ جب سلطان خسرو نے یہ باتیں
دیکھیں تو وہ جھڑی سواری اپنے بیٹے سے ملنے کو روانہ ہوا۔ یہاں سلطان محمد غوری نے یہ کام
کیا کہ عمدہ عمدہ سوار اپنی فوج کے لیکر ایسی راہ چلا کہ وہاں آمد و رفت آمیزش نہ تھی اور آناً فاناً
میں دار الخلافہ اور سلطان خسرو کی راہ کے درمیان آپڑا۔ اور خسرو ملک کو گرفتار کرلیا۔
۵۸۲ھ / ۱۱۸۶ء میں لاہور پر قابض ہوا اور علی کرماج حاکم ملتان کو بلا کر یہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اور خود
غزنین خسرو ملک کو لیکر چلا گیا۔ دوسرے برس خسرو اور اسکے سب خاندان کو سلطان غیاث الدین پاس
بھجوادیا۔ اس سلطان نے انکو قلعہ جرجستان میں محبوس کیا۔ اور حادثہ خوارزم شاہ میں ان سب کو
قتل کیا۔ اس طرح خاندان امیر سبکتگین کا ختم ہوا۔ دستور کے موافق اس خاندان کا ستارہ اقبال
بھی دو سو سال میں اپنا دورہ پورا کرکے ایسا غروب ہوا کہ پھر طلوع نہ ہوا۔ اوپر کے واقعہ کا
بیان ملک خسرو کی سلطنت میں بالتفصیل بیان کیا گیا ہے +

سلطان شہاب الدین کی لڑائیاں ہندوؤں کے ساتھ +

جب خاندان غزنین کا چراغ گل ہوگیا تو پھر اہل اسلام میں شہاب الدین کا کوئی مخالف باقی
نہ رہا اور جب شہاب الدین سلجوقیوں اور تاتاری قوموں اور جنگجو قوموں سے لڑنے بھڑنے
کا مشتاق ہوا تو اسکے سامنے ان ہندوؤں کی خاطر کچھ اصل نہ تھی۔ یہ بیچارے طبیعت کے نرم
اور لڑائی جھگڑہ سننے کو سوں بھاگنے والے چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بکھرے پڑے ہوئے

اُسکی ترنگ کو کیا سنبھال سکتے تھے گر باوصف اسکے کوئی ریاست ہندو کی بغیر سخت لڑائی کے فتح نہ ہوئی
اسکا باعث یہ تھا کہ ہندوؤں میں ایک قدیمی قوم راجپوتوں کی ایسی تھی کہ سپاہی ماں کے پیٹ سے
ہوتی تھی۔ اور ہر گروہ اُنکا ایک موروثی سردار رکھتا تھا۔ ان سرداروں کو جو راجہ سے تعلق تھا
وہ سپاہی راجپوتوں کو اپنے سرداروں کے علاقہ ہوتا تھا غرض یہ باہمی تعلقات ایسے ہوتے
تھے کہ باہم وفاداری اور اتفاق اُنکو لازم تھا۔ جاگیر دینے کا انتظام نہایت عمدہ تھا غرض
ان سب باتوں سے راجپوتوں میں عالی نسبی اور بلند ہمتی اور دلاوری اور مردانگی کے خیالات بڑے
زور شور سے پیدا ہو گئے تھے۔ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے کہ راجپوتوں سے زیادہ اپنی ننگ و ناموس
کی حفاظت میں جان دینے کو بے حقیقت نہ جانے۔ بھاٹ اُنکی ترنگوں کو اپنے کڑکوں سے
اور رنگ دیتے تھے۔ غرض اگر یہ سپاہ پیشہ فریق ہندوستان میں نہ ہوتا تو شہاب الدین بغیر ہاتھ
پاؤں ہلائے ہندوستان کو لے لیتا۔ راجپوتوں کے مختلف فریقوں میں تقسیم ہونیکا ایک اثر
یہ بھی تھا کہ جب غنیم کے زور اور دباؤ سے اپنے مقام اور مکان کو چھوڑتے تو جہاں بستے وہاں
غول کے غول بستے اور نئی اراضیات کو اسی نسبت سے تقسیم کرتے جسطرح اُنمیں پہلے زمین منقسم ہوئی
تھی۔ غرض اس تغیر مکانی سے اُنکے باہمی تعلقات میں کچھہ تغیر و تبدل نہ ہوتا

۵۸۷ھ ۱۱۹۱ء میں ہندوستان پر سلطان شہاب الدین نے عزیمت کی۔ قلعہ بھٹنڈہ کو کہ اُس زمانہ
میں اجگان عظیم الشان کا پایہ تخت تھا۔ راجہ اجمیر کے آدمیوں سے چھین لیا اور وہاں ملک
ضیاء الدین تولکی کو حاکم مقرر کر کے اور بارہ سو منتخب و چیدہ سوار دیکر مراجعت کا ارادہ کیا کہ اتنے
میں خبر پہنچی کہ بھٹنڈہ کے چھڑانے کے لئے راجہ پتھورا اور گوبند راے جو دہلی میں اوسکی طرف سے
نائب تھا ایک لشکر کا لشکر لیکر طوفان کی طرح چلا آتا ہے اور اُسکے ساتھ بہت سے راجہ اور دو لاکھہ
سوار اور تین ہزار ہاتھی ہیں۔ سلطان شہاب الدین نے مراجعت کے ارادہ کو فسخ کیا اور لشکر لیکر راجہ سے لڑنے گیا
دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ناراوڑی کے میدان میں ہوا۔ یہ میدان تہانیسر اور کرنال کے درمیان
دہلی سے چالیس کروہ پر واقع ہے۔ اور اُسمیں بڑے بڑے معرکے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں نے اس طرح
لڑائی شروع کی کہ انھوں نے اپنے سواروں کے غول بنائے اور دھاوے پہ دھاوے کئے۔ اور

سلطان شہاب الدین کی راجپوتوں سے لڑائی ۱۱۹۱ء

سوار تیروں کا مینہہ برساتے ہوئے آگے بڑھتے یا پیچھے ہٹتے۔ غرض ایسا موقع ہوتا دیکھا کرتے
مسلمان جب ہندؤں کے قلب لشکر میں مصروف تھے اُسوقت ہندؤں نے مسلمانوں کا میمنہ میسرہ توڑ دیا
شہاب الدین اُسوقت خود صف قلب میں تھا جب اُسکو یہ خبر پہنچی کہ دائیں بائیں فوج کے پیر اُکھڑ
گئے۔ تو وہ پیچھے جارہا۔ پھر ہندؤں نے چاروں طرف سے اُسے گھیر کر نرغہ میں کر لیا۔ ایسے وقت میں
بھی وہ بہادری سے لڑتا رہا اور قدم بڑھا بڑھا کر تلوار کے ہاتھہ چلاتا رہا۔ گوبند راے سپہ سالار
ہنود کی آنکھہ شہاب الدین پر جا پڑی۔ وہ ہاتھی ریل کر اُسکی طرف لایا۔ شہاب الدین نے ایک نیزہ کا
ہاتھہ اسکے مارا اور زخمی کیا۔ مگر اُسنے بھی ایک تلوار کا زخم ایسا دیا کہ سلطان قریب تھا کہ گھوڑے سے
نیچے گرے۔ مگر ایک خلجی غلام لپک کے پیچھے گھوڑے پر سلطان کے جا بیٹھا۔ اور گرنے سے سنبھال لیا
اور جنگ کے میدان سے امن کی جگہ لے آیا۔ غرض مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اور اُنکے گھوڑ دوڑ نکلی
باگیں مڑ گئیں۔ چالیس میل تک مسلمانوں کا تعاقب ہندؤں نے کیا۔ مسلمانوں نے لاہور میں آکر
آرام لیا۔ راجہ پتھورا نے بھٹنڈہ کا محاصرہ کیا۔ اور سوا برس کے بعد صلح کر کے اُسے لے لیا۔ اب
مسلمانوں کے بھاگے بھوگے سپاہی اور ٹوٹا پھوٹا لشکر لاہور میں جمع ہوا۔ شہاب الدین یہاں کا
بند و بست کر کے غور میں اپنے بھائی سے ملا۔ شہاب الدین نے افغانوں سے کچھہ نہ کہا مگر امراے غور
اور خراسان پر نہایت عتاب کیا۔ اور توبروں میں جو بھر کر اُنپر چڑھوا دیے۔ اور بازاروں میں
چھوڑ دیا۔ اور حکم دیدیا کہ جو یہ جو نہ کھائے اُسکا سر اڑا دیا جائے جنکو اپنی زندگی عزیز تھی اُنھوں نے یہ
جو کھائے۔ اب سلطان شہاب الدین بھائی سے رخصت ہو کر غزنین میں آیا۔ اور ظاہر میں تو عیش
اڑاتا تھا کہ جس سے لوگوں کو معلوم ہو کہ اُسکو شکست کی مصیبت اور دقت یاد نہیں مگر حقیقت میں دن کا
کھانا اور رات کی نیند اُسپر حرام تھی شب و روز لشکر کے جمع کرنے کی دھن میں لگا رہتا۔ آخر کو ایک
لشکر زرق برق کا جمع کیا۔ اور نسل ترک اور تاجیک اور افغان سب اصل تھے۔ سر پر خود جواہرات
سے مرصع رکھے ہوئے تھے اور جوشن چاندی سونے کے بدن پر پہنے ہوئے تھے۔ سب سامان
اندر ہی اندر کر کے کوچ کرنیکا حکم دیدیا۔ اور آپ بھی اُسی جگہ سوار ہوا۔ اس لشکر کشی میں کسی اہل
سلطنت سے کچھہ مشورہ نہ لیا تھا اسلئے کسیکو معلوم نہ تھا کہ ارادہ کدھر کا ہے جب لشکر پشاور میں پہنچا

تو ایک پیر مرد غوری نے بے تکلف ہو کر عرض کی کہ اس مہم کا سامان تو ایک جنگ عظیم کا معلوم ہوتا
ہے۔ مگر یہ نہیں کھلتا کہ عزم کدھر کا ہے۔ اُسوقت سلطان نے ایک آہ سرد کھینچی اور کہا کہ اے پیر مرد تو یقین
جان لے کہ جس وقت سے میں نے ہندو راجاؤں سے شکست کھائی ہے حرم سرا میں بستر پر نہیں سویا۔ قبا
کے بند کھول کے دکھائے کہ اُسدن سے آجتک کپڑے نہیں بدلے خلجی اور غوری اور خراسانی امیروں کا
منہ آجتک نہیں دیکھا کہ وہ نمک حرام مجھے اکیلا لڑائی میں چھوڑ کر چلے آئے۔ اُس پیر مرد نے دعا
دی اور کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ابکی دفعہ فتح ہوگی۔ اب مصلحت وقت یہی ہے کہ آپ اِن امیروں کا
قصور معاف فرمائیں انکو روبرو بلائیں اور عزت اور آبرو بخشیں تاکہ وہ جان لڑا کر لڑیں اور اپنی
پہلی بدنامی کے دھبے کو مٹائیں۔ یہ تقریر سلطان کو پسند آئی ملتان میں آکر دربار کیا۔ اور سب
امیروں اور سرداروں کو بلایا اور کہا کہ اے مسلمانو سال گذشتہ میں جو اسلام پر داغ لگا وہ سب پر
روشن ہے۔ اُسکا تدارک ہر مسلمان پر واجب و فرض ہے سب نے تلواروں پر ہاتھ رکھ کر سر جھکا دیے
غرض وہاں سے لاہور میں آیا اور قوام الملک رکن الدین حمزہ کو کہ تدبیر اور تقریر میں مثل نہ رکھتا تھا
ایلچی بنا کر اور نامہ دیکر اجمیر میں رائے پتھورا کے پاس روانہ کیا+ مضمون نامہ کا یہ تھا کہ
اسلام کی اطاعت قبول کرو۔ راجہ یہ بات سُنکر نہایت غیظ و غضب میں آیا۔ اور اُس کا
ایک سخت جواب لکھا اور راجگان ہندوستان کو جمع کیا۔ بہت سے راجہ اُسکی پہلی فتح یابی کو
دیکھ کر شریک حال ہوئے+

غرض یہ دونو لشکر دریاے سرسوتی کے اِدھر اُدھر آن کر پڑے۔ پرتھی راج نے اول خط اِس
مضمون کا بڑے غرور اور تکبر سے شہاب الدین کو لکھا کہ سپاہ دار اسلام کو ہمارے لشکر کی عدت
اور حدت پر اطلاع ہوئی ہوگی سوا اُسکے اور راجاؤں کے لشکر برابر چلے آتے ہیں اگر تجھے اپنے اوپر
رحم نہیں آتا۔ تو اِس بیچاری سپاہ کے حال پر رحم کر جو تیرے ہمراہ آئی ہے۔ اب جو تو آنے سے پشیمان
ہوا اور اُلٹے پاؤں چلا جا ہم کو دیبی اور دیوتاؤں کی قسم ہے جو تیرا تعاقب کریں یا کچھ اذیت
پہنچائیں اور نہیں کل کا دن ہے اور یہ فیلان صف شکن اور لشکر بے شمار موجود ہے۔ اور تیرا لشکر ہم ایک
سے کسی کو جیتا نہ جانے دیں گے شہاب الدین نے اس خط کو پڑھا۔ بہت تحمل و بردباری سے

جواب لکھا کہ راجہ کا یہ نیک صلاح دینا ہم پر شفقت ہے مگر ثبت یہ بات روشن ہے کہ میں اپنے بڑے
بھائی کا فرمانبردار ہوں اُسکے حکم سے اس مہم کا بوجھ سر پر رکھا ہے جب تک وہاں سے حکم نہ آوے
مجھے اس معاملہ میں اختیار نہیں اتنی مہلت عنایت ہو کہ جواب وہاں سے آجاوے تو صلح
اس بات پر ہو جائیگی کہ پنجاب اور سرہند اور ملتان ہمارے پاس رہے۔ باقی کل ہندوستان تمہارے
پاس رہے جب راجہ پاس یہ ضعیف جواب گیا تو سارے لشکر میں فتح کی خوشی ہوئی
اور خواب غفلت میں سب آرام کرنے لگے۔ اور اپنی جمعیت کے بھروسہ پر لشکر سلطانی کے قریب
آپڑے۔ اندھیری رات میں سلطان دریا کے پار اُتر گیا۔ یہاں راجہ کی سپاہ [illegible] پڑے
سوتے ہی تھے کہ لشکر سلطانی کی خبر پہنچی کہ اُنکے سر پر چڑھ آیا۔ اور بے طرح اُنپر ٹوٹ پڑا اور
سارے لشکر میں ہلچل ڈالدی۔ بارے راجہ کو اتنی فرصت ملی کہ ہوش حواس درست کرکے
ایک فوج کو تیار کر کے سامنے لایا۔ اتنے میں باقی ساری فوج کے انبوہ کثیر کو بھی سمیٹ سماٹ کر میدان
میں لا جمایا شہاب الدین نے اپنے لشکر کے چار حصے کئے۔ اور چار سپہ سالاروں کے سپرد کر دئے
اور حکم کر دیا کہ باری باری سے جائیں اور اس لشکر کثیر کے مقابل پیچ ڈالکر لڑیں راجپوت بہادر
بھی اس میدان میں دائیں بائیں سے درست ہو کر ایسی خوبصورتی اور بندوبست سے لڑے کہ سلطانیوں
کے جی چھوٹ چھوٹ گئے۔ اب الحرب خدعۃ پر عمل کر کے شہاب الدین شکست کی صورت بنا کر
پیچھے ہٹا حریف نے پیچھا کیا جب جمعیت اُنکی بے انتظام ہوئی تو دوسرا غول تازہ دم لڑائی
کے لئے سامنے ہوا مگر اُسنے بھی کام نہ نکالا جب ٹھیک دوپہر ڈھلی تو دائے پر پتھی راج ایک سو
پچاس راجہ اور مہاراجہ کو لیکر ایک درخت کے سایہ میں آیا۔ ان سب نے تلواروں کے قبضوں پر ہاتھ رکھ کر
قسمیں کھائیں اور ایک ایک پیالہ شربت کا پیا۔ پان کے بیڑے چبائے تلسی کی پتی باندھ سہرے
کیسر کے ٹیکے ماتھے پر دئے اور میدان جنگ میں آئے۔ ادھر شہاب الدین نے بھی اپنے بارہ ہزار
سوار خاص جنکے سروں پر فولادی خود جواہرات کے مرصع رکھے ہوئے اور شمشیر ہائے بُراں ہاتھوں
میں لئے ہوئے تھے۔ اور گھوڑوں کے کانوں تک نیزہ نشان جان ستان دھرے ہوئے ساتھ لئے اور خدا پر
بالکل توکل کر کے ہندوؤں پر دھاوا کیا۔ اور اُنکے سارے لشکر کو ہلا مارا اور ہلچل ڈالدی ہندوؤں کے

سپاہ اس طرح ٹوٹ پھوٹ گئی جیسے کوئی بھاری عمارت اپنے بوجھ سے آپ ہی گر پڑے غرض یہ سپاہ اپنے زور میں آپ ہی غارت ہوگئی گوبندرائے نائب السلطنت اور بڑے بڑے سردار مارے گئے راجہ پرتھی راج بھی گرفتار ہوا بڑی گت سے مارا گیا۔ بعض تاریخوں میں کھانڈے رائے بعض میں گوبندرائے لکھا ہے۔ ان واقعات کا بیان مسلمانوں کی تاریخوں سے لکھا جاتا ہے ہندوؤنکی تو عادت نہیں تھی کہ تاریخ لکھیں — پرتھی راج اور محمود غوری کی پرانی لڑائیوں کا بیان چند راؤ نے جو ایک نامی ہندی شاعر گذرا ہے اول ہی اول ہندی اشعار میں بیان کیا ہے۔ اُسنے سب جگہ لڑائیوں میں سوائے ایک کے ہندوؤنکی فتح لکھی ہے۔ پرتھی راج کے راسے چند کے مشہور ہیں۔ اُسمیں اسنے اپنے ملک اور قوم کی بڑی ہمدردی دکھائی ہے +

اب یہاں سے شہاب الدین اجمیر کو گیا۔ اور اُس کو فتح کر لیا اور کئی ہزار باشندے جو اس سے مقابل ہوئے تھے تہ تیغ کئے اور اُنکے بچوں بچوں کو لونڈی غلام بنایا۔ اجمیر کی سلطنت پرتھی راج کے بیٹے کو یا کسی اور رشتہ دار کو دیدی۔ اور اسے یہ اقرار ٹھہرالیا کہ محصول سالانہ ادا کیا کرے۔ پھر دلی میں آیا۔ یہاں کا راجہ اُسنے بھیج و نیاز پیش آیا۔ دلی سے سلطان نے کوچ کیا۔ اور قطب الدین ایبک کو کہ اُسکے برگزیدہ غلاموں میں سے تھا قصبہ کہرام میں کہ دلی سے ستر کوس ہے نائب اپنا ہندوستان میں مقرر کیا۔ اور خود غزنیں کو روانہ ہوا قطب الدین ایبک ایسا لائق اور قابل تھا کہ اُسنے دلی کے اُن اضلاع کو جو گنگا جمنا کے درمیان واقع تھے پرتھی راج کے سب رشتہ داروں سے چھین لیا میرٹھ اور کوئل اور دلی ان سب کو فتح کر کے دلی کو اپنا دار السلطنت بنایا اور اسلام کی حکومت کے تمام آئین اور دستور جاری کئے +

دوسری برس شہاب الدین پھر ہندوستان میں آیا اور ۵۹۱ھ ۱۱۹۴ء میں جنگ عظیم راجہ قنوج سے لڑا قنوج کا راجہ جے چند تھا جسکی لڑائی پرتھی راج سے ہو رہی تھی۔ اُس کا بیان پہلے ہو چکا ہے اُسکی پھوٹ کا پھل یہی ہوتا ہے۔ کہ دونوں غارت ہوں جب پرتھی راج نہ بچا تو راجہ جے چند کیونکر بچتا۔ اس راجہ کو اٹاوہ کی جانب شمال میں چند وارہ کے اندر شہاب الدین نے بڑی شکست فاحش دی۔ راجہ کی آنکھ میں قطب الدین ایبک کے ہاتھ سے تیر لگا۔ وہ ہاتھی سے نیچے گرا۔ اور پھر

+ دلی اور اجمیر کا فتح ہونا

+ قنوج کا فتح ہونا

اُسکا حال کسیکو نہ معلوم ہوا کہ کیا ہوا۔ مگر لاش اُسکی اس نشان سے پہچانی گئی کہ اُسکے دانت سونیکے تاروں سے
بندھے ہوے تھے۔ اُسکے خاندان کے راٹھوروں نے انتربید کی سکونت کو چھوڑ دیا۔ اور مارواڑ میں جا بسے
اس فتح سے مسلمانوں کا قبضہ قنوج اور بنارس پر ہوگیا۔ اور بنگالہ کا دروازہ مسلمانوں کیلئے کھل گیا
اب سلطان شہاب الدین بنارس میں آیا۔ اور یہاں ایک ہزار بتخانے توڑے اور بہت کچھہ غنیمت
ہاتھہ آئی غرض یہ فتح بڑی شان و شوکت کی تھی۔ اُسمیں دولت اور بہت بڑے بڑے شہر اہل اسلام
کے ہاتھہ آئے۔ اب شہاب الدین غزنین کو واپس گیا۔ اور قطب الدین کو بدستور یہاں اپنا نائب
مقرر کیا۔ اجمیر کا راجہ جو شہاب الدین نے مقرر کیا تھا اُسکے ہاتھہ سے اجمیر کو ہیمراج نے کہ یہ پتھی راج کے
عزیزوں میں سے تھا چھین لیا قطب الدین ایبک نے مغلوب راجہ کی اعانت کیلئے ۵۹۱ھ ۱۱۹۵ء میں اس راجہ
ہیمراج کو شکست دی۔ اور اجمیر کو چھین لیا۔ اور پھر قطب الدین گجرات پر فوج چڑھا کر لے گیا۔ اور
اُس کو خوب لوٹا کھسوٹا +

دو برس بعد ۵۹۲ھ ۱۱۹۶ء میں شہاب الدین پھر ہندوستان میں آیا۔ اور ملک بیانہ میں داخل کیا۔
اور قلعہ گوالیار کا محاصرہ کیا۔ ہنوز قلعہ فتح نہ ہوا تھا کہ کوئی ضرورت ایسی پیش آئی کہ غزنین کیطرف
مراجعت فرمائی۔ اور ملک بیانہ کا انتظام اور قلعہ گوالیار کا اہتمام بہاء الدین طغرل کے سپرد ہوا۔ یہ
قلعہ بہت دنوں کے بعد فتح ہوا۔ اور اس فتح ہونیمیں قریب تھا کہ بہاء الدین طغرل اور قطب الدین ایبک میں
آپسمیں لڑائی ہو جائے۔ مگر طغرل مر گیا۔ اسلیے یہ فساد مٹ گیا۔ قطب الدین ایبک کو پھر راجہ اجمیر کی اعانت کیلئے جانا
پڑا۔ مخالفوں نے پھر اُسکو ستایا۔ اور قطب الدین ایبک کی اعانت اور امداد کا محتاج کیا۔ اس دفعہ اُسکو گجرات کے ناگور
راجاؤں اور میوات کی پہاڑی قوم سے سخت مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ قومیں اجمیر کے چاروں طرف بستی تھیں۔ اس
لڑائی میں قطب الدین کو شکست ہوئی۔ اور زخمی ہوا اور خدا خدا کرکے اجمیر تک پہنچا۔ وہاں چاروں طرف سے دروازہ بند رکھے
جب غزنین سے امداد آئی تو اس مصیبت سے رہائی پائی۔ پھر اُسنے دشمنوں سے خوب انتقام لیا۔ اور پالی اور ناڈول
اور سروہی کی راہ سے گجرات پر چڑھائی کی۔ اور کوہ آبو پر راجہ گجرات کے دو جاگیرداروں کو دیکھا کہ
بڑی جمعیت سے رہتے ہیں۔ اُنکو اپنے پیچھے چھوڑنا مناسب نہ جانا۔ غرض پہاڑوں میں گھس گیا۔ اور
اُن کے سب ٹھکانوں پر پہنچا۔ اور اُن کو شکست دی۔ اور وہاں سے گجرات کی دار السلطنت

انہلواڑہ پر پہنچا۔ اور اسکو اور گجرات کو تہ و بالا کیا اور دلی میں صحیح و سلامت آیا۔ دوسرے سال میں ملک قطب
میں کالنجر اور کالپی کو اور روہیل کھنڈ میں بدایوں کو فتح کر لیا +

محمد بختیار خلجی غور کے امراؤں میں سے تھا اور وہ ہندوستان میں مدت آیا ہوا تھا۔ اور اس کو تنخواہ
بہت کم دی اور آنکا بار کے بار گیر بہت سے تھے وہ نہایت شجاع اور جوانمرد اور جواد تھا قطب الدین
ایبک اس سے نہایت خوش ہوا۔ اسکا سامان درست کیا اور خلعت عنایت کیا۔ اسنے صوبہ
بہار و بنگال کو فتح کر لیا۔ اور بہت سا مال اور غنائم لیکر دلی میں قطب الدین ایبک کی خدمت میں حاضر ہوا
بادشاہ نے اسپر نہایت مہربانی اور عاطفت فرمائی۔ اسپر حاسدوں کو حسد پیدا ہوا بختیار خلجی کو
ہاتھی سے لڑوایا۔ اسنے ہاتھی کے ایسا گرز مارا کہ وہ چلا کر اسکے سامنے سے بھاگ گیا۔ اس
جوانمردی پر قطب الدین ایبک نے اسکو بہت کچھ انعام دیا اور بہت سامان دیکر بہار و بنگالہ کا
صوبہ دار اسکو مقرر کیا۔ اسنے یہاں پہنچکر شمالی حصہ صوبہ بہار کو بھی فتح کر لیا اور سارے بنگالہ کو تسخیر
کیا اور اسکی دار السلطنت لکھنوتی کو بھی قبضہ میں لے لیا۔ اور اسطرح تمام صوبہ بنگالہ پر قابض ہو گیا
جس وقت ہندوستان میں فتوحات ہو رہی تھیں سلطان شہاب الدین خوارزم کے بادشاہ کے ساتھ
لڑائی جھگڑے میں مصروف تھا۔ اس خوارزم کے بادشاہ نے سلجوقیوں کی سلطنت کو خاک میں ملا کر
وسط ایشیا میں اپنی ایک سلطنت قائم کی تھی۔ طوس و سرخس میں سلطان تھا کہ سلطان غیاث الدین
محمد کے مرنے کی خبر اسکو پہنچی وہاں سے غزنی میں آیا اور ۵۹۹ھ ۱۲۰۲ء میں موافق اپنے بھائی کی
وصیت کے سر پر تاج شاہی رکھا +

غرض سلطان شہاب الدین نے تمام سلطنت کا انتظام کر کے ۶۰۰ھ ۱۲۰۳ء میں خوارزم پر چڑھائی کا ارادہ کیا
خوارزم شاہ مقابلہ نہ کر سکا اسلئے قلعہ خوارزم میں گھس گیا جب سلطان خوارزم میں پہنچا تو آب
جیحون کے کنارہ پر لڑائی ہوئی اور سپہ داران غور بہت کام آئے کہ بادشاہ خطا کا سپہ سالار قراخان بیگ
اور سلطان عثمان بادشاہ سمرقند خوارزم شاہ کی امداد کو آئے۔ اس بات کے سننے سے سلطان
شہاب الدین پر وہ خوف طاری ہوا کہ جو اسباب تہا ساتھ نہ چل سکا اسکو آگ لگا دی۔ اور
خراسان کی طرف بھاگا خوارزم شاہ نے تعاقب کیا سلطان اندخود سے لڑا۔ مگر شکست کھائی۔

اور سب اسباب چھوڑنا پڑا ۔ راستے میں بھاگا جاتا تھا کہ قراسبگ کی اور سلطان عثمان کے لشکر نے راہ میں اُسکو گھیرا ۔ مگر سو سوار اُسکے پاس تھے کچھ مقابلہ نہو سکا ۔ آخر کو قلعۂ اندخود میں پناہ گیر ہوا ۔ یہ قلعہ ہرات اور بلخ کے درمیان واقع ہے ۔ پھر سلطان عثمان کی وساطت سے صلح ہو گئی قلعہ اُسکے حوالہ کیا ۔ اب پریشان حال ہو کر مراجعت کا قصد کیا +

جسوقت سلطان شہاب الدین میدان جنگ سے بھاگا تھا اُسوقت اُسکا ایک غلام ایبک نام ہمراہ تھا ۔ اُسنے جانا کہ سلطان مارا گیا ۔ سندہ کی سلطنت کا خیال اُسکو خود پیدا ہوا اسلیے اُسکے مرنے کی افواہ چاروں طرف اُڑا دی ۔ اور خود بہت جلد ملتان میں آیا اور وہاں کے حاکم امیر حسن سے محبت دانو کھیلا ۔ اُسنے کہا کہ مجھے کچھ آپ سے بادشاہ کا حکم کہنا ہے اور جو آجکل حوادثات واقع ہوئے ہیں اُنکا بیان کرنا منظور ہے خلوت میں چلئے ۔ امیر حسن بے تامل اُسکے ساتھ محل میں چلا آیا ۔ وہاں ایک ترکی غلام لگا رکھا تھا ۔ اُسنے اُسکی گردن اُڑا دی ۔ اب یہ مشہور کیا کہ میںنے یہ کام سلطان کے حکم سے کیا ہے ۔ اور ایک فرمان جعلی دکھا کر ملتان کا حاکم بے تکلف بن بیٹھا ۔ اور گکھڑ کی قوم بھی سلطان کے مرنے کی خبر سُنکے پہاڑوں سے نکل پڑی ۔ اور لاہور کی تسخیر کرنیکا ارادہ کیا ۔ اور جہلم اور سودرہ میں ایک شور فساد مچا دیا ۔ سلطان جو قلعہ اندخود سے غزنین میں آیا یلدوز نے کہ سلطان کے معزز غلاموں میں سے تھا قلعہ میں نہ داخل ہونے دیا ۔ اور لڑائی کے لئے مستعد ہوا ۔ اور چونکہ سلطان مقابلہ نہ کر سکتا تھا ناچار ملتان میں آیا ۔ یہاں ایبک نے بھی اطاعت نہ اختیار کی ۔ سلطان نے اُسکو لڑ کر گرفتار کر لیا ۔ اور ہندوستان کی سرحد سے سپاہ جمع کر کے غزنین کی طرف متوجہ ہوا ۔ اور یلدوز کا گناہ غزنین کے امرا و کبار کی سفارش سے معاف کر دیا ۔ اور غزنین پر قابض و متصرف سلطان ہو گیا ۔ اتنے میں ایلچی خوارزم سے آیا اور صلح ہو گئی ۔ غرض سب سلطان سے پھر گئے ۔ مگر قطب الدین ایبک وفادار رہا ۔ اب سلطان نے گکھڑوں سے لڑنے کا ارادہ کیا ۔ قطب الدین ایبک بھی دہلی سے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور دونوں نے ملکر گکھڑوں کی خوب گوشمالی کی اور لاہور میں سلطان آیا ۔ یہاں سے قطب الدین ایبک کو رخصت کیا ۔ جتنے دنوں سلطان اُسمیں رہا ۔ گکھڑ طرح طرح کی تکلیفیں

مسلمانوں کو ہونے نہ دیتے تھے۔ پنجاب میں مسلمانوں کے آنے جانے کا رستہ انکے ہاتھوں بند ہو گیا۔
گکھڑوں کا کچھ مذہب نہ تھا جس لڑکی کے پیدا ہونے کی خبر ہوتی وہ دروازہ پہ لیجا کر ظاہر ہوتا۔ اور پکارتا کہ کوئی
اسکو زوجیت میں قبول کرتا ہے۔ اگر کوئی قبول کرتا تو اسکے حوالہ کرتے نہیں تو اسکو قتل کرتا
ایک ایک عورت کئی کئی خاوند کرتی تھی۔ غرض انکا مذہب کچھ نہ تھا۔ اور مسلمانوں

گکھڑوں کا مسلمان ہونا +

کی تکلیف رسانی کرتا تھا۔ اب سلطان کے آخر ایام سلطنت میں ایک مسلمان انکے
ہاں قید ہوا۔ اسنے مذہب اسلام کی خوبیاں بیان کیں۔ گکھڑوں کے سردار کو وہ خوبیاں پسند
آئیں۔ اور اسنے کہا کہ اگر میں سلطان کے روبرو جا کر اسلام قبول کروں تو وہ میرے ساتھ
کیا سلوک کرے۔ اس مسلمان نے جواب دیا کہ میں اس امر کا ذمہ دار ہوں کہ وہ تیرے ساتھ شاہانہ
سلوک کرے اور اس کوہستانی ملک کی حکومت تجھے دیدے۔ یہ سارا مضمون اپنی
عرضی میں لکھا اور گکھڑوں کے سردار کی عرضی لی۔ ان دونوں کو سلطان کے پاس بھیجدیا۔ سلطان
نے فوراً خلعت فاخرہ اور کمر بند مرصع گکھڑوں کے رئیس کے واسطے ارسال کئے۔ رئیس
گکھڑوں کا سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اسلام اختیار کیا۔ اور اس کوہستان کی حکومت
کا فرمان لیکر اپنے وطن کو چلا گیا۔ اور اپنے قوم کے آدمیوں کو بھی مسلمان بنایا۔ انھیں
دنوں میں غزنین کے مشرقی پہاڑوں کے باشندے بھی مسلمان ہوئے +

سلطان شہاب الدین کی وفات +

جب سارے ہندوستان میں امن و امان ہو گیا تو ۶۰۲ھ میں سلطان نے لاہور سے غزنین
جانے کا قصد کیا اور بہاء الدین سلطان والی بامیان کے نام حکم صادر ہوا کہ ہمارا ارادہ ہے
کہ ترکستان کے کفار سے لڑائی لڑیں اسلئے ایک لشکر آب جیحون کے کنارہ پر جمع کیا جائے
اور پل تیار رہے۔ غرض اسی سال کی دوسری شعبان کو خیمہ اسکا دریائے سندھ پر ایک مقام
پرفضا پر قایم تھا کہ گکھڑوں کے چند بدمعاش جنکے عزیز اور اقارب فوج سلطانی کے ہاتھ سے
مارے گئے تھے دریا میں پیر کر آدھی رات کے وقت خیمے میں گھس گئے۔ اور سلطان کو خنجروں
سے قتل کر ڈالا۔ بادشاہ کا جنازہ بڑی شان و شوکت اور جاہ و جلال سے غزنین کو روانہ ہوا۔
جنازہ کے ساتھ بڑے بڑے رئیس اور امیر ساتھ تھے اور کندھا دیتے تھے۔ اور راہ دیکھا

کر رہے تھے جب غزنیں کے قریب جنازہ پہنچا تو تاج الدین یلدوز حاکم غزنین استقبال کے لئے آیا
اوڑھنا بکٹر پھینک دیا۔ بالوں کو بکھیر دیا خاک سر پر ڈالی غرض اس بادشاہ کے غم و الم و ماتم میں اسکے
سب سرداروں کا عجب عالم تھا۔ اُسکے مرنے کی تاریخ یہ ہے +

شہادت ملک بحر و بر معز الدین — کز ابتداے جہاں شہ چو او نیامد یک
سوم ز غرہ شعبان بسال شش صد و دو — فتاد در رہ غزنین بمنزل دمیک

جب غزنیں کیں فرمانروا تھا اس وقت اپنی آخر عمر تک ۳۲ سال حکمرانی کی خزانہ سلطان کا اس
قدر تھا کہ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ سوا اور جواہرات کے پانچ سو من ہیرا تھا +
سلطان شہاب الدین کی اولاد پسری نہ تھی صرف ایک بیٹی اُسنے چھوڑی۔ وہ اپنے ترکی
غلاموں ہی کو اولاد سمجھتا تھا اور اپنی اولاد کی طرح اُن کو پالتا اور انکی تربیت اور تعلیم وہ اعلیٰ
درجہ کی کی کہ وہ بڑے بڑے پایہ کے بادشاہ ہوئے۔ تین غلام اُسکی وفات کے وقت بڑے بڑے
صوبوں پر حکومت کر رہے تھے قطب الدین ایبک ہندوستان میں تاج الدین یلدوز غزنیں میں
ناصر الدین قباچہ سندھ اور ملتان میں اگرچہ اُسکی وفات کے بعد اسکا بھتیجا سلطان محمود نام کے
تخت پر بیٹھا مگر ساری سلطنت تو ان غلاموں کے ہاتھ میں تھی وہی اُس پر حکمرانی کرتے تھے
اور بامیاں کی سلطنت پر اور عزیز و اقارب اُسکے حکومت کرتے تھے فقط اس پاس غور اور بیابانات
اور سیستان اور شرقی خراسان باقی تھا فیروزکوہ اسکی دار السلطنت تھا جب سلطان محمود بادشاہ
ہوا تو اُسنے قطب الدین ایبک کو بادشاہ ہونے کا خطاب اور نشان بھیج دیا۔ اگرچہ غزنیں کی سلطنت کے
دعویدار بامیاں کی بادشاہ کی اولاد میں سے پیدا ہوئے مگر اُنتے تاج الدین یلدوز کی حکومت میں
رخنہ اندازی نہ کی سلطان محمود نے پانچ چھ برس کے بعد وفات پائی۔ سلطنت کے مغربی ملکوں میں
لڑائیاں اور فساد برپا ہوئے اور شاہ خوارزم نے غوریوں کے خاندان کا خاتمہ کر دیا۔ ان
لڑائیوں کا ذکر تاریخ ہند میں مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ غرض اب غزنیں اور غور سے کچھ تعلق ہندوستان
کو نہ رہا۔ ہندوستان بجائے خود ایک مسلمانوں کی سلطنت ہو گئی سب سے پہلا بادشاہ قطب الدین
ایبک ہندوستان کا ہوا +

خاندان غوری کا خاتمہ

فصل چہارم

غلام بادشاہوں کی سلطنت

اب خدا کی قدرت کو دیکھو کہ ہندوستان میں ترکی غلاموں کی سلطنت کس جاہ وجلال سے ہوئی اور کس عرصہ دراز تک قائم رہی قطب الدین ایبک کی حقیقت یہ ہے کہ ترکستان سے اسکو چھوٹی عمر میں ایک سوداگر نیشاپور میں لے گیا۔ وہاں قاضی فخر الدین ابن عبد العزیز کوفی نے خریدا۔ اور اسکو اپنی اولاد کے ساتھ تعلیم کیا۔ وہ قرآن کا حافظ ہو گیا۔ اور عربی فارسی پڑھ گیا۔ پھر ایک سوداگر نے اسکو بہت روپیہ دیکر قاضی سے خریدا۔ اور سلطان شہاب الدین کی خدمت میں بطور تحفہ کے نذر کیا۔ اور اسکے عوض میں بہت کچھ روپیہ پایا۔ اگرچہ یہ باطنی صفات حمیدہ رکھتا تھا مگر ظاہری صورت اچھی نہ رکھتا تھا چھنگلیا ٹوٹی ہوئی تھی اسلئے اسکو ایبک شل کہتے تھے اب اسنے اس خوبی اور شعور اور اخلاص سے سلطان کی خدمت کی کہ عنایات خسروانی اس پر ہونے لگیں ایک دن کا ذکر ہے کہ مجلس عیش وطرب میں سلطان شہاب الدین نے اسکو بہت کچھ انعام اکرام دیا۔ اسنے اس سب کو فراشوں اور ملازموں اور اپنے بھائی ترکی ملازموں میں تقسیم کر دیا اور اپنے پاس پیسا نہ رکھا۔ اس بات کو سنکر بادشاہ بڑا خوش ہوا۔ اور حضوری کا حکم دیا۔ پھر میر آخوری کا عہدہ عنایت کیا۔ جو اور غزنین اور بامیان کے سلاطین جب سلطان شاہ سے خراسان کی طرف لڑنے گئے تو وہاں اسنے وہ کار ہائے نمایاں کئے کہ اسکی شجاعت کی ایک دھوم مچ گئی۔ ایک دن دانہ گھاس کی تلاش میں پڑا پھرتا تھا کہ سلطان شاہ کے آدمیوں نے آگھیرا۔ اگرچہ اسوقت تھوڑے سے آدمی ساتھ تھے مگر پھر بھی جوانمردی سے مقابلہ کیا۔ اس میں قید ہو گیا جب سلطان شاہ کو شکست ہوئی تو قطب الدین کو سلطان شہاب الدین کے سامنے رو برو اونٹ پر بٹھا کے اسی صورت سے نکال کر لائے جس صورت سے کہ وہ قید خانہ میں پنجرے کے اندر رہتا تھا۔ اس نمک حلالی پر اسکا اور اعتبار بڑھا جب اجمیر میں فتح ہوئی تو ہندوستان میں وہی سلطان کا نائب اور سپہ سالار مقرر ہوا +

سلطان قطب الدین مجمع اوصاف تھا ترکی نژاد ہونے کے سبب شجاعت اور جواں مردی تو اسکے پیٹ سے لیکر نکلا تھا سخاوت اور فراخ دستی اوسکی عادت تھی۔ فیاضی سے لاکھوں روپئے دوستوں کو دیدیتا تھا اس سبب سے لاکھ بخش اُسکا لقب تھا۔ شجاعت نے دشمنوں کو زیر کر رکھا تھا اور سخاوت نے دوستوں کو محکوم بنا رکھا تھا۔ وہ ایسا ہر دل عزیز اور معتبر تھا کہ کوئی اُسپر رشک اور حسد نہ کرتا تھا اور سلطنت کے محبت پیدا کرنیکے واسطے اُسنے یہ ناطے رشتے کیے اسنے اُسکو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ تاج الدین یلدوز کی لڑکی سے شادی کی۔ ناصر الدین قباچہ سے اپنی ایک بیٹی کی شادی کی اور جب وہ مرگئی تو دوسری بیٹی سے نکاح کیا۔ شمس الدین التمش سے کہ وہ بھی معزی غلاموں میں سے تہا اپنی بیٹی کا نکاح کیا۔ ناصر الدین قباچہ قطب الدین کو ہمیشہ بزرگ جانتا تھا اور اُسکی طرف سے سندھ پر حاکم تھا۔ مگر تاج الدین یلدوز اس رشتہ مندی کی کچھ پروا نکرتا تھا۔ اور اب تک ہندوستان کو غزنیں کا صوبہ سمجھتا تھا۔ یہ سمجھ کر لاہور پر چڑھ گیا۔ اور اُس پر قبضہ کرلیا مگر انجام اسکا یہ ہوا کہ سنہ ۶۰۲ھ میں قطب الدین نے اُسکو غزنیں سے نکال باہر کیا اور چالیس روز تک غزنیں میں ڈنکا اپنا بجایا۔ اور تاج شاہی سر پر رکھ کر تخت پر جلوس کیا۔ مگر تاج الدین یلدوز نے پھر قطب الدین سے غزنیں کو لے لیا۔ اور قطب الدین وہاں سے لاہور چلا آیا۔ اور عیش و آرام اور آسائش سے زندگی بسر کرنے لگا۔ عدالت و انصاف و خوش خوئی اور نیک معاملگی میں یہ بادشاہ بڑا مشہور ہوا۔ اسکی ان سب باتونکو لوگ مدت تک یاد کرتے رہے۔ سنہ ۶۰۷ھ میں یہ بادشاہ چوگان کھیلتے کھیلتے گھوڑے سے گر پڑا اور مر گیا۔ چار برس تک وہ تخت نشین رہا۔ مگر انتظام اور بندوبست اُس کا ہندوستان میں اس روز سے کہ سلطان شہاب الدین نے اپنا نائب مقرر کیا تھا بیس برس تک رہا جو فتوحات اُسنے اور اُسکے عہد میں مختار خلجی نے حاصل کی تھیں اُنکا بیان اُسکی نیابت سلطانی کے عہد میں پہلے ہم نے لکھدیا ہے۔

ابن بطوطہ یہ حکایت بیان کرتا ہے کہ قاضی قضات ہند و سندھ کمال الدین بن برہان الدین غزنوی صدر جہاں نے مجھ سے کہا کہ کس طرح شہر دہلی سنہ ۵۸۴ھ میں فتح ہوا تہا۔ یہی شہر کی جامع مسجد کی محراب میں لکھا ہوا میں نے دیکھا۔ اسی دلیل سے مجھے معلوم ہوا کہ امیر قطب الدین ایبک نے دہلی کو

فتح کیا ہے- وہ شہاب الدین محمد بن سام غوری شاہ غزنین اور خراسان کا غلام تھا جسنے سلطنت ابراہیم سے چھینی تھی اور یہ ابراہیم سلطان محمود غزنوی فاتح ہند کا پوتا تھا- شہاب الدین نے بہت سا لشکر قطب الدین ایبک کو دیکر ہند بھیجا جسنے لاہور کے سرداروں سے اسکے لئے کھو لکر اور اُسنے اس شہر کو اپنا دار الحکومت مقرر کیا- روز بروز اسکی سلطنت بڑھتی گئی وہ سلطان شہاب الدین کے عہد میں اپنی معراج پر پہونچ گیا تھا مقربین سلطانی نے سلطان سے کہا کہ قطب الدین ایبک کا ارادہ شہر کے بادشاہ ہونیکا ہے اور وہ کھلی بغاوت اختیار کرنے کو ہے قطب الدین کو اسکی خبر ہوئی- وہ چھپا چھپا جلد جلد غزنین رات کو پہونچا اور بیاہ ملاقات شہاب الدین پاس آیا- رقیبونکو اسکی خبر نہ ہوئی- دوسرے دن بادشاہ نے ایبک کو اپنے تخت کے نیچے چھپا کر بٹھایا اور آپ تخت کے اوپر بیٹھا- ایبک کے دشمنونکو بلایا اور اُنکو اپنی اپنی جگہ پر بٹھایا اور ایبک کے باب میں اُنسے سوالات شروع کئے- سبنے کہا کہ ایبک باغی اور خود سلطنت کا ارادہ رکھتا ہے سلطان نے تخت کے پایہ کو پاؤں سے ہٹایا اور ہاتھ کو ہاتھ پر مارکر پکارا اے ایبک اُسنے جواب دیا کہ لبیک یعنی حاضر ہوں- وہ اپنے الزام لگانے والوں کے روبرو آیا- وہ اسکو دیکھکر متحیر ہوگئے اور زمین پر سجدہ کرنے لگے سلطان نے کہا کہ میں اب کی دفعہ تمہارا قصور معاف کرتا ہوں مگر آئندہ ایبک کے عیب جوئی اور بدگوئی سے اجتناب کرو- ایبک کو اُسنے ہند روانہ کیا اور اُسنے اُنکر دہلی کو اور شہرونکو فتح کر لیا +

بعد سلطان قطب الدین کے واقعہ ناگزیر کے امرائے سلطنت نے اس نظر سے کہ آرام خلائق میں کوئی فرق نہ آئے آرام شاہ پسر قطب شاہ کو تخت سلطنت پر بٹھا دیا- مگر اسمیں سلطنت کی قابلیت نہ تھی- ایک سال سلطنت پر نہ گذرنے پایا تھا کہ سلطنت کے اسطرح ٹکڑے ہو گئے کہ ناصر الدین قباچہ مملکت سندھ پر مسلط ہوا اور مملکت بنگال میں خلجیوں کی سلطنت قائم ہوئی سرحدی ادر راجاؤں نے بھی دنگہ وفساد مچایا- امیر علی اسمعیل دہلی کا اور میروں کو جنہوں نے متفق الرائے ہوکر آرام شاہ کو بادشاہ بنایا تھا اپنی رائے سے ندامت و پشیمانی ہوئی انھوں نے ملک شمس الدین التمش کو جو قطب الدین کا غلام و داماد و متبنّٰی اور بدایوں کا حاکم تھا آدمی بھیجکر اُسنے سلطنت کی استدعا کی

سلطان آرام شاہ بن سلطان قطب الدین +

وہ اپنی جمعیت لیکر دہلی میں آیا شہر پر متصرف ہوا۔ آرام شاہ شہر سے باہر نکل گیا حوالی شہر میں باپ کے نوکر ونکو جمع کرکے دہلی کے تسخیر کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر سلطان التمش نے اُس کو لڑائی میں شکست دی۔ پھر آرام شاہ مر گیا۔ اُسنے ایک سال بھی سلطنت نہ کی اور اُسمیں ممالک ہندوستان کے چار حصے ہوگئے۔ مملکت سندھ میں ناصر الدین قباچہ کا تصرف ہوا۔ ممالک بنگال میں ملوک خلجی کا۔ مملکت دہلی میں سلطان التمش کا۔ مملکت لاہور کبھی ملک تاج الدین یلدوز پاس کبھی ملک ناصر الدین قباچہ پاس کبھی شمس الدین التمش پاس ان میں سے ہر ایک کا ذکر ہم آیندہ کرینگے +

سلطنت سلطان شمس الدین التمش ابو المظفر التمش

التمش کی غلامی کا بیان

طبقات ناصری میں شمس الدین التمش کا حال یہ لکھا ہے کہ وہ ترکان قراختائی سے تھا اور اسکا باپ قبیلۂ البری سے تھا اسکا نام ایلم خاں مشہور تھا اور اپنے زمانہ کے نامور امرا میں سے تھا التمش کا حال بھی حضرت یوسف کا سا ہوا کہ اسکے سگے بھائیوں کو یا چچیرے بھائیونکو اُسکی حسن صورت و کیاست و فراست پر رشک و حسد ہوا۔ ماں باپوں سے یہ کہہ کر کہ گھوڑونکے گلّے کی سیر دکھانے اُسے لے جاتے ہیں گھر سے باہر لے گئے اور زبردستی ایک سوداگر کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اس سوداگر نے بخارا میں لیجا کر صدر جہاں کے اقرباؤں سے کسی کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ کچھ دنوں یہاں اسکی طرح طرح سے ترتیب پرورش ہوئی۔ اس خاندان بزرگ سے اُسکو حاجی بخاری نے خریدا اور حاجی جمال الدین قباحبست کے ہاتھ بیچا یہ حاجی اُسکو غزنین میں لایا یہاں اب تک کوئی ترک بچہ ایسا خوبرو اور عاقل آیا نہ تھا اس کا ذکر سلطان معز الدین کے کانوں تک پہنچا۔ سلطان نے کہا کہ اسکی قیمت مشخص کیجائے۔ ایک اور غلام ایبک التمش کے ہمراہ تھا ہر ایک کی قیمت ہزار دینار مشخص ہوئی۔ اس قیمت پر مالک نے غلامونکو نہ بیچا سلطان نے کہدیا کہ کوئی شخص ان غلاموں کو نہ خریدے۔ حاجی جمال الدین ایک برس غزنین میں رہا پھر بخارا میں گیا اور دونو غلامونکو ہمراہ لے گیا۔ پھر غزنین میں اُنکو لایا۔ سلطان کا حکم تھا کہ کوئی نہ خریدے۔ پھر کسکا مقدور تھا کہ خریدتا۔ سلطان قطب الدین گجرات کو فتح کرکے ملک نصیر الدین حسین سمیت غزنین میں آیا۔ ان دونو غلاموںکا حال سُنکر سلطان سے اُنکے خریدنے کی اجازت چاہی سلطان نے فرمایا کہ میں منع کر چکا ہوں کہ کوئی اُنکو نہ خریدے اسلئے یہ مناسب نہیں

انکو خرید کر غزنین میں لے گئے دہلی میں وہ بیچا گئیں اور وہاں وہ بکیں جب قطب الدین دہلی کو مراجعت
کی تو اپنے وزیر نظام الدین کو فرمایا کہ وہ حاجی جمال الدین چست قبا کو ہمراہ لائے جب حاجی دہلی میں آئے
تو التمش اور ایبک کو ایک لاکھ جیتل کو خریدا اور ایبک کا نام طمغاج رکھا اور اسکو بھٹنڈہ کا امیر کیا وہ
تاج الدین یلدوز کی لڑائی میں جو قطب الدین ایبک سے ہوئی تھی مارا گیا اور التمش کو جسکا نام
پہلے کچھ اور تھا التمش نام رکھ کر اپنا فرزند بنا لیا اور اپنے پاس رکھا اور اسکو میر شکار کا عہدہ دیا اور
گوالیار کو فتح کر کے یہاں کا حاکم اسکو مقرر کیا اور پھر برن اور اسکے نواح کا اضافہ کیا جب اسکی
لیاقت زیادہ دیکھی تو بداؤں کا حاکم مقرر کیا+

جب سلطان معز الدین محمد سام گکھڑوں کے فساد مٹانے کے واسطے ہندوستان میں آیا تو حسب الحکم
قطب الدین ایبک بھی لشکر لیکے پنجاب میں آیا اور التمش بداؤں کا لشکر لیکر قطب کے لشکر سے ملا۔
التمش کی دلاوری و مردانگی کی بڑی شہرت تھی اُسنے اس لڑائی میں وہ اسطرح دکھائی کہ مع سلاح
گھوڑے کو پانی میں ڈالدیا اور دشمن سے لڑا اور گکھڑوں کو شکست دی اور بارہ ہزار آدمیوں کو قتل کیا
جب سلطان معز الدین نے یہ جلادت اور کارپردازی مشاہدہ کی تو انعام اور تشریف خسروانہ
سے اعزاز کیا قطب الدین سے اسکی تربیت کی سفارش کی اور حکم دیا کہ اسکو آزاد کردے پس وہ
مرتبہ مرتبہ امیر الامرائی کے درجہ پر پہنچا اور قطب الدین نے اپنی بیٹی سے اسکا نکاح کر دیا
جب سلطان قطب الدین ایبک کا لاہور میں انتقال ہوا تو سپہ سالار امیر علی اسمٰعیل اور امیر
دلیمی اور اعیان ملک کی استدعا سے وہ جمعیت اور لشکر سمیت بداؤں سے دہلی میں آیا اور اسپر
متصرف ہوا۔ اور اپنا خطاب سلطان شمس الدین التمش رکھا سنہ ۱۲۱۱ء میں تخت پر بیٹھا وہ اکثر ملوک و
امرائے قطبی کی رعایتیں کرتا وہ بھی اسکی اطاعت کرتے مگر بعض امرائے قطبی و معزی نے ایسی مخالفت
کی اور اطراف دہلی میں اپنی جمعیت کی اور ایک فوج ترکان خونخوار کی لیکر سلطان کا مقابلہ شروع
کی سلطان نے جمنا کے میدان میں انکو شکست دی اور ترکوں کے نامی سرداروں ایبک و فرخ شاہ
کو قتل کیا۔ غرض سلطنت کو اس خس و خاشاک سے پاک کیا+

[illegible] نہیں ہوا اگرچہ باغی ہوا اسا اعداد ارمال نہیں کیا۔ التمش نے لشکر کشی کر کے اسکو

مطیع کیا اور پیشکش لیکر واپس گیا۔ تاج الدین یلدوز کو ابتک خبط چلا جاتا تھا کہ ہندوستان غزنی کا ایک صوبہ ہے اسلئے اُسنے التمش کو چتر و رایت بھیجا اور خطاب سلطان کا عطا کیا +

التمش نے اسکو اسلئے قبول کیا کہ وہ سلطنت غزنین کی عزت کو باقی رکھنا چاہتا تھا اسکو [illegible] مدت کے بعد جب خوارزم شاہ کے لشکر نے تاج الدین یلدوز کو شکست دیکر غزنین سے نکال دیا اور وہ کرمان و سیوان میں آگیا تو اسکو ممالک ہندوستان کی فتح و تسخیر کی ہوس ہوئی [illegible] اور قصبہ تھانیسر پر اپنا تصرف کیا۔ اور التمش پاس ایسے آدمی بھیجے کہ وہ سلطنت کی [illegible] کرے سلطان شمس الدین نے آشفتہ خاطر ہو کر لشکر کشی کی اور ان دونوں میں ترائن کے میدان میں ایک سخت محاربہ ہوا۔ تاج الدین یلدوز کو شکست ہوئی اور اکثر سردار مقید ہوئے سلطان نے تاج الدین کو گرفتار کرکے بداؤں میں قید کیا۔ وہاں اجل طبعی سے یا زہر سے دنیا سے رخصت [illegible]

۶۱۴ھ میں سلطان شمس الدین التمش ملک ناصر الدین قباچہ کا اقطاع لاہور کے شہر حوالی منصوریہ میں دریائے چناب کے کنارہ محاربہ ہوا۔ یہاں التمش کو فتح نصیب ہوئی [illegible] غزنین میں جو ملوک خلج تھے وہ مضافات سندھ پر تاخت و تاراج کرتے تھے اسلئے [illegible] سلطان [illegible] سے انکی لڑائی ہوئی اور خلجیوں کو شکست ہوئی۔ ان مغلوب خلجیوں نے التمش کا دامن پکڑا [illegible] ان خلجیوں کو ساتھ لیکر ناصر الدین قباچہ پر حملہ کیا اور اُس کو شکست دی اور وہ [illegible] اپنے ملک کی انتہا پر بھاگ گیا سلطان دہلی چلا آیا +

جب سلطان خوارزم شاہ نے تاج الدین یلدوز کو غزنین سے خارج کردیا تھا تو یہ خوف ہوتا تھا کہ وہ ہندوستان پر چڑھائی کریگا چنانچہ اسکی فوجیں ملک کے اس پاس آ گئیں اور ناصر الدین قباچہ کے مقابلہ سے اٹک کر رہ گئیں مگر اس چڑھائی کے نہ ہونے کا سبب ایک اور ہی ہوا کہ ایشیا میں وہ طوفان برپا ہوا کہ اُسنے سارا رنگ و روپ اسکا بدل دیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مغلوں میں چنگیز خاں جو پہلے کوئی نامی گرامی سردار نہ تھا ایسا قوی اور زبردست سپہ سالار ہوا کہ کوئی اسکا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ ایک جرار قہار فوج مغل و تاتار کی اسکے پاس تھی جہاں یہ فوج جاتی ملک بے چراغ کرتی۔ آندھی بھونچال کی طرح مسلمانوں

مسلمانوں کی سلطنتوں پر حشر برپا آئی اور ایک شور قیامت اٹھ مچا دیتی طوفان نوح کے بعد جو کوئی
بڑی بلا انسان پر نازل ہوئی ہے وہ یہ طوفان چنگیز خانی ہے اُنکا مذہب تو معلوم نہیں کہ کیا تھا
مگر انکا ایمان یہ تھا کہ جہاں جائے وہاں انسان کی نسل مٹا دیجیے۔ سب سے اول یہ بلا سلطنت سلاطین
خوارزم شاہی پر آئی۔ اُسکی ساری دولت و مملکت کو غارت کرکے برباد کر دیا ۶۱۸ھ میں یہاں کا
بادشاہ جلال الدین اپنی جان بچانے کے واسطے دریا سندھ کے اس طرف بھاگ آیا۔ اُس کے
پیچھے مغلوں کی فوج بھی ملتان و سندھ میں داخل ہوئی سلطان التمش بھی بہت سا لشکر لے کر
سلطان جلال الدین کے مقابل گیا اور بڑی سمجھ بوجھ کا کام یہ کیا کہ جب دیکھا کہ جلال الدین کا
ارادہ قیام کا یہاں ہے تو اُسکو کہلا بھیجا کہ آپ کے مزاج کے موافق یہاں کی آب و ہوا نہیں آنے کی
جلال الدین اس بات کو سمجھ گیا اور سندھ و سیوستان کی جانب بھاگ گیا اور یہاں ناصر الدین قباچہ
سے لڑائی جھگڑا ہوا تو وہ کیچ و مکران کی راہ سے باہر چلا گیا۔ اُسکے ساتھ ہی مغلوں کی فوج بھی الٹی
چلی گئی عمر رسیدہ بود بلائے بخیر گذشت + اتنے ہی دنوں میں فوج اپنا ننگ ڈھنگ دکھا گئی
دس ہزار ہندو انکو لونڈی غلام بنایا اور جب رسد کی تنگی ہوئی تو ان بیچارے قیدیوں کو قید
حیات سے رہائی دی +

۶۲۲ھ (۱۲۲۵ء) میں سلطان شمس الدین التمش نے لکھنوتی و بہار پر لشکر کشی کی سلطان غیاث الدین نے
جسکا ذکر آئندہ ہوگا۔ ملک بنگال میں اپنا بالکل تسلط کر رکھا تھا اُسکو مطیع کیا اور خطبہ و سکہ اپنے نام
کا جاری کرایا۔ اور ۳۸ ہاتھی اور اسی ہزار تنکہ نقرہ نذر میں لیے اور اپنے بڑے بیٹے کو ناصر الدین
کا خطاب دے کر ولایت لکھنوتی کی جسمیں تمام بنگالہ داخل تھا تفویض کی اور چتر و دورباش اُسکو دیا
اور خود دار الملک دہلی کو مراجعت کی۔ غیاث الدین خلجی سے ناصر الدین لڑا اور اُسکو قتل کر ڈالا
اور بہت کچھ غنیمت میں مال اُسکے ہاتھ آیا جسکو اُسنے دہلی کے روشناس آدمیوں میں انعام
و تحفے کے طور پر تقسیم کیا +

۶۲۳ھ میں قلعہ رنتھنبور کی فتح کا ارادہ کیا۔ یہ قلعہ متانت میں سارے ہندوستان میں مشہور تھا
ارباب تاریخ لکھتے ہیں کہ ستر سے زیادہ بادشاہوں نے اُسپر حملہ کیا۔ مگر کسی سے وہ فتح نہ ہوا۔

بنگالہ کی فتح [illegible] +

سلطان نے چند مہینوں میں اسے فتح کر لیا۔ بعد ایک سال ۶۲۴ھ میں قلعہ منڈور کو کہ حدود سوالک میں واقع ہے فتح کر لیا۔ یہاں غنیمت بہت ہاتھ لگی +

ملک ناصر الدین قباچہ سے جنگ اور فتح +

جب ناصر الدین قباچہ کو جلال الدین کی بدسلوکی سے فرصت ملی تو اُسنے پھر سلطان التمش سے پرخاش شروع کی۔ اسلئے ۶۲۵ھ میں دہلی سے بلاد اوچہ و ملتان میں سلطان گیا۔ ناصر الدین قلعہ اوچہ کو مستحکم کر کے خود قلعہ بھکر کی طرف چلا گیا اور اپنے وزیر عین الملک حسین اشعری کو حکم دیا کہ وہ قلعہ اوچہ کے خزانے لیکر قلعہ بھکر میں پہنچا دے۔ سلطان نے خود قلعہ اوچہ کا محاصرہ کیا اور اپنے وزیر نظام الملک جنیدی کو ناصر الدین قباچہ کے تعاقب میں بھیجا۔ ایک مہینہ تک قلعہ اوچہ محاصرہ میں رہا پھر صلح سے فتح ہو گیا۔ ناصر الدین قباچہ نے حصار بھکر سے نکلکر اپنے تئیں دریاء سندھ میں غرق کیا۔ اسنے چند روز پہلے اپنے بیٹے ملک علاء الدین بہرام شاہ کو سلطان التمش کی خدمت میں بھیجا تھا اور صلح کا پیغام دیا تھا۔ بعد اسکے اُسکا سارا خزانہ اور باقی لشکر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ملک سمندر تک سلطان کے قبضہ میں آگیا اور ملک سنان الدین حبش والی دیول و سندھ درگاہ شمسی میں آیا اور اطاعت اختیار کی۔ جب اس مہم کا سارا کام ختم ہوا تو وہ دہلی کی طرف چلا +

جامہ خلافت +

۶۲۶ھ میں سلطان شمس الدین کے واسطے رسولان عرب جامہ خلافت لائے۔ سلطان نے نہایت ادب اور تعظیم کے ساتھ یہ جامہ عباسیان پہنا اور بہت خوش ہوا اور اکثر امیروں کو خلعت دئے اور شہر میں آئین بندی ہوئی اور خوب نوبتیں بجیں یہ اسی بادشاہ کے عہد میں ہوا کہ خلفاء عباسیہ نے ہندوستان کو ایک جداگانہ سلطنت مانا +

لکھنوتی و گوالیار کی فتح +

اسی سال میں ملک ناصر الدین حاکم لکھنوتی کی ستاونی آئی سلطان نے بیٹے کی ماتم داری کی رسموں کے ادا کرنے کے بعد اُسکا نام اپنے چھوٹے بیٹے کو دیا۔ ۶۲۷ھ میں لکھنوتی کی طرف لشکر کشی کی۔ ملک خلجی نے بڑا غدر یہاں مچا رکھا تھا اُسکو جا کر گرفتار کیا اور تخت لکھنوتی ملک علاء الدین جانی کو دیا اور پھر دہلی میں چلا آیا۔ ۶۲۹ھ کو گوالیار کا ارادہ کیا۔ یہ قلعہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ یہاں وہ لشکر کو لیکر آیا۔ قریب گیارہ مہینے کے اس قلعہ کا محاصرہ رکھا۔ آخر کو اہل قلعہ

... رات کو بھاگ گیا۔ قلعہ فتح ہوا۔ اور آٹھ سو آدمیوں کو سزا دی گئی
... دبیر الملک ... تھا یہ رباعی کہی ہے

رباعی

... سلطان سلاطین بگرفت | از عون خدا نصرت دین بگرفت
... تسعین | و ششصد ماہ سنہ ثلاثین بگرفت

... سلطان ... مالوہ میں لشکر کشی کی اور بھیلسہ کے شہر اور قلعہ کو فتح کر لیا اور ایک ... بتخانہ ... بنا ہوا تھا اور ڈیڑھ سو گز اونچا تھا اُسکو ویران کیا۔ اور اجین کو فتح کر لیا۔ یہاں ... بتخانہ کو مسمار کیا۔ پہلے زمانہ میں بکرماجیت اُجین کا راجہ تھا۔ جس سے سنبت شمار ہوتا ... سنبت ۱۲۱۱ اسکی صورت اس بتخانہ میں تھی اور بعض اور مورتیں بغیر ... مہاکال کو سلطان لے گیا اور دہلی کی جامع مسجد کے نیچے دفن کرا دیا تاکہ وہ لکدکوب میں رہیں ... اسکی سلطنت کا ڈنکہ بج گیا +

ان فتوحات کے بعد سلطان آرام سے نہ بیٹھا۔ ملتان کو لشکر لیکر سفر کیا مگر یہ سفر ایسا نامبارک ... بیماری میں مبتلا ہوا اور ایسا ضعف طاری ہوا کہ عماری میں بیٹھکر دہلی کو پھرا ... آیا اور ... بیمار رہا مرض قوی ہوا۔ ۲۰ ماہ شعبان ۶۳۳ھ مطابق اپریل ۱۲۳۶ع ... سرائے بقا کو سفر کیا۔ اُسکی مدت سلطنت چھبیس سال تھی +

حوض شمسی جسکو تالاب شمسی کہتے ہیں وہ دہلی میں سلطان کی یادگار موجود ہے۔ اسکے روزگار کی سب سے زیادہ عمدہ یادگار قطب کی مینار ہے۔ یہ لاٹھ بھی منجملہ عجائب روزگار ہے۔ اب تک اُس کے پانچ کھنڈ موجود ہیں اور اسی گز اونچی ہے۔ پہلے سات کھنڈ تھے اور سو گز بلند تھی جڑ میں اُسکا محیط پچاس گز ہے اور سر پر دس گز۔ اندر سے وہ خالی ہے اور اسمیں چکردار زینہ بنا ہوا ہے تین سو اٹھتر سیڑھیاں ہیں باوجود اس قدر بلندی اور عظمت کے ایسی خوبصورت اور خوش قطع بنی ہوئی ہے کہ بے اختیار اُس کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے سب جگہ اس زینت کاری اور گلکاری بہت خوبصورتی سے بنی ہوئی ہے +

اس بادشاہ کے عہد میں بڑے بڑے فاضل اور عالم اور اہل کمال موجود تھے منجملہ اُنکے

سلطان شمس الدین التمش کے عہد کے بعض اعیان اور انکی حکایات

نورالدین محمد عوفی تھا جسنے اُسکے عہد میں جامع الحکایات لکھی ہی۔ وزیر اسکا نظام الملک کمال الدین
جنیدی تھا۔ یہ وزیر خلیفہ بغداد کے ہاں بھی عہدہ وزارت پر ممتاز تھا۔ وہ کمالات صوری و معنوی
میں مشہور تھا سلطان شمس الدین نے اپنی زبان سے یہ حکایت بیان کی کہ میرے آقا نے مجھے کچھ دام
دیکر کہا کہ بازار سے انگور خرید لا۔ رستہ میں وہ دام گر گئے میں خوف کے مارے زار زار رونے لگا
کہ ناگاہ ایک فقیر آیا اور اس حال پر مطلع ہوا اور کچھہ انگور خرید کر مجھے دیے اور یہ کہا کہ جب تجھکو
ملک و دولت حاصل ہو تو فقرا اور اہل خیر کے ساتھہ نیکی کرنا۔ اور اُنکے حق کی حفاظت کرنا۔ دوسری
نقل یہ ہی کہ التمش بغداد میں تھا اُسکے آقا کے ہاں درویشونکی ایک مجلس منعقد ہوئی اور سماع سے
اہل ذوق کو حال آ گیا۔ اس مجلس میں التمش کھڑا رہا اور اہل مجلس کی خدمت کرتا رہا۔ شمع کے گل
کترتا رہا۔ قاضی حمید الدین ناگوری بھی اس مجلس میں شریک تھا۔ اُسکو اسطرح درویشونکی خدمت
کرنا پسند آیا اور اسپر نظر التفات کی جسکی بدولت اُسکو سلطنت حاصل ہوئی اور مدتوں کے بعد
جب وہ ملک ہند میں سریر سلطنت پر بیٹھا تو قاضی حمید الدین ناگوری ہندوستان میں آیا۔ اور
طالبونکے ارشاد میں مصروف ہوا۔ اسکی مجلس میں درویش رقص و سماع کرتے تھے علماء ظاہر
میں سے ایک ملا عماد الدین اور دوسرا ملا جلال الدین سماع سے انکار کرتے تھے اور سلطان سے چاہتے
تھے کہ قاضی کو سماع سے منع کرے۔ غرض انہیں اور قاضی میں مباحثہ ہوا۔ ملاؤں نے قاضی سے
پوچھا کہ سماع حلال ہی یا حرام۔ قاضی نے کہا کہ اہل قال پر حرام اور اہل حال پر حلال۔ پھر قاضی
نے سلطان کی طرف مُنہ کر کے کہا کہ وہ مجلس بغداد بھی یاد ہی کہ درویشوں کی نظر سے آپ کو
یہ درجہ ملا ہی۔ سلطان کو اسپر رقت آئی اور قاضی کو اپنے پاس بلایا اور بہت نوازش کی اور پھر
سلطان کو بھی سماع سے لذت آنے لگی اور درویشونکا معتقد ہوا۔ ابن بطوطہ نے اس بادشاہ
کے حال میں لکھا ہی کہ عادل فاضل صالح تھا اور ظلمونکے دور کرنے میں اور مظلوموں کے انصاف
کرنے میں نہایت مستعد تھا چنانچہ اُسنے یہ حکم دیا تھا کہ جتنے مظلوم ہوں وہ رنگین کپڑے پہنیں
یہاں ہندوستان میں سب سفید کپڑے پہنتے تھے پس جب وہ دربار میں بیٹھا۔ اور کسی آدمی کو
رنگین لباس پہنے ہوئے دیکھتا تو اُسکے قضیہ پر نظر کرتا اور انصاف کرتا اور ظالم کے خلاف حکم دیتا

[illegible] کہا کہ العجز [illegible] [illegible] تھا [illegible] اُن سے
[illegible] [illegible] سے اپنے [illegible] مہر کے [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کرتا
اور مظلوم کی داد رسی کرتا۔

سلطان رکن الدین فیروز شاہ بن سلطان شمس الدین

سلطان شمس الدین نے ۶۲۵ھ میں رکن الدین کو چتر اور دور باش دیکر بداؤں جاگیر عنایت کیا اور عین الملک اشعری کو کہ ناصر الدین قباچہ کا وزیر تھا اُسکا وزیر مقرر کیا جب سلطان التمش گوالیار کو فتح کرکے دہلی میں آیا تو اُسکو لاہور کی مملکت عنایت کی جب سلطان سندھ و ملتان سے واپس آیا ہے تو اُسکو ساتھ دہلی میں لایا اور وہ باپ کے مرنے کے وقت دہلی میں تھا ۶۳۳ھ وہ تخت سلطنت پر بیٹھا اور ارکان دولت نے نثار و ایثار کیا اور سب شادماں ہوئے۔ اُسنے تخت پر بیٹھتے ہی کاروبار سلطنت کو طاق پر رکھا۔ رات دن ناچ رنگ عیش و طرب میں مشغول ہوا۔ دست خزائن قطبی و شمسی کو مطربوں اور مسخروں میں اُڑانا شروع کیا۔ بازار میں ہاتھی کی پشت پر بیٹھکر روپیہ اشرفیوں کا لوگوں پر مینہہ برساتا کبھی کسی کے دلکو نہ دکھاتا۔ اسنے امور سلطنت کے انتظام میں خلل پڑا۔ اسکی ماں شاہ ترکان کہ ایک ترکی کنیز تھی ملک کے حل و عقد میں دخل دینے لگی اور ظلم و ستم برپا کیا۔ سلطان شمس الدین کی حرمات میں جن سوکنوں کے رشک و حسد سے جلتی تھی اُنمیں بعض کو ہلاک کیا بعض کو طرح طرح رسوا کیا۔ اور سلطان التمش کے چھوٹے بیٹے کی آنکھوں میں سلائی پھروائی۔ اور پھر اُس کو قتل کرادیا۔ اسکی ان حرکات سے سب صغیر و کبیر وضیع و شریف متنفر ہوئے اور کل ملوک نے بغاوت اختیار کی جسکی تفصیل یہ ہے کہ شاہزادہ غیاث الدین محمد کہ سلطان رکن الدین کا چھوٹا بھائی تھا اور اودہ میں حکومت کرتا تھا اُسنے اطاعت چھوڑدی لکھنوتی سے جو دہلی کو خزانہ جاتا تھا اُسے لوٹ لیا۔ ملک اعز الدین محمد سالاری صوبہ بداؤں و ملک علاء الدین شیر خانی حاکم لاہور اور ملک عز الدین کبیر خانی والی ملتان و ملک سیف الدین کوچی ضابطہ ہانسی نے باہم مراسلت کرکے موافقت کی اور لوائے مخالفت بلند کیا۔ سلطان رکن الدین

فیروز شاہ بہت سا لشکر لیکر دہلی سے نکلا اور کیلوگڑھی میں آیا انتظام الملک محمد جنیدی وزیر
خوف کے مارے کیلوگڑھی سے بھاگ کر قصبۂ کول میں گیا اور ملک اعز الدین محمد سالاری اور
اور سب متفق ہو کر لاہور گئے اور اس طرف ملوک کے ساتھ متفق الاتفاق المتفق ہوئے
رکن الدین انکے دفع کرنے کے واسطے پنجاب کو روانہ ہوا جب قصبہ میں پہنچے
تو جو امیر اسکے ساتھ تھے وہ دہلی چلے گئے اور سلطان شمس الدین کی بیٹی سلطانہ رضیہ
سریر سلطنت پر بیٹھی اور مادر سلطان شاہ ترکان کو گرفتار کرکے مقید کیا سلطان رکن الدین کو
جب خبر پہونچی تو اسنے دہلی کو مراجعت کی سلطان رضیہ کے حکم سے ۶۳۴ھ میں
سلطان کو گرفتار کیا اور قید خانہ میں ڈالدیا تھوڑی مدت میں وہ اسی قید خانہ میں دوسرے
جہان کو چلا گیا چھہ مہینے اٹھہ روز سلطنت کر گیا + ابن بطوطہ اس بادشاہ کا حال یہ لکھتا ہے کہ
باپ کے مرنے کے بعد وہ تخت پر بیٹھا اور اسنے یہ ظلم کیا کہ اپنے بھائی معز الدین کو مار ڈالا۔ رضیہ بیگم اسکی
سگی بہن تھی اسنے رکن الدین کو اس بھائی کے قتل پر لعنت ملامت کی تو وہ اسکے خون کے درپے
ہوا جمعہ کی نماز میں رکن الدین گیا تھا کہ رضیہ قصر قدیم کی سطح پر جسکو دولتخانہ کہلاتا تھا اور
جامع مسجد کے قریب تھا وہ مظلوموں کا لباس پہنے ہوئے تھی آدمیوں کے سامنے سطح قصر پر کھڑی
ہو کر یہ کہا کہ میرے بھائی نے میرے بھائی کو مار ڈالا اور میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے پھر اسنے
باپ کے خیر و احسان جو انکے ساتھ کئے تھے یاد دلائے یہ سنکر لوگ مسجد میں سلطان رکن الدین پر
چڑھ گئے اور اسکو گرفتار کرکے رضیہ بیگم پاس لائے جسنے کہا کہ جو قاتل ہے وہ قتل کیا جائے
اسطرح بھائی کے قصاص میں وہ قتل ہوا۔ اسکا بھائی ناصر الدین کم عمر تھا اسلئے رضیہ تخت پر بیٹھی

سلطان رضیہ بیگم کو خدا نے وہ سب خوبیاں عطا کی تھیں جو شاہان عادل و کامل میں ہوتی
ہیں جو صاحب نظر اور کار آگاہ ہیں اسمیں کوئی قصور سوا عورت ہونے کے نہیں بتاتے یہ نقصان
اسمیں ایسا تھا کہ اسکی صفات گزیدہ نے اسکو نفع نہ دیا اسمیں صفات تھیں کہ قرآن شریف کے
پڑھنے کے جو آداب ہیں ان سب کو وہ ادا کرتی تھی علم سے بھی اسکو کچھ بہرہ تھا۔ اپنے باپ کے
عہد میں ملکی کاموں میں دخل دیتی سلطان بھی اسکی عقل و سمجھ بوجھ کو دیکھ کر اسے دخل کا

مانع نہ ہوتا تھا۔ بلکہ جب گوالیار سے پھر کر وہ آیا ہے تو اُسنے تاج الملک محمود دبیر سلطنت کو حکم دیا کہ رضیہ بیگم
کو میرا ولی عہد لکھہ دو۔ اس فرمان پر بندگان دولت نے عرض کی کہ لائق و رشید بیٹوں کو چھوڑ کر اس لڑکی
کو ولیعہد بناتے ہیں بادشاہ اسلام کو یہ سزاوار نہیں ہے۔ سلطان نے فرمایا کہ میں اپنے بیٹوں کو دیکھتا
ہوں کہ وہ آوارہ بہت ہیں مئے نوشی و بدکاری و حرام کاری میں شب و روز مشغول رہتے ہیں انکے
بازو میں یہ قوت نہیں کہ سلطنت کے کاروبار کے بوجھہ کو سنبھال سکیں رضیہ اگر بظاہر عورت ہے مگر در حقیقت
مرد ہے اور اپنے بھائیوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ تم دیکھہ لینا کہ میرے بعد رضیہ بیگم سے زیادہ کوئی سلطنت
کے لائق نہ ہوگا۔ جو اس دانشمند بادشاہ نے ارشاد کیا تھا وہی ظہور میں آیا۔ جب سلطان رضیہ بیگم
تخت سلطنت پر بیٹھی۔ پردہ سے باہر آئی۔ مردانہ لباس پہنا۔ قبا در بر تاج بر سر بار عام میں بیٹھتی اور
اجلاس کرتی۔ اور لوگوں کی نالش اور فریاد سنتی اور انصاف اور عدالت کرتی۔ اور رکن الدین
کے عہد سلطنت میں جو قواعد و ضوابط سست ہوگئے تھے انکو از سر نو درست کیا۔ اور جو خرابیاں پیدا
ہوگئی تھیں اُن سب کو دور کیا۔ غرض سلطنت کا انتظام عقل و تدبیر سے کیا۔ مگر نظام الملک جنیدی
وزیر مملکت و ملک علاء الدین شیر خانی و ملک سیف الدین کوچی و ملک اعز الدین کبیر خانی اطراف سے
آکر شہر دہلی کے باہر جمع ہوئے اور کفران نعمت کر کے رضیہ کے مخالف ہوئے اور امراء اطراف کے خطوط
لکھہ کر مخالفت کے لئے ترغیب دینے لگے۔ اس حال میں ملک نصیر الدین جاگیر دار اودھ سلطان رضیہ کی
امداد کے لئے دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ گنگا سے پار ہوا تو مخالفوں نے اُسے گرفتار کیا۔
وہ بیمار تھا اسی حال میں وفات پائی۔ سلطان رضیہ شہر سے باہر نکلی اور جمنا کے کنارہ پر خیمہ لگایا۔
امراء ترک جو موافق تھے ہم رکاب تھے جو امراء مخالف تھے اُنسے اُسکا کئی دفعہ مقابلہ ہوا آخر صلح
ہوگئی تھوڑی مدت میں سلطان رضیہ نے وہ تدبیریں کیں کہ تمام اُسکے مخالف پریشان ہو کر کوئی
کسی طرف بھاگا کوئی کسی طرف سلطان رضیہ کے سواروں نے انکے گھوڑوں کا تعاقب کیا۔ ملک
سیف الدین کوچی کو مع اُسکے بھائی فخر الدین کے گرفتار کر کے قتل کیا۔ اور ملک علاء الدین جانی حدود بابول
نکوان میں شہید ہوا اور اسکا سر دہلی میں آیا۔ اور ملک نظام الدین کوہ سرمور میں فوت ہوا۔ جب
اسطرح سلطان رضیہ نے قوت پیدا کی تو مملکت کا انتظام ہوا اور خواجہ مہدی غزنوی کو جو نظام الملک کا

سلطان [illegible] کی لڑائی اور [illegible] کا بیان +

نائب تھا اپنا وزیر بنایا اور اُسکو بھی نظام الملک کا خطاب دیا اور لشکر کی نیابت ملک سیف الدین ایبک
کو تفویض ہوئی اور خطاب اُسکا قتلغ خاں ہوا اور ملک اعزالدین کبیر خانی کو ولایت لاہور عنایت
ہوئی۔ اب لکھنوتی سے لیکر دیول وسندھ تک کل ملوک و امرا مطیع و منقاد تھے۔ انھیں دنوں میں
ملک ایک رحمت حق سے پیوستہ ہوا اور اُسکی جگہ ملک قطب الدین حسن غوری مقرر ہوا
اور حصار نتھنبور کو بھیجا گیا۔ یہاں سلطان التمش کی وفات کے بعد مدت سے اس قلعہ میں مسلمانوں کو ہندوؤں نے
گھیر رکھا تھا۔ ملک قطب لشکر یہاں لایا اور امراء اسلام کو حصار سے باہر لایا اور قلعہ کو ویران کر دیا
اور سلطان رضیہ پاس چلا آیا۔ ان دنوں ملک اختیار الدین ایتگین امیر حاجب ہوا اور امیر جمال الدین
یاقوت حبشی میر اخور کو سلطان رضیہ کی خدمت میں بہت تقرب ہو گیا اور امیر الامرا ہی ہو گیا۔ وہی
ہمیشہ بغل میں ہاتھ دیکر گھوڑے پر سلطان رضیہ کو سوار کراتا۔ ایسی حرکات سے ملوک و امراء ترک کو غیرت آئی
ملک اعزالدین حاکم لاہور نے سلطان رضیہ کی اطاعت چھوڑی۔ سلطان رضیہ نے لشکر
لیکر وہاں چڑھائی کی۔ ملک اعزالدین اس سے باخلاص پیش آیا۔ اسلئے سلطان رضیہ نے ملک ملتان کہ
ملک قراقش پاس تھا اُسکو تفویض کیا اور ۶۳۷ھ میں دہلی میں وہ آئی۔ ملک التونیہ نے کہ ترکان
چھلگانی سے تھا۔ جسکا بیان آگے آئیگا علم بغاوت بلند کیا۔ سلطان رضیہ نے لشکر فراواں لیکر
جانب بھٹنڈہ سفر کیا۔ اثناء راہ میں امراء ترک نے بغل کر یاقوت حبشی کو شہید کیا اور سلطان رضیہ
گرفتار کرکے مقید کیا اور قلعہ بھٹنڈہ میں بھیجدیا اور خود دہلی میں آنکر معزالدین بہرام شاہ بن
سلطان التمش کو تخت پر بٹھایا۔ رضیہ بیگم نے ملک التونیہ کو ایسا اپنی فطرت سے پرچایا کہ ان دونوں
میں نکاح ہو گیا اور ان دونو میاں بیوی نے جاٹوں اور گکھروں کو جمع کرکے اور ادھر اُدھر سے
لشکر سمیٹ کر دہلی پر حملہ کیا۔ بہرام شاہ نے ملک اعزالدین بلبن کو لشکر کثیر کے ساتھ سلطان رضیہ
سے مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا۔ دونو لشکر راہ میں ملے اور لڑائی ہوئی سلطان رضیہ نے شکست پائی
اور بھٹنڈہ کو بھاگ گئی۔ پھر ایک مدت کے بعد دوبارہ اپنے پراگندہ لشکر کو جمع کرکے دہلی کی جانب
لڑنے کو روانہ ہوئی۔

۶۳۸ھ میں کیتھل میں پھر ملک بلبن سے شکست پائی اور ان دونو میاں بیوی کو

یاقوت حبشی +

زمینداروں نے گرفتار کر کے سلطان بہرام شاہ کے حوالہ کیا۔ اُسنے ان دونو کو قتل کر ڈالا۔ سلطان رضیہ نے ساڑھے تین برس چھ دن سلطنت کی۔ دور اندیش جانتے ہیں کہ یہ ادبار کی ہوا کس طرح سے اٹھی اور دولت رضیہ کی دولت کا پھول کس باد تند سے پراگندہ ہوا۔ بھلا غلام حبشی کو امیر الامرائے دہلی سے کیا النسبت اور حبشی کمینوں کو ملکہ تاجدار کی پیشوائی سے کیا کام

طبقات ناصری میں اوائل سلطنت رضیہ کا یہ حادثہ عظیم بیان کیا ہے کہ جسکو اور مورخوں نے سلطان التمش کی آخر سلطنت میں لکھا ہے۔ نور ترک کے اغواء سے ایک بڑا گروہ قرامطہ و ملاحدہ کا اطراف ہند گجرات اور سندھ اور دوآبہ گنگ و جمن وغیرہ سے آکر دہلی میں جمع ہو گیا تھا۔ اور اس نور ترک کے اغوا سے انھوں نے اہل اسلام پر حملہ کا ارادہ کیا۔ نور وعظ کہتا اور اوباش اس پاس جمع ہوتے اور علماء اہل سنت کو وہ ناصبی اور خارجی کہتا اور عوام الناس کو علماء ابو حنیفہ اور شافعی کی عداوت پر برانگیختہ کرتا۔ ششم ماہ رجب ۶۳۴ھ روز جمعہ کو ایک ہزار آدمی سلاح و شمشیر و سپر و تیر لیکر دہلی کی جامع مسجد میں چڑھ آئے اور مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ ایک شور و غل مچا تو سلطان کے مبارز نصیر الدین ایتم اور امیر امام ناصر ہتیار لگائے جوشن و برگستوان پہنے خود سر پر رکھے اور نیزہ و سپر دست بدست سواروں کو لیکر آئے اور ملاحدہ و قرامطہ کا قتل شروع کیا اور جامع مسجد کے اوپر جو آدمی تھے انہوں نے اینٹ پتھر مارنے شروع کئے اور ایک ملحد اور قرمطی کو زندہ نہ چھوڑا۔

ابن بطوطہ رضیہ سلطانہ کے قتل کی حکایت یوں بیان کرتا ہے کہ جب وہ شکست پا کر بھاگی تو بھوک کے مارے نہایت خستہ حال ہوئی اُسنے ایک کسان کو کھیتی کرتے ہوئے دیکھا اُسنے کھانا اُس سے مانگا اُسنے ایک روٹی کا ٹکڑا اُسے دیدیا جسکو وہ کھا کر سو رہی۔ وہ مردانہ لباس پہنے ہوئے تھی جب کسان نے اُسے سوتے ہوئے دیکھا اور اُسکے کپڑوں کے نیچے ایک قبا مرصع نظر آئی تو اُسنے جانا کہ یہ عورت ہے اُس کو قتل کیا اور اُس کا لباس اُتار لیا اور گھوڑا لے لیا اور کھیت میں اُسکو دبا دیا۔ اُس کے بعض کپڑے لے کر بازار میں بیچنے گیا۔ اہل بازار نے اس لباس کو اُسکے خلاف شان دیکھ کر خریدنے سے انکار کیا اور کوتوال کو خبر کی جسنے اُسے مار پیٹا تو اُسنے رضیہ کے قتل کا اقرار کیا اور اُسکے مدفن پر لے گیا۔ انہوں نے لاش کو نکال کر غسل دیا کفن پہنایا دفن کیا۔ مدفن پر گنبد بنایا اب تک

سلطنت معز الدین بہرام شاہ +

اُسکے قبر کی زیارت کرتے ہیں اور اُسکو متبرک جانتے ہیں وہ جمنا کے کنارہ پر ایک سنگ کے فاصلہ شہر سے ہے
قلعہ بھٹنڈہ میں سلطان رضیہ مقید تھی کہ ۸ رمضان ۶۳۴ھ کو بالاتفاق امراو ملوک نے معز الدین
بہرام شاہ کو دہلی میں تخت پر بٹھایا سلطان رضیہ سے جو لڑائیاں ہوئیں اور جسطرح اُنکا فیصلہ ہوا وہ اوپر
بیان ہو چکا ہے۔ اب سارے امور سلطنت کا اختیار اور اقتدار اختیار الدین اور نظام الملک مہذب الدین
کے ہاتھ میں تھا۔ تغلق کے گھروں میں ساری رونق سلطنت کی دکھائی دیتی تھی۔ اختیار الدین نے معز الدین
کی بہن سے نکاح کر لیا گھر پر ہمیشہ ہاتھی بندھا رہتا تین دفعہ نوبت بجواتا۔ اس زمانہ میں یہ باتیں بادشاہ کی
ہی کے ساتھ مخصوص تھیں۔ ان حرکتوں سے بہرام شاہ ان دونوں سے بدگمان ہوا۔ اسنے اپنے دو معتمد
ترکوں کو حکم دیا کہ مستانہ ہیأت بنا کر ان دونوں کا جام عمر لبریز کر دو۔ ۸ محرم ۶۳۵ھ کو قصر سفید میں یہ
ترک مستانہ وار داخل ہوئے اختیار الدین کو چھری سے قتل کیا۔ مہذب کے پہلو میں دو زخم لگائے مگر
موت نہیں آئی تھی وہ بچ کر باہر نکل گیا۔ ملک بدر الدین سنقر امیر حاجب ہوا اور سلطنت کے سارے کاموں
کا مالک ہوا سلطان کی بے اجازت جو چاہتا سو کرتا اور وزیر مہذب الدین پر تفوق ڈھونڈھتا جسنے
سلطان کے مزاج کو متغیر کر دیا۔ بدر الدین نے جب سلطان کی بے رُخی دیکھی تو وہ سلطان ہی کے دفع کرنے
کی تدابیر میں مصروف ہوا اور یہ جاننے لگا کہ بادشاہ کے بھائیوں میں سے کسی کو اسکا جانشین کرے

امراء کی سلطنت کی سازشیں +

ماہ صفر ۶۳۷ھ میں صدر الملک تاج الدین کے گھر پر امراء کبار کا جلسہ ہوا اور انقلاب سلطنت کے باب میں
منصوبے و تدابیر پیش ہوئیں۔ یہ صدر الملک وزیر مہذب الدین کے بھی گھر گیا کہ اُس کو بھی لا کر شریک
مشورہ کرے۔ بادشاہ کا ایک نہایت معتبر آدمی وزیر پاس بیٹھا ہوا تھا اوسکو وزیر نے ایک ایسی
جگہ چھپا کر بٹھا دیا کہ وہ ساری باتیں صدر الملک کی سنے۔ غرض جب صدر الملک وزیر پاس آیا
اور اُسنے تغیر سلطنت کی استدعا کی تو وزیر نے ادھر صدر الملک سے کہا کہ آپ تشریف لے چلیے میں بھی
نماز پڑھ کر آپکے جلسہ عظیم میں شریک ہونے کے لئے آتا ہوں۔ ادھر اس معتمد سلطانی سے کہا کہ تو
ابھی جا کر سلطان سے وہ باتیں عرض کر جو تو نے صدر الملک کی زبان سے سنی ہیں اور بادشاہ
کو صلاح دے کہ وہ فوراً سوار ہو کر اس جماعت کے سر پر پہنچ کر متفرق کر دے۔ جب معتمد بادشاہ
کی خدمت میں آیا اور حال عرض کیا تو سلطان نے سوار ہو کر اس جماعت کو پریشان کر دیا۔ اور

بدر الدین سنقر کو دربار میں بلاکر بداؤں بھیجدیا۔ اور چار مہینے بعد وہ سلطان پاس پھر آیا تو اُسے مقید کردیا۔ ایسے ہی اور امرا کو جو اس جلسہ میں شریک تھے سزائیں دیں غرض اس واقعہ سے امرا کے حال میں یہ تغیر ہو گیا کہ سلطان سے وہ سب خائف رہنے لگے اور سلطان اُنسے بدگمان رہنے لگا کسی پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔ وزیر اپنے زخموں کے انتقام لینے کے سبب سے یہ چاہتا تھا کہ ملوک اور ترکوں اور سلطان ان سب کو خارج کردے سلطان کو ہمیشہ ترکوں سے ڈرتا رہتا تھا اور آخر کو اُسکی تدبیر چل گئی نہ امرا ترک رہے نہ سلطان جسکا ذکر نیچے ہوتا ہے +

واقعہ عظیم شہر لاہور کا محاصرہ ہونا +

اِس بادشاہ کی سلطنت میں واقعہ عظیم شہر لاہور کا ہے کہ اُس کو چنگیز خانی مغلوں کے لشکر نے خراسان اور غزنین سے آنکر گھیر لیا اور مدتوں تک جنگ رہی یہاں لاہور میں حاکم قراقش تھا وہ بڑا بہادر جوانمرد تھا مگر اہل لاہور نے اُسکے ساتھ موافقت نہ کی اور لڑائی میں تقصیر کی۔ قراقش یہ حال دیکھ کر اپنے لشکر سمیت دہلی کو چلا گیا۔ ترکوں نے اُسکا تعاقب کیا مگر وہ صاف نکل گیا۔ اب لاہور میں کوئی فرماندہ تھا اسلئے ۱۶ جمادی الاخری ۶۳۹ھ کو اسپر مغلوں کا قبضہ ہو گیا اُنھوں نے مسلمانوں کو قتل و اسیر کیا جب اس حادثہ ہائل کی بہرام شاہ کو خبر پہونچی تو اُسنے دہلی کے قصر سپید میں اپنے اکابر سلطنت کو جمع کیا اور نظام الملک مہذب الدین وزیر اور قطب الدین حسن غوری وکیل سلطنت اور اور امرا کو لشکر دیکر مغلوں کے دفع کرنے کے واسطے لاہور روانہ کیا جب یہ لشکر دریا بیاس کے کنارہ پر پہونچا تو نظام الدین مہذب الملک نے کہ باطن میں سلطان سے نفاق رکھتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ امرا اُس سے ناراض ہو جائیں یہ مکر و فریب کیا کہ بہرام شاہ پاس یہ عرضداشت بھیجی کہ حضور نے جو ایک جماعت منافق میرے ہمراہ کی اس سے کچھ کام نہیں نکلیگا اور یہ فتنہ نہیں دور ہوگا خود حضور یہاں تشریف لائیں یا فرمان صادر فرمائیں کہ بندہ و ملک قطب الدین جسطرح سے ہو سکے اس جماعت کو ٹھکانے پہنچائیں سلطان نے وزیر پر اعتماد کرکے اپنی سادگی کے سبب سے لکھ بھیجا کہ وہ جماعت گردن مارنے کے قابل ہے اُن کو میں سزا دونگا تم چند روز اُنسے مدارا رکھو۔ نظام الملک مہذب الدین نے یہ سلطان کا فرمان امرا لشکر کو دکھا دیا اور بادشاہ کے معزول کرنیمیں اُنکو اپنے ساتھ متفق کر لیا جب سلطان کو اس

بہرام شاہ کا معزول ہونا +

حال پر اطلاع ہوئی تو حضرت شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کو ان امرا کی تسکین و تسلی کے لئے بھیجا مگر وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے شیخ اپنا سا منہ لیکر دہلی کو چلے آئے سلطان معز الدین بہرام شاہ کے دفع کرنے کے واسطے نظام الملک مہذب الدین اور کل امرا دہلی میں آئے اور بہرام شاہ کا محاصرہ کر لیا اور ساڑھے تین مہینے تک محاصرہ رہا اور لڑائیاں ہوتی رہیں اور طرفین سے ایک خلق ہلاک ہوئی اور حوالی شہر بالکل برباد ہو گیا اس فتنہ کے بڑھ جانے کا سبب تھا کہ مبارک شاہ فرخی مہتر فراش بادشاہ کے مزاج پر غالب ہو گیا تھا وہ کسی طرح صلح پر بادشاہ کو راضی نہیں ہونے دیتا تھا اہل شہر بادشاہ کے ساتھ متفق تھے اُسکے سبب سے ماہ ذیقعد ۶۳۹ھ میں شہر کو مخالفین نے لے لیا اور بہرام شاہ کو گرفتار کر کے کچھ دنوں اُسے مقید رکھا اور پھر قتل کیا۔ اُس کی سلطنت کی مدت دو سال ڈیڑھ مہینہ تھی

سلطنت علاء الدین مسعود شاہ

جب سلطان بہرام شاہ کا پیمانہ عمر لبریز ہوا تو ملک اعز الدین بلبن بزرگ تخت دہلی پر جلوہ گر ہوا اور اُسکی منادی بھی ہوئی مگر اُسکی تخت نشینی سے امرا راضی نہ ہوئے سلطان شمس الدین کے بیٹے ناصر الدین و جلال الدین اور رکن الدین فیروز شاہ کا بیٹا سلطان علاء الدین مسعود قصر سفید میں مقید تھے اُنکو قید خانہ سے باہر لائے اور انمیں سے سلطان علاء الدین مسعود شاہ کے سر پر ۶۳۹ھ ۱۲۴۱ء تاج شاہی رکھا سلطان نے ملک جلال الدین کو خطہ قنوج دیا اور ملک ناصر الدین کو خطہ بہرائچ۔ مگر اُسکی سلطنت میں بھی وہی خرابیاں برپا ہوئیں جو پہلے سے چلی آتی تھیں بلکہ اُنپر اُسکی اُم الخمری اور عیاشی اور ظلم نے اور طرہ لگا دیا۔ اس بادشاہ کے وقت کی بڑی مشہور بات یہ ہے کہ محمد بختیار خلجی جس راہ سے تبت اور ختا میں گیا تھا اسی راہ سے مغلوں کی فوج نے ۶۴۲ھ ۱۲۴۴ء میں بنگالہ پر یورش کی۔ اس راہ سے فقط یہی یورش ہوئی ہے اور کسی یورش کا اس راہ سے تاریخ میں صحیح پتا نہیں ملتا مغلوں کو شکست ہوئی پھر انھوں نے قندھار کی طرف سے ملک سندھ پر حملہ کیا اور اوچہ کا محاصرہ کیا سلطان نے بھی امرا کو جمع کیا اور لشکر فراہم کر کے بیاس کنارہ پر فوراً جا پہونچا مغلوں نے اوچہ کا محاصرہ چھوڑ دیا سلطان مظفر اور منصور دلی میں چلا آیا جب امرا نے دیکھا کہ سلطان مسعود کے ظلم اور مستانہ نوشی سے سلطنت کا کام بگڑتا ہے تو انھوں نے اُسکے

چنانچہ ناصر الدین پاس بہرائچ [illegible] پیغام بھیجا اور [illegible] اوسکو بادشاہ بنایا اور مسعود کو قید خانہ
میں [illegible] کل چار سال ایک مہینے سلطنت کی

سلطان التمش کا [illegible] ناصر الدین [illegible] میں فوت ہوا اور سبب
چھوٹا [illegible] پیدا ہوا [illegible] بڑے بیٹے کو اسکا ہم نام کیا اور اوسکی
ماں کو لونی بھیج دیا [illegible] بیٹے کی [illegible] تعلیم و تربیت ہوئی

باپ کے مرنے پر [illegible] قید میں [illegible] پائی اسکی عادت تھی کہ جوانی میں
ہمیشہ سوچ بچار میں رہتا اور [illegible] سلطان مسعود کے [illegible] میں اسکو بہرائچ کی
حکومت ملی یہاں تھوڑے دنوں [illegible] اسکی عدالت اور نصفت کے اور [illegible] کی قیامی سے
ملک کی معموری اور آبادی [illegible] سلطان علاء الدین مسعود شاہ کی باتوں سے
امراء دہلی تنگ آگئے تو انہوں نے ایک خفیہ عرضداشت سلطان ناصر الدین کی خدمت میں
بھیجی کہ آپ دہلی میں تشریف لائیں ناصر الدین کی والدہ ملکہ جہان اس سفر میں ہمراہ ہوئی
اور اس بہانہ سے کہ سلطان بیمار ہے دلی میں علاج کرنے کو جاتا ہے بیٹے کو دلی تک وہ لے آئی
اور کسی کو خبر نہ ہوئی کہ [illegible] آ پہنچا۔ بلکہ ایسا وہم اوسکو تھا کہ جب بات ہوتی تو ناصر الدین
کے منہ پر نقاب ڈال دیتی کہ کوئی پہچانے نہیں +

غرض ۲۳ محرم ۶۴۴ھ ہجری مطابق ۱۰ جون ۱۲۴۶ع کو سبز قصر میں سلطان دہلی کے تخت پر بیٹھا
جلوس کے دن بڑا جشن ہوا ملک غیاث الدین بلبن خرد کو لقب وزارت عطا ہوا۔ اور سارا
کاروبار سلطنت کا اسکے اعتماد پر چھوڑ گیا سلطان نے وزیر بنانے کے وقت اسے کہدیا
کہ کوئی کام ایسا نہ کرنا کہ خدا کے روبرو اسکے جواب سے تو شرمندہ ہو۔ اس وزیر نے اپنے کام کا
حق ادا کیا۔ اور ایسی تدبیریں کیں کہ کسی کو قدرت نہ تھی کہ اسکے کام میں دم مارسکے غرض
ساری سلطنت کا [illegible] اسکی مٹھی میں تھا۔ یہ بلبن شمس الدین التمش کا غلام اور داماد تھا۔ اب
ناصر الدین نے اسکو خان اعظم الغ خاں کا خطاب مرحمت کیا۔ اور اسکا چچیرا بھائی شیر خان تھا
اسکو [illegible] ملتان اور پنجاب کا حاکم مقرر ہوا۔ اس بادشاہ کو ان

مغلوں کا کھٹکا لگا ہوا تھا جو غزنین کابل اور قندہار اور بلخ اور ہرات میں شورش برپا کر رہے
تھے۔ غیاث الدین بلبن نے ان سرحدی صوبوں کو ملا جلا کر ایک صوبہ قائم کیا اور شیر خان کو وہاں
کا حاکم مقرر کیا اور بادشاہ کو پہلے ہی سنہ جلوس میں پنجاب جانا پڑا۔ اور جب بادشاہ سودرہ میں پہنچا
تو خان اعظم الغ خان کو سر لشکر بنا کر دریائے سند کی طرف بھیجا۔ خان اعظم نے گکھڑوں کو کہ مغلوں کے
ساتھ غارتگری میں شریک ہو گئے تھے اور اس ملک میں بہت غارتگری کے لئے مغلوں کے رہنما ہوتے تھے
نہایت سخت سزا دی بیسیوں کو قتل کیا۔ انکے بچوں کو لونڈی غلام بنایا اور پھر سلطان کے پاس آیا
سلطان بسبب تنگی علوفہ کے جلد دہلی چلا آیا۔ یہاں یہ انتظام بھی کیا کہ ایک جماعت بڑے امیروں کی
تھی کہ وہ سلطان شمس الدین التمش کے وقت سے لاہور اور ملتان میں جاگیریں رکھتی تھی مگر حق خدمت
نہ ادا کرتی تھی اور مغلوں کی سپاہ سے ساز باز رکھتی تھی۔ ان سب بوڑھوں کو سلطان نے غیاث الدین
بلبن سے مشورہ لیکر منصب سے معزول کیا اور انکی جوان اولاد اور عزیز و اقارب کو انکے منصبوں پر
مامور کیا۔ اس انتظام سے ملتان اور پنجاب میں دونوں طرح کا ملکی اور مالی بندوبست ہو گیا۔ اور
گکھڑوں کے غدر سے اطمینان ہوا۔ یہ عمل سلطان کا ایسا ہی تھا جیسا کہ سکندر ذوالقرنین کا سننے
میں آیا ہے کہ اُس نے اپنے اُستاد ارسطو پاس ایلچی بھیجا اور پوچھا کہ میں کیا کروں کہ امرا اور ارکان
دولت میری بندگی اور فرمانبرداری نہیں کرتے ایلچی کو باغ میں ارسطو لے گیا۔ اور باغبان کو
حکم دیا کہ سب پرانے پیڑ اوکھاڑ ڈال اور نئے پودے اُنکی جگہ لگا دے۔ اور کچھ جواب ایلچی کو نہ دیا
اور رخصت کیا ایلچی نے یہ سارا حال سکندر سے بیان کیا سکندر مطلب سمجھ گیا چنانچہ اُس نے امرا
کہن سال کو معزول کر کے انکی اولاد کو انکے عہدوں پر مقرر کیا۔ پھر سب انتظام ہو گیا۔ بعد ازیں
سنہ ۶۶۴ھ تک غیاث الدین بلبن ہندو راجاؤں سے لڑتا رہا جو شاہان سابق کے
ضعف اور بے اعتدالی کے سبب متمرد اور سرکش ہو گئے تھے چنانچہ اول حملہ میں اُس نے جمنا کے
وار پار ملک میں دلی سے کالنجر تک حکومت سلطانی کو قائم اور بحال کیا پھر آئندہ تین سال کی
چڑھائیوں میں میوات کے پہاڑی لوگوں کو دلی سے چنبل تک بالکل صاف کیا پھر رنتھنبور کو
پایہ کے قلعہ کو جو میوات کے پاس ہے فتح کیا اور سلطان ناصر الدین کا بھائی جلال الدین دلی میں آیا۔

بادشاہ کا سلطنت میں انتظام کرنا +

ناصر الدین کی ہندو راجاؤں سے لڑائی +

اور پھر وہم زدہ ہو کر یہاں سے چپ کو بھاگا سلطان نے اسکا تعاقب کیا اور چتوڑ تک پہنچا۔ آٹھ یا سات
مہینے یہاں سر مارا مگر فتح نہ ہوا۔ ناچار سلطان دہلی الٹا چلا آیا ۔۔۔۔۔ میں ملک عزالدین بلبن ۔۔۔
حاکم اوچہ اور ناگور نے بغاوت اختیار کی سلطان ناگور گیا اور ۔۔۔ لشکر کشی کی ۔۔۔ سلطان کے سلطنت
نہ تھم سکا اور حاضر ہو کر امان کا خواہاں ہوا۔ سلطان نے اسکی عذر تقصیر پذیر کئے اسکی حکومت بحال بھی
اور خود دہلی میں چلا آیا +

پھر نرور کا قلعہ سندیل گھنڈ میں جا کر فتح کیا جاہر دیو نے ۔۔۔ بنایا تھا۔ پانچہزار سوار اور دو لاکھ
پیادوں کے ساتھ وہ بادشاہ سے لڑا مگر شکست فاحش پا کر بھاگ گیا۔ اور چند روز میں قلعہ فتح ہو گیا۔ اور بعد ازاں
چندیری اور مالوہ میں گیا اور وہاں اپنی طرف سے حاکم مقرر کئے اور پھر دلی چلا آیا۔ ان مہمات میں بلبن نے
بڑے کارنامے کئے اسکے چچیرے بھائی شیر خاں نے بھی مغلوں کو شکست دیکر غزنین لے لیا اور اسمیں
سلطان کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اسکا سکہ چلایا اور پھر سلطان کے حکم کے بموجب اوچہ پر لشکر کشی کی
ملک عزالدین بلبن بزرگ ناگور سے اوچہ میں آیا اور شیر خاں کو اوچہ سپرد کر کے سلطان پاس
دلی میں آیا سلطان نے اسکو بدایوں میں حاکم مقرر کیا جن مہمات کا اوپر ذکر ہوا۔ انمیں اکثر سلطان
ناصرالدین شریک تھا اور ان فتوحات کا سبب اپنے تئیں بتاتا مگر دل میں یہ بات خوب سمجھتا تھا
گو وہ ناگوار خاطر ہو کہ بلبن کی پامردی کے سبب فتوحات حاصل ہوئی ہیں اور ان معرکوں میں
اول قدم اوسی کا ہے۔ بعد اسکے میر اقدم ہے ۶۵۱ھ میں عماد الدین ریحانی نے کہ بلبن کا ہی
دست گرفتہ تھا بلبن کی جان کا خواہاں ہوا اور جب جان نہ لے سکا تو بادشاہ سے لگا بجھا کر
بلبن کو اقطاع ہانسی میں بھجوا دیا اور خود وزیر بن گیا۔ اور اور رفقاء بلبنی کو بھی الزام دے دیکر
پیچھے کچھ کر دیا اور کہیں سے کہیں بھیجدیا جب ان تغیرات سے بے انتظامی شروع ہوئی۔ تو
بدگمانی اور ناراضمندی نے بھی دور دورہ بہم پہنچایا۔ غرض کڑہ مانک پور۔ اودھ۔ بدایوں۔ سرہند
سیام۔ کہرام۔ لاہور۔ سوالک۔ ناگور۔ ان سب صوبوں کے حاکموں نے متفق ہو کر بلبن پاس پیغام
بھیجا کہ عماد الدین ریحانی کے ظلم و ستم سے انتظام سلطنت میں خلل پیدا ہو رہا ہے اب صلاح سب کی
یہ ہے کہ آپ دلی جائیں اور بطور سابق اپنے کام کا انصرام فرمائیں بلبن نے اس درخواست کو

مشہور کیا اور سب کو کہرام میں جمع کیا عماد الدین ریحانی ان سب کے رفع دفع کرنے کے واسطے سلطان
کو لیکر گیا۔ ان سب امراء اور ملک غیاث الدین بلبن نے نہایت ادب اور تعظیم سے عرضی لکھی کہ ہم سب
آپکے غلام ہیں اگر عماد الدین ریحانی آپکی وزارت کے منصب سے علیحدہ ہو تو ہم سب آپکی پابوسی سے
مشرف ہوں سلطان نے عماد الدین کو معطل کر کے بدایوں کے صوبہ کو روانہ کیا سب امرا سلطان
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شاہانہ خلعت انکو مرحمت ہوئے۔ اور پہر سب امرا اپنے اپنی جگہہ مقرر
ہوئے اور غیاث الدین بلبن کے آنے سے سب چہوٹے بڑے خوش وخرم ہوئے +

۶۵۳ھ ۱۲۵۵ء سے ۶۵۵ھ ۱۲۵۷ء تک بغاوتیں ہوئیں ملکۂ جہاں والدہ ناصر الدین نے قتلغخاں سے
نکاح کر لیا سلطان کا دل اپنی ماں کی طرف سے برگشتہ ہوگیا قتلغخاں کو اودہ کی جاگیر دیکر رخصت کیا
بہرائچ کی جاگیر سے اودہ سے بدل دیا۔ اسپر اُسنے بغاوت اختیار کی اور عماد الدین ریحانی
اور حاکم سندہ اور بعض اور امراء نے سلطان کی مخالفت پر موافقت کی سلطان نے قتلغخاں
کی سرکوبی کے واسطے غیاث الدین بلبن کو اور عماد الدین کے واسطے تاج الدین بنرگ کو متعین فرمایا
عماد الدین لڑائی کے بعد اسیر ہوا اور قتل کیا گیا۔ اور قتلغخان بلبن کے سامنے نہ ٹہر سکا اور بہاگ کر
جیت پور چلا گیا بلبن اس نواح کو تاخت وتاراج کر کے دہلی چلا آیا ۶۵۵ھ میں قتلغخاں کی
امداد دے بال راجہ جیت پور نے کی۔ اور بہت سے آدمی اُس پاس جمع ہو گئے۔ اور کشلیخاں
حاکم سندہ کے پاس وہ چلا گیا۔ اور دونو نے متفق ہو کر سمانہ اور کہرام کے نواح میں خلل اندازی
شروع کی سلطان نے غیاث الدین بلبن کو پہر اس مہم کا اہتمام سپرد کیا جب دونو فریق آمنے
سامنے ہوئے تو یہاں دہلی سے بعض حضرات نے قتلغخاں اور کشلیخاں کو خط لکھہ کر بہیجا کہ دلی چلے آو
اور شہر لے لو۔ یہاں دلی والوں کو انکی اطاعت کی تلقین کرتے تھے بلبن کو تمام مکر وفریب کی خبر
ہوگئی اور ساری کیفیت لکھہ کر سلطان کے پاس بہیجدی سلطان نے فوراً اُس جماعت کے امرا کو حکم دیا کہ
اپنی جاگیروں پر جائیں۔ بعض کہتے ہیں کہ قیدخانہ میں ڈالدیا۔ اب قتلغخاں اور کشلیخاں کو خبر
اس امر سے نہ ہوئی وہ سو کوس کی منزل کو دو روز میں طے کر کے دلی میں آئے۔ تو یہاں انہوں نے
کچہہ نہ دیکہا۔ اس سبب سے وہ خود منتشر ہوگئے کشلیخاں کو تو حکومت سندہ کی پہر بلبن کی سفارش

مل گئی۔ مگر قتلغ خاں کا حال نہ معلوم ہوا کہ وہ کہاں چلا گیا +

یہاں یہ بغاوتیں ہو رہی تھیں کہ مغلوں نے اوچھ اور ملتان پر حملہ کیا۔ سلطان انکی سرکوبی کے واسطے چار مہینے میں لشکر جمع کر کے روانہ ہوا تھا کہ مغلوں کا لشکر بغیر لڑائی کے پھر گیا۔ اسلئے سلطان بھی دلی میں پھر چلا آیا۔ پنجاب کی حکومت پھر شیر خان کے سپرد ہوئی اور ملک جلال الدین جانی حاکم پنجاب کو لکھنوتی کی حکومت سپرد ہوئی۔ کڑہ مانک پور میں بغاوت ہوئی ارسلان خاں اور قلیچ خاں نے یہاں فتنہ مچا رکھا تھا۔ مغلوں کی لڑائی میں سلطان نے انکو بلایا۔ مگر انہوں نے اس حکم کو نہ مانا اور نہ آئے۔ سلطان کے یہاں آنے سے بغاوت دب گئی +

سنہ ۶۵۵ھ میں خان اعظم الغ خان حسب الحکم سلطان کوہ پایہ و سوالک و رنتھنبور پر لشکر کش ہوا جہوت و میوات و سوالک کے راجاؤں نے سرکشی پر کمر باندہی اور بڑا لاؤ لشکر جمع کیا۔ یہ بڑی بھاری سرکشی تھی۔ بلبن ہی کی جانفشانی نے اسکو مٹایا۔ وہ انسے ایک بڑی لڑائی لڑا۔ اور مغلوب کیا۔ سنہ ۶۵۷ھ ۱۲۵۹ء میں انکا ملک فتح کیا۔ یہ میواتی ایسی ایسی جگہہ جا کر چھپے کہ اہل اسلام کے سواروں کا وہاں جانا مشکل تھا۔ اسلئے بلبن نے اشتہار دیدیا کہ جو شخص میواتی کو زندہ پکڑ کر لائے دو ٹنکہ نقرہ انعام پائے اور جو شخص میواتی کا سر کاٹ کر لائے وہ ایک ٹنکہ نقرہ صلہ پائے۔ غرض اس اشتہار سے بعض سپاہی ایسے میواتیوں کے گلا کاٹنے پر آمادہ ہوئے کہ تین چار سو میواتیوں کو ہر روز زندہ پکڑ لاتے۔ اور خزانہ شاہی سے انعام لے جاتے۔ غرض راجاؤں نے یہ حال دیکھ کر لشکر آراستہ کیا۔ بلبن نے بھی سپاہ کو سامنے کیا۔ اگرچہ بعض بڑے بڑے امیر اس لڑائی میں بلبن کے مارے گئے لیکن آخر کو جیت بلبن کے ہاتھ رہا۔ اور ڈھائی سو سردار مخالفوں کے گرفتار ہوئے۔ انکو دہلی میں لا کر بلبن نے سلطان کے روبرو مارا۔ دس ہزار میواتی اس لڑائی میں مارے گئے۔ مگر یہ قوم ہمیشہ لوٹ مار کرتی رہی اور دلی کے باشندوں کو کبھی ان کی لوٹ مار سے انگریزی عملداری تک چین نہ ملا۔ اب سب سے آخر واقعہ عظیم اسکی سلطنت کا یہ ہے کہ چنگیز خان کے نبیرہ ہلاکو خاں کا ایلچی دہلی کے نزدیک آیا۔ غیاث الدین بلبن پچاس ہزار سوار اور دو لاکھ پیادے اور دو ہزار ہاتھی اور تین ہزار عرادہ آتشبازی لیکر شہر سے باہر ایلچی کے استقبال کو نکلا۔ طبل اور دہل اور کرنا اور نفیر کا غل کرنا اور ہاتھیوں کا چنگھارنا

اور گھوڑوں کا ہنہنانا۔ ہتھیاروں کا چمکنا۔ آتشبازی کا چھوٹنا۔ ان سب نے آثار قیامت کا نمود کھا دیا تھا
بس بلبن ایک تیر کے فاصلہ سے اُسکے استقبال کو گیا۔ اور فوج کی صفوں اور ہاتھیوں کی قطاروں
کا تماشا دکھایا۔ اور قصر سفید میں سلطان ناصر الدین پاس لایا۔ وہاں قصر سلطانی ایک مرقع کا عالم
دکھا رہا تھا۔ ایک طرف سادات اور مشایخ کھڑے ہوئے تھے۔ دوسری طرف عراق اور خراسان
اور ماوراء النہر کے شاہزادے اور ہندوستان کے راجہ راؤ مہاراج۔ غرض یہ جشن بھی عجیب
غریب تھا۔ ایلچی اس سب سامان کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ شاید اس شان و شوکت کی سامان
نے ہی ہندوستان کو ہلاکو خان کے ہاتھ سے بچایا۔ اب اس بادشاہ کی آخری عمر تک کوئی
واقعہ عظیم وقوع میں نہیں آیا۔ اب غور کرو کہ اس بادشاہ کی سلطنت میں جھگڑے اور فساد کیا کیا
برپا ہوئے مگر کسی فساد سے سلطنت کو صدمہ نہیں پہنچا۔ یہ بادشاہ شجاع اور عابد اور سخی تھا
اگرچہ اُسکا دربار تکلفات سے پر تھا مگر گھر اُسکا سادگی کا گھر تھا۔ ایک ہی زوجہ منکوحہ تھی۔ وہی اپنے
ہاتھ سے روٹی پکاتی تھی۔ ایک دن اس نیکبخت بی بی نے کہا کہ روٹی پکانے سے ہاتھ جلتے
ہیں۔ کوئی لونڈی خرید لو کہ وہ کھانا پکا دیا کرے۔ اسپر بادشاہ نے جواب دیا کہ بیت المال میں
بندگان خدا کا حق ہے میرا مال اُسمیں کچھ نہیں ہے کہ روپیہ لیکر لونڈی خریدوں۔ صبر کرو خدا اُسکا
اجر دیگا۔ غرض ساری عمر فقیرانہ بسر کی۔ زہد و تقویٰ عبادت چاروں پہر اُسکا کام تھا۔ قرآن شریف
کی کتابت سے اُسکی گذر اوقات تھی۔ کبھی خزانہ شاہی سے پیسا نہیں لیا۔ اتفاقاً ایک امیر نے اُسکے
ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن شریف زیادہ قیمت کو لے لیا۔ جب اُس کو یہ معلوم ہوا تو بہت ناگوار گذرا
پھر وہ اپنے قرآن شریف کا ہدیہ معمولی قیمت پر خفیہ کیا کرتا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ قرآن شریف
پڑھ رہا تھا کہ ایک محتاج اُس پاس آیا۔ اُسنے قرآن شریف میں دو فقرہ برابر لکھے ہوئے دیکھ کر
یہ کہا کہ ایک فقرہ اسمیں غلط لکھا ہے سلطان نے قلم دوات منگا کر اُس فقرہ پر حلقہ کھینچ دیا۔ اُس محتاج کی
احتیاج رفع کر کے رخصت کیا۔ پھر چاقو لیکر اُس حلقہ کو چھیل دیا۔ ایک غلام نے پوچھا کہ پہلے حلقہ
بنایا کیوں۔ اب اُس کو مٹایا کیوں۔ اُسنے یہ جواب دیا کہ محتاج آیا تھا اگر اُسوقت میں یہ کہتا کہ تو
غلط کہتا ہے تو اُسکا دل مکدر اور رنجیدہ ہوتا۔ پھر اس رنج کا مٹانا اس حلقہ کے مٹانے سے

زیادہ مشکل ہوتا ایک صلاح کار نیک اندیش کا دل بیٹے خوش کر دیا۔ اور [illegible]

نہیں یہ حکایت بھی اسکی مشہور ہے کہ اسکا ایک ندیم محمد [illegible]

پکارتا۔ مگر اتفاقاً اسنے ایک دن اس ندیم کو کہا کہ تاج الدین [illegible]

اگر کام سے فارغ ہو کر اپنے گھر گیا اور تین دن تک بادشاہ کی ملازمت میں نہیں آیا۔ سلطان نے آدمی

بھیجکر اسے بلایا اور غیر حاضری کا سبب پوچھا ندیم نے عرض کیا کہ حضور نے خلاف عادت مجھے تاج الدین

کہہ کر پکارا اس غیر نام لینے سے میں سمجھا کہ بادشاہ کا دل متغیر ہوا تین روز اسی رنج میں گھر

میں پڑا تھا سلطان نے کہا کہ مجھے کچھ تجھ سے رنج نہ تھا مگر میں بے وضو تھا بے وضو محمد کا نام لیتے

مجھے شرم آتی ہے اسلئے تاج الدین کہہ کر پکارا + طبقات ناصری جو ایک مشہور تاریخ ہے وہ اسی بادشاہ

کے عہد میں تصنیف ہوئی ہے غرض یہ نیک سیرت بادشاہ گیارہویں جمادی الاول ۶۶۴ھ مطابق

فروری ۱۲۶۶ء کو بہشت نصیب ہوا بیس برس کئی مہینے تک اُس نے سلطنت کی +

سلطان غیاث الدین بلبن

سلطان غیاث الدین بلبن [illegible]

ناصر الدین محمود کے تخت و تاج کا کوئی وارث نہ تھا سلطان غیاث الدین بلبن اُسکی زندگی میں بھی

سلطنت کا مختار تھا اب اُسکو خود بادشاہ ہونے میں کچھ دقت نہ ہوئی ۶۶۴ھ ۱۲۶۶ء میں تخت شاہی

پر بے تکلف بیٹھ گیا اب اصل حقیقت اسکی یہ ہے کہ اسکا باپ بڑا امیر تھا بغداد میں دس ہزار خاندان

کا سردار تھا اور سلطان قراخطا و طائفہ البری میں سے تھا جب مغلوں نے اس دیار کو فتح کیا

تو وہ اُنکے ہاتھ میں اسیر ہوا اور ایک سوداگر نے اُسے خرید اور بغداد میں لا کر جمال الدین بصری

کے ہاتھ بیچا جمال الدین بصری نے اس نظر سے کہ وہ سلطان التمش کا ہم قوم تھا اُسکی نذر کیا

سلطان نے اُسکے چہرے کے آثار دیکھ کر بازدار خاصہ کا مقرر کیا اور بعد ازاں بتدریج اور معزز عہدے پر

سرافراز کیا۔ یہ کیفیت تو سلطان التمش کے زمانہ میں ہی اب اُسکے جانشینوں کے زمانہ میں سلطان

رکن الدین کے عہد میں وہ ہندوستان کے ترکوں کے ساتھ سازش کرکے پنجاب میں باغی

ہو گیا سلطان رضیہ کے عہد میں گرفتار ہو کر محبوس ہوا اور پھر رہا ہوا اور میر شکار کا عہدہ ملا

یہ میر شکار ہونا ایک اشارہ غیبی تھا کہ ایک دن صید عالم اُسکا شکار ہوگا سلطان معز الدین بہرام

عہد میں امیر آخور مقرر ہوا۔ پھر امیر شکار ہوا۔ ایسا ربانی تھا کہ ایک دن اقبال کا گھوڑا اسکی رانوں تلے
دوڑتا تھا۔ میواتی اکثر دلی میں آکر لوٹ مار کرتے اور تکلیف دیتے تھے انکے انتظام کے واسطے پرگنات
ہانسی اور ریواڑی غیاث الدین بلبن کو اقطاع میں دیے گئے۔ اسنے میواتیوں کو ایسا دبایا
کہ سر نہ اٹھانے دیا ایں کارنمایاں سے اسکی شجاعت اور مردانگی کا ایک شہرہ ہو گیا اور سلطان
علاء الدین نے اسکو اسی بات پر امیر حاجب کا عہدہ دیا۔ اس کام میں بھی وہ پورا اترا سلطان
ناصر الدین کی زندگی میں تو وہ سلطنت کا مالک ہو گیا سلطان برائے نام بادشاہ تھا۔ درحقیقت
بلبن ہی بادشاہی کرتا تھا اور بعد اسکی وفات کے خود سلطان ہوا سلطان التمش کے چالیس ترکی غلام تھے
اور وہ ترکی غلام سلطان التمش کے بڑا جاہ و منصب پاتے تھے انکو چہل گانی کہتے تھے اور خواجہ تاش انکا لقب تھا
بعد سلطان التمش کے یہ سب ایک مجلس میں جمع ہوئے اور آپس میں اس بات پر قول اور قسم اور عہد و پیمان کیے
کہ ملک ہند کو آپس میں تقسیم کر لیں لیکن تھوڑے دنوں میں انمیں پھوٹ پڑ گئی اسلیے کام نہ بن پڑا ہر خواجہ تاش
بجائے خود خود سر ہو گیا اور اپنے سامنے اوروں کو بے حقیقت گننے لگا۔ اور دوسرے کو یہ کہتا تھا کہ تو کیا ہے
میں نہیں ہوں اور تو کیا ہو سکتا ہے جو میں نہیں ہو سکتا غرض ان غلاموں کا دور دورہ تھا باقی
امیر وزیر امیر زادے وزیر زادے خراب خستہ پڑے پھرتے تھے سلطان شمس الدین کی اولاد میں سے جو دو چار بادشاہ
برس تک ہوئے وہ نوجوان تھے سلطنت کے کاموں سے ناآشنا تھے وہ جہانداری اور جہانبانی سے کچھ خبر نہ رکھتے تھے
عیش و آرام سے کام تھا سلطان ناصر الدین بیس برس تک بلبن کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح رہا
اس زمانہ پر جمشید کی یہ مثال صادق آتی تھی کہ جبتک جنگل کو شیر نہیں چھوڑتا ہرن فراغت سے نہیں چرتا اور
جبتک آشیانہ میں باز گرگ نہیں بیٹھتا مرغ ہوا میں بے خوف نہیں اڑتا۔ ایسے ہی جب تک
بزرگ و سردار اپنی بزرگی کے مقام سے نہیں گرتے ہر زہ کار اور درم خریدہ بلندی
پر نہیں چڑھتے۔ انہیں چہلگانی میں سے غیاث الدین بادشاہ ہوا اسنے سب قول قرار انکو توڑا
اور عہد و پیمان کو توڑنا چاہا جن خواجہ تاشوں سے اسکو ذرا بھی سلطنت میں خطرہ معلوم ہوا۔
انکو حیلہ حوالہ کرکے جاہ و منصب سے محروم کر دیا یہ دستور العمل مقرر ہو گیا کہ اراذل میں سے کسی شخص
کو ملکی کام نہ ملے جب کوئی شخص نوکر ہوتا اسکے حسب و نسب اور زہد و تقوی کی بڑی تحقیقات ہوتی

اور بعد نوکر ہو جانے کے بھی کچھہ اُسمیں فرق معلوم ہوتا تو عہدہ سے برطرف ہوتا ۔ ہندوؤنکو معزز عہدونپر ملنا موقوف ہو گیا ۔ اِس بادشاہ کو ارذل سے یہانتک نفرت تھی ۔ اور اپنی بادشاہی پر ایسی نخوت تھی کہ کبھی بیواج سے ہمکلام نہ ہوا ۔ جب تک زندہ رہا کسی امیر کا مقدور نہ ہوا ۔ کہ کسی کمینے کی سفارش اُس سے کرتا +

یہ اِس بادشاہ کی اقبالمندی اور خوش نصیبی تھی کہ اور ملکوں میں بڑے بڑے زبردست مسلمان بادشاہوں کی سلطنتیں برباد ہو گئیں تا ہندوستان میں اہل اسلام کی سلطنت قائم رہی مغلوں کے ہاتھہ سے تنگ ہو کر اور ڈہڈ کر پچیس بادشاہ اور بادشاہزادے اور امرا اور اپنا اپنا ملک چھوڑکر یہاں آچکے تھے ۔ اور بندرہ خاص اُسکے عہد میں بھاگکر آئے ۔ بادشاہ اُنکی بہی خاطرداری اور عزت کرتا اور فخر یہ کہا کرتا کہ آج میرے ہاں بندرہ بادشاہ مہمان ہیں یہ سب امیر اُسکا احسان مانتے تھے اور اُسکے تخت کے گرد دست بستہ کھڑے رہتے تھے دو دربار میں بیٹھنے کی بھی اجازت تھی ۔ اِن امیروں و بادشاہوں اور شاہزادوں کے ناموں پر دہلی میں محلے و بازار آباد ہو گئے تھے عباسی اور سنجری اور خوارزمی اور دیلمی اور علوی اور اتابکی اور غوری اور چنگیزی اور رومی اور سنقری اور یمنی اور موصلی اور سمرقندی اور کاشغری اور خطائی اور ایسے ناموں کے باعث سے روم اور غور اور خوارزم اور بغداد وغیرہ کی سلطنتوں کی یادگار ایک مدت تک اُسکی دارالسلطنت میں قائم رہی +

سلطان محمود اور سنجر کے دربار میں تو کیا اجتماع ارباب فضل اور علم اور ہنر کا ہوا ہوگا جو غیاث الدین بلبن کے دربار میں تھا ۔ اُسکے دو بیٹے تھے بڑا بیٹا سلطان محمد تھا یہ شاہزادہ بڑا صاحب کمال تھا اُسکو علم کا بڑا شوق تہا ۔ اُسکے ہاں علماء اور فضلاء جو اُس زمانہ میں بے نظیر رکھتے تھے جمع تھے تمام مشہور مورخ اُسکے عہد کے بادشاہ کے ملازموں میں داخل تھے حضرت امیر خسرو و خواجہ حسن اسی بادشاہزادے کے پانچ سال نوکر رہے تھے وہ اُنکی تعظیم اور تکریم سب سے زیادہ کرتا تھا حضرت امیر خسرو نے اس شاہزادہ کی یہ کیفیت لکھی ہے کہ جدت طبع اور سخن شناسی اور متقدمین اور متاخرین کے اشعار کے یاد رکھنے میں اُسکی برابر بہت ہی کم آدمی دیکھے ہیں ایسی لیاقت تھی اُسنے بہتیرے

منتخب اشعار کی بیاض لکھی تھی کہ اور شعراء زمانہ بھی اُسکی نقل کرنے کی تمنا رکھتے تھے حضرت شیخ سعدی کو بھی راہ خرچ بھیجکر بلایا تھا مگر انہوں نے اپنی پیرانہ سالی کا عذر کیا اور ایک کتاب اپنی اشعار کی بھیجی اور حضرت امیر خسرو کی سفارش کی۔ اور اُنکے ہم صحبت ہونے کی مبارکباد دی غرض اس شاہزادہ کے سبب سے تو ارباب علم و فضل کا اجتماع تہا۔ دوسرا بیٹا قراخاں تھا۔ وہ رنگین طبع اور عیش دوست تھا گویئے۔ بہروپئے۔ نقال۔ بھانڈ۔ ظریف خوش طبع۔ غزل گو سب اُسکی مجلس میں جمع رہتے۔ دستور ہے کہ جو رنگ ڈھنگ بادشاہ اور بادشاہزادوں کا ہوتا ہے اُسی کی تقلید اور امیر امرا کرتے ہیں ان دو نوں بھائیوں کی پیروی میں اور امرا کا حال بھی یہ تھا کہ کسی کے ہاں عالم فاضل ندیم تھے کسی کے ہاں نقال اور رقاص انیس تھے۔

سلطان غیاث الدین نے اول ہی سنہ جلوس میں سپاہ کا انتظام جو اصل اصول سرمایہ داری کا ہے سب سے مقدم جانا۔ نئے پُرانے سواروں و پیدلوں کو ان وفادار و عالی ہمت و تجربہ کاروں کے سپرد کیا جنکے خاندان پر کبھی کفران نعمت کا داغ نہیں لگا تہا بعد اس انتظام کے وہ اپنی شان و شکوہ و سطوت کی نمائش میں مصروف ہوا اُسکو آرائش لباس و زیبائش دربار کا بڑا شوق تھا دربار عام اسکا اس شان و شوکت سے ہوتا کہ بہت دور دور سے لوگ اسے دیکھنے آتے تھے اور دیکھکر دنگ رہجاتے تھے سواری بڑے تجمل اور احتشام سے نکلتی جشن بڑی دہوم دہام سے ہوتا۔

بلبن اس دربار کی شان کو امور سلطنت میں ایک بڑی بات جانتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میں نے سلطان التمش کی زبانی سُنا ہے کہ اگر دربار شاہی با عظمت و شوکت نہ ہو تو پھر بادشاہی میں ضعف آجاتا ہے۔ ان تکلفات ظاہری نے اصل حقیقت پر پردہ پڑگیا تھا۔

عادات سلطان بلبن

جیسے اس بادشاہ کو دربار کی شان و شوکت کی طرف نظر تھی ایسی عدل و انصاف کی طرف بھی رغبت تھی۔ وہ عدالت کے وقت ادنی اور اعلی کو برابر جانتا تہا۔ اور کسی کی رو رعایت نہ کرتا تھا اپنے بیٹوں سے کہا کرتا تہا کہ تم میرے جگر گوشے اور نور چشم ہو۔ مگر تمہیں ظلم و ستم کروگے تو تمہارے لئے کوئی مجھسے زیادہ بُرا نہیں ملک بقیق بداؤں کا صوبہ دار تہا۔ اور چار ہزار سوار کی

خالی رکھتا تھا۔ اُسنے حالت مستی میں ایک فراش کو مار ڈالا صبح وزیر نے سلطان غیاث الدین
وہاں گیا۔ اُس فراش کی بی بی فریادی آئی تو اُسنے ایک تحقیق کرا اسقدر درّے لگوائے
کہ وہ مر گیا اور جس برید نے اسکی اطلاع نہیں دی تھی اُسکو دروازہ پر کھنچوا دیا۔ اُسنے تمام امرا پر
برید مقرر کر رکھے تھے کہ وہ اُنکے نیک و بد حال سے اطلاع دیں امرا برید کے ہاتھ سے بڑے
تنگ آ رہے تھے۔ ہیبت خاں صوبہ دار اودھ نے شراب کے نشہ میں ایک غریب کا خون کیا۔ اُس کی
بی بی نے بادشاہ پاس نالش کی۔ بادشاہ نے ہیبت خاں کو پانسو درّے مار کر عورت کے
حوالہ کیا اور فرمایا کہ یہ مجرم آجتک ہمارا غلام تھا اب تیرا غلام ہے بیچارہ بڑی عاجزی اور سفارش
سے اُس عورت کی غلامی سے آزاد ہوا مگر پھر شرم کے مارے ساری عمر گھر سے باہر نہیں نکلا
جب کبھی بلبن کا گذر ایسے دریا یا کسی اور دشوار گذار مقام پر ہوا تو اُسکا یہ دستور تھا کہ وہاں
خود توقف کرتا اور اپنے اہلکاروں کو یہ اہتمام سپرد کرتا کہ وہ پہلے مریض اور عورتوں اور بچوں
اور لاغر ناتوان جانوروں کو آرام اور آسائش سے اتار دیں سارے ہاتھی اور چوپائے اپنے
اس کام میں لگا دیتا + ایام جوانی میں خوب مستانہ نوشیاں کرتا ہر ہفتہ میں دو تین دفعہ
رندانہ شرابیوں کا جلسہ کرتا اور بڑے جشن اڑاتا۔ اور روپیہ لیتا تا جوا کھیلتا۔ اور جو جیتتا لٹا دیتا
مگر جب بادشاہ ہوا اِن سب کاموں سے توبہ کی۔ اور پھر کبھی اُنکے پاس نہ گیا۔ اور نہایت متقی
اور پرہیزگار ہو گیا صوم وصلوٰۃ کا پابند۔ اشراق اور چاشت تہجد کی نماز کبھی قضا نہ کرتا۔
کبھی بے وضو نہ رہتا علما اور فضلا سے ہمیشہ مسائل مذہبی کی تحقیق کرتا رہتا کھانا نہ کھاتا
جبتک علما اُسکے دسترخوان پر نہ بیٹھ لیتے۔ اپنے امیروں کے گھر ملاقات کو جاتا جمعہ کی نماز
میں جامع مسجد آتا اور جب ہاں سے پھرتا جہاں مجلس وعظ کی ہوتی وہاں اُتر پڑتا اور وعظ سنتا اور
بہت روتا بغیر موزہ اور ٹوپی کے اُسکو کسی خدمتگار نے بھی نہیں دیکھا۔ کبھی مجلس میں قہقہہ
مارکے نہیں ہنستا اور کسی کا کیا مقدور تھا جو اُسکے سامنے ہنستا۔ باوجود ان افعال و اعمال
حسنہ کے اُسکی سیاست بھی غضب کی تھی۔ کافر ہو مسلمان ہو جسنے اُسسے ذرا بھی سرتابی کی اُسکو
نہایت سخت سزا دی۔ اولاد شمس میں جسکو اپنی سلطنت کا دشمن جانتا فوراً قتل علانیہ کر ڈالا۔

اس شہزادہ میں اسکو مشروع اور غیر مشروع ہونے کا احتیاط ہوتا ہو یا پایا جاتا ہو...
اس سخت سیاست کا سبب تہا کہ ضوابط سلطنت اور قوانین مملکت جو سلطان شمس الدین کی
اولاد کی سلطنت کے سبب ضعیف اور سست ہوگئی تھی - پھر درست اور چست ہو گئی
... اسکو انہیں تھا - دلی کے گرد بیس بیس کوس تک حکم تھا کہ کوئی اور شخص شکار نہ کھیلنے پائے
جب شکار کو جاتا ہزار سوار ساتھ لے جاتا - فوج شکار میں کچھ کام آتی - اگرچہ اسمیں حکمت تھی کہ
سپاہ کو دوا دوش اور دوڑ دھوپ کی عادت پڑتی تھی - اگرچہ یہ بادشاہ شہزادپنے میں بڑا
سنگدل تھا مگر اپنے زمانہ میں بڑا روشن ضمیر اور فیاض گنا جاتا تھا - ایکدن عادل خاں و
شیر خاں نے جو سلطان کے بڑے دوست تھے عرض کی کہ ممالک گجرات اور مالوہ اور بعض اور ملک
جو سلطان قطب الدین اور شمس الدین کے عہد میں تصرف میں آئے تھے اُن میں اب حضرت کی
قوت اور قدرت کو کوئی نہیں مانتا - وہاں سے روپے اور ہاتھی پیشکش میں نہیں آتے -
بہتر ہوگا اُنکی تسخیر کی جائے - اسپر اُسنے جواب دیا کہ جو تم کہتے ہو اُسکا خیال مجھے تم سے زیادہ
ہے مگر تم نے کیا نہیں سنا کہ مغلونکا آج کل زور شور ہو رہا ہے اور کتنی بڑی سلطنتوں کو اُنہوں
نے تہ و بالا کیا ہے - لاہور پر کئی دفعہ ہاتھ چلا چکے ہیں ہندوستان کی تاک میں بیٹھے
ہیں ابھی تک نہیں کہ میں دلی سے دور گیا تو وہ دوآبہ کو تاخت و تاراج سے نہیں چھوڑینگے
مغلونکا دغدغہ پہلے بادشاہونکے پیچھے نہ لگا ہوا تھا - اسلئے وہ ہندو راجاؤں سے لڑتے
بھڑتے تھے - غرض دہلی سے کسی دور جگہ جانا مصلحت نہیں بلکہ دور اندیشی کا اقتضا یہ
ہے کہ اپنے ملک کو مضبوط اور مستحکم کریں نہ یہ کہ غیروں کے ملک پر حملہ کریں - اپنی ولایت
قدیم کو ناقص چھوڑنا اور دور دراز کے ملکوں میں جانا عقل کا کام نہیں مغلوں سے لڑنا بھڑنا بہت
مشکل ہے ہندوؤں کا زیر و زبر کرنا کیا بات ہے +

سلطان شمس الدین کی اولاد کی سلطنت میں میواتیوں نے بڑا سر اُٹھایا تھا ۶۶۵ھ (۱۲۶۶) میں گنگا
جمنا کے کناروں اور جود اور میوات کے پہاڑوں پر بڑے شور اور فساد ان لٹیروں نے مچایا
ہلہ میں اُنکی غارتگری سے امن نہ تھا - اور اس سبب سے سلطنت میں بھی تھوڑا بہت خلل آ گیا تھا

مگر یہاں بلبن کی سفاکی اور خونریزی کا قاعدہ بھی ان مفسدوں کے مٹانے میں بڑا کام کر گیا اور بہت ہی کارگر ہوا میوات میں ایک لاکھ میواتی اُسنے قتل کیے جنگل کے جنگل دہلی کی نواح میں اُنکی پناہ کے لیے کھڑے ہوئے تھے اُن سب کو کٹوا کر صاف میدان کر دیا۔ اور کھیتی کرنے کا حکم دیدیا اور جابجا تھانے بٹھا دیے۔ اور عمدہ عمدہ تھانہ دار کارگزار مقرر کیے۔ یہ اُسکا نہایت عمدہ انتظام تھا کہ جہاں وہ مفسدوں اور لٹیروں کا جماؤ دیکھتا وہیں فوج کی چھاونی ڈالتا اور ان مفسدوں کو نیست و نابود کرتا۔ اس بندوبست سے تمام راہیں جاری ہو جاتیں اور اُنہیں خوف لٹنے کا نہ رہتا بداؤں اور امروہہ کے حاکموں کی زبانی ملک کٹھیر کی سرکشی کا حال جسوقت معلوم ہوا اُسی وقت سلطان پانچہزار سوار لیکر وہاں پہنچا۔ اور سب سرکشوں سے ملک کو پاک صاف کیا۔ پھر اس ملک میں عہد جلالی تک کسی مفسد کا نام نہ رہا۔ اب سلطان دہلی میں آیا یہاں کچھ دنوں ٹھیر کر کوہستان جود میں گیا اور مناسب لشکر ساتھ لے گیا اور جود کے رہنے والوں کی سرزنش کی اور ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ گھوڑے اس کثرت سے لوٹ میں ہاتھ لگے کہ چالیس ٹنکہ کو ایک گھوڑا بکنے لگا۔ جود سے دہلی میں آنکر دو برس بعد لاہور گیا اور حصار لاہور کو از سر نو بنوایا سلطان التمش کی اولاد کے عہد میں مغلوں نے اُسے خراب کر دیا تھا۔ لاہور اور قصبات و دیہات لاہور کو کہ مغلوں نے ویران اور بے آب کر دیے تھے پھر آباد کیا اور اپنے گماشتے اور معمار مقرر کیے +

اسی سفر میں اُسکو معلوم ہوا کہ اقطاع داران شمسی لشکر میں نہیں آتے اور کچھ کام نہیں کرتے اور اہلکاروں کی حمایت سے دیہات کی آمدنی مفت چین سے اُنکے گھر میں بیٹھے کھاتے ہیں جب سلطان بلبن دہلی میں آیا تو دیوان عرض کو فرمایا کہ اقطاع داران شمسی کے دفتر کو خوب تفحص و تحقیق سے درست کرے اور بحکم شاہی کے واسطے پیش کرے۔ ان اقطاع داروں کی کیفیت یہ ہے کہ یہ نام اس لشکر کا تھا کہ سلطان شمسی کے عہد میں دو ہزار سوار کا دوآب و حوالی دوآب کے دیہات میں مقرر کیا گیا تھا جب تیس چالیس سال کا عرصہ گذر گیا تو ان سواروں میں سے بہت بوڑھے ہو گئے کسی کام کے نہیں رہے اور بعض مر گئے جنکی اولاد اپنے باپ کی دیہات پر قابض ہوئی اور باپ کی جگہ اُنکا نام دفتر میں لکھا گیا اور جنکے بیٹے چھوٹے تھے اُنکی بجائے غلام مجری بنے تھے یہ اقطاع دار

اپنے تئیں دہات کا مالک جانتے تھے اور کہتے تھے کہ سلطان التمش نے یہ دہات ہمکو انعام دیے ہیں
عہد شمسی اور فرزندان شمسی کے عہد میں ان اقطاع داروں میں سے کسی اقطاع سے ایک سوار کسی سے
دو سوار کسی سے تین سوار طلب ہوتے تھے۔ اگر کسی عذر کے سبب سے یہ سوار نہ بھیجے جاتے تو وہ عذر انکا
مسموع ہوتا اور دہات بدستور اُن پاس رہتے۔ پھر یہ ہوگیا کہ یہ اقطاع دار اہلکاروں کو شراب اور
بھیڑ بکری۔ مرغی۔ کبوتر۔ بٹیر گھی بھیجدیتے تھے اور اُنکی حمایت سے گھر بیٹھے دہات کی آمدنی کھاتے
پیتے تھے۔ مگر یہ اندھیر کھاتہ بلبن کے عہد میں تو چل نہیں سکتا تھا اسنے اقطاع داروں کی تین قسمیں
مقرر کیں۔ اول جو پیرانہ سالی کے سبب سے کسی کام کے نہیں رہے انکی تنخواہ چالیس پچاس ٹنکہ
مقرر کی اور انکے دہات کو خالصہ میں داخل کیا۔ دوم جو اقطاع دار جوان اور ادھیڑ تھے اُن کی
تنخواہ بحسب استعداد اُنکے مقرر کی مگر دہات اُنسے نہیں لئے۔ بعد منہائی تنخواہ کے فاضل آمدنی
کی تحصیل بادشاہی اہلکاروں کے سپرد ہوئی قسم سوم یتیم و بیواؤں کی تھی جو اپنے غلاموں کو
گھوڑوں اور ہتیاروں کے خدمت کے لیے بھیجا کرتے تھے اُنسے دہات کی آمدنی لے لی اور
بیواؤں اور یتیموں کی تنخواہ مقرر کردی۔ سلطان کے اس حکم سے شمسی اقطاع داروں میں کھلبلی پڑ گئی
ایک مصیبت عظیم برپا ہوئی اور ایک شور مچ گیا۔ اقطاع داروں کے سردار جمع ہوئے اور ملک الامرا
فخر الدین کوتوال اُنکے پاس گئے اور فریاد کی کہ پچاس برس سے کچھ زیادہ عرصہ گذرا کہ سلطان
التمش نے ہمکو یہ دہات دوآبہ میں انعام میں دیے تھے جس سے ہمارے بیوی بچوں کا گذارہ ہوتا تہا
جو ہم میں ناتوان تھے اُنسے جسقدر ہو سکتا تہا سوار اُنکو خدمت سلطانی کے لئے بھیجتے تھے
اور جو ہم میں جوان تھے وہ خود سوار بنکر جاتے تھے۔ ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ پیرانہ سالی میں ہمارا
یہ حال کیا جائیگا اور یتیم اور بیوائیں بیس تیس ٹنکہ پر گذارہ کرینگے۔ اور اتنی مدت کے بعد ہمارے
دہات خالصہ بنینگے۔ غرض اپنا عجز و انکسار ظاہر کیا کہ ملک الامرا آبدیدہ ہوگیا۔ اُسنے بادشاہ
پاس یہ سارا حال عرض کیا کہ سلطان نے جو بڈہوں کے دہات ضبط کئے ہیں اور اُنکو نکالا ہے اگر بہشت
میں سے خدا بڈہوں کو نکالے گا تو میں بھی بڈہا ہوگیا ہوں میرا کیا حال ہوگا۔ بادشاہ کو اس بیہودہ بیان
رونا آگیا اور اپنے حکم کو منسوخ کردیا۔ **بیت**

قرب سلطان مبارک آتش است　　که کند کار [illegible]

اب پندرہ سولہ برس تک سلطنت میں امن رہا کسی مفسد نے سر نہیں اٹھایا۔ مگر بعد ازیں ایک
بڑی بغاوت ظہور میں آئی۔ سلطان کے ترکی غلاموں میں سے طغرل خاں ایک غلام تھا۔ لکھنوتی
میں حاکم تھا۔ وہ شجاعت اور سخاوت میں مشہور تھا۔ اُسنے [illegible] جاج نگر پر چڑھائی کی۔
[illegible] کو تر کہتے ہیں اور جاج نگر کو جاج پور ضلع کٹک میں واقع ہے۔ اور یہاں کے رانا سے
ہاتھی بہت چھین لئے۔ اور بڑی غنیمت ہاتھ لگی۔ مگر اس غنیمت میں سے دلی ایک پھوٹی کوڑی
نہیں بھیجی۔ وہ سمجھا کہ بادشاہ بوڑھا ہو گیا ہے۔ لڑکے اُسکے مغلوں کے ساتھ لڑائی جھگڑائی میں مصروف
ہیں۔ سوا اسکے بادشاہ دہلی میں ایک مہینہ تک بیمار رہا تھا۔ اُسکے مرنے کی خبر مشہور ہو گئی
تھی۔ جب طغرل خاں کو یہ خبر لگی تو اُسنے اپنے جامہ سے باہر پیر نکالے۔ ایک جمعیت کثیر کو
جمع کرکے خود بادشاہ بن بیٹھا۔ اور سلطان مغیث الدین اپنا لقب رکھا۔ [illegible]
کے فرامین شاہی بھیجے پر اُسنے کچھ خیال کیا جس غلطی میں پڑ گیا تھا اُسی [illegible] سلطان
غیاث الدین نے اُسکی سرکوبی کے لئے ایتگین موے دراز کو لشکر کے ساتھ [illegible] بھیجا
نے شکست فاحش اٹھائی۔ بادشاہ سپاہ پر نہایت خفا ہوا۔ اور سپہ سالار کو [illegible]
فوج پھر روانہ کی مگر اُسنے بھی شکست کھائی تو بادشاہ اور درہم و برہم ہوا [illegible] سپاہ لیکر
روانہ ہوا۔ وہ ایسے کاموں میں خود ید طولیٰ رکھتا تھا کسی کی اعانت او[ر] [illegible] تھا
سیدھا باگ اٹھائے ہوئے سرجو اور گنگا کے پار اتر گیا اور برسات کے ختم ہو[نے] [illegible] خیال
نہ کیا طغرل نے جب یہ دیکھا تو اُسکے دل پر بادشاہ کا یہ رعب و داب چھایا [illegible] ہو سکا
گھر بار سب چھوڑ چھاڑ تھوڑی فوج سمیت جنگلوں میں بھاگ گیا۔ اب [illegible] کو
کچھ پتا نہ معلوم ہوا کہ طغرل کہاں غائب ہو گیا۔ ملک محمد شیر انداز حاکم کول اُسکی تجسس میں
پھرتا تھا کہ راہ میں بنیے اُسے ملے اُنکو دھمکا کر طغرل کے لشکر کا پتا لگایا۔ اور چالیس سپاہی ہمراہ
لیکر طغرل کے لشکر میں جا گھسا کسی کو وہاں خبر نہ ہوئی کہ سلطان غیاث الدین بلبن کے ملازم ہیں
جب وہ قریب طغرل خاں کے خیمہ کے پہنچا تو جو سامنے آیا اُسکو قتل کیا۔ طغرل سمجھا کہ غیاث الدین

کاش لشکر اسپر ٹوٹ پڑا وہ سراسیمہ ہوکر بھاگا۔ لشکر تتر بتر ہوگیا جاج نگر کے جانیکے ارادہ سے گھوڑے
پر سوار ایک دریا کے پار جاتا تھا کہ اُسکے ایک تیر لگا۔ وہ گھوڑے سے گر پڑا پھر اُسکا سر کاٹ کر جدا
کیا اور جسم کو پانی میں پھینک دیا ملک محمدؐ نے فتحنامہ اور سر طغرل کا بادشاہ کی خدمت میں بھیجا
بادشاہ اول اس بیباکانہ حملہ سے ملک محمد پر خفا ہوا۔ مگر پھر اُسکو اس حسن خدمت کا عوض
بہت کچھ دیا اور لکھنوتی میں آیا۔ ایک کوس تک سر بازار دورویہ سولیاں قائم کیں۔ اور
طغرل خاں کے سرداروں اور امیروں کو جو قید اور دستگیر ہوئے تھے کھینچا۔ اور اُنکے بچوں کو
بھی قتل کیا۔ یہ بڑا کام ابتک کسی بادشاہ دہلی نے نہیں کیا تھا کہ عورتوں اور بچوں کو قتل کیا ہو
اور بہت سے آدمی طغرل کے لشکر کے دہلی بھیجے۔ یہاں بھی وہ قتل ہوتے مگر مولویوں اور مفتیوں
کے فتوے نے اُنکو بچا لیا۔ یہاں لکھنوتی میں اُسنے اپنے چھوٹے بیٹے بغرا خاں کو بادشاہ مقرر کیا
سوا فیل و خزانہ کے جو کچھ طغرل سے ہاتھ لگا تھا وہ اُسکو دیا اور چتر اُسکے سر پر رکھا۔ اس ملک کا
خطبہ و سکہ اُسی کے نام پر مقرر کیا۔ اور رخصت کے وقت یہ چند نصیحتیں کیں اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگرچہ
میں جانتا ہوں کہ جہانداری کے باب میں جو پند کرونگا اپنے نفس پرستی کے سبب سے یہ کار بند
نہیں ہوگا مگر میں اپنی شفقت پدری کے سبب سے اپنے کرنے پر مجبور ہوں اول حاکم لکھنوتی کو بادشاہ
دہلی سے خواہ وہ رشتہ ہو یا پرایا ہو بغاوت اختیار کرنی نہیں چاہیئے۔ اگر دہلی کا بادشاہ
لکھنوتی کا قصد کرے تو چاہیئے اس سے منحرف ہوکر کسی دور دست جگہ چلا جائے اور جب بادشاہ
دہلی جائے تو وہ یہاں پھر آن کر حکومت کرنے لگے۔ دوم رعایا سے خراج لینے میں میانہ روی اختیار
کرے اسقدر لے کہ متمردوں کو سرتابی کی قدرت نہ رہے اور عاجزوں پر زبونی نہ ہو۔ لشکر کو اس
قدر مواجب دے کہ وہ اُنکو کفایت کرے اور اُنپر عسرت نہ ہو۔ سوم امور ملکی کو بغیر خیر خواہ و
مخلص اہل رائے کے مشورہ کے شروع نہ کرے +

نظم

ز صد شمشیر زن رائے قوی بہ ‏ ‏ ‏ ز صد افسر کلاہ خسروی بہ
براے لشکرے را بشکند پشت ‏ ‏ ‏ بشمشیرے یکے تا دہ توان کشت

احکام ہوا پرستی سے اجتناب کرے اور اپنے نفس کی خاطر خلاف حق نکرے

چہارم لشکر کو لازم ہے جہانداری جانے اُسکے حال سے کبھی غافل ہو اور سپاہیوں کی خاطر داری کو ضروریات سے جانے جو کوئی اُسکے خلاف صلاح دے اُسکو کبھی نہ مانے۔ پنجم جو شخص کہ دنیا سے اعراض کرکے حق کی طرف رخ کرے اُسکی پناہ میں رہے۔ **بیت**

حمایت از کہن دانائے درویش　　رسد سد سکندر تو تش بیش

سلطان کے کان نصیحتوں سے خوب بھر کر رخصت کیا اور خود کوچ بہ کوچ تین مہینے میں دہلی آیا۔ ملک فخر الدین کوتوال کو جسنے اُسکی غیبت میں کار ہا نمایاں کئے تھے اپنی قبا عنایت کی اور اپنا نائب اُنہیں بنایا اور ارباب استحقاق کو خوش دل کیا اور علماء درویشوں کے گھر جا کر نذریں دیں اور جو قیدی کہ مطالبہ مال کے سبب سے مقید تھے اُنکو رہا کیا اور باقی معاف کر دی شہر میں بہر داریں کھڑی کرکے طغرل کے ساتھیوں کو کھینچنے کا حکم دیا مگر اُنمیں سے اکثر اہل شہر کے عزیز و اقربا تھے اُنکی گریہ و زاری نے اور مولویوں و مفتیوں کے فتوے نے قیدیوں کی جان بچا دی اور اُنکا قصور معاف کروا دیا اس لکھنوتی کے فتح کے بعد سلطان کو مہمات ملکی سے فراغت ہوئی کوئی مخالف باقی نہ تھا اور سارے مقصد بر آمد ہوئے مگر قاعدہ ہے اذا تم امر دنا نقصہ۔ یہ واقعہ مغلوں کا پیش آیا +

سنہ ۵ جلوس میں سلطان بلبن کا چچا زاد بھائی شیر خاں کا انتقال ہوا وہ ایک خان معظم تھا سلطان شمس الدین کے مرنے کے بعد تیس سال تک مغلوں کے حملوں کی سرحد ہند پر وہی سپر رہا تھا۔ وہ شمسی چہل گانی میں نر رگ تھا اور بہت اعتبار رکھتا تھا عہد ناصری میں سیام لاہور دیبالپور اور اقطاعات میں جنہیں مغلوں کی آمد کو دخل تھا وہ حاکم تھا کئی ہزار سوار مستعد و جید مرتب اُسکے نوکر تھے۔ بار بار اُسنے مغلوں کو شکست دی تھی اور غزنیں میں سلطان ناصر الدین کا خطبہ پڑھوایا تھا غرض وہ ایسی فراست و شجاعت و قوت شوکت اور لشکر کی کثرت رکھتا تھا کہ مغلوں کی مجال نہ تھی کہ وہ سرحد ہند کے گرد بھی آتے۔ اُسنے جاٹوں اور کھکروں بھٹیوں۔ میناؤں منڈ ہیروں کو اور سرکش قوموں کو مار مار کر ایسا ڈرایا تھا کہ وہ چھپ کے بل ڈھونڈتے پھرتے تھے بھٹنیر میں اُسنے ایک بڑا عالیشان گنبد بنایا تھا بھٹنیر بھٹنڈہ اُسکو سپرد کیا تھا

شیر خان کی وفات اور [illegible] سلطان +

شوخی جو اُسنے ہندوستان میں مغلوں کے روکنے کے لیے کام کیے تھے وہ کسی کو کرنے بھی میسر نہ ہوئے
چونکہ دہلی میں فرار اور اسی بغداد و توران پر شبدگان بزرگ شمسی تاراج جاتے تھے اسلئے وہ کبھی دہلی نہ آیا
سلطان بلبن کے بادشاہ ہونے پر بھی وہ یہاں نہیں آیا۔ اب کوئی کہتا ہے کہ وہ اپنی موت سے
مرا کوئی کہتا ہے کہ سلطان بلبن نے اُسکے ساقی سے شراب میں زہر ملاکر شربت مرگ چکھایا۔ اسکی جگہہ
سلطان نے اپنے بڑے بیٹے محمد سلطان کو مقرر کیا جسکو عوام خان شہید کہتے ہیں اور باپ نے اُس کو
قاآن الملک کا خطاب دیا تھا سر پر چتر رکھا اور ولیعہد مقرر کیا اور ملوک اکابر متعدد اُسکے
ساتھہ کیے۔ ملتان کو روانہ کیا۔ وہ اول سنہ جلوس ہی میں کوئل اور اُسکی نواح میں چند قطاع
جاگیر کا کام تھا۔ یہاں اُسنے بڑی شائستگی سے حکومت کی۔ اس شہزادہ میں جتنی خوبیاں شہزادوں
میں ہونی چاہیے سب خدا نے عطا کی تھیں اسکے علم و ہنر کا حال ہم پہلے لکھہ چکے ہیں وہ درویشوں
کا بڑا خدمت گزار تھا ایسا مودب اور مہذب تھا کہ کبھی کسی کو گالی دی نہ قسم سوا خدا کے کھائی
وہ جب سے شیر خاں کی جگہ مقرر ہوا ہر سال باپ کی خدمت میں آتا اور پھر چلا جاتا بنگال کی فتح
جب دہلی میں سلطان آیا تو وہ بھی یہاں بہت سے تحفے تحائف لیکر باپ سے ملنے آیا تین چار مہینے تک یہاں
ایک دن سلطان بلبن نے اُسے اپنے پاس بلایا اور یہ کہا تو خوب جانتا ہے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں
دو قرن سے جانی و ملکی و بادشاہی میں جہانداری کے تجربے حاصل کر رہا ہوں آج میں چاہتا ہوں
کہ ان سب کو وصیت کے طور پر تجھسے کہوں اور وصیت نامہ لکھہ دوں کہ جب تو بادشاہ ہو تو وہ تیرے
کام آئیں اول یہ کہ جب تو تخت سلطنت پر جلوس کرے تو امر جہانداری کو جو در حقیقت خلافت
خدا عز و جل ہی خفیف اور سہل نہ جانیو اور بڑے اعمال اراذیل و صفات سے بادشاہی کی عزت کو
بٹا نہ لگائیو اور اراذل اور لیام کو بادشاہی کے کام میں شریک نہ کیجیو۔ بیت۔

سفیہ فطرت را رہ مدہ پیش قرب   لیام را نتوان منصب کریماں داد

دوم قہر و سطوت کو اپنے محل پر رہنے دینا اور اغراض نفسی سے اجتناب کرنا اور خدا کیواسطے
سارے کام کرنا اور خزینوں اور دفینوں کو کہ بزرگ عطایا ربانی میں سے ایک ہی خدا کی مرضی
کے کاموں میں اور مستحقین خلق میں صرف کرنا اور ظالموں اور اعداء دین کو ہمیشہ مخذول و منکوب رکھنا

سوم اپنی ولایت اور عمال کے افعال اور احوال سے سب وقت باخبر رہنا اور انکو محاسن افعال اور
فضائل اخلاق کی تحریص دینا۔ چہارم متدین و متقی صفات و حکام کو رعایا پر مقرر کرنا تاکہ
مین دین اور عدل کا رواج ظاہر ہو۔ پنجم یہ کہ خلا و ملا میں لوازم حشمت و عظمت بادشاہی کی
مراعات کرنا کبھی ہزل و فحش و لایعنی باتوں سے اشتغال نہ کرنا۔ **بیت**

لوازم حشمت و بجد صیانت کن — کہ ہزل با ہمہ کس کم کند مہابت را

ششم صاحب ہمت نیک اندیش و شاکر آدمیوں کو انعام و اکرام دینا اور انکی خاطرداری میں
سہل انگاری نہ کرنا او صاحب ہنروں و خردمندوں کی تربیت کرنا کہ جس سے کار مملکت کو رونق و
رواج ہو۔ ناخدا ترسوں کے چشم و خانہ رکھنا اُنسے دوری اور بیگانگی میں ملک و دین کی اصلاح
ہوتی ہے **نظم**

آنکہ بدگوہر است از وی پرہیز — گوہر نیک را ز عقد مریز
اصل بد از خطا خطا نہ کند — بدگہر با کسے وفا نہ کند

ہفتم ہمت و بادشاہی لازم ملزوم ہیں اور عقلاء و حکماء نے انکو توام برادروں سے تشبیہہ دی ہے
اور کہا ہے کہ بادشاہ کی ہمت الیسی ہو جیسی کہ اور روں کی ہمت ہے تو بادشاہ اور سائر الناس میں فرق
کیا ہوگا بے ہمتی کے ساتھ بادشاہی کبھی جمع نہیں ہوسکتی ہشتم جس کسیکو بزرگ بناؤ اُس کو
تھوڑے سے قلیل کام کرنے پر مین پر نہ گراؤ۔ جو آدمی مخلص اور ہوا خواہ ہوں اُنکو مصلحت ملکی کی
ضرورت بغیر آزار نہ دو اور دوست کو دشمن نہ بناؤ۔ **بیت**

ہر شہپرے راکہ خود برافرازی — تا توانی زپا نیندازی

نہم تواختہ را برنمی انداخت اگر کسی کو ملک و دین کی ضرورت کے سبب سے عقوبت کرنی ہو تو اُنسے
آشتی کی جگہ باقی رکھنی چاہیئے اور آزار دینے میں جلدی نہیں کرنی چاہیئے۔ کہ بے جرمی کا
جراحت جلد التیام نہیں پاتا اور اسکا تدارک دشوار ہوتا ہے۔ دہم سخن چینوں کا سخن کبھی نہ سنو
اور انکی آمد و رفت کی راہ کو کشادہ نہ کرو کہ جس سے مطیعان و مخلصان دست ہراساں ہوں اور
امور مملکت میں خطر عظیم پڑے جس مہم کو جانو کہ برآمد کار اسمیں ممکن نہیں ہوگی تو اسکو کرو نہیں۔
بادشاہوں کو یہ لائق نہیں ہے کہ کسی کام کو شروع کر کے ناتمام چھوڑیں۔ **بیت**

تا نگنی جائے قدم استوار ‏ ‏ پا مے منہ در طلب ہیچ کار

دہم- عاقلوں کی مشورت بغیر کسی کام کا عزم نہ کرے جس مہم کا انصرام دوسرے کر سکیں اُسکو خود نہ کرے
جہانبانی کے سارے کاموں میں باخبر رہنا اور خلق کے نیک و بد پر آگاہ ہونا ضرور ہے معاملات
میں میانہ روی چاہئے اسلئے کہ قہر کی شدت سے عوام میں تنفر پیدا ہوتا ہے اور سستی اور سہل گیری
سے متمردوں کو تمرد کا خیال پیدا ہوتا ہے اور ہر وقت اپنی محافظت میں کہ جسمیں صلاح عام ہے
مبالغہ کرنا چاہئے اور معتمد و مخلص پاسبان مقرر کرنے- اپنے بھائی پر مہربانی کرنی چاہئے
اُسکی غیبت کبھی نہیں سننی چاہئے- اُسکو اپنا قوت بازو جاننا چاہئے اور اُسکی جاگیر کو مقرر رہنے
دینا چاہئے- بیٹے کو بادشاہ دین پناہ نے یہ ساری نصیحتیں کر کے امارت شاہی دے کر ملتان
روانہ کیا سلطان محمد نے ہند کی سرحدوں میں مغلوں کی ایک جماعت کثیر کو قتل کیا اور اپنا
ملک اُنکے قبضے سے نکال لیا جب ارغوں خاں بن آباق خان بن ہلاکو خاں نے تخت گاہ
ایران کو زینت دی تیمور خاں کہ چنگیز خانی امراء عظام میں سے تھا اور ہرات و قندہار و بلخ و
بدخشاں و غزنین و غور و بامیاں وغیرہ اُسنے متعلق تھی وہ تاخت و تاراج کے لئے اور
اپنے آدمیوں اور عزیزوں کے انتقام کے لئے آیا جو پہلے سنوں میں سلطان کے ساتھ لڑائی میں قتل
ہو چکے تھے

محمد سلطان کا مغلوں کے ہاتھ سے شہید ہونا

اُسنے دیبالپور اور لاہور کے درمیان
بیس ہزار سوار لیکر یہاں تاخت و تاراج شروع کی اور ملتان کی طرف متوجہ ہوا محمد سلطان خاں کو
جب اسکی اطلاع ہوئی تو وہ دن چڑھے ملتان سے باہر آیا اور دوپہر کو دریا کے کنارہ ظہر کی نماز
کے وقت پہنچا- دونو لشکروں میں بڑی لڑائی ہوئی- کئی مغلوں کے سردار قتل ہوئے اور تیمور خاں
بھاگ گیا- امراء ہند نے برخلاف حزم و احتیاط کے اُسکا تعاقب کیا محمد خاں اجل رسیدہ نے ظہر کی نماز
نہیں پڑھی تھی وہ ایک تالاب پر وضو کر کے پانچ سو آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھنے لگا اس اثناء
میں ایک مغل جو دو ہزار سوار سے کمیں میں بیٹھا تھا اُسنے اس فرصت کو غنیمت جانا اور مقابلہ
کی طرف متوجہ ہوا محمد سلطان اپنے یاروں کو سوار کرا کے لڑنے لگا اور بہت دفعہ حملہ کر کے

مغلوں کو گرایا۔ اور قریب تھا کہ مظفر و کامیاب ہو کہ ناگاہ ایک تیر اُسکے آنکر لگا کہ وہ سفیر مرگ ناگہانی ہوا۔ مغلوں نے دشمنوں کے گھوڑے اور اسباب لیکر ہند کی فوج کے خوف کے مارے اپنی راہ لی۔ اس لڑائی میں حضرت امیر خسرو دھی جو شاہزادہ کے ہمرکاب تھے اسیر ہوئے اور مشکل سے رہا ہوئے خان شہید کا مرثیہ اُنھوں نے کہا جسکا ایک شعر یہ ہے +

روز چوں باقی نبود آن آفتاب ملک را ۔۔۔ روز خیرے بود کان آفتاب افتادہ شد

اِس شاہزادہ کے شہید ہونے پر سب چھوٹے بڑے آٹھ آٹھ آنسو روتے تھے۔ بادشاہ کو جب یہ خبر پہونچی ہے تو اُسکے دل پر بھی صدمۂ عظیم پہنچا۔ گو ظاہر میں وہ اپنا استقلال طبع دکھلاتا تھا مگر دل کا خدا حافظ تھا۔ رات کو زار زار روتا تھا۔ خان شہید کی تمام اقطاع و جاگیر اور امارت شاہی اُسکے بیٹے کیخسرو کو تفویض کی اور کارکن امیروں وزیروں کے ساتھ اُسکو ملتان روانہ کیا۔ کیخسرو ابھی نوجوان تھا سلطان پاس پرورش پاتا تھا +

سلطان بلبن کی وفات +

اس بیٹے کے غم میں سلطان بتا کی طرح گھلتا چلا جاتا تھا عمر بھی اسّی برس سے کچھ زیادہ ہو چکی تھی غرض ان دو نو سببوں سے وہ نہایت کمزور اور ضعیف اور بیمار ہو گیا تھا۔ اِس حالت میں آدمی بھیجکر اپنے بیٹے بغرا خاں کو لکھنوتی سے بلوایا وہ دہلی میں آیا۔ بھائی کی مراسم تعزیت کو ادا کیا۔ اور باپ کی تشفی اور تسلی کی۔ باپ نے کہا کہ اب ایسے وقت میں مجھے تنہا نہ چھوڑ سوا تیرے اب میرا کوئی وارث نہیں۔ تیرا بیٹا کیقباد اور تیرا بھتیجا کیخسرو ابھی کم عمر اور نا تجربہ کار ہیں اگر ملک اُنکے ہاتھ آیا تو بادشاہی بازیچۂ طفلاں ہو جائیگی معلوم نہیں کہ غلبۂ جوانی اور ہوا پرستی میں ملک کا کیا حال کریں۔ پھر ملک ہے یا نہ رہے اگر کوئی اور تخت دہلی پر بیٹھے تو اُسکی اطاعت کیجیو اور جو تو تخت دہلی پر بیٹھے تو حاکم لکھنوتی کو اپنا مطیع رکھیو۔ اب میرے پاس سے تو کہیں نہ جا بغرا خاں نے باپ کے کہنے کو تسلیم کیا مگر جب باپ کی کچھ صحت کی صورت ہوئی اور مرنے کی اُمید جاتی رہی تو وہ شکار کا بہانہ کر کے لکھنوتی کو روانہ ہوا اور باپ سے کچھ کہا نہ سُنا۔ اس کا رنج باپ کو خان شہید کے مرنے سے بھی زیادہ ہوا۔ اور اس صدمے سے اور زیادہ رنجور اور بیمار ہوا اور اپنے وزیر کو بلا کر کہا کہ بغرا خاں چلا گیا۔ اگر تخت خالی رہے گا تو جھگڑا اور فساد برپا ہوگا

مناسب ہے کہ میرے بعد کیخسرو کو بادشاہ بناؤ اور اسکو بلاؤ۔ یہ کہہ کر وزیر کو رخصت کیا۔ اور تین دن
کے بعد اسّی برس کی عمر میں انتقال کیا وزیر کو کچھہ خانگی امور کے سبب سے رنجش بھی یہ سمجھا کہ خسرو
تندمزاج ہے معلوم نہیں کیا کرے اسلیئے سب وزیروں کی صلاح کرکے بغرا خاں کے بیٹے کیقباد
کو بادشاہ بنایا۔ اور کیخسرو کو اپنے باپ کی جگہہ ملتان میں قائم رکھا۔ مگر انکو اسکی کچھہ خبر نہ تھی کہ
کیقباد کے ہاتھہ سے کیا کیا جبر و ستم اُٹھانے پڑینگے +

ابن بطوطہ نے سلطان بلبن کے حال میں لکھا ہے کہ وہ نیک بادشاہوں میں سے تہا اور عادل حلیم
فاضل تہا اُسکے نیک کاموں میں سے ایک کام یہ تہا کہ اُسنے ایک مکان بنوایا جسکا نام دارالامن رکھا تھا
اسمیں اگر قرضدار آجاتے تو اُسکا قرض چکا دیا جاتا اور کوئی خوف زدہ آتا تو اُسکو امن دیا جاتا کوئی
قاتل آتا تو اولیائے مقتول دیت دیکر راضی کئے جاتے

اُسی مکان میں سلطان بلبن کی قبر ہے۔ اُسنے یہ ایک حکایت غریب لکھی ہے +

حکایت غریبہ

فقیر بخاری ذکر کرتا ہے کہ مینے بلبن کو دیکھا وہ نہایت کوتاہ قد اور حقیر اور کریہ منظر تھا
میں نے اُس سے کہا یا ترکک (کہ تحقیر کا ہے) اُسنے کہا کہ لبیک یا اخوندا میں اس کلام سے متعجب ہوا
اُسنے کہا کہ تو مجھے اس ریان سے جو بازار میں غلام بیچ رہا ہے خرید لے فقیر نے کہا کہ اچھا جتنے پیسے اُسکے
پاس تھے وہ دیکر اُسے مول لے لیا اور اُسنے کہا کہ میں تجھے بادشاہ ہند کی نذر کرونگا بلبن نے
اُسے قبول کرلیا۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ سلطان شمس الدین التمش نے سمرقند اور بخارا اور ترمذ سے
غلاموں کے خریدنے کے لیے ایک تاجر بہیجا تہا اُسنے سو غلام خریدے جنمیں سے ایک بلبن بھی تہا
جب یہ غلام سلطان کے روبرو لائے گئے تو وہ سب کو دیکھہ کر خوش ہوا بلبن کو کوتاہ قد اور بدصورت
دیکھہ کر کہا کہ میں اس غلام کو نہیں لونگا مگر اس غلام نے پکار کر کہا کہ اے خداوند عالم حضور نے یہ سب
غلام کسکے لئے خریدے ہیں یہ سنکر بادشاہ ہنسا اور اُسنے کہا کہ اپنے نفس کے لیے بلبن نے اُسکا
جواب دیا کہ اتنے غلام آپنے اپنے نفس کے لیے خریدے ہیں مجھے خدا عزوجل کے لیے خرید لیجیے
سلطان نے کہا اچھا اور اُسکو خرید کرکے اور غلاموں کے ساتھہ رکھا بلبن اُنمیں حقیر سمجھا جاتا تھا

اچھی [illegible] سے اٹھا تھا کہ تخت سلطنت پر بیٹھا اور اسکو [illegible] کی حاجت [illegible] ہوئی اسکا

سے [illegible] ہوتی ہے پس وہ دفعتہً عیش و عشرت میں ڈوب گیا سلطنت کا اختیار کیا ملا خود بے خود [illegible] ہو گیا

جوانی کے نشہ میں سرشار ہو گیا جو کچھ لکھا پڑھا سیکھا تھا سب بالائے طاق رکھا جس وقت باریاں [illegible]

بہروں کی تلاش کے بعد عالم فاضل مدبر منتظم ملازم جمع کئے تھے اسمیں [illegible] نے ڈوم ڈھاری [illegible]

مسخرے بھانڈ جمع کئے۔ الناس علی دین ملوکہم [illegible] نے بھی دکھائی [illegible] بادشاہ [illegible]

اختیار کی ہر کوچہ میں [illegible] اکھاڑہ تھا جس گھر میں [illegible] کا شور تھا اور ساغر و مینا [illegible]

تھا وہ تھا ہر خرد و بزرگ پیر و جوان عالم و جاہل عاقل بلیہ [illegible] مسلمان کو [illegible] طرب کا [illegible]

کیقباد نے شہر کی سکونت چھوڑ دی تھی کیلو کھڑی میں [illegible] محل [illegible]

سامنے جلسے [illegible] تھے۔ اس محل کے قریب امرائے [illegible] اپنے عالیشان [illegible] تھے

کیلو کھڑی خوب آباد ہو گئی تھی۔ خانقاہیں بند تھیں مسجدیں نمازیوں سے خالی تھیں مگر [illegible]

تسبیحیں سستی تھیں مگر شراب کی قیمت دس گنی ہو گئی تھی کہیں خوف و فکر کا نام [illegible]

سے کام تھا۔ ہر گلی کوچہ میں دولت پڑی لٹتی تھی خاروں جنہیں کبھی ہمیانیاں [illegible] بادشاہ کا

تو یہ حال تھا کہ رات دن عیش و عشرت میں ڈوبا ہوا تھا اسپر طرہ یہ تھا کہ وزیر اسکا ملک [illegible]

برادر زادہ اور داماد ملک نظام الدین تھا۔ ظاہر میں تو وہ داروغہ تھا مگر حقیقت [illegible] بادشاہ

سارا ملک داری کا نظام اسکے ہاتھ میں تھا۔ ملک نظام الدین کے برادر کا ملک تھا وہ [illegible] الملک [illegible]

وکیلدار تھا۔ نظام الدین گو منتظم ور اسے زن تھا مگر مکار بڑا تھا۔ اسنے تمام و لائق ارکین سلطنت کو

پراگندہ اور پریشان کر رکھا تھا۔ باہر وہ مختار تھا۔ گھر میں اسکی بیوی کہ ملک الامراکی بیٹی تھی بالکل

مختار اور حاکمہ تھی سلطان کیقباد کی منہ بولی ماں بنی ہوئی تھی۔ نظام الملک [illegible]

کہ بادشاہ بنئے اور یہ سوچا کہ سلطان بلبن کہ ایک پیر گرگ کہن تھا اور ساٹھ سال میں اسنے سلطنت

کو اپنی مٹھی میں لیا تھا وہ اب دنیا میں موجود نہیں اور اسکا بیٹا جو جہانداری کے قابل تھا وہ اسکی

زندگی میں دنیا سے رخصت ہوا بغرا خان لکھنوتی میں پڑا ہوا ہے۔ کیقباد و دزیر و شرابدمست ہوا

ہے اسلئے سلطنت کی بنیاد سست ہوتی جاتی ہے البتہ اگر کوئی ہے تو [illegible] ہی اسکا علاج کرنا چاہئے

[illegible]

اور اس کانٹے کو نکالنا چاہیئے پھر سلطنت کا ہاتھ آنا اور کیقباد کا کام تمام کرنا کیا بڑی بات ہے
اس اپنے منصوبہ کے پورا کرنے کے لئے اُسنے کیقباد کو سمجھایا کہ کیخسرو آپ کا برابر کا
دعویدار سلطنت ہی اور اوصاف بادشاہی سے متصف ہے اور اوسکی جانب ملوک کو بڑی رغبت ہی
اور وہ جانتے ہیں کہ سلطان بلبن اُسی کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ کسی روز اسکو قابو مل گیا تو حضور
کو پھر تخت نصیب نہیں ہوگا۔ اسلئے مصلحت ملکی یہی ہی کہ اُسکو ملتان سے بلوائیے اور راہ ہی میں
اُسکا کام تمام کیجئے۔ کیقباد نے نشہ کی حالت میں کیخسرو کے بلانے کا پیغام بھجوادیا اور راہ میں جاسوس مقرر
متعین کرکے اُسکے قتل کے لئے حکم بھجوادیا کیخسرو راہ ہی میں تھا کہ ان غرضیلوں نے رہتک میں اسکی
جان نکال لی اسنے امرا میں ایک تہلکہ پڑگیا۔ کیقباد کے وزیر خواجہ خطیر کو ایک بہانہ مقرر کرکے ایک
گدھے پر سوار کرکے سارے شہر میں پھرایا۔ ایکدن خلوت میں کیقباد سے کہدیا کہ نو مسلم مغل جو
حضور کے انیس اور جلیس و مقرب ہوے ہیں اپنی قوم کے لشکر انکو بلارہے ہیں اور اپنے طرفدار بنکر
مشورہ کر رہے ہیں کہ ایکدن محل میں گھس کر حضور کا کام تمام کریں چند روز بعد سلطان سے اُنکے
قتل کا بھی حکم لے لیا اور ایکدن کوشک میں اکثر کو گرفتار کرکے قتل کیا اور جمنا میں بہادیا۔
سارا گھر بار اُنکا تاراج کیا اور مولا زادوں کو جو سلطان بلبن کے عہد میں ملوک اعظم تھے ان مغلوں
کے ساتھ سازش رکھنے کا الزام لگا کر دور دور حصاروں میں بھجوادیا۔ ملک شاہک امیر ملتان
اور ملک توزکی حاکم برن کو جھوٹا الزام لگا کے ٹھکانے لگادیا غرض اُسنے کیقباد کو ایسا تسخیر
کیا کہ کوئی شخص اُسکی شکایت کرتا تو اُسکو وزیر سے بیان کرکے اُس شخص کو اُسکے حوالہ کرتا کہ
اُسکو سزا دے کہ وہ ہمارے حرم میں تفرقہ ڈالنا چاہتا تھا +

نظام الدین کو اُسکا خسر ملک الامرا فخر الدین جسکی عمر نوے برس کی تھی خلوت میں بلاتا
اور سمجھاتا کہ تو کیا غضب کرتا ہی کہ ارکان دولت کو قتل کراتا ہی اور امرا کو اپنا دشمن بناتا ہے
تجھے جو بادشاہی کا سودا ہوا ہی اُسے دماغ سے نکال ہماری بادشاہی یہی ہی کہ ہم کو توالی کے
درجہ اعلی پر پہونچے ہیں ہمکو بادشاہی سے کیا نسبت ہی بادشاہی اُنہی صف شکن صف در
دلاوروں کو زیبا ہے کہ ایک لحظہ میں وہ لشکروں کو زیر و زبر کرتے ہیں تجھے سمجھ اور ڈرانا آتا ہے

[illegible] +

تیر پھینکنا نہ نیزہ چلانا۔ لڑائی کی صورت کبھی نہیں دیکھی۔ کسی بقال کی پیاز کی گٹھی نہیں
کاٹ سکتا کسی شغال پر ڈھیلہ نہیں لگا سکتا۔ اس حالت میں شاہی کی تمنا عجب جاہلی خو لیا ہے
بادشاہ کے مقرب بننے سے جو بادشاہ بننے کا خیال تجھے پیدا ہوا ہے اگر تو اُسے دل سے دور نہیں
کریگا تو ہمارے سارے خاندان پر تباہی لائیگا۔ **بیت**۔

ای روبہک چرا ننشستی بجای خویش | با شیر پنجہ کردی و دیدی سزای خویش

یہ جو ظاہری امارت کا ٹھاٹھہ بنا رکھا ہے اُسسے کچھہ کام نہیں چلتا ہے

صورتِ مرداں طلب کن از درِ میداں در آ | نقش بر ایوان چہ سود از رستم و اسفندیار

بینے مان لیا کہ تو اس بدہوش و بدمست بادشاہ کو کسی حرامزادہ سے قتل کرادیگا تو کیا تجھے
بادشاہی حاصل ہوگی ؟ ہرگز نہیں قیامت تک نمک حرامی کا داغ خاندان پر رہیگا غرض جتنا
خسر نے داماد کو براہین عقل سے سمجھایا کہ وہ اپنے خیال فاسد کو سر سے نکال کر دور کرے مگر
بادشاہی کی محبت نے اُسکے کان بہرے اور آنکھیں اندھی کر رکھی تھیں + اس کوتہ اندیش خام
نے جواب میں کہا کہ جو کچھہ ملک نے فرمایا سب صواب و درست ہے اور اُسکے خلاف خطا لیکن اب تو
میں نے خلق کو اپنا دشمن بنا لیا سب جانتے ہیں کہ میں کیا کر رہا ہوں اگر اسے چھوڑ دونگا تو
آدمی مجھے کیوں چھوڑینگے غرض ملک الامرا نے اُسکو یہ لعنت ملامت کی اور اس سے کنارہ کیا
معارف و اکابر کو یہ حال معلوم ہوا تو اُنھوں نے کوتوال کی عاقبت اندیشی و سلامت جوئی
کی بڑی تحسین کی۔ نظام الدین تختِ شاہی پر ایسی شطرنج کی چالیں چل رہا تھا کہ وہ خاص حسب
سے مات کھائے اور اُنکے ہاتھہ بادشاہی آئے جب کیقباد دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ تو اُسکے
باپ بغرا خاں نے اپنا خطاب سلطان ناصر الدین رکھا اور لکھنوتی میں سکہ اور خطبہ میں اپنا نام
درج کیا۔ باپ بیٹوں میں راسلت جاری تھی۔ باپ بیٹے پاس اور بیٹا باپ پاس قاصد اور
تحفہ تحائف بھیجتا جب باپ کو یہاں کا سارا حال معلوم ہوا کہ بیٹا عیش میں غرق ہو رہا ہوا اور
نظام الدین اسکے مارنے کی گھات میں بیٹھا ہوا ہے اور دہلی کی سلطنت لینے کے لئے آمادہ
ہو رہا ہے تو باپ نے بیٹے کو مکتوبات نصائح و مواعظ آمیز لکھے اور نظام الدین کا حال رمز و کنایہ میں

[illegible] گیا [illegible] تھی ۔ پادشاہی کی تھی ۔ شراب کی مستی [illegible] میان
[illegible] نظام الدین [illegible]
[illegible] مصلحت کا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] لکھا تھا بیت

گرچہ فردوس مقام خوش است
ہیچ بہ از نعمت دیدار نیست

جب کیقباد نے باپ کا یہ خط محبت آمیز پڑھا تو اسکو بھی باپ کے دیدار کا شوق پیدا ہوا
انھوں نے [illegible] دیوان ہی سے باپ پاس قاصد بھیجکر یہ امر قرار دیا کہ باپ لکھنوتی سے اودہ میں آئے
اور بیٹا دہلی سے اودہ میں جائے اور سرجو (گھاگھرا) کے کناروں پر ملاقات ہو۔ کیقباد کا ارادہ تھا کہ جریدہ
باپ کی ملاقات کو جائے مگر نظام الدین نے عرض کیا کہ دہلی سے اودہ بہت دور ہے جریدہ جانا مصلحت
سے دور ہے لشکر اور جلوس شاہی کے ساتھ جانا مناسب ہے سلطنت کے معاملہ میں پدری اور پسری
کا کیا ذکر ہے الملک العقیم سے مراد یہی ہے کہ سلطنت میں رشتہ پدر و پسر نہیں ہے ہوا ملک کے غلبہ سے
باپ بیٹے کو مارتا ہے اور بیٹا باپ کو۔ ملکداری میں شفقت پدری و پسری باقی نہیں رہتی۔ ہر
مذہب کے بادشاہوں میں بیٹے نے باپ کو مارا ہے اور باپ نے بیٹے کو۔ آپ کا باپ اصلی وارث ملک ہے
صاحب خطبہ و سکہ ہے کون جانتا ہے کہ ملاقات میں کیا پیش آئے۔ غرض ایسی ایسی پٹیاں پڑھا کر
لشکر سمیت دہلی سے اودہ کو روانہ کیا جب باپ کو خبر ہوئی کہ نظام الدین کے سمجھانے سے
بیٹا لشکر سمیت آتا ہے تو وہ بھی لکھنوتی سے لشکر و ہاتھی لیکر روانہ ہوا گھاگرہ (سرجو) پر
ایک طرف باپ کا لشکر اور دوسری طرف بیٹے کا لشکر آمنے سامنے ایسا پڑا کہ ایک کو دوسرے کے
خیمے نظر آتے تھے۔ دونوں [illegible] نمک حلال ادھر ادھر دوڑتے پھرتے تھے۔ باپ بیٹوں
کے پیغام لاتے اور لیجاتے تھے۔ باپ کا دل نہ رہ سکا اور خون نے جوش کھایا چوتھے روز یہ خط
لکھا کہ بیٹا میں فقط تمہارے دیدار کا مشتاق ہوں مجھے سلطنت و تاجداری کا دعویٰ نہیں ہے ہوں

اب دل کو فراق کی تاب نہیں۔ خدا کے واسطے مجھ پر رحم کر و صورت دکھا دو۔ یوسف
کی آنکھوں کو روشن کرو میں تمہاری سلطنت کے دربار میں عیش و طرب کی بزم میں خلل انداز نہ
باپ کا یہ خط پڑھ کر کیقباد بھی چشم پر آب ہوا اور کھڑا ہو گیا اور ارادہ کیا کہ باپ سے جا کر جلدی
مل آؤں۔ مگر نظام الدین نے پھر اسمیں یہ رخنہ ڈالا اور بولا کہ آپ بادشاہ ہیں و اب بادشاہی
مانع ہے کہ آپ باپ سے ملنے جائیں بلکہ مناسب یہ ہے کہ بیٹا تخت سلطنت پر جلوس کرے اور باپ آ کر
باادب مجرا بجا لائے۔ اس میں اسنے یہ پیچ رکھا تھا کہ باپ بیٹوں کی ملاقات صاف دلی کے ساتھ
نہ ہونے پائے۔ اب اسنے آداب دربار ایسے مقرر کئے کہ انکے بجا لانے میں بغرا خاں کو ایک
طرح کی ذلت اٹھانی پڑے۔ ناصر الدین نے ان سب باتوں کو قبول کیا اور کہا کہ مجھے بیٹے کی
خدمت کرنے میں فر اکلفت نہیں ہے۔ اگرچہ وہ بیٹا ہے مگر اب میرے باپ کا جانشین دہلی کے تخت گاہ
پر بیٹھا ہے۔ میں دہلی کے تخت کی تعظیم دل سے کرتا ہوں۔ باپ کی نصیحت مجھے یاد ہے کہ دہلی
کے بادشاہ کی تعظیم ہمیشہ کرنا۔ اگر میں اپنے بیٹے کی خدمت نہ بجا لاؤنگا تو دہلی کے تخت کی اہانت
غرض سلطان ناصر الدین بیٹے کے دربار میں آیا چوبدار نے آواز دی کہ بغرا خاں نگاہ روبرو جہاں پناہ
سلامت۔ دوسرا چوبدار پکارا کہ لکھنوتی کے گنہگار کو امان امان تین دفعہ باپ کو سجدہ
زمیں بوس کرنا پڑا۔ مگر اس ناخلف نے باپ کو اس حال میں دیکھا اور تخت پر بت کی طرح بیٹھا رہا
اس حرکت ناشائستہ کو دیکھ کر باپ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ یہ رونا اپنا اثر کر گیا۔ دیکھتے
ہی بیٹا تخت سے اتر پڑا اور دوڑ کر باپ کے پاؤں میں گر پڑا باپ نے اسکا سر اٹھا کر گلے لگایا
دونو گلے ملکر دیر تک روتے رہے۔ اس حال کو دیکھ کر اہل دربار جنکے دل بر سوں سے بھرے ہوئے
تھے زار زار رونے لگے۔ بعد ازاں کیقباد نے باپ کا ہاتھ پکڑ تخت پر بٹھایا آپ دست بستہ
سر جھکا کر کھڑا ہوا پھر باپ نے اسکو تخت پر بٹھا دیا اور آپ باادب سامنے سر بیٹھا غرض ان دنوں
میں ایسی محبانہ ملاقاتیں ہوئیں کہ لڑائی جھگڑائی کا گمان بھی باقی [illegible] روپیہ صدقہ
و خیرات ہوا۔ شعرا نے قصیدے پڑھے مطربوں نے سرود گائے غرض خوشی کی
ساری رسمیں جو اس زمانہ میں ہوتی ہیں ادا ہوئیں۔ نصیر الدین [illegible] کر اپنے لشکر کو گیا۔

ے تحفے تحائف اسکے جاتے ۔ دونوں لشکروں کو حکم ہو گیا کہ آپس میں آمد و رفت اور
میں کریں اور مہمانداری کریں ۔ باپ کئی دن تک بیٹے کے گھر آیا ۔ قران السعدین میں
ملاقاتوں کا حال حضرت امیر خسرو نے بہت خوب بیان کیا ہے ۔ ان کے بیان سے یہ معلوم
ہے کہ باپ لکھنوتی سے دہلی کے لینے کے لئے چلا تھا جب روز وداع نزدیک ہوا تو سلطان
ناصر الدین نے بیٹے سے کہا کہ جمشید نے کہا ہے کہ اگر بادشاہ پاس مال منال اسقدر خزانے
کہ دشمنوں کے غلبہ کی صورت میں وہ اپنے لشکر کی مدد نہ کر سکے اور رعایا قحط میں رعایا کی دستگیری
نہ کر سکے تو اسکو بادشاہ کہنا سزاوار نہیں ہے ۔ میں اور نصیحتیں بھی جو سلطنت سے متعلق ہیں
تجھکو کرنی چاہتا ہوں ۔ کیقباد نے کہا آپ کی مہربانی اور غمخواری غفلت سے بیدار کرتی
ہے ۔ بادشاہ جو کچھ میرے لئے صواب جانے اسپر متنبہ کرے میں اسکو اپنا دستور العمل بناؤنگا
اور اسکے برخلاف عمل نہیں کرونگا ۔ بیٹے کے اس کہنے پر محبت پدری کا جوش اٹھا اور کہا
کہ میں نے بڑھاپے میں اتنا سفر دور دراز اسلئے اختیار کیا ہے کہ میں تجھے خواب غفلت سے
جو تیری دولت کو لازم ہے بیدار کروں اور شرائط موعظت اور مصلحت کو بجا لاؤں ۔ پس
خلوت میں ملک نظام الدین اور ملک قوام الدین کو بلایا اور شفقت اور محبت کے سبب سے یہ کہنے لگا
بیٹا جب میں نے سنا کہ تو تخت دہلی پر بیٹھا میں بہت خوش ہوا اور میں یہ سمجھا کہ ملک دہلی
ہی ملا مگر جب میں نے تیری غفلت اور بیخبری کا حال سنا تو مجھے حیرت ہوئی کہ ابتک تو
زندہ رہا ۔ دو سال سے میں اپنی اور تیری تعزیت کر رہا ہوں اور ملک دہلی اور لکھنوتی
مرض زوال میں دیکھتا ہوں خصوصاً اس روز سے کہ میں نے یہ سنا ہے کہ میرے باپ کے
اموں کو کہ اسکے پروردہ نعمت تھے اور مخلص و خیرخواہ تیرے تھے تو نے قتل کیا ۔ ان کے
ل ہونے سے تیرا اعتماد کچھ نہیں رہا اب مجھی ملک کی تیری توقع نہیں ہے ای پسر جو کچھ میں
کہتا ہوں اور سنتا ہوں تو نہیں دیکھتا اور سنتا ۔ یہ سچ ہے کہ میرا بڑا بھائی جو جہانداری کے
لائق ... زندگی میں شہید ہو گیا اور اسکا بیٹا شائستہ سلطنت اور قوت بازو تیرا تھا
ن کے کہنے سے تو نے اسکو مارڈالا [illegible]

ی بدکن سے ہاتھ نہ اٹھا۔ ہمارے نام کو روئے زمین پر باقی نہیں رکھے گا۔ اگر تجھ کو
اپنے حال پر رحم نہیں آتا تو اپنے خاندان اور اولاد و اتباع پر رحم کر۔ اپنے تئیں تباہ
مین نہ ڈال اور اپنا غمخوار بن میں چند نصیحت کرتا ہوں۔ اول نصیحت اپنی جان پر رحم کر
اور اپنے نفس کا معالجہ کر اپنے چہرہ کو دیکھ کہ کیا تیرا رنگ گل سے زیادہ سرخ و سیراب تھا
یا اب کیا ہلدی کا سا رنگ زرد ہو رہا ہے۔ افراط شہوت سے ایسا ضعیف و نزار ہو گیا ہے
اب اس سے باز رہ اور اسمیں اپنے تئیں نہ پھنسا۔ جب جان بر آ بنے گی تو کیا لذت حاصل
ہو گی۔ امیر خسرو کا ارشاد ہے +

نہ شاید پادشہ راست بودن — نہ در عشق و ہوس پیوست بودن
بود شہ پاسبان خلق پیوست — خطا باشد کہ باشد پاسبان مست
شباں چوں شد خراب از بادہ ناب — رمہ در معدۂ گرگاں کند خواب
دلا گر [illegible] دار نیست — ثبات کار ہا در ہوشیار نیست

[illegible] جان کو عزیز رکھ۔ دوسری نصیحت یہ ہے کہ ملوک و امرا کے
[illegible] سے [illegible] اعتماد اعوان و انصار کے دل میں زائل نہ ہو جائے [illegible]
[illegible] نظام [illegible] قوام الدین جو حاضر ہیں اور پختہ کار اور صاحب تجربہ ہیں اور دو
شخص [illegible] اپنا شریک کر اور ان کو چہار رکن دولت تصور کر جو کار تجھ کو
پیش آئے انکی صلاح و مشورہ کے اتفاق سے [illegible] ایک کو دیوان وزارت بنا۔ دوسرے
دیوان رسالت تیسرے کو دیوان عرض چوتھے کو دیوان انشا۔ ان چاروں کو قوت
[illegible] اختیار میں برابر رکھ اگرچہ مراتب انکے باعتبار اعلیٰ کے متفاوت ہیں مگر انمیں سے کسی کو
اختیار نہ دے کہ وہ سرکشی کرے۔ بلبیت +

مگر بخت خسپیدہ بیدار نیست — و گر نہ چنیں کار دشوار نیست

[illegible] نصیحت اسرار ملکی میں سے جس مخفی امر کا انکشاف منظور ہو تو چاروں کے سامنے کر اور ایک
کو اپنا محرم راز ایسا نہ بنا کہ اور دلگیر ہوں۔ چوتھی نصیحت نماز روزہ کا پابند ہو ان کاموں کے

ن ملک لغرش خلجی کو کہ نائب سمانہ اور میر جاندار تھا بلایا اور شائستہ خانی کا خطاب دیا اور عارض
ممالک مقرر کیا اور اقطاع برن اسکو حوالہ کی۔ اب بادشاہ کا مزاج اور بگڑتا جاتا تھا یہاں تک
نوبت پہنچی کہ لقوہ و فالج میں مبتلا ہوا۔ اور صاحب فراش ہوا۔ ہاتھ پاؤں رہ گئے۔ اور کسی
قابل نہیں رہا۔ تو امرا سے خاندان سلطنت میں ہر سر میں دائے سلطنت پیدا ہوا اور ہر دل میں تمنا
شہر یاری پیدا ہوئی فوراً کیقباد کے بیٹے کیومرث کو حرم سے باہر نکال کر تخت پر بٹھایا اور بادشاہ
شمس الدین کا خطاب دیا۔ اسکی عمر اُسوقت تین سال کی تھی۔ اب دو فریق ہو گئے ایک فرقہ خلجیوں کا
تھا یہ سب ملک جلال الدین کے ہمراہ بہادر پور یا بہار پور میں آگئے اور دوسرا فرقہ ترکیوں کا تھا وہ
کیومرث کو ہمراہ لیکر چبوترہ ناصری کے میدان میں آ گئے اس فرقہ کے سردار ملک ایتمر کچھن اور
ملک ایتمر سرخہ تھے بادشاہ بیمار کیلو گڑھی میں پڑا تھا۔ ایک ہنگامہ خلجیوں اور ترکیوں میں برپا تھا
ترکی فرقہ کہتا تھا کہ کیومرث ہمارے ہمراہ ہے۔ ملک جلال الدین اور سائر امرا خلجی کو جو اصل میں ترک
نہیں ہیں سلطنت کو ہم ترک ہاتھ میں لینگے اور کسی بیگانہ کو دخل نہیں دینگے۔ جب
ملک جلال الدین کو یہ حال معلوم ہوا تو اُسنے اور ملوک خلج کو اور بعض امرا کو اپنے ساتھ شریک کیا ملک
جلال الدین پاس ملک ایتمر کچھن اسلئے گیا کہ اُسکو فریب دیکر بہادر پور لے آئے مگر ملک جلال الدین اُسکے
ارادہ سے واقف تھا جو نہیں وہ گھوڑے پر سے اترا اُسکو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا +

نظم

حتم چو جدا شد ز تن	خروشے بر آمد از آن انجمن
ہمے سر کہ جاے ہی کس بکند	ہم اور اقضا اندران چہ فگند

[illegible] بیٹے جو بڑے جوانمرد و دلیر تھے وہ پانچسو سوار لیکر کیومرث کے لشکر میں
گھس گئے [illegible] لیا اور نہایت چستی و چالاکی سے شاہ شمس الدین کو تخت سے اتار لیا
اور ملک [illegible] ئوں کو گرفتار کر کے باپ پاس لے آئے۔ ملک ایتمر سرخہ نے جو ان کا
تعاقب کیا تو [illegible] شہر کے آدمیوں نے بادشاہ شمس الدین کے چھڑانے کا قصد کیا
اور ملک جلال الدین [illegible] تو ملک الامرا فخر الدین کو توال نے اس سبب سے کہ اُسکے بیٹے
خلجیوں کے ہاتھ میں گرفتار [illegible] شہر کو بھیر دیا۔ [illegible] امرا و ملوک نے ملک جلال الدین

اترنے اور لڑنے کا ارادہ کیا۔ مگر خدا کو منظور نہ تھا کہ مسلمانوں کا خون ہو اُسنے ناصر الدین کے
دل میں یہ القا کیا کہ اُس کو بیٹے پر رحم آیا اور اُس نے کہا کہ میرے بیٹے کا بادشاہ
ہونا میرے لیے شرف کا سبب ہے اور میرا یہ چاہنا کہ بیٹا بادشاہ ہو بالکل حق ہے
اور ایسے ہی خدا نے بیٹے کے دل میں [illegible] باپ سے آگے ضراعت
کرنی چاہی۔ دونو باپ بیٹے کشتی میں [illegible] سوار ہو کر دریا کے
عین وسط میں ملے سلطان نے باپ کے پاؤں چومے اور عذر کیے تو باپ نے
بیٹے سے کہا کہ میں تجھے اپنی سلطنت دیتا ہوں اور بیعت کرتا ہوں اور اپنے ملک
کو مراجعت کرتا ہوں اس پر بیٹے نے باپ سے کہا کہ آپ میری دار السلطنت میں
چلیئے۔ دونو باپ بیٹے دلی کو چلے اور محل میں داخل ہوئے اور باپ نے معز الدین
کو تخت پر بٹھایا اور اُس کے سامنے خود کھڑا ہوا۔ گنگا میں جو باپ بیٹوں [illegible]
ہوئی اُنکا نام لوگوں نے قران السع[illegible]

بھائی کے ایلچی کو واپس بھیجا اور یہ پیغام بھجوایا کہ باپ کا ولیعہد میں ہوں اور باپ نے رئی تم کو اسلئے
دیا تھا کہ تم وہاں رہو۔ اُس کے مرنے کے بعد ہم تم اسی ملک پر جو باپ دے گیا ہے راضی رہیں
گھوڑے۔ ہاتھی۔ غلام۔ ہتیار۔ میں تم کو اس شرط سے دیتا ہوں کہ تم عہد کرو کہ خراسان کا قصد

سادے سپاہی ہے۔ ایرانی اِن سب میں غضب کے تھے انمیں جستی چالاکی تاتاریوں کی سی تیز فہمی
عربوں کی سی فند فریب مکاری ہندیوں کی سی تھی۔ یہ صفات اُنکی ذات میں ایسی جمع تھیں کہ
ملکی کاموں میں وہ سب قوموں پر سبقت لے گئے۔ یہ ایرانیوں کی اُستادی تھی کہ ہندوستان کی درباری
بادشاہی زبان انھیں کی زبان ہوئی محمود کے وزراے اعظم ایرانی ہی تھے۔ ہندی سپاہ کو
کوئی موقع نہیں ملا کہ وہ سلطان غزنوی کے سامنے اپنا کام دکھائے مگر بعد ازاں اُسنے سلطنت
اسلامیہ کی حمایت میں کار ہاے نمایاں کیے +

محمود کا علمی ذوق +

باوجود اس سپاہیانہ مزاج کے سلطان محمود کو علوم وفنون و علم ادب کا بڑا شوق تھا۔ اس
خوبی میں کوئی بادشاہ اُسپر سبقت نہیں لے گیا سب کاموں میں کفایت شعار تھا مگر ہنر پروری اور
علم کی قدرشناسی میں دریا دل تھا۔ ایک عظیم الشان دار العلوم اُسنے بنایا۔ اور اُس میں بڑا
کتب خانہ جمع کیا۔ عالموں کے وظیفوں اور پنشنوں میں ایک لاکھ روپیہ سالانہ صرف ہوتا تھا۔ ایک
عجائب خانہ بھی بنایا جسمیں سارے عالم کے عجائب جمع کیے۔ اُسکی قدردانی اور جوہر شناسی نے چاروں طرف
سے اہل کمالوں کو لاکر غزنین کے دربار میں جمع کر دیا تھا۔ نامور شاعر اُسکے دربار کے یہ تھے عنصری رازی
استاد رشیدی طوسی۔ منوچہر بلخی۔ حکیم عنصری۔ عسجدی۔ فرخی۔ دقیقی۔ سوا ان شاعروں کے
چار سو اور شاعر اُسکے ملازم تھے۔ فردوسی کل شعرا کا سرآمد تھا + وہ شاداب ضلع طوس میں پیدا

فردوسی کے حالات +

ہوا تھا۔ حاکم طوس نے ایک باغ بنایا تھا اسکا نام فردوس رکھا تھا فردوسی کا باپ مولانا فخرالدین اُسکی
باغبانی کرتا تھا اس مناسبت سے وہ اشعار میں اپنا تخلص فردوسی کرتا تھا یزدجرد آخر ساسانی
شہریار ایران نے ایران کے تمام بادشاہوں کے حالات کیومرث کے زمانہ سے لیکر خسرو پرویز کی

سادے سپاہی رہے۔ ایرانی اِن سب میں غضب کے تھے انمیں جیتی چالاکی تاتاریوں کی سی تیز فہمی عربوں کی سی فند فریب مکاری ہندیوں کی سی تھی۔ یہ صفات انکی ذات میں ایسی جمع تھیں کہ ملکی کاموں میں وہ سب قوموں پر سبقت لے گئے۔ یہ ایرانیوں کی اُستادی تھی کہ ہندوستان کی درباری بادشاہی زبان انھیں کی زبان ہوئی محمود کے وزراے اعظم ایرانی ہی تھے۔ ہندی سپاہ کو کوئی موقع نہیں ملا کہ وہ سلطان غزنوی کے سامنے اپنا کام دکھاتے مگر بعد ازاں اُسنے سلطنت اسلامیہ کی حمایت میں کارہاے نمایاں کئے +

باوجود اس سپاہیانہ مزاج کے سلطان محمود کو علوم و فنون و علم ادب کا بڑا شوق تھا۔ اس خوبی میں کوئی بادشاہ اُسپر سبقت نہیں لے گیا سب کاموں میں کفایت شعار تھا مگر ہنر پروری اور علم کی قدر شناسی میں دریا دل تھا ایک عظیم الشان دار العلوم اُسنے بنایا۔ اور اُس میں بڑا کتب خانہ جمع کیا۔ عالموں کے وظیفوں اور پنشنوں میں ایک لاکھ روپیہ سالانہ صرف ہوتا تھا۔ ایک عجائب خانہ بھی بنایا جسمیں سارے عالم کے عجائب جمع کئے۔ اُسکی قدردانی اور جوہر شناسی نے چاروں طرف سے اہل کمالوں کو لاکر غزنین کے دربار میں جمع کر دیا تھا۔ نامور شاعر اُسکے دربار کے یہ تھے عنصری رازی استاد رشیدی طوسی۔ منوچہر بلخی۔ حکیم عنصری۔ عسجدی۔ فرخی۔ دقیقی۔ سوا ان شاعروں کے چار سو شاعر اُسکے ملازم تھے۔ فردوسی کل شعرا کا سر آمد تھا + وہ شاداب ضلع طوس میں پیدا ہوا تھا حاکم طوس نے ایک باغ بنایا تھا اسکا نام فردوس رکھا تھا فردوسی کا باپ مولانا فخر الدین اُسکی باغبانی کرتا تھا اس مناسبت سے وہ اشعار میں اپنا تخلص فردوسی کرتا تھا یزدجرد آخر ساسانی شہریار ایران نے ایران کے تمام بادشاہوں کے حالات کیومرث کے زمانہ سے لیکر خسرو پرویز کی تخت نشینی تک بڑی تحقیق و تدقیق اور تلاش سے یکجا جمع کئے تھے۔ اور اُسکے خلاصہ ...

فردوسی شاعر +

+ مرے یزدجرد...